بسم اللہ الرحمن الرحیم

بفیض روحانی: حضور مفتی اعظم علامہ شاہ محمد مصطفےٰ رضا خاں قادری بریلوی قدس سرہٗ

من یرد اللہ بہ خیرًا یفقھہ فی الدین (حدیث)

علوم و معارف اور تحقیقات نادرہ کا گنج گراں مایہ

المکرمۃ النبویۃ فی الفتاوی المصطفویۃ

مسمی بہ

فتاویٰ مفتیِ اعظم

جلد پنجم

تصنیف منیف

امام الفقہاء والمشائخ تاجدار اہل سنت شہزادۂ اعلیٰ حضرت

حضور مفتی اعظم ابو البرکات محی الدین حضرت علامہ شاہ

محمد مصطفےٰ رضا خاں قادری بریلوی قدس سرہٗ

(متوفی: ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۱ء)

امام احمد رضا اکیڈمی

صالح نگر، بریلی شریف (یو،پی)-۲۴۳۵۰۲

سلسلہ اشاعت ←——— (۸۰)

نام کتاب: المکرمة النبوية في الفتاوی المصطفوية

عرفی نام: فتاویٰ مفتی اعظم

مصنف: تاجدار اہل سنت حضور مفتی اعظم حضرت علامہ
شاہ محمد مصطفیٰ رضا خاں قادری نوری قدس سرہٗ

تقدیم وترتیب جدید: محمد حنیف خاں رضوی بریلوی
صدر المدرسین جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف

تخریج وترجمہ: محمد حنیف خاں رضوی، مولانا محمد جابر خاں،
مولانا محمد عرفان، مولانا اویس قرنی، مولانا محمد ندیم

تصحیح کتابت وفہرست: مولانا عبد السلام صاحب رضوی، محمد حنیف خاں رضوی

کمپوزنگ وسیٹنگ: محمد منیف رضا خاں برکاتی، مولوی محمد زاہد علی شاہدی
مولوی محمد نعیم نوری، محمد عفیف رضا برکاتی

تعداد اشاعت: گیارہ سو (۱۱۰۰)

سنہ اشاعت: (۱۴۳۶ھ/۲۰۱۴ء)

باہتمام: امام احمد رضا اکیڈمی، بریلی شریف

ہدیہ عام Rs: 3500/-

E-mail: mohdhanif92@gmail.com
Web: www.imamahmadrazaacademy.com

(ملنے کے پتے)

☆ امام احمد رضا اکیڈمی، صالح نگر رام پور روڈ بریلی شریف، پن 243502

☆ رضا اکیڈمی، ۵۲، ڈونٹاڈ اسٹریٹ کھڑک، ممبئی پن 400009

☆ کتب خانہ امجدیہ ۴۲۵/۷ مٹیا محل جامع مسجد، دہلی ۶

☆ رضا دار الاشاعت، آنندوہار بریلی شریف (یو۔پی)

☆ قادری بک ڈپو، نواب چوک چھوٹی جامع مسجد اسٹیشن روڈ اسلام پور اتر دیناجپور (بنگال)

فہرست عنوانات

جلد پنجم

کتاب الوقف

کتاب البیوع

کتاب الھبہ

کتاب الاجارہ

کتاب الغصب

کتاب الذبائح

کتاب الحظر والاباحت

کتاب الوصایا

کتاب المیراث

فہرست مسائل

جلد پنجم

وقف کا بیان

ہبہ کا بیان

اجارہ کا بیان

غصب کا بیان

ذبح کا بیان

حظر

مسائل سماع

اباحت

فاتحہ وایصال ثواب

معاملات

وصیت کا بیان

اس جلد کا اجمالی تعارف

اس جلد کے عنوانات وابواب حسب ذیل ہیں:

(۱) کتاب الوقف کے تحت چار ابواب اور گیارہ فتاویٰ ہیں:

وقف کا بیان ثبوت وقف اجارۂ وقف تبدیلی وقف

(۲) کتاب البیوع کے تحت بھی چار ابواب اور بائیس فتاویٰ ہیں:

خرید وفروخت منفعت سود قرض

(۳) کتاب الھبہ کے تحت صرف ایک باب ہے۔

ہبہ کا بیان

(۴) کتاب الاجارہ کے تحت دو ابواب اور چار فتاویٰ ہیں:

(۵) کتاب الغصب کے تحت صرف ایک باب اور ایک فتویٰ ہے۔

(۶) کتاب الذبائح کے تحت دو ابواب اور آٹھ فتاویٰ ہیں۔

ذبح کا بیان قربانی

(۷) کتاب الحظر والاباحہ کے تحت مندرجہ ذیل دس ابواب اور ایک سوتیئس فتاوی ہیں:

(۸۔۹) کتاب الوصایا اور کتاب المیراث کے تحت تین ابواب اور چھ فتاویٰ ہیں۔

کتاب الوقف

ابواب



وقف کا بیان

وقف کا متولی واقف کا وصی ہوگا ورنہ اس کی اولاد میں سے کوئی

(۱) **مسئلہ:**

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

ایک شخص نے اپنی حمیت اور قوت دینی سے ایک مدرسہ دینی اپنے مکان پر قائم کیا اور وہ ہمیشہ اس مدرسہ کی ترقی کی کوشش اور نگرانی کرتا رہا، اس نے یہ بھی کیا کہ شہر کے چند متدین اور عمائد کی ایک کمیٹی بنائی جو مدرسہ کے انتظام اور اس کی ترقی کے لیے مشورہ دے جس کا یہ نتیجہ ہوا کہ مدرسہ کے قائم اور برقرار رکھنے کے لیے کافی جائداد موقوفہ کا انتظام ہوگیا، لیکن پرانے ممبران جب یکے بعد دیگرے مرگئے تو اس شخص نے جدید ممبر اور قائم کئے اور خود بھی مرگیا۔ اب اس شخص کے مرنے کے بعد مدرسہ کی ترقی میں چند ممبران کی وجہ سے صورت زوال پیدا ہوگئی جس سے بانی مدرسہ کی اولاد نے یہ چاہا کہ یہ مدرسہ ہمارے باپ کا قائم کیا ہوا ہے۔ لہذا ہم کو اس کی اعانت اور نگرانی کرنا چاہیے تاکہ کل کو یہ ایک مفید سلسلہ تعلیم دینیات کا ٹوٹ نہ جاے، لیکن یہ موجودہ ممبر اس بانی مدرسہ کی اولاد کو نہ تو مدرسہ کی نگرانی کرنے دیتے ہیں اور نہ ان کو مدرسہ کی منتظمہ کمیٹی میں شامل کرنا چاہتے ہیں، اس لیے کہ ان لوگوں نے مدرسہ کو اپنی ملکیت سمجھ رکھا ہے اور اس کی اولاد کا دخل ہونا برا جانتے ہیں، لہذا بانی مدرسہ کی اولاد کو حق تولیت اور حفاظت مدرسہ شرعاً حاصل ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

از بریلی شریف محلہ گلاب نگر، مرسلہ جناب محمود حسن صاحب

الجواب

وقف کا متولی واقف کے بعد اس کا وصی ہوگا، اور جب کہ اس نے کسی کو وصی نہ بنایا تو اس کی اولاد سے جو اس کا اہل ہو وہ، یہاں تک کہ اگر وقت موت اس کی اولاد بوجہ صغر سنی مثلاً تولیت کے قابل نہ تھی تو

قاضی کسی صالح تولیت اجنبی کو اس وقت تک کار وقف سپرد کرے گا جب تک واقف کی اولاد سے کوئی تولیت کا اہل ہو۔ ممبران کا یہ ظلم ہے کہ تولیت تو تولیت مدرسہ کا رکن بھی اولاد واقف کو نہیں بنانا چاہتے۔

اسعاف في احکام الأوقاف میں ہے:

"إن مات ولم يجعل ولايته إلى أحد جعل القاضي له قيمًا ولا يجعله من الأجانب مادام يجد من أهل بيت الواقف ممن يصلح لذلك إما ؛ لأنه أشفق أو لأن من قصد الواقف نسبة الوقف إليه وذلك فيما ذكرنا، فإن لم يجد فمن الأجانب ممن يصلح فإن أقام أجنبياً ثم صار من ولده من يصلح صرفه إليه. اه."(۱)

واقف کسی کو متولی کیے بغیر انتقال کر گیا تو قاضی کسی صالح تولیت اجنبی کو اس وقت تک کے لیے کار وقف سپرد کر دے گا جب تک واقف کی اولاد سے کوئی تولیت کا اہل ہو۔ کیوں کہ واقف کا قریبی رشتہ دار وقف کا زیادہ خیال رکھے گا، یا اس لیے کہ واقف کا مقصود یہ ہوتا ہے کہ وقف اس کی طرف منسوب رہے، اور یہ ہماری مذکورہ صورت میں ہی ہو سکتا ہے، اگر اولاد سے کوئی اہل نہ ہو تو بے گانوں میں سے کسی اہل کو مقرر کر دے، اگر کسی بے گانے کو مقرر کر دیا پھر اس کی اولاد میں سے کوئی اہل ہو گیا تو مذکورہ تولیت اسی کی طرف منتقل ہو جائے گی۔ (مترجم)

ان بلاد میں قاضی کہاں یہاں ایسے امور سنی اعلم علمائے اہل بلد کے سپرد ہیں جو اس شہر کا سنی عالم اعلم وافقہ ہو اس کے یہاں معاملہ رجوع کریں۔ اسے چاہیے کہ اولاد واقف سے جو صالح تولیت ہو اسے متولی وقف کر دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

وقف جائداد کی خرید و فروخت نہیں ہو سکتی

مسئلہ: (۲)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

کیا کسی متولی کو یہ حق حاصل ہے کہ ہزاروں کی جائداد موقوفہ کے عوض دو تین سو روپیہ مقصد خیر کے واسطے لے کر شخص واحد کی ملکیت بنا دے؟ بینوا توجروا۔

از آنولہ ضلع بریلی مسئولہ یکم رجب المرجب ۵۲ھ

---

(۱) [البحر الرائق شرح کنز الدقائق : باب الناظر بالشرط فی الوقف:۵/۲۵۱]

الجواب

نا متولی کو نا خود واقف کو کسی کو یہ اختیار نہیں۔ ''فإن الوقف لا یباع ولا یرهن. '' نہ ہزاروں کی جائداد دو تین سو کے عوض کسی کو دی جا سکتی ہے۔ نہ سیکڑوں کی جائداد ہزاروں لاکھوں کے عوض۔ جس مقصد کے لیے واقف نے وقف کی ہے جائداد اسی کے لیے رہے گی، مگر یہ اس صورت میں ہے کہ واقف نے تبدیل کی شرط نہ رکھی ہو اور اگر تبدیل کی شرط رکھی ہو تو برائے نفع واقعی اس جائداد کو فروخت کر کے دوسری خرید سکتا ہے، اور اگر اپنے قائم مقام کے لیے بھی اس نے یہ شرط رکھی ہے تو اس کا قائم مقام بھی یہ کر سکتا ہے جو اسی مقصد کے لیے وقف ہو گی جو واقف نے مقرر کیا ہے۔ یہ کسی کو بھی جائز نہیں کہ جائداد وقف کو کچھ روپیہ کے عوض بیچ ڈالے، اور ان روپیوں کو کسی کار خیر میں صرف کر دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

وقف مساکین کے لیے ہو تو واقف کا مسکین بیٹا بھی اس کا مصرف ہو سکتا ہے

(۳) **مسئلہ:**

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

ایک شخص نے اپنی کچھ جائداد اللہ واسطے وقف کی اور اس وقف نامہ میں یہ لکھ دیا کہ اس کی آمدنی سے کچھ آمدنی مساکینوں کو دی جائے، بقیہ آمدنی سے غربا کے کپڑے وکھانے سے امداد کی جائے۔ اگر آمدنی وقف کی بڑھ جائے تو غربا کے کپڑے وکھانے میں ترقی کر دی جائے، اور کمی آمدنی ہونے پر اس میں کمی کر دی جائے۔ وہ شخص اپنی حیات میں اپنے انتظام سے اس کام کو انجام دیتا رہا، بعد انتقال کے اس کی اولاد میں ایک اولاد برابر اسی طرح کام انجام دیتی رہی، اس وقف شدہ جائداد کی آمدنی گذشتہ آمدنی سے اس وقت چار گنی زیادہ ہے۔ اب اس کی اولاد میں سے ایک کی جائداد گردش ایام سے ختم ہو گئی اور وہ بہت مقروض ہے پریشان حال ہے، کوئی سلسلہ آمدنی خورد ونوش کا بھی نہیں رکھتا ہے، نہ بسبب ضعیفی کے کسی قابل ہے۔ یہ وقف نامہ رجسٹری شدہ ہے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس وقف شدہ آمدنی سے یہ شخص روپیہ لے کر اپنی بی بی وبچوں کی پرورش کر سکتا ہے یا نہیں؟ یا اپنا قرض اس وقف شدہ جائداد کی آمدنی سے ادا کر سکتا ہے یا نہیں؟ جس کا کہ اس کے اوپر بہت زیادہ بار ہے۔ لہذا اس بارے میں جو شرعی احکام ہوں ان سے آگاہ فرمایا جاوے۔ فقط

از بریلی محلہ گندہ نالہ مسئولہ جناب سوداگر محمد خلیل صاحب ۱۹/ربیع الآخر ۵۳ھ

الجواب

اگر ولد واقف واقعی محتاج ہو گیا ہے تو وہ اس رقم وقف کا مصرف ہو سکتا ہے، اور جب کہ یہ وقف بحالت صحت کیا اور ظاہر سوال سے یہی ہے کہ: ''مضاف إلیٰ مابعد الموت'' نہیں تو اس صورت میں اس مد کا صرف جو غربا و مساکین کو نقد دینے اور ان کے کھانے کپڑے میں صرف کرنے کے لیے تحریر ہے اس پر زیادہ بہتر ہے۔ قدر حاجت اسے دی جائے جو بچے وہ اجانب پر نقد و طعام و ثیاب کی صورت میں حسب تحریر وقف نامہ صرف کی جائے۔ اس کا لحاظ رکھا جائے کہ دو سو درہم بیک وقت نہ دیئے جائیں اس سے کم دیا جائے۔

فتاویٰ خلاصہ میں ہے:''في الفتاوىٰ: إذا جعل أرضه صدقة موقوفة على الفقراء والمساكين فاحتاج بعض قرابته ، أو احتاج الواقف. إن احتاج الواقف لا يعطى له من تلك الغلة شيء عند الكل ، ولو احتاج ولده ذكر الخصاف رحمه اللّٰه تعالىٰ أنه يعطى۔ وإن كان الوقف في الصحة ولم يكن مضافاً إلىٰ ما بعد الموت الصرف إلىٰ ولد الواقف أفضل . كذا ذكر الناطفي في واقعاته وهلال رحمه اللّٰه تعالىٰ في وقفه غير أنه يعطى أقل من مأتي درهم ولا يصرف إليه كل الغلة، وإن صرف الكل لا يصرف في كل الا زمان اه.مختصراً واللّٰه تعالىٰ أعلم۔''(۱)

فتاویٰ میں مذکور ہے، جب اپنی زمین فقرا و مساکین پر وقف کر دی، واقف کے قریبی رشتہ دار یا واقف تنگ دست ہو گئے، اگر واقف تنگ دست ہوا تو اسے اس آمدنی سے کچھ نہ دیا جائے گا تمام علما کے نزدیک۔ اگر واقف کا لڑکا محتاج ہوا تو امام خصاف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: اسے دیا جائے گا، اگر وقف بحالت صحت کیا، مابعد الموت کی طرف منسوب نہیں تو واقف کے ولد پر صرف کرنا زیادہ بہتر ہے۔ اسی طرح ناطفی نے ''واقعات'' میں اور ہلال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کتاب الوقف میں بیان کیا ہے۔ ہاں اس کا لحاظ رکھا جائے کہ دو سو درہم بیک وقت نہ دیے جائیں، اور نہ کل آمدنی صرف کی جائے، اور اگر کل آمدنی اس پر صرف کر دی تو ہر زمانے میں صرف نہ کی جائے گی۔ عبارت اختصار کے ساتھ ختم ہوئی۔ اللہ خوب جانتا ہے۔ (مترجم)

(۱) [خلاصۃ الفتاوی:۲/۵۸۱]

وقف علی النفس صحیح اور واقف کا خود متولی ہونا جائز

(۴) **مسئلہ:**

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

(۱) واقف کسی جائداد کو وقف علی الاولاد وعلی النفس کرے اور خود ہی اس کا متولی بنے تو وقف صحیح ہوگا یا نہیں؟ امام محمد کے نزدیک قبضہ متولی کی صحت وقف کے لیے جو شرط ہے اس کا عمل درآمد اس صورت میں کیوں کر ہوگا، امام ابو یوسف کا قول اس مسئلہ میں کیا ہے اور حنفی مذہب والا اس مسئلہ میں امام ابو یوسف کا قول لے سکتا ہے یا نہیں؟

(۲) مسائل وقف میں حنفی علما کی رائے کیا ہے، آیا انہوں نے ان مسائل میں امام ابو یوسف کے قول کو امام محمد اور امام ابوحنیفہ کے اقوال پر ترجیح دی ہے یا نہیں؟

(۳) جائداد غیر منقسمہ کا وقف قول امام ابو یوسف کے مطابق جائز ہے اور صحیح اور قابل نفاذ ہے یا نہیں؟

(۴) جائداد غیرا اگر شامل وقف ہو جائے تو مذہب امام ابو یوسف کے رو سے وقف جائز ہے یا نہیں؟ مہربانی فرما کر بتایئے کہ حنفی علما بالخصوص حضرت امام اہل سنت بقیۃ السلف حجۃ الخلف مولانا ومقتدانا حضرت شاہ احمد رضا خاں صاحب بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تحقیقات جس کے ہم اہل سنت بریلی متبع ہیں کیا ہیں؟

از شہر بریلی محلہ کنگران مسئولہ جناب مولوی حکیم عزیز غوث صاحب ۔۱۲/ جمادی الاولیٰ ۵۴ھ

الجواب

(۱) وقف علی النفس صحیح اور واقف کے خود متولی ہونے کی شرط جائز، وقف صحیح ہوگا، اور حسب شرط وہی متولی رہے گا، یہی مذہب امام ابو یوسف ہے، اور یہی معتمد ومرجح ومختار للفتویٰ ہے، اور یہی ایک روایت میں امام محمد سے ہے۔ ان سے دوسری روایت وہ ہے جس میں اسی لیے کہ ان کے نزدیک تسلیم شرط ہے۔ عدم صحت ہے۔ اور اسے بھی بـه یـفتی کہا گیا ہے، مگر مرجح وہی ہے۔ امام محمد سے اس پہلی روایت ہی کی بنا پر امام فخر الدین زیلعی وصاحب درمختار علامہ علاؤالدین حصکفی وغیرہما علما نے اس وقف کو بالاجماع جائز وصحیح فرمایا۔ قہستانی نے کہا: اگر واقف خود اپنے آپ کو متولی کرے تولیت اپنی رکھے تو تسلیم شرط نہیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ وقف علی النفس وعلی الاولاد ہو یا کوئی اور وقف، واقف جس وقف کا بھی متولی

خود ہوگا تولیت اپنی رکھے گا تو تسلیم شرط نہ ہوگی۔

قہستانی پھر ردالمحتار میں ہے:

"إن التسليم ليس بشرط إذا جعل الواقف نفسه قيمًا."(۱)

واقف جس وقف کا بھی متولی خود ہوگا تو تسلیم شرط نہ ہوگی۔(مترجم)

تنویرالابصار ودرمختار میں ہے:

" جعل الواقف الولاية لنفسه جاز بالإجماع ، وكذا لو لم يشترط لأحد فالولاية له عند الثاني، وهو ظاهر المذهب نهر خلافاً لما نقله المصنف."(۲)

واقف کا خود متولی ہونا بالاتفاق جائز ہے، یوں ہی اگر کسی کے لیے شرط نہیں لگائی تب بھی ولایت امام ابو یوسف کے نزدیک اس کو حاصل ہوگی، یہی ظاہر مذہب ہے"نہر"اس کے برخلاف جس کو مصنف نے نقل فرمایا۔(مترجم)

ردالمحتار میں ہے:

"قوله : جاز بالإجماع كذا ذكره الزيلعي وقال: لأن شرط الواقف معتبر فيراعى لكن الذي في القدوري أنه يجوز علىٰ قول أبي يوسف وهو قول هلال أيضاً، وفي الهداية أنه ظاهر الرواية، وقد رد العلامة قاسم على الزيلعي دعواه الإجماع بأن المنقول أن اشتراطها يفسد الوقف عند محمد كما في الذخيرة ونازعه في النهر وأطال وأطاب."(۳)

مصنف کا قول:"جاز بالإجماع"ایسا ہی امام زیلعی نے ذکر کیا ہے۔اور فرمایا:اس لیے کہ واقف کی شرط معتبر ہے، تو لحاظ کیا جائے گا لیکن قدوری میں ہے:امام ابو یوسف کے قول پر جائز ہے، یہی"ہلال" کا قول ہے۔ہدایہ میں ہے:یہ ظاہر الروایہ ہے۔علامہ قاسم نے امام زیلعی کے دعویٰ اجماع کو رد فرمایا ہے۔منقول ہے کہ ولایت کی شرط سے وقف فاسد ہو جائے گا،امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک،جیسا کہ ذخیرہ میں مذکور ہے،اور ان سے نہر میں نزاع فرمایا۔بحث لمبی اور عمدہ فرمائی

---

(۱) [ردالمحتار كتاب الوقف:٦/٤١٨۔مطلب شروط الوقف على قولهما]

(۲) [تنوير الأبصار ودرمختار كتاب الوقف٦:٤٥١۔٤٥٢]

(۳) [ردالمحتار كتاب الوقف:٦/٤٥١۔مطلب في اشتراط الواقف الولاية لنفسه]

ہے۔(مترجم)

اسی میں ہے:

"قولہ : "خلافاً لما نقله المصنف" أي: عن السراجية من أنه لا يصح هذا الوقف عند محمد وبه يفتى."(۱)

مصنف کا قول: ''خلافاً لما نقله المصنف ''یعنی سراجیہ سے منقول ہے کہ امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک یہ وقف صحیح نہ ہوگا، اور یہی مفتیٰ بہ ہے۔(مترجم)

نیز تنویر و درمختار میں ہے:

"(جاز جعل غلة الوقف)أو الولاية(لنفسه عند الثاني)وعليه الفتوىٰ۔"(۲)

اپنے لیے وقف کی آمدنی یا تولیت امام ابو یوسف کے نزدیک جائز ہے، اور اسی پر فتویٰ ہے۔(مترجم)

ردالمحتار میں ہے:

"لو وقف علىٰ نفسه، قيل: لا يجوز، وعن أبي وسف جوازه وهو المعتمد۔ وما في الخانية من أنه لو وقف علىٰ نفسه وعلىٰ فلان صح نصفه وهو حصة فلان وبطل حصة نفسه۔ ولو قال: ثم علىٰ فلان لا يصح شيء منه مبني على القول الضعيف بحر."(۳)

اگر وقف علی النفس کیا، ایک قول یہ ہے: جائز نہیں۔ امام ابو یوسف سے مروی ہے: جائز ہے، یہی معتمد ہے۔ وہ جو خانیہ میں لکھا ہے، قول ضعیف پر مبنی ہے، وہ یہ ہے: اگر اپنے اور ''فلاں'' کے لیے وقف کیا، نصف صحیح ہے، اور وہ ''فلاں'' کا حصہ ہے اور اپنا حصہ باطل ہے، اگر کہا: ''ثم علىٰ فلان ''(پھر فلاں پر) اس کی طرف سے کچھ بھی صحیح نہ ہوگا، اس مسئلہ کی بنیاد قول ضعیف پر ہے۔ بحر۔(مترجم)

اسی میں ہے:

"قوله : أو الولاية مفاده أن فيه خلاف محمد مع أنه قدم أن اشتراط الولاية

---

(۱) [ردالمحتار كتاب الوقف:٦/٤٥٢۔مطلب في ترمة هلال الرائي البصري]

(۲) إ[تنوير الأبصار ودرمختار كتاب الوقف:٦/٤٥٦]

(۳) [ردالمحتار كتاب الوقف:٦/٤٥٦۔مطلب في اشتراط الغلة لنفسه]

لنفسه جائز بالإجماع لكن لما كان في دعوى الإجماع نزاع كما قدمناه مع التوفيق بأن عن محمد روايتين :أحدهما: توافق قول أبي يوسف والأخرىٰ: تخالفه . فدعوىٰ الإجماع مبنية على الرواية الأولىٰ ، ودعوىٰ الخلاف على الثانية فلا خلل في النقلين."(۱)

مصنف کا قول:"أو الولاية "اس کا مفاد یہ ہے کہ اس بارے میں امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا اختلاف ہے حالاں کہ وہ کچھ پہلے لکھ چکے ہیں کہ اپنے لیے تولیت کی شرط بالا جماع جائز ہے۔لیکن جب دعویٰ اجماع میں نزاع واقع ہوگیا جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا دونوں میں توفیق ممکن ہے۔امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے دوروایتیں ہیں،ایک تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قول کے موافق ہے،جب کہ دوسری خلاف ہے۔تو دعویٰ اجماع پہلی روایت پر موقوف ہے اور دعویٰ خلاف دوسری روایت پر،تو دونوں نقلوں میں کوئی خلل نہیں۔(مترجم)

تسلیم بے شک شرط ہے مگر اس صورت میں یہ وقف علی النفس ہو یا وقف کا متولی خود واقف ہی رہے تولیت کی شرط تا حیات خود اپنے لیے کرے۔تسلیم کا شرط ہونا یہ امام محمد کا قول علما نے اختیار کیا،اور وقف علی النفس وتولیت واقف کی صحت یہ مذہب امام ابو یوسف اختیار فرمایا،چونکہ مذہب ایک ہی ہے اس لیے اس تلفیق میں کچھ حرج نہیں،تسلیم کی شرط سے اس صورت کو بر بنائے مذہب امام ابو یوسف مستثنیٰ فرمادیا۔قہستانی کا وہ قول اوپر گذرا کہ:اس صورت میں تسلیم شرط نہیں،

علامہ شامی نے زیر قول درمختار:

"وفي غيره بنصب المتولي۔"(۲)

قہستانی کا وہ قول نقل کرکے اس میں نظر کردی اور تأمل فرما کر اظہار تأمل کیا تھا کہ فرمایا:

"لكن نبه أن من شرط التسليم وهو محمد لم يصح تولية الواقف نفسه ومن صححها وهو أبو يوسف لم يشترطه تأمل."(۳)

لیکن تسلیم کا شرط ہونا یہ امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا قول ہے واقف کا خود متولی ہونا صحیح نہیں۔اور

(۱) [ردالمحتار كتاب الوقف:٦/٤٥٦۔مطلب في الوقف على نفس الواقف]

(۲) [الدرالمختار كتاب الوقف:٦/٤١٨]

(۳) [ردالمحتار كتاب الوقف۔مطلب شروط الواقف على قولهما:٦/٤١٨]

تولیت واقف کی صحت یہ امام ابو یوسف کا اختیار کردہ مذہب ہے، تسلیم شرط نہیں غور کرو۔ (مترجم)

اس پر اعلیٰ حضرت سیدنا الوالد الماجد قدس سرہ نے جد الممتار حاشیہ رد المحتار میں فرمایا:

"أقول: سيأتي ص:٥٩٨ إن في مسألة تولية الواقف نفسه الفتوىٰ علىٰ قول أبي يوسف وقد حقق المحشي -رحمه الله تعالىٰ- إن التلفيق من أقوال أئمتنا الثلثة ليس من التلفيق الباطل فإن الكل مذهب واحد، فمن اختار في اشتراط التسليم قول محمد ثم جعل الواقف نفسه متولياً مغنياً عنه بناء على قول أبي يوسف المفتى به فلا مؤاخذة عليه. والله تعالىٰ اعلم."(١)

میں کہتا ہوں: تفصیل عنقریب ص:۵۹۸/ پر آرہی ہے: واقف کے خود متولی ہونے کے مسئلہ میں فتویٰ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قول پر ہے۔ محشی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تحقیق فرمائی ہے: "ہمارے ائمہ ثلاثہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کے اقوال میں تلفیق باطل نہیں ہے۔ چوں کہ مذہب ایک ہی ہے۔ تو جس نے تسلیم کی شرط لگانے میں امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا قول اختیار کیا پھر واقف کے خود متولی کافی ہونے کو جائز قرار دیا امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قول مفتیٰ بہ کی بنیاد پر، تو اس پر کوئی مواخذہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔ (مترجم)

بلکہ خود علامہ شامی نے عقود الدریۃ میں فرمایا:

"التلفيق من أقوال أصحاب المذهب ليس تلفيقاً باطلاً."

ہمارے اصحاب مذہب کے اقوال میں تلفیق ناجائز و باطل نہیں۔ (مترجم)

امام محمد کی روایت عدم صحت کو بھی اگر چہ مفتی بہ کہا گیا ہے مگر امام ابو یوسف کا قول ہی مختار للفتویٰ ہے۔ اول تو وہ امام ابو یوسف کا قول ہے۔

اور علما فرماتے ہیں:

"قول محمد لا يفتى به ما وجد قول أبي يوسف إلا أن يصحح أو يقوىٰ وجهه كذا في شئي."

قول امام محمد پر فتویٰ نہ ہوگا، جب تک قول امام ابو یوسف ملے گا، مگر اس صورت میں کہ قول امام محمد کو اصحاب تصحیح سے کسی نے صحیح کہا ہو یا اس کی دلیل قوی ہو۔ ایسا ہی فتاویٰ شامی میں ہے۔ یہاں جب

(١) [جد الممتار، كتاب الوقف: ٤/٤٨٨]

دونوں پر فتویٰ ہوا تو پھر وہی ہوا کہ قول محمد: ''لا یفتی به ما وجد قول أبي یوسف.'' پھر قول امام ثانی ہی خصوصاً اس صورت میں کہ وہی: ''أسهل وأرفق.'' ہے تو وہی مختار ہوگا کہ شرع کو رفق وتیسیر پسند ہے۔

درمختار میں ایک دوسری جگہ ایسے ہی اختلاف پر ترجیح کے موقع پر فرمایا:

"اختلف الترجیح والأخذ بقول الثاني أحوط وأسهل۔بحر، وفي الدرر۔وصدر الشریعة به یفتی۔"(۱)

اختلاف ہوجائے، تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قول پر عمل وترجیح احوط واسہل ہے۔ ''بحر'' درر میں ہے: صدر الشریعہ اسی پر فتویٰ دیتے ہیں۔(مترجم)

ردالمحتار میں فرمایا:

"اختلف الترجیح مع التصریح في کل منها بأن الفتویٰ علیه."(۲)

اقوال میں تصریح کے باوجود ترجیح مختلف ہوجائے تو فتویٰ قول امام ثانی پر ہوگا۔(مترجم)

وہی ظاہر الروایہ ہے، اسی پر متون مذہب ہیں۔اسی پر اکثر مشائخ ہیں وہی معتمد ہے۔

ردالمحتار سے اوپر گزرا:

"وفي الهدایة أنه (أي: جواز جعل الواقف والولایة لنفسه.)ظاهر الروایة."(۳)

ہدایہ میں ہے: (واقف کا خود کو متولی قرار دینا جائز ہے) یہی ظاہر الروایہ ہے۔(مترجم)

یوں ہی اسی سے اوپر مذکور ہو چکا:

"عن أبي یوسف جوازه(أي: جواز جعل الواقف الغلة والولایة لنفسه)وهو المعتمد."(٤)

امام ابو یوسف سے مروی ہے: واقف کا اپنے لیے آمدنی وتولیت قرار دینا جائز ہے۔وہی معتمد

---

(۱) [الدرالمختار. کتاب الوقف:٦/٤٢٠]

(۲) [ردالمحتار کتاب الوقف:٦/٤٢٠]

(۳) [ردالمحتار کتاب الوقف:٦/٤٥١]

(٤) [ردالمحتار، کتاب الوقف مطلب في اشتراط الغلة لنفسه:٦/٤٥٦]

ہے۔(مترجم)

نہر سے گزرا:

"وهو ظاهر المذهب."(١)

یہی ظاہر الروایہ ہے۔(مترجم)

صاحب درمختار نے فرمایا تھا:

"وعليه الفتوىٰ." (٣)

اور اسی پر فتویٰ ہے۔(مترجم)

اس پر علامہ شامی فرماتے ہیں:

"كذا قاله الصدر الشهيد: وهو مختار أصحاب المتون ورجحه في الفتح واختاره مشايخ بلخ، وفي البحر عن الحاوي أنه المختار للفتوىٰ ترغيباً للناس في الوقف وتكثيراً للخير."(٣)

اسی طرح صدر الشہید نے فرمایا: یہی اصحاب متون کا مختار مذہب ہے، فتح میں اسی کو ترجیح دی ہے، اسی کو مشایخ بلخ نے اختیار فرمایا۔ بحر میں حاوی سے ہے: یہی مختار للفتویٰ ہے خیر میں تکثیر اور وقف میں لوگوں کی رغبت پیدا کرنے کے لیے۔(مترجم)

ردالمحتار میں ہے:

"الواجب الرجوع إلى ظاهر الرواية عند اختلاف الترجيح."(٤)

جب ترجیح میں اختلاف ہو تو ظاہر الروایہ کی طرف رجوع واجب ہے۔(مترجم)

اسی میں ہے:

"إذا اختلف الفتوىٰ فالعمل بما في المتون أولىٰ وإن كان لفظ التصحيح في الجانب الأخرىٰ أقوىٰ."(٥)

---

(١) [الدر المختار كتاب الوقف:٦/٤٥٢]

(٢) [الدر المختار كتاب الوقف:٦/٤٥٦]

(٣) [ردالمحتار، كتاب الوقف:٦/٤٥٦]

(٤) [ردالمحتار:١/٥٣] (٥)[ردالمحتار:١/٥٣]

جب فتویٰ میں اختلاف ہوجائے تو متون پر عمل کرنا اولیٰ ہے اگر چہ لفظ تصحیح دوسری جانب اقویٰ ہو۔(مترجم)

اسی میں ہے:

”ما کان أوجه و أرفق و اعتمده المتاخرون وجب التعویل علیه و إن قالوا إن الفتویٰ علی غیره.“(۱)

جو اوجہ، ارفق اور متاخرین کا معتمد ہو اسی پر اعتماد واجب ہے، اگر چہ فقہا کہیں کہ فتویٰ اس کے غیر پر ہے۔(مترجم)

ابھی علامہ شامی کی عبارت مسطورہ بالا میں گزرا:

” رجحه في الفتح.“(۲)

اسی کو فتح میں راجح قرار دیا۔(مترجم)

یعنی امام ابو یوسف کے قول کو امام ابن الہمام، بالغ مرتبۂ اجتہاد، محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں مرجح فرمایا۔

یہ تو امام ابو یوسف کا قول ہے جس قول امام زفر کو امام ابن الہمام نے ترجیح دی علامہ شامی اس کی نسبت فرماتے ہیں:

”یفتی ھھنا بقول زفر؛ لأن المحقق علی الإطلاق رجحه.“

یہاں امام زفر کے قول پر فتویٰ ہے کیوں کہ محقق علی الاطلاق علامہ ابن ہمام نے اسی کو راجح قرار دیا۔(مترجم)

بحرالرائق میں فرمایا:

”التصحیح قد اختلف، فالأحسن الافتاء بما علیه الأکثر(۳). واللّٰہ تعالیٰ اعلم.“

تصحیح مختلف ہوجائے تو اس قول پر فتویٰ دینا احسن ہے جس پر اکثر علما ہوں۔(مترجم)

(۲) مسائل وقف وقضا میں اکثر مفتی بہ و مرجح قول امام ثانی ہے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے

---

(۱) [رد المحتار:۱/۵۳]

(۲) [ردالمحتار، کتاب الوقف مطلب في الوقف علی نفس الواقف:۶/۴۵۶]

(۳) [البحر الرائق شرح کنز الدقائق : باب الأولیا والأکفاء، ۳/۱۳۵]

اپنے فتاویٰ میں فرمایا: علما نے مسائل وقف وقضا کی نسبت بے شک فرمایا کہ: وہاں غالباً قول ثانی پر فتویٰ ہے، اس سے ہر وہ امر کہ زیر قضا اس کے مراد نہیں، لاکھوں مسائل معاملات میں بھی قول امام ہی پر فتویٰ ہے، اگر چہ رائے امام ابو یوسف سے امام محمد بھی موافق ہوں، بلکہ یہ امر خاص ان مسائل میں اکثری طور پر ہے جنہیں فقہا کتاب القضا و کتاب الوقف میں لکھتے ہیں اھ مختصراً۔ الاشباہ والنظائر میں ہے:

"وسع أبو يوسف ـ رحمه الله تعالىٰ ـ في القضاء والوقف والفتوىٰ علىٰ قوله فيما يتعلق بهما."(۱)

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے قضا و وقف کے باب میں توسیع فرمائی، تو قضا و وقف سے متعلق امور میں فتویٰ آپ ہی کے قول پر ہے۔ (مترجم)

در منتقی پھر شامی میں ہے:

"قول أبي يوسف علمت أرجحيته في الوقف والقضاء. والله تعالىٰ أعلم."(۲)

آپ کو معلوم ہے کہ امور وقف وقضا میں زیادہ ترجیح امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قول کو حاصل ہے۔ (مترجم)

(۳) وقف مشاع مطلق امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جائز و نافذ ہے۔ وقف غیر محتمل قسمت مشاعاً امام محمد کے نزدیک بھی جائز ہے۔ محتمل قسمت میں انہیں خلاف ہے۔

اب عامۂ متاخرین کا مختار و مفتی بہ یہی ہے کہ وقف مشاع مطلقاً جائز ہے۔ متقدمین مشائخ میں بعض قول امام ابو یوسف اختیار فرماتے ہیں، بعض کا مختار قول امام محمد تھا، وہ اس پر فتویٰ دیتے تھے۔ مشائخ خراسان و بلخ قول امام ثانی اختیار کرتے، اور مشائخ بخارا قول امام محمد۔

عالمگیری میں سراجیہ و خزانۃ المفتین سے ہے:

"وقف المشاع المحتمل للقسمة لا يجوز عند محمد ـ رحمه الله تعالىٰ ـ وبه أخذ مشايخ بخارا، وعليه الفتوىٰ. والمتأخرون افتوا بقول أبي يوسف ـ رحمه الله تعالىٰ ـ أنه يجوز وهو المختار."(۳)

---

(۱) [الأشباه والنظائر: ۸۱]

(۲) [رد المحتار على الدر المختار: فرع أرا أهل المحلة نقض، ۴/۳۵۷]

(۳) [الفتاوىٰ الهندية، كتاب الوقف، فصل في وقف المشاع: ۲/۴۲۷]

وقف مشاع محتمل قسمت امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک جائز نہیں۔ مشائخ بخاریٰ نے اسی کو اختیار کیا، اور اسی پر فتویٰ ہے۔ اور متاخرین نے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قول پر فتویٰ دیا ہے، کہ وقف مشاع محتمل قسمت جائز ہے۔ یہی مختار ہے۔ (مترجم)

درر پھر مجمع الانہر میں ہے:

"بعض مشايخ زماننا افتوا بقول أبي يوسف وبه يفتى."(۱)

ہمارے زمانے کے بعض مشائخ امام ابو یوسف کے قول پر فتویٰ دیتے ہیں، اور اسی پر فتویٰ دیا جاتا ہے۔ (مترجم)

شرح نقایہ برجندی میں ہے:

"في الخزانة: إن مشايخ بخارا أخذوا بقول محمد وأفتوا به ومشايخ خراسان أخذوا بقول أبي يوسف والمتأخرون أفتوا بقوله: وهو المختار۔"(۲)

''خزانۃ'' میں مذکور ہے: مشائخ بخاریٰ نے امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قول کو اختیار کیا، اور اسی پر فتویٰ دیا اور مشائخ خراسان نے امام ابو یوسف کے قول کو اختیار کیا۔ اور متاخرین آپ ہی کے قول پر فتویٰ دیتے ہیں، یہی مختار ہے۔ (مترجم)

خلاصہ میں ہے:

"وقف المشاع لا يجوز عند محمد وبه يفتي۔ قول أبي يوسف اختيار مشايخ بلخ وقول محمد اختيار مشايخ بخارا۔ اه مختصراً."(۳)

وقف مشاع امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک جائز نہیں، یہی مفتیٰ بہ ہے۔ مشائخ بلخ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قول کو اور مشائخ بخاریٰ امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قول کو اختیار کرتے ہیں۔ اھ مختصراً۔ (مترجم)

فتاویٰ بزازیہ میں ہے:

"الشيوع فيما لا يحتمل القسمة لا يمنع صحته بلا خلاف وفيما يحتملها

---

(۱) [مجمع الأنهر شرح ملتقى الأبحر: باب شروط تمام الوقف، ۱/۷۳۵]

(۲) [البحر الرائق شرح كنز الدقائق باب وقف في مرض موته: ۵/۲۱۲]

(۳) [خلاصة الفتاوى: ۲/۵۶۸-۵۶۹]

الخلاف علیٰ قول الثاني لا یمنع، کان القسمة من تمام القبض وأصل القبض عنده لیس بشرط فکذا تمامه۔ ومشایخ بلخ أخذوا بقول الثاني ۔رحمه اللّٰه تعالیٰ. وبخارا أخذوا بقول محمد ۔رحمه اللّٰه تعالیٰ اه مختصراً."(۱)

وقف مشاع غیر محتمل قسمت بلا اختلاف صحت کو مانع نہیں (جائز ہے) اور محتمل قسمت میں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قول پر اختلاف کے ساتھ صحت کو مانع نہیں (جائز ہے) قسمت تمام قبض سے ہے اور اصل قبض ہی ان کے نزدیک شرط نہیں، تو اسی طرح تمام قبض بھی شرط نہ ہوگا۔ مشائخ بلخ قول امام ثانی اور مشائخ بخاریٰ قول امام محمد اختیار کرتے ہیں۔ (مترجم)

فتاویٰ خانیہ میں امام فقیہ النفس قاضی خان رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"أرض بین شریکین، وقف أحدهما نصیبه مشاعاً جاز في قول أبي یوسف۔ وبه أخذ مشایخ بلخ۔ ولا یجوز في قول محمد وبه أخذ مشایخنا وأفتوا به."(۲)

ایک زمین دولوگوں میں مشترک ہے، ان میں سے ایک نے بہ طور مشاع اپنا حصہ وقف کر دیا تو یہ وقف مشاع امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قول میں جائز ہے، اور اسی کو مشائخ بلخ نے اختیار فرمایا۔ امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قول میں جائز نہیں، اسی کو ہمارے مشائخ نے اختیار فرمایا، اور اسی پر فتویٰ دیا۔ (مترجم)

حاشیۃ المولیٰ عبد الحلیم الرومی علی الدر میں ہے:

"وقول محمد أقرب إلیٰ موافقة الآثار وقول أبي یوسف ترغیباً للناس في الوقف، أقول: وقد عرفت أن الرجحان لقول أبي یوسف(۳) واللّٰه تعالیٰ أعلم."

امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا قول آثار واحادیث کی موافقت کے زیادہ قریب ہے، اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا قول وقف میں لوگوں کی رغبت پیدا کرنے کے لیے ہے، اور آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ ترجیح امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ہی قول کو حاصل ہوگی۔ اللہ زیادہ بہتر جانتا ہے۔ (مترجم)

---

(۱) [الفتاویٰ البزازیه برهامش عالم گیری:۶/۳۸]

(۲) [الفتاویٰ الخانیه بر هامش عالم گیریه:۳/۲۸۲]

(۳) [اللباب في شرح الکتاب : کتاب الوقف:۲/۱۸۱]

(۴) صحیح ہے اس کی جائداد وقف ہوگی، ملک غیر وقف نہ ہوگی۔

بزازیہ میں ہے:

"وقف ملكه وملك غيره يصح في ملكه. والله تعالىٰ أعلم." (۱)

اس کی جائداد وقف ہوگی، ملک غیر وقف نہ ہوگی۔ (مترجم)

اپنی ذاتی رقم سے مدرسہ کے لیے زمین خریدنے اور عمارت بنانے سے وقف ہونا ثابت نہیں ہوگا

(۵) **مسئلہ:**

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

زید نے ایک مسجد میں ایک مدرسہ بنام مدرسہ عربیہ قائم کیا۔ کچھ عرصہ کے بعد ایک عمارت کی ضرورت پیش آئی اس پر مدرسہ کے خیر خواہ بکر نے زید سے کہا کہ میں تمہارے مدرسہ کے لیے عمرو سے ایک عمارت اور مسجد بنوادوں گا کیوں کہ وہ بہت مالدار آدمی ہے، اور ہر سال ہزاروں روپیہ مختلف کاموں میں صرف کردیتا ہے، اور آئندہ کوئی اس کا والی وارث بھی نہیں۔ لہٰذا میں عمرو سے تمہارے مدرسہ کے لیے تحریک کروں گا، چنانچہ حسب وعدہ بکر نے عمرو سے مدرسہ کے لیے تحریک کی اور وہ اس پر آمادہ ہوگیا، پھر بکر نے زید کو بلاکر کہا کہ بھئی رہنا تو تمہیں ہے، لہٰذا امپرومنٹ ٹرسٹ کی زمینوں میں سے کوئی موقع کی زمین پسند کرلو۔ چنانچہ زید نے امپرومنٹ ٹرسٹ کی زمینوں کا معائنہ کرکے چھ پلاٹ زمین مدرسہ کی عمارت کے لیے پسند کرلی اور جتنی زمین زید نے پسند کی تھی اس کی خریداری عمرو نے منظور کرلی، پھر زید نے یہ کوشش کی کہ زمین رعایتی قیمت پر مل جائے، اور اس کے لیے زید نے حکام تک رسائی حاصل کرنے میں بڑی دوادوش کی اور متعدد سفر کیے، سفارشیں بہم پہونچائیں، اور ان مساعی میں مدرسہ کی رقم بھی صرف کی بالآخر اللہ تعالیٰ نے ان کی مساعی کو کامیاب کیا اور ساڑھے دس ہزار کی زمین ایک ثلث قیمت میں یعنی ساڑھے تین ہزار میں مل گئی۔

چناں چہ اس کا بیع نامہ اس طرح لکھا گیا کہ امپرومنٹ ٹرسٹ اس زمین کو رعایتی قیمت پر عمرو متولی مدرسہ عربیہ کے ہاتھ اس شرط پر فروخت کرتا ہے کہ اس میں مدرسہ ہی قائم کیا جائے، اور اگر یہ زمین

(۱)[الفتاوى البزازية مع الهنديه: ٦/٤٥٤]

کسی اور مصرف میں لائی گئی، تو امپر ومنٹ ٹرسٹ نے جو رعایت کی ہے وہ بقدر اس کے بقیہ قیمت زمین بھی لینے کا حق دار ہوگا، اور اس میں بمصلحت عمرو کو متولی لکھوا دیا گیا۔ چنانچہ جب اس بیع نامہ کی رجسٹری ہورہی تھی تو عمرو نے زید سے فیس رجسٹری وغیرہ کے لیے کچھری میں دس روپے بھی لے لیے جو مدرسہ کی تحویل سے دیئے گئے۔ اور اس کے بعد عمارت کا نقشہ بھی زید نے مدرسہ کی تحویل سے بنوایا، اور دوران تعمیر میں عمرو کے مشورہ سے معماروں کی نگرانی بھی کرتا رہا، اور تعمیر کے بعد پھاٹک میں لوہے کی پڑی وغیرہ بھی زید نے مدرسہ کی تحویل سے ڈلوائی اور جب یہ عمارت مکمل ہوگئی صرف کمروں میں دروازہ لگنا باقی رہ گئے تو زید نے عمرو کی اجازت سے اس میں مدرسہ کے فارغ التحصیل طلبہ کی دستار بندی کا جلسہ بھی کیا جس کا اشتہار چھپوا کر شائع کیا گیا، اور اس میں یہ مضمون چھاپا گیا کہ: فلاں محلّہ کے مدرسہ عربیہ کے طلبہ فارغ التحصیل کی دستار بندی کا جلسہ مدرسہ ہذا کی جدید عمارت میں ہونا قرار پایا ہے، جو عمرو نے مدرسہ مذکورہ کے لیے تعمیر کرائی ہے۔

اس اشتہار کا مسودہ اور مطبوعہ اشتہار بھی عمرو کی نظر سے گذرا مگر اس نے اس مضمون کی تردید نہیں کی البتہ اتنا ضرور کہا کہ میں نے یہ کام اپنے نام کے لیے نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ کے واسطے کیا ہے، اس لیے اس میں، میری تعریف نہ کرو۔ چنانچہ مسودہ میں سے اس کی تعریف کا مضمون نکال کر بقیہ چھپوا دیا گیا، اس کے بعد عمرو علیل ہوا، اور اس پر دیوانی میں ایک نالش دائر ہوگئی جس سے متاثر ہو کر اس نے بکر سے کہا کہ زید سے کہئے کہ مدرسہ جدید کی عمارت میں تعلیم شروع کردے، چنانچہ زید مدرسہ میں منتقل ہوگیا سامان لے جانے اور بوریہ وغیرہ لے جانے میں مدرسہ کا روپیہ بھی خرچ کیا، چنانچہ اس کے تین ہی چار روز کے بعد عمرو نے خالد کو درمیان ڈال کر زید سے بذریعہ بکر یہ کہلوایا کہ زید مدرسہ خالی کردے۔ اس پر زید نے تامل کیا، مگر جب بکر نے اصرار کیا تو زید نے مدرسہ خالی کردیا، اور انہی واقعات کو عرضی دعویٰ میں لکھ کر عمرو کے خلاف نالش کردی لیکن کورٹ فیس کے لیے مدرسہ میں رقم نہیں تھی اس لیے زید نے مفلسی میں نالش کی تھی بہر حال نالش دائر ہے اس کے بعد خالد نے کافی دوادوش کے بعد عمرو سے اس عمارت کو بحق یتیم خانہ وقف کرادیا، جس کی رجسٹری ہوگئی، اور بکر کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ زید سے یہ کہے کہ زید دو ہزار روپیہ بشرائط خاص لے کر اپنے مقدمہ کو خارج کرادے، مگر زید نے یہ سوچ کر کہ اگر یہ عمارت مدرسہ عربیہ کی ہو چکی تب اسے کیا حق ہے کہ وہ ایسے غبن فاحش کے ساتھ جو خباثت کی حد تک پہونچتا ہے صلح کرلے، اور اگر یہ مدرسہ کی نہیں ہوئی تو محض نالش کے جبر و اکراہ سے یہ رقم محض رشوت ہوئی اس لیے زید نے اس صلح اور بدل صلح سے قطعاً انکار کردیا۔

زید نے اسی زمین کے متصل اتنی ہی زمین امپرومنٹ ٹرسٹ سے اور بھی لی تھی جس کی قیمت میں زید تقریباً تیرہ سو روپے ادا کر چکا تھا اور دو ہزار سے کچھ زائد اب اسے دینا ہے۔ لہذا زید کے سامنے یہ صورت پیش کی گئی کہ یہ بقیہ قیمت عمرو ادا کر دے گا مگر شرط یہ ہوگی کہ متولی کوئی اور شخص بنایا جائے گا، اور زیادہ سے زیادہ دوسرے متولی کے ساتھ اسے بھی متولی کر دیا جائے گا، جس کا حاصل یہ تھا کہ جو تعمیر مدرسہ کے لیے ہوئی جس میں زید نے اپنی جانی و مالی بے دریغ قربانیاں پیش کیں نہ صرف اسی سے اس کو محروم کیا جائے گا، بلکہ اس کے مطالبہ کی پاداش میں جو زمین اس نے بلا شرکت غیرے مہیا کی ہے وہ بھی اس سے چھین لی جائے گی، چونکہ اس میں صریح ظلم ذلت اور چالاکی تھی اس لیے زید نے اسے قبول نہیں کیا، اب اس کے بعد زید کو مجبور کرنے کے لیے اسی جماعت نے امپرومنٹ ٹرسٹ سے زید کو ایک بہت ہی قلیل میعاد کا نوٹس دلوا دیا جس زمین کا اس نے بیع نامہ کیا ہے، اس مدت کے اندر اندر اس کی قیمت بھی داخل کر دے ورنہ یہ معاہدہ منسوخ کر دیا جائے گا، مگر زید ایسے بستر علالت پر ہے کہ جنبش کرنے کی بھی طاقت نہیں تو وہ ایسی با اثر اور جرار جماعت کے مقابلہ میں بھلا کیا دوا دوش کر سکے گا، اس لیے صبر کرتا ہے اور یہ جس کی امانت ہے اس کے سپرد کرتا ہے۔

(۱) اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ آیا صورت بالا میں یہ زمین اور تعمیر جس میں عمرو کی رقم کثیر اور تحویل مدرسہ رقم قلیل صرف ہوئی یہ مدرسہ عربیہ کے حق میں وقف ہوگی یا نہیں؟

(۲) یہ وقف نامہ جو یتیم خانہ کے حق میں لکھا گیا یہ شرعاً صحیح ہے یا باطل؟

(۳) یہ صلح جو پیش کی گئی آیا اس کے قبول کرنے کا بحیثیت متولی و مہتمم مدرسہ زید کو حق ہے یا نہیں؟

(۴) یہ جماعت جس نے مدرسہ عربیہ کی مخالفت میں سرگرم کوششیں کیں یہ ظالم ہیں یا عادل؟

(۵) اور یہ عمارت مدرسہ عربیہ کی ہوگئی تو آیا اس کی تولیت یا اور کوئی حق عمرو کو رہا، یا مدرسہ کی مخالفت کی وجہ سے اس کا یہ حق بھی جاتا رہا۔ بینوا توجروا۔

نقل جواب: تھانہ بھون محررہ مولوی مختار بنارسی مصدقہ مولوی اشرف علی تھانوی۔

از کان پور انور گنج متصل مکان جناب احمد حسین صاحب مختار مرسلہ محمد معین الدین صاحب مالک مشرقی دواخانہ۔

الجواب

چونکہ یہ زمین جس کا سوال میں ذکر ہے مدرسہ عربیہ کے لیے خریدی گئی ہے، بیع نامہ میں اس کی تصریح موجود ہے پھر عمرو نے اس میں مدرسہ کا سامان اور طلبہ کو لے آنے کی اجازت دی اور اس میں تعلیم کا

سلسلہ بھی جاری ہوگیا اور اشتہار عام کے ساتھ اس زمین اور عمارت کو مدرسہ عربیہ کی جدید عمارت کے نام سے موسوم کیا گیا اس میں مدرسہ کا جلسہ بھی کیا گیا، تو اب اس میں شک نہیں کہ یہ عمارت مدرسہ عربیہ کی عمارت ہے اور مدرسہ مذکورہ کے لیے وقف ہوچکی۔

قال في العالمگيرية:

"من بنى سقاية للمسلمين أو خاناً يسكنه بنو السبيل أو رباطاً أو جعل أرضه مقبرة لم يزل ملكه عن ذلك حتى يحكم به الحاكم عند أبي حنيفة وعند أبي يوسف يزول ملكه بالقول كما هو أصله، وعند محمد إذا استقى الناس من السقاية وسكنوا الخان والرباط ودفنوا في المقبرة زال الملك، ويكتفي بالواحد لتعذر فعل الجنس كله اه.وفيه أيضا:(۱ م)ذكر في المبسوط: إن الفتوىٰ علىٰ قولهما في هذه المسائل، عليه إجماع الأمة كذا في المضمرات اه قلت ولابد من الإفتاء به في ديار لا يوجد فيها قضاة الإسلام، فإن المراد بالحاكم هو القاضي المسلم في كلام الفقهاء وصرح به في رسم المفتي."(۱)

کسی نے مسلمانوں کے لیے سقایہ (سبیل) یا مسافروں کے رہنے کے لیے سرائے بنائی، یا اصطبل تعمیر کیا، یا اپنی زمین کو قبرستان کردیا تو ابھی اس کی ملکیت ختم نہ ہوئی یہاں تک کہ حاکم فیصلہ کردے، یہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک ہے، امام ابویوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک کہہ دینے سے ہی ملکیت ختم ہوجائے گی، جیسا کہ یہ وقف کی اصل ہے۔ جب لوگ سقایہ سے پینے کے لیے پانی لیں، سرائے اور مسافر خانہ میں رہنے لگیں، قبرستان میں تدفین کرنے لگیں تو امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک ملکیت ختم ہوجائے گی، اور ایک پر اکتفا کیا جائے گا، کیوں کہ تمام جنس کا فعل متعذر ہے۔ نیز اسی میں مذکور ہے: مبسوط میں لکھا ہے: فتویٰ ان مسائل میں صاحبین کے قول پر ہے، اسی پر امت کا اجماع ہے۔ ایسا ہی مضمرات میں لکھا ہے، اور میں کہتا ہوں: اس چیز کا فتویٰ دینا ان علاقوں میں ضروری ہے جہاں قاضیان اسلام نہیں ہیں، کیوں کہ فقہا کے کلام میں حاکم سے مسلمان قاضی ہی مراد ہوتا ہے، اس کی صراحت رسم المفتی میں کی گئی ہے۔ (مترجم)

(۲) جب یہ زمین وعمارت مدرسہ عربیہ کے لیے وقف ہوچکی ہے۔ تو اب یتیم خانہ کے لیے اس

(۱) [الفتاویٰ الهندية. كتاب الوقف، الباب الثاني عشر في الرباطات والمقابر: ۲/۵۰۵]

کا وقف بالکل باطل ہے مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس عمارت وزمین کو مدرسہ ہی کے واسطے بحالہا باقی رکھیں، جوشخص وقف بدلنے کی کوشش کرے گا گنہ گار ہوگا۔

قال فی العالمگیریۃ:

"لایجوز تغییر الوقف عن هیئته فلا یجعل الدار بستانًا و لا الخان حماماً و لا الرباط دکاناً إلا إذا جعل الواقف إلیٰ الناظر مایریٰ فیه مصلحة الوقف کذا في السراج الوهاج۔"(۱)

وقف جائداد کی ہیئت تبدیل نہیں کی جاسکتی، لہذا مکان کو باغ۔ سرائے کو حمام اور اصطبل کو دکان نہیں بنایا جائے گا، ہاں اگر واقف نے خود متولی کو مصلحت وقف کے لیے تبدیلی کا اختیار دیا ہو تو جائز ہے۔ یوں ہی سراج وہاج میں لکھا ہے۔ (مترجم)

قلت :ولم یقید الواقف ولا المتولي وقف هذه العمارة و الأرض بشي من مثل ذلك بل عیناه لمدرسة معینة کما هو ظاهر۔

میں کہتا ہوں: واقف اور متولی نے اس عمارت اور زمین کے وقف کو اس جیسی کسی چیز کے ساتھ مقید نہیں کیا، بلکہ اسے ایک خاص مدرسہ کے لیے متعین کردیا ہے، جیسا کہ ظاہر ہے۔ (مترجم)

وقال في العالم گیریة:

"ولو کان الوقف مرسلاً لم یذکر فیه شرط الاستبدال لم یکن له أن یبیعها ویستبدل بها اه."(۲)

اگر وقف مرسل ہو جس میں تبدیلی کی شرط نہ ذکر کی گئی ہو، تو نہ اس کا فروخت کرنا جائز اور نہ تبدیل جائز ہے۔ (مترجم)

(۳) یہ صلح ہرگز جائز نہیں:

"قال النبي۔صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم۔ ((المسلمون علی شروطهم إلا شرطاً حرم حلالاً أو حلل حراماً))(۳)

---

(۱) [الفتاویٰ الهندیة، کتاب الوقف:۲/۵۱۶]

(۲) [الفتاویٰ الهندیة، کتاب الوقف باب الرابع فیما یتعلق بالشرط في الوقف:۲/۴۵٤]

(۳) [رواہ الترمذي وقال حدیث حسن صحیح.أبواب الأحکام:۱/۱٦۱]

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمانوں پر اپنی شرطوں کی پابندی لازم ہے، مگر ایسی شرط جو حلال کو حرام یا حرام کو حلال ٹھہرادے۔ (اس کا نقض لازم ہے) (مترجم)

پس مہتمم کو یہ صلح ہرگز قبول نہ کرنا چاہیے۔

(۴) یہ جماعت سراسر ناحق پر ہے اور عدل وانصاف، عقل وشرع کے خلاف عمل کررہی ہے، اس لیے یقیناً ظالم ہے۔

(۵) یہ عمارت اور زمین مدرسہ عربیہ کے لیے وقف ہو چکی ہے تو اگر متولی اس کو دوسرے مصرف میں منتقل کرنا چاہتا ہے تو وہ خیانت کی وجہ سے تولیت سے معزول ہو جائے گا، حکومت وقت کا فرض ہے کہ اس کو تولیت سے الگ کردے۔

صرح به الفقهاء في شروط الناظر والمتولي وهو معروف. والله تعالىٰ اعلم وعلمه أتم وأحكم. کتبہ الاحقر مختار احمد بنارسی۔

الجواب

مدرسہ کی بنا کی نیت سے کوئی زمین خریدنا، اس پر کوئی تعمیر کرنا اس زمین کو وقف نہیں کر دیتا ہے۔ یوں ہی بیع نامہ میں بائع کا یہ شرط کر دینا کہ امپرومنٹ ٹرسٹ اس زمین کو رعایتی قیمت پر عمرو متولی مدرسہ عربیہ کے ہاتھ اس شرط پر فروخت کرتا ہے کہ اس میں مدرسہ ہی قائم کیا جائے، اور اگر یہ زمین کسی اور مصرف میں لائی گئی تو امپرومنٹ ٹرسٹ نے جو رعایت کی ہے وہ بقدر اس کے بقیہ قیمت بھی لینے کا حق دار ہوگا اسے وقف نہیں بناتا ہے۔ تو ظاہر ہے کہ بائع کی اس شرط کو وقف سے کوئی علاقہ نہیں کہ وقف کرے گا تو مشتری کرے گا نہ اس شرط کی بنا پر مشتری کو وقف کرنا لازم۔ اور ہوتا بھی تو جب تک وہ وقف نہ کرتا وقف کیسے ہو جاتا، بلکہ اس شرط بائع نے تو بیع ہی کو ناروا کر دیا، اور ایک قول پر یہ زمین مشتری کے ہاتھ امانت ٹھہری جس میں وہ تصرف سے ممنوع ہے۔ عمرو متولی بھی نہیں جیسا خود سوال میں مذکور ہے کہ اسے بمصلحت متولی لکھوا دیا گیا تو وہ اپنے روپیہ سے جو زمین خرید رہا ہے اگرچہ بہ نیت تعمیر مکان برائے مدرسہ تو محض اس سے وقف ہونا کیا معنی رکھتا ہے، وقف تو وقف اسے جائداد متعلق وقف بھی نہیں کیا جا سکتا، محض نیت سے نہ وقف ہوتا ہے نہ ہبہ۔ اگر کوئی یہ خیال کرے عمرو نے زمین کی خریداری کے لیے جو روپیہ دیا وہ مدرسہ کا ہو گیا لہٰذا اس روپیہ سے جو زمین خریدی گئی وہ مدرسہ کی ہوگئی تو یہ بھی صحیح نہیں۔ اول تو روپیہ زمین کی خریداری کے لیے کسی اپنے ایسے معروف کو جو کہ مدرسہ کا بھی رکن یا معین ہو دینا مدرسہ کو ہبۃً دینا کچھ ضرور نہیں بلکہ ظاہر یہی ہے کہ ہرگز وہ روپیہ بہ نیت ہبہ مدرسہ کو نہیں دیا گیا کہ زمین خرید کر مکان بنا کر مدرسہ کو دینے کی

نیت ہے نہ فقط بطور چندہ روپیہ دینا۔ خود عمرو یعنی عبد اللطیف کو یہ مسلم نہیں کہ اس نے وہ روپیہ مدرسہ کو ہبہ کیا اور نیت ہونے نہ ہونے میں اسی کا قول معتبر، یہ تو محض زبردستی ہے کہ خواہ مخواہ اس روپئے کو مدرسہ کا محض اس لیے ٹھہرایا جاتا ہے کہ اس نے زمین خریدنے کے لیے مدرسہ کے کسی رکن یا معین کو دے دیا، چاہے مدرسہ کو روپیہ دینے کی نیت تھی یا نہ تھی۔

اور اگر بفرض غلط یہ مانا بھی جائے تو بائع نے بیع تو عمرو یعنی عبد اللطیف کے ہاتھ کی، روپیہ مدرسہ ہی کا دیا گیا سہی جب بھی مالک وہی ہوا۔ مدرسہ مالک نہیں ہوسکتا بلکہ اگر خود مدرسہ کے روپیہ سے خریدتا اور متولی بھی ہوتا جب بھی قطعاً اسے ملک مدرسہ اس وقت ٹھہرایا جاتا جب عمرو یعنی عبد اللطیف اسے مدرسہ کے لیے خریدنا بتاتا کہ اگر وہ اپنے لیے زر مدرسہ سے خریدنا بتائے تو مالک یہ ہوگا، اور زر مدرسہ کا ضامن، بلکہ اگر کسی زمین وقف پر عمرو یعنی عبد اللطیف کوئی تعمیر کر لیتا تو بھی بہر حال وقف کی نہیں ٹھہرتی اگر عمرو یعنی عبد اللطیف اس زمین وقف کا متولی ہوتا اور مال وقف سے بناتا یا اپنے مال سے مگر وقف کے لیے ان دونوں صورتوں میں وہ عمارت وقف کی ٹھہرتی اور اگر اپنے مال سے اپنے لیے بناتا اور اس کا اظہار کر دیتا تو اسی کی ہوتی وقف کی نہ ہوتی، یا وقف میں بناتا اور کوئی خاص نیت نہ ہوتی تو بھی وقف کی ٹھہرتی اور اگر عمرو یعنی عبد اللطیف اجنبی ہوتا وقف کا متولی نہ ہوتا۔ تو صرف اس صورت میں کہ وقف کے لیے بناتا وقف کی ہوتی جب باذن متولی بناتا باقی صور میں اس کی اپنی ہوتی، عمرو یعنی عبد اللطیف جب کہ متولی نہیں تو اگر اس زمین کو بفرض غلط محض ان امور کی بنا پر وقف علی المدرسہ یا ملک مدرسہ زبردستی تسلیم بھی کر لیا جائے تو بھی عمارت کو وقف نہیں مانا جاسکتا، نہ اس تعمیر کو ملک مدرسہ ٹھہرایا جاسکتا ہے، امپرومنٹ ٹرسٹ کی وہ شرط بتاتی ہے تو صرف اتنا بتاتی ہے کہ: اس سے مدرسہ کا ذکر کیا گیا ہو تو محض یہ نیت اگر واقعی بھی ہو تو نہ وقف کر دیتی ہے نہ جائداد کو متعلق وقف کر سکتی ہے، اور کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ جس طرح عمرو یعنی عبد اللطیف کو بمصلحت متولی لکھوا دیا اسی طرح محض اس مصلحت سے کہ دس ہزار کی زمین ساڑھے تین ہزار کو مل سکے عمرو یعنی عبد اللطیف نے کسی کار خیر مثلاً مدرسہ کا نام لگا دیا واقع میں مدرسہ کو دینے کی نیت ہی نہ تھی اور یہی عمرو یعنی عبد اللطیف کی بعد کی کارروائی سے ظاہر ہے۔

اگر گواہان شرعی کے بیان سے یہ سب باتیں ثابت بھی ہوں کہ عمرو یعنی عبد اللطیف نے وقت رجسٹری زید یعنی مولوی عثمان سے دس روپیہ تحویل مدرسہ کے لیے اس کی عمارت کا نقشہ تحویل مدرسہ سے بنوایا معماروں کی نگرانی کا کام زید یعنی مولوی عثمان سے لیا، پھاٹک میں لوہے کی پٹری بھی مدرسہ کی تحویل سے ڈلوائی۔ تو ان سب سے بہت سے بہت اتنا ثابت ہوسکتا ہے کہ مدرسہ کو دینے کی نیت تھی جلسہ کی

اجازت دے دینا اگر ثابت ہو یوں ہی اہالیان مدرسہ کا وہ پوسٹر جس میں انہوں نے یہ لکھا کہ فلاں مدرسہ کا جلسہ اس مدرسہ کے جدید مکان میں ہوگا، اگر ثابت بھی ہو جائے کہ عمر ویعنی عبداللطیف نے دیکھا اور خاموش رہا، یونہی اگر ثابت ہو کہ اس مکان کے دو کمروں میں طلبہ کو رہنے کے لیے اجازت دے دی تو ان امور میں سے کوئی امر بھی نہ تو وقف ثابت کرتا ہے نہ اس جائداد کو متعلق مدرسہ کر دینا بتاتا ہے، بلکہ اگر یہ ثابت ہو کہ عمر ویعنی عبداللطیف نے لوگوں سے یہ کہا کہ اس میں تعلیم شروع کر دو جب بھی اتنے سے نہ وقف ثابت ہوگا نہ وہ مکان جائداد مدرسہ ٹھہرایا جائے گا، ہمارے پاس اس معاملہ سے متعلق ایک دوسرا سوال بھی کان پور سے آیا ہے جن کے ساتھ بیان زید یعنی مولوی عثمان اور بیان عمر ویعنی عبداللطیف اور بیان بکر یعنی حاجی دلدار خان سب ہیں۔عمر ویعنی عبداللطیف کے بیان میں ان تمام امور سے انکار کیا گیا ہے جو اس سوال میں مذکور ہیں، بلکہ بکر یعنی حاجی دلدار خان جس کے بیان سے ظاہر ہے کہ وہ مدرسہ کا حامی ہے۔عمر ویعنی عبداللطیف کے بعض بیان کی تائید ہوتی ہے۔

نقل بیان عمر ویعنی عبداللطیف:

بکر حاجی دلدار کے بیان کے وہ فقرے جو عمر ویعنی عبداللطیف کی تائید کرتے ہیں:

(۱) عمر ویعنی عبداللطیف نے کچھ روپیہ بطور بیع نامہ کے دیا اور زید نے وہاں جا کر جمع کیا اور بقایا جب رجسٹری کا وقت آیا تو عمر ویعنی عبداللطیف نے روپیہ میری معرفت دیا۔

(۲) مجھے علم ہے کہ عمارت میں مرتضیٰ حسن صاحب کا وعظ ہوا مجھے یاد نہیں کہ میں شریک ہوا یا نہیں۔اس فقرے سے یوں تائید ہوتی ہے کہ مدرسہ کے فارغ التحصیل طلبہ کی دستار بندی کا جلسہ اگر ہوتا تو بکر یعنی حاجی دلدار خان وہی بیان کرتا محض کسی کے وعظ کا ذکر نہ کرتا اور وہ بھی ایسا کہ اپنے شریک ہونے نہ ہونے کے متعلق یاد نہ ہونا کہہ دیا۔

(۳) عمر ویعنی عبداللطیف نے مجھ سے کہا کہ اگر کچھ لڑکے وہاں آ کر اللہ اللہ کریں تو مجھے کچھ فائدہ ہوگا میں نے زید یعنی عثمان کو بلا کر کہا کہ لڑکوں کو وہاں بھیج دو۔عمر ویعنی عبداللطیف نے چابی دینے میں کچھ ٹال مٹول کی تو میں نے زید یعنی مولوی عثمان سے کہا کہ تم تالا کھول کر داخل ہو جاؤ۔زید یعنی مولوی عثمان مع کچھ طلبہ داخل ہو گئے۔اس کے چار دن بعد عمر ویعنی عبداللطیف نے مجھے خالد یعنی ڈاکٹر عبدالصمد کے ذریعہ کہلا بھیجا کہ زید یعنی مولوی عثمان تالا توڑ کر داخل ہوئے ہیں، اس لیے مدرسہ خالی کروا دیجیے۔اور میں نے زید یعنی مولوی عثمان کو بلا کر کہہ دیا اور مدرسہ خالی ہو گیا اور مدرسہ بند کر کے چابی عمر ویعنی عبد اللطیف کے پاس بھیج دی گئی۔

(۴) زید یعنی مولوی عثمان کی زمین کی بابت کوئی تحریک کسی نے نہیں کی میں اس کا ممبر ہوں اور جانتا ہوں جو نوٹس ان کے پاس آیا وہ ضابطہ کا تھا اور یہی وہاں کا قاعدہ ہے۔ بکر یعنی حاجی دلدار خاں کے اس بیان سے واضح ہوا کہ روپیہ بطور بیع نامہ دیا گیا تھا اور باقی وقت رجسٹری روپیہ مدرسہ کو نہیں دیا گیا۔ بائع عمرو یعنی عبد اللطیف کے ہاتھ بیچتا ہے اور عمرو یعنی عبد اللطیف خریدتا ہے۔ وہ بجائے اس کے اپنے سر سے بائع کا بار اتارے روپیہ مدرسہ کو ہبہ کر دیتا ہے شاید ہی کوئی ایسا احمق ہو جو اس بات کو تسلیم کرے، صرف اس لیے کہ جس شخص کے ہاتھ اس نے زر ثمن بھیجا وہ اس کا معتمد اور مدرسہ کا بھی حامی تھا اور بیعانہ جو زید یعنی مولوی عثمان کے ہاتھ جو مدرسہ کا مہتمم کہا جاتا ہے بھیجا اتنی سی بات تھی جسے افسانہ کر دیا۔ حکم شریعت ایسے افسانوں سے نہیں ثابت ہوتا۔

نیز بکر یعنی حاجی دلدار خان نے اپنے بیان میں جو ایک وعظ کا ذکر کیا جلسۂ دستار بندی کا ذکر نہ کیا اس سے واضح ہوا کہ عمرو یعنی عبد اللطیف کا یہ بیان کہ ''فارغ التحصیل لڑکوں کا جلسہ بالکل غلط ہے'' بالکل صحیح ہے کہ اگر ایسا ہوتا تو بکر یعنی حاجی دلدار خاں ایک وعظ کا ہونا بیان نہ کرتا جس کے متعلق اتنا بھی نہیں کہ مدرسہ والوں نے کہلوایا تھا۔ نیز فقرہ (۳) سے واضح ہے کہ عمرو یعنی عبد اللطیف نے چابی نہیں دی اور زید یعنی مولوی عثمان تالا توڑ کر داخل ہوا۔ بکر یعنی حاجی دلدار خان نے خود ہی یہ کہا کہ عمرو یعنی عبد اللطیف نے چابی دینے میں ٹال مٹول کی تو میں نے کہا کہ تالا کھول کر داخل ہو جاؤ زید یعنی مولوی عثمان مع کچھ طلبہ داخل ہو گئے، اور خود ہی اخیر میں کہتا ہے کہ چابی عمرو یعنی عبد اللطیف کے پاس بھیج دی گئی جو چابی عمرو یعنی عبد اللطیف سے حاصل نہیں کی گئی تھی تو اس کے پاس کیوں واپس کی گئی۔ اور بکر یعنی حاجی دلدار خاں عمرو یعنی عبد اللطیف کے اس فقرہ کا بھی انکار نہیں کرتا کہ زید یعنی مولوی عثمان تالا توڑ کر داخل ہوا۔ فقرہ (۳) از اول تا آخر سے یہ ظاہر ہو رہا ہے کہ عمرو یعنی عبد اللطیف نے ہرگز یہ نہیں کہا کہ وہاں تعلیم شروع کر دی جائے، اور اگر وہ ایسا کہتا تو چابی دینے سے انکار نہیں کرتا اور تالا توڑ کر داخل ہونا نہ پڑتا، ہمارے ائمۂ ثلاثہ۔ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ سے کسی ایک کے قول پر بھی وقف کا حکم نہیں ہو سکتا اور اس مکان کا مدرسہ کا ملک ہو جانا کسی کے نزدیک ثابت نہیں ہو سکتا، جب عمرو یعنی عبد اللطیف نے اب اپنی اس زمین پر مکان تعمیر کرا کر یتیم خانہ کے لیے وقف کر دیا تو یہ وقف صحیح ہو گیا جب کہ صحیح طور پر کیا ہو۔

عبارات کتب معتبرہ معتمدہ فقہیہ:

عالمگیریہ میں ہے:

''من بنى سقاية للمسلمين أو خاناً يسكنه بنو السبيل أو رباطاً أو جعل

أرضه مقبرة لم يزل ملكه عن ذلك حتى يحكم به الحاكم عند أبي حنيفة ـ رحمه الله تعالىٰ."(١)

مسلمانوں کے لیے سقایہ، یا مسافروں کے رہنے کو سرائے بنائی یا اصطبل تعمیر کیا یا اپنی زمین کو قبرستان کردیا تو اس کی ملکیت ختم نہ ہوئی یہاں تک کہ قاضی فیصلہ کردے، یہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک ہے۔ (مترجم)

اسی میں ہے:

"وعند أبي يوسف رحمه الله تعالىٰ يزول ملكه بالقول كما هو أصله وعند محمد رحمه الله تعالىٰ إذا استقى الناس من السقاية وسكنوا الخان والرباط ودفنوا في المقبرة زال الملك ويكتفي بالواحد لتعذر فعل الجنس كله."(٢)

امام ابویوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک اس کی ملک کہنے سے زائل ہوجائے گی، جیسا کہ یہ وقف کی اصل ہے۔ جب لوگ سقایہ سے پینے کے لیے پانی لیں، سرائے اور قیام گاہ میں رہیں، قبرستان میں تدفین کریں تو امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک ملکیت ختم ہوجائے گی۔ اور ایک پر اکتفا کیا جائے گا، کیوں کہ تمام جنس کا فعل متعذر رہے۔ (مترجم)

اسی میں ہے:

"وإنما يزول ملك الواقف عن الوقف عند أبي حنيفة رحمه الله تعالىٰ بالقضاء إذا كان الملك يزول عندهما يزول بالقول عند أبي يوسف رحمه الله تعالىٰ وهو قول الأئمة الثلاثة وهو قول أكثر أهل العلم. وعلىٰ هذا مشايخ بلخ وفي المنية وعليه الفتوىٰ كذا في فتح القدير،وعليه الفتوىٰ كذا في السراج الوهاج ، وقال محمد رحمه الله تعالىٰ : لا يزول حتى يجعل للوقف ولياً ويسلم إليه وعليه الفتوىٰ كذا في السراجية ، وبقول محمد رحمه الله تعالىٰ يفتىٰ كذا في الخلاصة."(٣)

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک وقف سے واقف کی ملک قضائے قاضی سے

---

(١) [الفتاویٰ الهندية، كتاب الوقف الباب الثاني عشر في رباطات:٢/٥٠٥]

(٢) [الفتاویٰ الهندية، كتاب الوقف الباب الثاني عشر في رباطات:٢/٥٠٥]

(٣) [الفتاویٰ الهندية ، كتاب الوقف ، الباب الأول:٢/٤١٦-٤١٧]

زائل ہوگی، امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک ''قول'' سے یہی ائمہ ثلاثہ اور اکثر اہل علم کا قول ہے۔ اور اسی پر مشائخ بلخ ہیں۔ منیہ میں ہے: اور اسی پر فتویٰ ہے۔ ایسا ہی فتح القدیر میں ہے، اور اسی پر فتویٰ ہے، ایسا ہی سراج وہاج میں ہے، امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: ملک زائل نہ ہوگی، یہاں تک کہ واقف وقف کا متولی بنا کر اس کے سپرد کر دے، اسی پر فتویٰ ہے، ایسا ہی سراجیہ میں ہے، امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قول پر فتویٰ دیا جاتا ہے، ایسا ہی خلاصہ میں ہے۔ (مترجم)

ملتقی الابحر اور اس کی شرح مجمع الانہر میں ہے:

"(لا يزول ملكه إلا أن يحكم به حاكم وعند هما يزول ملكه بمجرد القول)أي: يلزم ويزول ملكه بمجرد قوله وقفت داري هذه مثلاً ولا يحتاج إلى القضاء ولا إلى التسليم(عند أبي يوسف رحمه اللّٰه تعالىٰ)(وعند محمد لا)يلزم ولا يزول ملكه(مالم يسلمه إلى ولي فلو وقف على الفقراء أو بنى سقاية أو خاناً أو رباطاً لبني السبيل ، أو جعل أرضه مقبرة ، لا يزول ملكه عنه إلا بالحكم عند الإمام ـ وعند أبي يوسف رحمه اللّٰه تعالىٰ يزول بمجرد القول ـ وعند محمد رحمه اللّٰه تعالىٰ يزول إذا سلمه إلى متول كما هو الأصل عنده ـ وفي الغاية وعند محمد رحمه اللّٰه تعالىٰ لابد من التسليم ولكن في كل باب يعتبر بما يليق به الخ.)"(۱)

واقف کی ملک قضائے قاضی سے ہی زائل ہوتی ہے، صاحبین کے نزدیک محض کہہ دینے سے ہی زائل یعنی لازم ہو جاتی ہے۔ مثلاً: واقف کا محض ''وقفت داري هذه'' (میں نے یہ گھر وقف کر دیا) کہہ دینے سے ملک زائل ہو جائے گی، نہ قضائے قاضی کی حاجت اور نہ تسلیم کی۔ یہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک ہے۔ امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک جب تک واقف متولی کو سپرد نہ کرے ملک لازم نہ ہوگی۔ اگر واقف نے فقرا پر وقف کیا، یا سقایہ، سرائے اور مسافروں کے لیے مسافر خانہ تعمیر کیا، یا اپنی زمین قبرستان قرار دے دی، تو اس کی ملک اس وقت تک ختم نہ ہوگی جب تک قاضی فیصلہ نہ کر دے۔ یہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک ہے۔ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک محض قول سے زائل ہو جائے گی، جب کہ امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک اس وقت زائل ہوگی جب واقف متولی کے حوالہ کر دے۔ جیسا کہ یہی اصل ہے ان کے نزدیک۔ غایہ میں ہے: امام محمد رحمۃ اللہ

---

(۱) [ملتقى الأبحر وشرحه مجمع الأنهر، كتاب الوقف: ۲/ ۳۷۳-۳۷۷]

تعالیٰ علیہ کے نزدیک تسلیم ضروری ہے، لیکن ہر باب میں اسی کا اعتبار کیا جائے گا، جو اس کے مناسب ہو۔ (مترجم)

یہاں نہ حکم حاکم، نہ قول حقیقی یا حکمی، تو وقف ہو جانا کیا معنی؟ وقف کرنے کی نیت سے اگر مقبرہ، خان، رباط غیر میں دفن وسکونت وغیرہ کی عام اجازت ہو ایسی اجازت سے مسلمان اگر اس میں کوئی مردہ دفن کریں یا کوئی ایک مسلمان خان یا رباط مین ساکن ہو جائے تو وقف صحیح ولازم ہو جائے گا۔ یہ نہیں کہ وقف کرنے کی نیت ہی نہ ہو اور بانی کی اجازت سے کوئی اس زمین میں کسی کو دفن کرے یا رباط وغیرہ میں ساکن ہو جائے اور وقف ہو گیا۔ یہاں صورت ایسی ہی ہے، اول تو عمرو یعنی عبد اللطیف کو اجازت وغیرہ سے صاف انکار ہے، اور اگر ثابت بھی ہو تو وقف کرنے کی نیت کہاں سے ثابت ہوگی اور مدرسہ کو دینے کے لیے خریدنے اور مکان بنانے سے مدرسہ کی ملک نہ ہونا ظاہر ہے۔

نیز خلاصہ میں فرمایا:

"المتولي إذا بنى في عرصة الوقف إن كان من مال الوقف ، يكون للوقف وكذا من مال نفسه ، لكن بنى للوقف، فإن بنى لنفسه أن أشهد كان له ذلك، وإن بنى ولم يذكر شيئاً ، كان للوقف بخلاف الأجنبي." (۱)

متولی نے وقف کی خالی جگہ میں عمارت بنادی، اگر یہ وقف کے مال سے ہے تو وہ عمارت بھی وقف ہو جائے گی، ایسے ہی اپنے مال سے لیکن وقف کے لیے تعمیر کرے تو وقف ہوگی۔ اگر اپنے لیے عمارت بنائے تو اسے اس پر گواہ بنالینا چاہیے۔ عمارت بنائی اور ذکر کچھ نہیں کیا تو وہ عمارت وقف مانی جائے گی۔ برخلاف اجنبی شخص کے۔ (مترجم)

مجمع الانہر میں ہے:

"متول بنى في عرصة الوقف ، فهو أي : البناء يكون للوقف إن بناه من مال الوقف، أو من مال نفسه ونواه للوقف ، أو لم ينو شيئاً، وإن بنى لنفسه وأشهد عليه كان له أي : للمتولي نفسه، والأجنبي إذا بنى ولم ينو شيئاً فله ذلك، وإن نوىٰ كونه للوقف كان وقفاً كذا الغرس والغرس، في المسجد للمسجد مطلقاً هذا إذا كان بإذن المتولي، أما إذا أحدث رجل عمارة في الوقف بغير إذن۔ فللمتولي أن يأمره بالرفع

(۱) [خلاصة الفتاوى:۲/۵۷۳]

إذن لـم يـضـر رفعه بالبناء القديم وإلا فهو الذي ضيع ماله فليتربص إلى أن يتخلص ماله من تحت البناء ثم يأخذه."(۱)

وقف کی خالی جگہ میں متولی نے عمارت قائم کی تو وہ عمارت وقف کے لیے ہوگی، وقف کے مال سے تعمیر کرے یا اپنے مال سے اور وقف کے لیے ہونے کی نیت کرے یا کچھ نیت نہ کرے۔ اور اگر اپنے لیے تعمیر کی اور اس پر گواہ بنالیا تو وہ عمارت خاص متولی کی ہوگی، اور اجنبی نے عمارت بنائی اور نیت کچھ نہ کی تو وہ اسی کے لیے ہوگی۔ اگر اس کے وقف کے لیے ہونے کی نیت کرے، تو وقف ہوگی، یہی حکم ''غرس'' (درخت) کا ہے۔ جب کے متولی کی اجازت سے ہو۔ لیکن جب کوئی شخص وقف کی جگہ میں عمارت بنادے بلا اذن، تو متولی کو چاہیے کہ اسے وہ عمارت ختم کرنے کا حکم کرے، اگر چہ یہ چیز قدیم عمارت کو ضرر نہ پہنچائے۔ ورنہ تو یہ اپنا مال ضائع کرنے والا ہوگا، لہذا وہ انتظار کرے یہاں تک کہ اس کا مال عمارت کے ذریعے خالی ہوجائے، پھر اسے یہ لے لے گا۔ (مترجم)

عالمگیری میں ہے:

"البيـع نـوعـان: بـاطـل وفـاسـد ـ فالباطل مالم يكن محله مالاً متقوماً كما لـو اشـتـرىٰ خمراً أو خنزيراً أو صيدا لحرم أو الميتة أو دماً مسفوحاً لا يفيد الملك، وأمـا الـفـاسـد وهو أن يكون بدلاه مالا كما لو اشترىٰ بخمر أو خنزير أو أدخل فيه شـرطـاً فـاسـداً أو نحوه فإنه ينعقد البيع بقسمة المبيع ويملك عند القبض كذا في محيط السرخسي ، واختلف المشايخ أنه مضمون أم أمانة؟ قال بعضهم هو أمانة، وقال بعضهم، يكون مضموناً عليه كذا في شرح الطحاوي."(۲)

بیع دو طرح کی ہے: باطل۔ فاسد۔ بیع باطل وہ ہے جس کا محل مال متقوم نہ ہو، جیسے اگر شراب، خنزیر، حرام کا شکار، مردار یا بہتا خون خریدے تو یہ بیع ملک کا فائدہ نہ دے گی، اور بیع فاسد وہ ہے جس کے دونوں بدل مال ہوں۔ جیسے خمر یا خنزیر کے بدلے خریدے، یا اس میں کوئی شرط فاسد لگادے، تو بیع قیمتِ مبیع کے ساتھ منعقد ہوجائے گی، اور جب قبضہ کرے مالک ہوجائے گا۔ ایسا ہی محیط سرخسی میں ہے۔ مشائخ کا اختلاف ہے کہ یہ مبیع بہ طور ضمانت ہے، یا بہ طور امانت۔ بعض نے فرمایا: وہ بہ طور امانت

---

(۱) [مجمع الأنهر كتاب الوقف ، فصل في إذا بنى مسجداً: ۲/۳۸۶-۳۸۷]

(۲) [الفتاویٰ الهندية، كتاب البيوع، باب في أحكام الغير الجائز: ۳/۱۷۵]

ہے، جب کہ بعض فرماتے ہیں: بہ طور ضمانت ہے۔ ایسا ہی شرح طحاوی میں ہے۔ (مترجم)

اسی میں ہے:

"یثبت الملك قیاساً واستحساناً إلا أن هذ الملك یستحق النقض ویکره للمشتري، أن یتصرف فیما اشتریٰ شراء فاسداً بتملیك أو انتفاع لکن مع هذا لو تصرف فیه تصرفاً نفذ تصرفه ولا ینقض تصرفه ویبطل به حق البائع في الاسترداد سواء کان تصرفاً یحتمل النقض بعد ثبوته کالبیع واشباهه أولا الخ."(۱)

ملک قیاساً استحساناً ثابت ہوجائے گی مگر یہ ملک جو بیع فاسد سے حاصل ہوئی فسخ کرنا ضروری ہے، بیع فاسد سے خریدی ہوئی چیز میں مشتری کو تصرف کرنا مکروہ ہے، یہ تصرف خواہ کسی کو مالک بنا کر ہو یا فائدہ اٹھا کر۔ اس کے باوجود اگر مشتری اس میں تصرف کردے، تصرف نافذ ہوگا، باطل نہ ہوگا، پھر بائع کو واپس لینے کا حق نہیں رہے گا، خواہ ایسا تصرف ہو جو محتمل فسخ ہو جیسے بیع اور اس جیسی چیزیں، یا محتمل فسخ نہ ہو۔ (مترجم)

عالمگیری میں ہے:

"لو باع داراً علی أن یتخذها مسجداً للمسلمین فسد البیع.... وکذا لو باع بشرط أن یجعلها سقایة أو مقبرة للمسلمین فسد البیع."(۲)

اگر "دار" (گھر) اس شرط پر فروخت کیا کہ مشتری اسے مسجد بنادے گا، تو بیع فاسد ہوگی۔ اسی طرح اگر اس شرط پر فروخت کیا کہ مشتری اسے سقایہ یا مسلمانوں کا قبرستان کردے گا۔ تو بیع فاسد ہوگی۔ (مترجم)

اسی میں ہے:

"لو اشتریٰ رجل داراً شراء فاسداً و قبضها، ثم وقفها علیٰ الفقراء والمساکین جاز، وتصیر وقفاً علی ما وقفت علیه، وعلیه قیمتها للبائع کذا في فتاویٰ قاضي خان الخ."(۳)

کسی نے بیع فاسد کے ذریعہ گھر خریدا، اس پر قبضہ بھی کرلیا، پھر فقرا و مساکین پر وقف کردیا، تو یہ

---

(۱) [الفتاویٰ الهندیة کتاب البیوع، الباب الحادي العاشر في أحکام البیع: ۱۷۵/۳]

(۲) [الفتاویٰ الهندیة، کتاب البیوع: ۱۶۳/۳]

(۳) [الفتاویٰ الهندیة، کتاب الوقف: ٤۱۸/۳]

جائز ہے، اور وہ ''دار'' موقوف علیہ پر وقف ہوجائے گا، مشتری پر بائع کو قیمت دینا لازم ہوگا۔ ایسا ہی فتاویٰ قاضی خاں میں لکھا ہے۔ (مترجم)

(۱) عبارت مذکورہ بالا سے روشن کہ وہ زمین اور تعمیر مدرسہ کے حق میں ہرگز وقف نہیں نہ مدرسہ کو ہبہ ہوکر اس کی ملک ٹھہری۔

(۲) یتیم خانہ کے حق میں وقف کرنا صحیح ہے۔

(۳) زید یعنی مولوی عثمان اور اس کے حامیان کو جائز نہیں کہ وہ خواہ مخواہ زبردستی مدرسہ کے لیے ایک غیر موقوف شی کو موقوف بتائیں، اور طرح طرح کے مکائد سے اسے وقف ٹھہرائیں یا ملک وقف بنائیں، اور حق اللہ اور حق العبد میں اپنی گردنیں پھنسائیں، ان پر فرض ہے کہ اپنے جھوٹے باطل دعویٰ سے باز آئیں، عمرو یعنی عبد اللطیف مجبور ہوکر روپیہ دے کر صلح کرنا اور اپنی جائداد بچانا اور کچہری کی کشاکش سے اپنی جان چھڑانا چاہتا ہے، زید یعنی مولوی عثمان اور اس کے حامیان کید پر لازم کہ صلح کرلیں، صلح یہی ہے کہ وہ دعویٰ واپس لیں اور ایسا روپیہ جو مجبور ہوکر دیا جارہا ہے لینے سے بچیں۔

(۴) وہ جماعت جس نے وقف کی حمایت کی اور مدرسہ والوں کے جھوٹے دعویٰ کی مخالفت کی راہ حق وصواب پر ہے اور وہ جماعت جس نے طرح طرح مکائد سے غیر وقف کو وقف ٹھہرا کر زبردستی چھیننا چاہا ظالم جابر ہے۔

(۵) یہ عمارت نہ مدرسہ کے لیے وقف ہوئی نہ مدرسہ کی ملک ہوئی اور تولیت عمرو یعنی عبد اللطیف کا سوال محض فضول ہے عمرو یعنی عبد اللطیف مدعی تولیت ہی نہیں۔ واللہ تعالیٰ أعلم وعلمہ جل مجدہ أتم واحکم۔

وقف چیزوں کے کرایہ میں ٹھیکے کی ناجائز صورت

(۶) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

ایک شخص نے اپنی دو دکانات وقف علی الاولاد کرکے اپنے بیٹے کو متولی کیا۔ منجملہ دو دکانات وقف شدہ کے ایک دوکان پندرہ روپئے ماہوار کرایہ پر اٹھی ہوئی ہے، اب متولی اس دوکان کو جو پندرہ روپئے ماہوار کرایہ پر اٹھی ہوئی ہے ایک مسلمان کو سات روپئے ماہوار پر سات برس کے ٹھیکہ میں دیتا ہے، ٹھیکیدار کرایہ دار سے ۱۵/روپئے ماہوار کرایہ وصول کرے گا اس طرح ٹھیکیدار کو مع [۸/روپئے] ماہوار

زیادہ ملیں گے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس طرح جو ٹھیکہ لیا جارہا ہے وہ شرعاً جائز ہے یا نہیں۔ ٹھیکدار جو [۱۵/روپے] کرایہ دار سے وصول کرے گا جس میں اس کو ۸/ماہوار زیادہ ملیں گے تو یہ رقم جو ٹھیکدار کرایہ دار سے وصول کرے گا کیا شرعاً سود ہوگی۔ متولی ٹھیکدار سے سات برس کا زر پیشگی لیتا ہے جو سات برس میں سات روپیہ ماہوار کے حساب سے ادا ہو جائے گا، اگر متولی ٹھیکہ نہ دے تو کرایہ دار سے ۱۵/ روپئے وصول ہوں گے مگر ماہ بماہ ہوں گے یکمشت نہیں۔

الجواب

یہ ناجائز و گناہ ہے، نہ اسے دینا جائز نہ اسے لینا حلال۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اوقاف میں خلاف شرع قوانین کا نفاذ ظلم ہے

(۷) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اوقاف اور جائداد موقوفہ میں کسی مسلم یا غیر مسلم حکومت کا مندرجہ ذیل قوانین وضع کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(۱) ایسا قانون جو بقا اور استحکام وقف کے خلاف ہو۔

(۲) ایسا قانون جس سے مزارعین کو حقیقتِ انتقال آراضی حاصل ہو۔

(۳) ایسا قانون جس سے آمدنی پر ایسا اثر واقع ہو جس سے مدات مقرر کردہ واقف میں خلل واقع ہو۔

(۴) مصارف مصرحہ واقف کے خلاف کسی مصرف کا اضافہ کرنا (جیسا کہ فیس ایڈ یا ۴/فیصد کی رقم کا کمشنر اوقاف کو دیا جانا وقف بل کے ذریعہ سے پاس کیا گیا ہے۔)

(۵) بوقت ضرورت حکومت غیر مسلم کا تحویل محفوظہ موقوفہ میں سے قرض لینا۔

از خان بہادر نواب حاجی غلام محمد خاں صاحب حافظی متولی وقف مدرسہ اسلامیہ سعیدیہ دادوں حافظ منزل خیر آباد۔ جناب نواب مولوی ظہیر احمد صاحب متولی و منیجر مدرسہ اسلامیہ نیازیہ خیر آباد، اودھ۔

الجواب

یہ قوانین ظلم مبین، صریح جور، فضیح، جفا، قبیح ستم، مداخلت فی الدین ہیں۔ ان کا واضع مستحق عذاب

مبین۔حکومت مسلمہ ہو یا غیر مسلمہ کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا۔ظلم کبھی کسی کے نزدیک جائز نہیں ہوسکتا۔ایسے قوانین بنانے والا ،انہیں جاری کرنے والا ،ان پر راضی ہونے والا ،انہیں بخوشی مان لینے والا سخت اشد ظالم جفا کار گنہگار ٹھہرے گا،ان اشد ناجائز قوانین کے خلاف جو جس طرح آواز اٹھا سکتا ہو فرض ہے کہ پوری قوت سے اس کے خلاف آواز اٹھائے ،بعض قوانین ان میں وہ ہیں جن سے وقف وقف ہی نہیں رہتا،اور بعض وہ جن سے املاک موقوفہ کو شدید صدمہ پہنچتا صریح نقصان ہوتا ہے،بعض وہ ہیں جن کا آمدنی اوقاف پر بدترین اثر پڑتا ہے،غرض کہ یہ قوانین اوقاف پر نہایت ظلم مبین ہے۔کسی کا ظلم بخوشی انگیز کرنا اس کے خلاف جو کچھ کہہ سکتا کر سکتا ہے،وہ نہ کہنا نہ کرنا ظلم پر راضی ہونا ہے۔ان قوانین پر ساکت رہنا حرام ہے۔ان کے منسوخی کی کوشش انتہا تک پہنچانا لازم۔

”قال علیه الصلاة والسلام:من رضی عمل قوم کان شریك من عمل به.“(۱)

جو کسی قوم کا کوئی کام پسند کرے وہ اس کام کرنے والوں کا شریک ہے۔(مترجم)

باوجود قدرت واستطاعت خاموش رہنے والے،اس ظلم صریح پر آہ بھی نہ کرنے والے ظالموں میں شمار،ظالمین کی رسی میں بحکم حدیث گرفتار ہوں گے۔

یہ منکر ہے اور ازالہ منکر تا طاقت وقوت فرض:

قال صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم:

((من رأی منکم منکرًا فلیغیره بیده ، فإن لم یستطع فبلسانه ، فإن لم یستطع فبقلبه ، وذلك أضعف الإیمان.))(۲)

جو کسی ناجائز بات کو دیکھے تو اس کو ہاتھ سے روکے،اگر اس کی طاقت نہیں رکھتا تو زبان سے منع کرے،اگر اس کی طاقت نہیں تو دل سے برا جانے،اور یہ ایمان کا کمزور حصہ ہے۔(مترجم)

ہاتھ نہیں اٹھ سکتا؟ کیا اس ظلم کو ظلم بھی نہیں کہا جاسکتا؟ یہ بھی فرض کیجیے تو اس سے اظہار ناراضی پر بھی کیا زبان بندی ہے؟ دفعہ ۱۴۴ نافذ کردی گئی ہے۔وقف تو ابداً تا قیام قیامت باقی رہنے ہی کے لیے ہے،تو جو قانون اس کی بقا کے خلاف ہو وہ سرے سے وقف ہی کو باطل کرنے کا قانون ہے،پھر یا رب مداخلت فی الدین کے سر کیا سینگ ہوتے ہیں،وقف میں شرط واقف سے کمی بیشی حرام ہے کہ شرط واقف

(۱) [تفسیر الرازي: ۱۲/۴۱۲۔سورۃ المائدۃ: ۸۱]

(۲) [مشکاۃ :باب الأمر بالمعروف، الفصل الأول ۴۳۶]

کا اتباع ایسا ہی لازم جیسا کہ خود نص شارع کا (وقف میں) بے اجازت خاصہ شرعیہ تغییر وتبدیل یقیناً ناجائز۔

الاشباہ والنظائر میں فرمایا:

"شرط الواقف كنص الشارع أي : في وجوب العمل به."(۱)

شرط واقف نص شارع کی طرح ہے، وجوب عمل میں۔ (مترجم)

وقف کے منافع کے لیے بھی مصارف مشروطہ پر زیادت ناجائز ہے،

امام محقق علی الاطلاق، بالغ مرتبۂ اجتہاد، امام کمال الدین ابن الہمام نے فتح القدیر میں ارشاد فرمایا: ایسی ہی جگہ جہاں منافع وقف کے لیے مصارف مشروطہ پر زیادت کی جاے:

"الواجب إبقاء الوقف على ما كان."(۲)

ہمیں حکم ہے جس چیز پر وقف ہو اسی پر باقی رکھیں۔ (مترجم)

جن اوقاف کے واقفین کی شرائط کا پتہ نہ چلتا ہو وہاں کے لیے حکم ہے کہ قدیم الایام سے جو مصارف متولیان یکے بعد دیگرے کرتے چلے آے ہیں وہی کئے جائیں گے.... جدید تصرف، اس میں بھی اضافہ نہیں ہوسکتا۔

فتاویٰ خیریہ میں فرمایا:

"إذا وجد شرط الواقف فلا سبيل إلىٰ مخالفته ، وإذا فقد عمل بالاستفاضة والاستيمارات العادية المستمرة من تقادم الزمان إلىٰ هذا الوقت. والله تعالىٰ أعلم."(۳)

جب واقف کی شرط کا پتہ چل جائے تو اب اس کے خلاف کی کوئی صورت نہیں، اور جب پتہ نہ چلے تو جو مسلسل زمانۂ قدیم سے اب تک چلا آرہا ہے اسی پر عمل ہوگا۔ اللہ تعالیٰ زیادہ بہتر جانتا ہے۔ (مترجم)

---

(۱) [الدر المختار. كتاب الوقف: ۶/۵۰۸]

(۲) [فتح القدير لابن الهمام : كتاب الوقف ، ۶/۲۲۸]

(۱) [الفتاوىٰ الخيريه: ۱/۱۲۳]

واقف کی شرط کو بدلنے کا کسی کو اختیار نہیں

مسئلہ: (۸)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ان مسائل میں کہ...

(۱) مسلمانوں کے اوقاف میں کسی حاکم یا غیر حاکم کو اختیار ہے یا نہیں، کہ وہ شرائط واقف کا منشائے واقف کے خلاف مخالفت میں کرے۔ یا واقف کے مقرر کردہ متولی کے خلاف کوئی جدید قانون بنانے کی اسکیم پیش کرے جب کہ واقف اپنے منشا کے مطابق اپنے مقرر کردہ متولی کے سپرد کیے، اور اس اختیار پائے ہوئے متولی نے اپنے بعد کے لیے اپنا جانشین متولی مقرر کیا جس کا اس کے سوا اختیارات یکے بعد دیگرے جانشین متولی کو سپرد ہونا چلا آیا۔ دراں حالے کہ واقف نے وقف کے اختیارات اپنے منشا کے خلاف نہ تو کسی کمیٹی کے سپرد کیے نہ کسی بورڈ کے مگر گورنمنٹ یہ چاہتی ہے کہ متولی کے اختیارات اپنے مقرر کردہ کسی کمیٹی یا بورڈ کو دے کر حق تولیت سے متولی کو محروم کردے، تو زبردستی ایسا کرنا مداخلت فی الدین ہے یا نہیں؟

(۲) وقف کی جائداد کی سابق مقرر کردہ لگان میں کمی کر دینا جس سے آمدنی کم ہو کر امور خیر میں حسب منشائے واقف صرف نہ ہو سکے یا وقف کی آمدنی جو صرف امور خیر کے لیے تھی اس میں سے ایک معقول رقم لے کر نیا دفتر کوئی کمیٹی یا کوئی بورڈ قائم کرکے اس میں صرف کرنا یا کسی قسم کا کوئی ٹیکس لگانا اس میں سے بطور چندہ وصول کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔ جواب باصواب جلد عنایت ہو۔

الجواب

جناب محترم۔ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

نامۂ گرامی مع استفتا موصول ہوا، فقیر مکان پر موجود نہ تھا۔ اس لیے جواب میں تاخیر ہوئی۔ تکلیف انتظار ہوئی معافی کا خواستگار ہوں۔

مظالم کے خوگر، جفا پیشہ ستم گر، ظلم پرور، جور کے عادی جو مظالم کریں کم ہیں۔ بندگان خدا کو اوروں کے مظالم سے محافظت کے بلند بانگ دعاوی کرنے والے خود جو کچھ قوانین گڑھتے پاس کرتے ہیں اور جیسی کچھ داد عدل وانصاف دیتے دلاتے ہیں کسے معلوم نہیں۔ ان کے املاک پر جیسی جیسی چیرہ دستیاں قانون کی آڑ میں ہوتی ہیں ظاہر ہے وہی اب اور ترقی کر کے خاص املاک الٰہی پر دست تعدی دراز کرنا چاہتے ہیں مگر از نام حفاظت۔ وہی جو املاک بندگان پر شب وروز طرح طرح تعدیاں کرتے بے

اذن مالکان زبردستی تصرف حکومت کے بل بوتے پر نشہ حکومت سے مخمور ہوکر کرتے ہیں، اب اوقاف پر ہاتھ پھیرنا مشق ستم کرنا چاہتے ہیں۔کون نہیں جانتا کہ ملک غیر میں تصرف ظلم ہے اور ظلم کس کے نزدیک حرام اور اشد جرم نہیں، پھر کیا کچھ ہوتا ہے، اس سے کون واقف نہیں ۔مگر اس کا کیا علاج کہ خود جو کچھ کیا جائے وہ ظلم نہیں۔یوں ہی کون نہیں جانتا کہ وقف میں منشا و غرض و شرط واقف کے خلاف عمل خاص ملک الٰہی میں تصرف محض بے جا ظلم ناروا جور و جفا ہے، مقصد وقف ہی کا صریح ابطال ہے شرعاً، نہ صرف شرعاً ہی بلکہ عقلاً بھی۔

وہ امور جو سوال میں مذکور ہوے سخت ناجائز وقبیح۔جور وظلم صریح ہیں اور دین میں کھلی مداخلت فضیح۔غیر حکام۔اور یہ حکام کیسے؟ خود شرعی حکام بھی وقف میں ایسے امور نہیں کر سکتے یا دخل نہیں دے سکتے، جو ایسا کرے گا وہ جائر جابر ستم گر ظالم ٹھہرے گا۔

علما ارشاد فرماتے ہیں:

”شرط الواقف كنص الشارع في وجوب العمل به اه مختصراً.الاشباه:“(١)

شرطِ واقف نص شارع کی طرح ہے وجوب عمل میں۔(مترجم)

”صرحوا بأن مراعاة غرض الواقفين واجبة.“(٢)

علمانے نے صراحت فرمائی ہے:واقفین کی غرض کالحاظ رکھنا ضروری ہے۔(مترجم)

”الواجب إلقاء الوقف علىٰ ما كان.“(٣)

ہمیں حکم ہے جس چیز پر وقف ہوا اسی پر باقی رکھیں۔(مترجم)

”لا يملك القاضي التصرف في الوقف مع وجود ناظر۔“(٤)

”ليس للقاضي أن يقرر وظيفة في الوقف بغير شرط الواقف.“(٥)

متولی کے ہوتے ہوئے قاضی کو وقف میں تصرف کرنے کا اختیار نہیں، بلا شرطِ واقف قاضی کو

---

(١) [درالمختار كتاب الوقف:٦/٥٠٨]

(٢) [ردالمحتار، كتاب الوقف،مطلب مراعاة غرض الواقفين واجبة:٦/٥٢١]

(٣) [فتح القدير لابن الهمام كتاب الوقف: ٦/٢٢٨۔فتح القدير:٥/٤٤٠]

(٤) [رد المحتار، كتاب الوقف مطلب لا يملك القاضي التصرف:٦/٤٤٦]

(٥) [الدرالمختار، كتاب الوقف:٦/٥١٠]

وقف میں وظیفہ مقرر کرنے کا حق نہیں۔(مترجم)

"إذا وجد شرط الواقف فلا سبیل إلی مخالفتة الخ."(۱)

جب واقف کی شرط کا پتہ چل جائے تو اب اس کے خلاف کی کوئی صورت نہیں۔(فتاویٰ خیریہ)(مترجم)

مسلمانوں پر لازم کہ تاحد استطاعت پوری قوت سے اس وقف بل کے خلاف آواز اٹھائیں۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

مشترکہ چیز جس کی تقسیم ہو سکے اس کا وقف درست ہے

مسئلہ: (۹)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

زید نے بعد وفات ایک معقول جائداد اور ایک والدہ ایک زوجہ ثانیہ اور تین لڑکے اور ایک لڑکی۔ایک لڑکی اور لڑکا زوجہ اول سے اور دو لڑکے زوجہ ثانیہ سے وارث اپنے چھوڑے۔چونکہ لڑکے تینوں نابالغ تھے ان کی دادی اور والدہ کی ناتجربہ کاری وپردہ نشینی کی وجہ سے عدالت سے ایک تیسرا شخص غیر وارث (اجنبی) ان کا ولی منتظم جائداد وکاروبار مقرر ہو گیا جس نے بہت کچھ تغلب واپنی اغراض کے لیے بہت سے امور نقصان رسانی کا ارتکاب کیا اور نابالغ ورثہ کو نقصان پہونچایے،اس دوران میں زوجہ اول کا ایک لڑکا بالغ ہوا لیکن چوں کہ وہ لڑکا نہایت سادہ لوح اور ناتجربہ کار تھا اس پر ولی مذکور نے اپنی چالاکیوں سے اپنے اختیارات اور قبضہ جائداد قائم رکھنے کے لیے اس لڑکے پر اپنے اثرات قائم کرنے شروع کئے اور ایک خفیہ وقف نامہ اس کے حصہ جائداد اور کاروبار اس طرح مرتب کرادیا کہ وقف علی الاولاد کراتے ہوئے ورثہ موجودہ کو بالکل محروم کرادیا،اور صرف بعد وفات واقف اس کی بیوی فرضی اب تک منگنی ونسبت بھی نہیں ہوئی تھی اور اولاد کو صرف فائدہ اٹھانے کے اختیارات رکھے اور ان کے نہ ہونے پر سب بصرف خیرات لکھ دیا،نیز اس کے بالغ ہو کر وقف نامہ کی تکمیل رجسٹری سے تقریباً ایک سال بعد بلا شادی کے لڑکے مذکور کا انتقال ہو گیا۔

ولی مذکور کی زیادتیوں کی وجہ سے تنگ آکر دیگر ورثہ ثانی نے اپنے حصہ کی تقسیم عدالت سے کرالی

---

(۱) [الفتاویٰ الخیریہ:۱/۱۲۳]

جوتقریباً ایک سال مقدمہ بازی کے ختم ہوئی۔ اس مقدمہ تقسیم تک بھی کسی شخص کو اس وقف نامہ کا علم نہ ہوسکا اور یہ خفیہ رکھا گیا۔ باوجودیکہ وہ حصہ دیگر ورثہ جائز پر تقسیم ہوگیا، اب جب کہ حصہ داران نے اپنے اپنے حصے پر اس سے حساب فہمی کا مطالبہ کیا تو ایک سازش کر کے تیسرے شخص کو متولی وقف اپنی برادری سے تجویز کر کے اپنے اوپر ایک نالش متولی مذکور سے عدالتی مصلحتوں کی بنا پر دائر کرائی تب ورثہ موجودہ کو وقف نامہ کا علم ہوا۔ اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ: جائداد مشترکہ کا ایسے طریقے پر وقف علی الاولاد کرنا کہ جس کے ورثہ موجودہ محروم کر دیئے ہوں اور وہ بھی ایسے وقت کہ ان کے سوائے اس وقت ان کا اور کوئی وارث بھی نہ ہو اور وہ بھی اس طرح کہ خفیہ اور پوشیدہ۔ آیا شرعاً جائز ہے یا نہیں، اور ایسا وقف نامہ موجودہ ورثہ کے لیے قابل پابندی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔ فقط

الجواب

صحت وقف مشاع محتمل القسمۃ مختلف فیہ ہے، ہر دو جانب فتویٰ ہے۔ امام ابو یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کی صحت کے قائل ہیں۔ اور امام محمد عدم صحت کے۔ مشائخ بخارا کا ماخوذ قول امام محمد ہے اور سراجیہ میں اس پر فتویٰ بتایا۔ مگر متاخرین قول امام ابو یوسف اختیار کرتے ہیں۔، اور جواز کا فتویٰ دیتے ہیں۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

”وقف المشاع المحتمل للقسمة لا يجوز عند محمد رحمه الله تعالىٰ، وبه أخذ مشايخ بخارىٰ وعليه الفتوىٰ كذا في السراجية. والمتأخرون أفتوا بقول أبي يوسف رحمه الله تعالىٰ: أنه يجوز وهو المختار كذا في خزانة المفتين.“(۱)

مشاع محتمل قسمت کا وقف امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک جائز نہیں، یہی مشائخ بخاریٰ کا ماخوذ ہے، اور اسی پر فتویٰ ہے، ایسا ہی سراجیہ میں مذکور ہے، اور متاخرین قول امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اختیار کرتے ہیں، اور جواز کا فتویٰ دیتے ہیں، یہی مختار ہے، ایسا ہی خزانۃ المفتین میں ہے۔ (ترجم)

اب کہ مختار قول امام ابو یوسف ہے کہ مشاع محتمل قسمت کا وقف جائز ہے، یہی ماننا ہوگا۔ تو یہ بات کہ جائداد مشترکہ وقف کی عدم صحت وقف کے لیے کوئی حیلہ نہیں ہوسکتی نہ وقف کی صحت کے لیے یہ ضروری کہ وقف کی شہرت کرے، لوگوں پر ظاہر کرے ہاں غیر وقف کو دعویٰ وقفیت کے اثبات کے لیے بینہ

---

(۱) [الفتاویٰ الهندية، كتاب الوقف، فصل في وقف المشاع: ۲/۴۲۷]

پیش کرنا ہوگا تو ثبوت وقف کے لیے شہادت ضروری ہے۔نہ کہ صحت وقف کے لیے۔اگر اسی لڑکے نے بعد بلوغ کل جائداد مشترکہ وقف کی تو اس سے جتنے حصہ کا وہ مالک تھا اس حصہ سے وقف متعلق ہوا، اوروں کا حصہ وقف نہ ہوا، اور اپنا ہی حصہ وقف کیا ہو تو بھی، اور کل وقف کی ہو جب بھی، اس سے جو اس کا حصہ ہے وہی وقف ہوا، جب کہ بحالت صحت وقف صحیح کیا ہو۔اور بحالت مرض موت کیا تو اس کے حصہ کے ایک ثلث سے وقف متعلق ہوگا۔باقی دو ثلث اس کے ان ورثہ پر تقسیم ہوں گے اگر ان میں سے وقف نہ کریں گے۔پھر وہ ثلث موقوف سے بھی چونکہ اس کے اولاد نہیں اور اس حالت میں کہ اولاد نہیں اس کے مستحق فقراء مسلمین ہیں، ان ورثہ میں جو فقرا ہوں گے وہ بھی منتفع ہوسکیں گے، اور وہی احق ہوں گے۔

اس صورت میں جب کہ ان لوگوں کو اس کا وقف کرنا معلوم نہیں، جو قابض ہے وہ مدعی وقفیت ہے ان پر محض اس کے اس دعویٰ کی وجہ سے لازم نہیں کہ وہ اسے وقف تسلیم کرلیں، اگرچہ یہ شخص کوئی ایسا کاغذ انگریزی دکھاتا ہو جسے اس لڑکے کی طرف منسوب کرتا ہو۔اگرچہ اسے اسی لڑکے کا لکھا بتاتا ہو، بلکہ اس کاغذ کا خط لڑکے کا خط سمجھا جاتا ہو۔کہ:الخط یشبہ الخط.خط خط کے مشابہ ہوتا ہے۔اگرچہ وہ کاغذ رجسٹری شدہ ہو۔جب تک شاہد جن کی شہادت قابل قبول شرع ہو وہ شہادت شرعی اس کے وقف ہونے کی نہ ادا کریں محض کاغذ سے وہ انگریزی رجسٹری شدہ ہو، غیر رجسٹری شدہ وقف ثابت نہ ہوگا۔یہ ورثہ اس بارے میں اس سے جائز خصومت کریں گے تو ملزم نہ ہوں گے۔

عالمگیری میں ہے:

”لو قال أرضي هذه صدقة موقوفة على من يحدث لي من الولد وليس له ولد، يصح هذا الوقف فإذا أدركت الغلة ، تقسم على الفقراء ، فإن حدث له ولد بعد القسمة تصرف الغلة التي توجد بعد ذلك إلىٰ هذا الولد ما يبقٰى هذا الولد ، فإن لم يبق له ولد صرفت الغلة إلىٰ الفقراء ، كذا في فتاویٰ قاضي خان.“(۱)

اگر کہے: میری یہ زمین میرے پیدا ہونے والے ولد پر وقف ہے۔اور اب اس کا کوئی ولد نہیں تو یہ وقف صحیح ہوگا، تو جب آمدنی حاصل ہوجائے تو وہ فقرا پر تقسیم کردی جائے، اس تقسیم کے بعد اس کا کوئی ولد پیدا ہوا، تو اب اس کے بعد جو بھی آمدنی آئے گی اس ولد پر صرف کردی جائے گی، جب تک کہ یہ ولد

---

(۱) [الفتاویٰ الهندية، كتاب الوقف الباب الثالث في المصارف، الفصل الثاني في الوقف علىٰ نفسه و أولاده ونسله:۲/۴۳۲]

رہے۔ اگر نہ رہے تو اب کل آمدنی فقرا پر صرف کردی جائے گی۔ ایسا ہی فتاویٰ قاضی خاں میں مذکور ہے۔

صورت مسئولہ میں قول ورثہ مانا جائے گا جب تک بشہادت شرعیہ وہ شخص اس کا وقف ہونا ثابت نہ کردے۔

عالمگیری میں ہے:

"رجل جاء إلىٰ قاضي بلدة، وقال: إني كنت أميناً للقاضي، الذي كان قبلك هنا، وفي يدي صدقة كانت لرجل يقال له فلان فلان وقفها علىٰ قوم معلومين سماهم قبل قوله: إذالم تكن للواقف ورثة ولم يعلم من أمر هذه الصدقة غيرما أقربه هذاالرجل، وإن كانت له ورثة فقالوا: هو ميراث بيننا وليس بوقف فالقول قولهم ويكون ميراثاً بينهم."(۱)

ایک شخص شہر قاضی کے پاس آیا، کہا: میں اس قاضی کا امین ہوں جو یہاں آپ کے پہلے تھے، میرے پاس فلاں نام کے شخص کا صدقہ ہے، فلاں نے متعین لوگوں پر نام کی تعیین کے ساتھ وقف کیا ہے، تو قاضی اس کی یہ بات تسلیم کرے گا جب کہ واقف کے ورثہ نہ ہوں، اور اس صدقہ کے تعلق سے اس شخص کے اقرار کردہ بات کے علاوہ اسے کچھ اور علم نہ ہو۔ اور اگر اس کے ورثہ ہوں اور وہ کہیں یہ تو ہماری میراث ہے، وقف نہیں، تو ان کی بات مانی جائے گی، اور وہ مال ان کے درمیان میراث قرار دیا جائے گا۔ (مترجم)

اسی میں ہے:

"إن قال في الصحة أرضي صدقة موقوفة على الفقراء بعدي وهو يخرج من الثلث أو كان ذلك في المرض إلىٰ قوله: فإن احتاج بعض قرابته أو بعض ولده إلىٰ ذلك والوقف في الصحة(فههنا أحكام)أحدها: أن صرف الغلة إلىٰ فقراء القرابة أولىٰ، فإن فضل منها شيء يصرف إلىٰ الأجانب، إلىٰ قوله: هذا إذا وقف على الفقراء واحتاج إليه بعض قرابته الخ."(۲)

اگر بحالت صحت کہا: میری یہ زمین میرے بعد فقرا پر وقف ہے تو یہ ثلثِ مال سے شمار ہوگا، یا اس

---

(۱) [الفتاویٰ الهندية، كتاب الوقف: ۲/۴۸۳]

(۲) [الفتاویٰ الهندية، كتاب الوقف الفصل الثامن: ۲/۴۵۰]

نے وہ بات بحالت مرض کہی، تو اگر اس کے قرابت دار اور اولاد میں سے بعض اس کے حاجت مند ہیں اور وقف حالت صحت میں کیا تھا (تو یہاں چند احکام ہیں) ایک حکم یہ ہے کہ قرابت دار فقرا پر آمدنی صرف کرنا زیادہ بہتر ہے۔ پھر اگر کچھ بچ جائے تو دوسرے لوگوں پر صرف کی جائے۔ یہ حکم اس صورت میں ہے کہ جب وقف فقرا پر کیا ہو اور اس کے کچھ قرابت دار اس کے حاجت مند ہوں۔ (مترجم)

اسی میں ہے:

"مريض وقف داراً في مرض موته فهو جائز إذا كان يخرج من ثلث المال، وإن كان لم يخرج فاجازت الورثة فكذلك، وإن لم يجيزوا بطل فيما زاد على الثلث الخ."(١)

مریض نے "دار" بحالتِ مرضِ موت وقف کیا تو یہ جائز ہے جب کہ وقف ثلث مال سے متعلق ہو، اور اگر زیادہ سے متعلق ہو تو اجازت ورثہ پر موقوف ہوگا، اور اگر جائز قرار نہ دیں تو ثلث مال سے زیادہ میں وقف باطل ہوگا۔ (مترجم)

اسی کے باب في وقف المريض میں ہے:

"إذا جعل أرضه صدقة موقوفة لله تعالىٰ أبداً علىٰ ولده وولد ولده ونسله أبداًماتناسلوا ومن بعد هم على المساكين فإن كانت هذه الأرض تخرج من الثلث صارت موقوفة تستغل ثم تقسم غلتها على جميع ورثته علىٰ سهام الميراث ، إلى قوله: وإن كانت هذه الأرض لا تخرج من الثلث فإن أجازت الورثة الوقف جاز، إلى قوله : وإن لم يجيزوا الوقف جاز الوقف من الثلث فصار ثلث الرقبة وقفاً للفقراء، إلى قوله : فإن مات الوارث الموقوف عليه كانت الغلة للفقراء."(٢)

واقف اپنی زمین فی سبیل اللہ، اپنی اولاد، اولاد کی اولاد اور نسل پر ہمیشہ کے لیے وقف کردے اور ان کے بعد فقرا و مساکین پر، تو اگر یہ زمین ثلث کے موافق ہے تو موقوف ہو جائے گی پھر اس کی آمدنی تمام ورثہ پر میراث کے حصوں کے مطابق تقسیم کی جائے گی، اگر یہ زمین ثلث سے زیادہ ہو تو اجازتِ ورثہ پر وقف صحیح ہوگا، اور اگر جائز قرار نہ دیں تو بقدر ثلث وقف نافذ ہوگا، لہذا ثلث رقبہ فقرا پر وقف ہوگا، اگر

---

(١) [الفتاوىٰ الهندية، كتاب الوقف، الباب العاشر في وقف المريض: ٢/٤٩٤]

(٢) [الفتاوىٰ الهندية كتاب الوقف الباب العاشر في وقف المريض: ٢/٤٩٤، ٤٩٥]

وارثِ موقوف علیہ فوت ہوجائے تو آمدنی فقرا کے لیے ہوگی۔ (مترجم)

اسی میں ہے:

”لو قال المريض: أرضي هذه صدقة موقوفة على من احتاج من ولدي ونسلي، يعطى كل واحد ما يسع نفقته، إن لم يكن في ولده ونسله فقيراً فالغلة كلها للفقراء.“(۱)

واقف نے بحالت مرض کہا: میری یہ زمین میری محتاج اولاد ونسل پر صدقۂ موقوفہ ہے، تو ہر ایک کو اس کے خرچ بھر دیا جائے گا، اگر اس کی اولاد میں کوئی تنگ دست نہ ہو، ورنہ تو کل آمدنی فقرا پر صرف ہوگی۔ (مترجم)

اسی میں ہے:

”رجل في يده ضيعة، جاء رجل وادعى أنها وقف وجاء بصك فيه خطوط عدول وقضاة قد انقرضوا وطلب من القاضي القضاء به ليس للقاضي أن يقضي بذلك الصك كذا في الخلاصة، وكذلك لو كان لوح مضروب على باب دار ينطق بالوقف لا يقضي به مالم يشهد الشهود بالوقف كذا في المحيط.“(۲)

ایک شخص کے قبضہ میں جائداد ہے، اس پر کسی نے وقف ہونے کا دعویٰ کیا اور ثبوت میں ایک دستاویز پیش کیا، جس پر چند عادل شخصوں اور گزشتہ قاضیوں کی تحریریں بھی ہیں، قاضی سے قضا کا مطالبہ کیا، قاضی کو جائز نہیں کہ اس دستاویز کی بنا پر فیصلہ کردے۔ ایسا ہی خلاصہ میں مذکور ہے، یوں ہی کسی مکان کے دروازے پر وقف کی تختی لگی ہونے سے بھی قاضی وقف کا حکم نہیں دے گا جب تک کہ گواہ وقف کی گواہی نہ دے دیں۔ ایسا ہی محیط میں لکھا ہے۔ (مترجم)

خانیہ میں فرمایا:

”رجل ادعى على رجل مالاً وأخرج خطاً وادعى أنه خط المدعي عليه فأنكر المدعي عليه أن يكون الخط خطه، فاستكتب، فكتب وكان بين الخطين مشابهة ظاهرة تدل علىٰ أنهما خط كاتب واحد اختلف المشايخ رحمهم الله تعالىٰ فيه،

---

(۱) [الفتاویٰ الهندية، كتاب الوقف الباب العاشر في وقف المريض:۲/۴۹۵]

(۲) [الفتاویٰ الهندية، كتاب الوقف الباب السابع:۲/۴۸۶]

والصحيح أنه لا يقضي بذلك."(١)

کسی نے ایک شخص کے اوپر مال ہونے کا دعویٰ کیا اور ایک تحریر پیش کی، اور دعویٰ کیا کہ یہ مدعیٰ علیہ کی تحریر ہے، مدعیٰ علیہ نے اپنی تحریر ہونے کا انکار کیا، اس سے لکھوایا تو اس نے لکھ دیا، دونوں تحریروں میں یکسانیت ظاہر تھی جو بتا رہی تھی کہ کسی ایک شخص کی تحریر ہے، مشائخ عظام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کا اس بارے میں اختلاف ہے۔ صحیح یہ ہے کہ اس بنیاد پر فیصلہ نہیں کیا جا سکتا۔ (مترجم)

ردالمحتار میں ہے:

"تنبيه ذكر في الخانية والإسعاف: ادعى علىٰ رجل في يده ضيعة أنها وقف وأحضر صكا فيه خطوط العدول والقضاة الماضين، وطلب من القاضي القضاء بذلك الصك قالوا: ليس للقاضي ذلك؛ لأن القاضي إنما يقضي بالحجة، والحجة إنما هي البينة أو الإقرار، أما الصك فلا يصلح حجة؛ لأن الخط، يشبه الخط وكذا لو كان على باب الدار لوح مضروب ينطق بالوقف لا يجوز للقاضي أن يقضي مالم تشهد الشهود اه. قلت وهذا بظاهره ينافي ماهنا من العلم بما في دواوين القضاة۔ والجواب أن العمل بما فيها استحسان كما في "الاسعاف" وغيره (إلى قوله: إلى أن قال: فلو وجد في الدفاتر أن المكان الفلاني وقف على المدرسة الفلانية مثلاً يعمل به من غير بينة (إلى قوله: لكن افتى في "الخيرية" بأنه لا يثبت الوقف بمجرد وجوده في الدفتر السلطاني لعدم الاعتماد على الخط فتأمل."(٢)

تنبیہ: خانیہ واسعاف میں مذکور ہے: ایک شخص کے قبضہ میں جائداد ہے، اس پر کسی نے وقف ہونے کا دعویٰ کیا، اور ایک دستاویز پیش کی جس پر عادل شخصوں اور گزشتہ قاضیوں کی تحریریں بھی ہیں، اور اس دستاویز کو بنیاد بنا کر قاضی سے فیصلہ کا مطالبہ کیا، فقہا فرماتے ہیں: قاضی کو جائز نہیں کہ اس دستاویز کی بنا پر فیصلہ صادر کر دے۔ قاضی صرف دلیل کے ہوتے فیصلہ کرے گا، اور وہ بینہ یا مدعیٰ کا اقرار ہے، صرف دستاویز دلیل نہیں بن سکتی، کیوں کہ تحریر تحریر کے مانند ہوتی ہے، یوں ہی کسی کے مکان کے دروازے پر وقف کی تختی ہونے سے بھی قاضی وقف کا حکم نہیں دے گا، جب تک کہ گواہ وقف پر گواہی نہ دے دیں

(١) [الفتاوى الخانيه: ٢/٤٤٢]

(٢) [ردالمحتار، كتاب الوقف: ٦/٤٨٦، ٤٨٧]

گے۔ میں کہتا ہوں: یہ بظاہر قاضیوں کے دفتروں پر عمل کے خلاف ہے۔ جواب یہ ہے کہ ان پر عمل بطور استحسان ہے، جیسا کہ اسعاف وغیرہ میں مذکور ہے۔(إلی قوله:) فرمایا: اگر دفتروں میں پایا جائے کہ فلاں جگہ فلاں مدرسے پر موقوف ہے، مثال کے طور پر۔ تو اس پر عمل درآمد ہوگا، نیت کی حاجت نہیں (إلی قوله:) خیریہ میں فتویٰ مذکور ہے: محض سلطانی میں پائے جانے سے وقف کا ثبوت نہ ہوگا، کیوں کہ تحریر پر اعتماد و بھروسہ نہیں کیا جا سکتا۔ غور کرو۔ (مترجم)

اسی میں ہے:

”وكذا لو كان أحدهما أنفع للوقف لما سيأتي في الوقف والاجارات أنه يفتي بكل ما هو أنفع للوقف فيما اختلف العلماء فيه، والحاصل أنه إذا كان لأحد القولين مرجح على الآخر ثم صحح المشايخ كلا من القولين ينبغي أن يكون المأخوذ به ما كان له مرجح ؛ لأن ذلك المرجح لم يزل بعد التصحيح فيبقى فيه زيادة قوة لم توجد في الآخر. والله تعالىٰ أعلم.“(۱)

اور اسی طرح اگر دونوں میں سے ایک وقف کے لیے زیادہ نافع ہے جیسا کہ عنقریب کتاب الوقف و کتاب الاجارت میں آئے گا، تو فتویٰ اسی قول پر دیا جائے گا جو وقف کے لیے زیادہ نافع ہے۔ علما کا اس بارے میں اختلاف نہیں ہے۔ حاصل یہ کہ جب کسی ایک قول کو دوسرے قول پر ترجیح حاصل ہو، پھر مشائخ نے دونوں اقوال کی تصحیح بھی کر دی ہو تو قابل عمل ترجیح شدہ قول ہونا چاہیے، کیوں کہ وہ مرجح کے بعد بھی موجود ہے، تو اس میں ایک گونہ قوت زیادہ رہے گی، جو دوسرے میں موجود نہیں۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔ (مترجم)

مسجد اور اس سے متعلق زمین میں دفن میت جائز نہیں

(۱۰) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

متولی مسجد کی قبر مسجد میں بنانا جائز ہے؟ جب کہ امام اجازت دے اور اس کی اجازت سے قبر کھودی جائے اور اپنی موجودگی میں قبر کھدوائے، اور لوگ اعتراض کریں تو وہ اپنی روزی برقرار رکھنے کے

---

(۱) [ردالمحتار: ۱/۷۲]

لیے کہے کہ مجھے روکنے کا کیا حق ہے۔تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ ایسے امام کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟اور ایسے امام کے ساتھ نمازیوں اور عام لوگوں کو کیا رویہ اختیار کرنا چاہیے؟

مبارک حسین بازار نصر اللہ خاں رام پور۔

الجواب

مسجد کا صحن تو صحن۔مسجد بمعنی موضع صلاۃ کے علاوہ بھی مسجد کے متعلق کسی زمین میں قبر بنانا یا اور کوئی تصرف کرنا ناجائز ہے۔امام نے غلط کہا کہ مجھے روکنے کا کیا حق ہے۔ناجائز امر کے روکنے کا ہر مسلمان کو حق جتنا اسے ہے جیسے انکار کرسکے نہی عن المنکر فرض ہے،اس کو لازم تھا کہ وہ اس کو ناجائز بتاتا اور جو روکنے کی طاقت نہیں رکھتا تھا تو جو روک سکتے تھے انہیں اطلاع اور حکومت سے چارہ جوئی کرتا کراتا۔اس نے نہ روکا یہ گناہ کیا،بلکہ اس نے اجازت دی یہ اور بڑھ کر گناہ ہوا،جب تک وہ توبہ نہ کرے اسے ہرگز امام نہ بنائیں،وہ توبہ نہ کرے تو اسے خود معزول کرسکتے ہوں تو معزول کردیں،ورنہ جو معزول کرسکتا ہو اس سے کہہ کر معزول کرائیں۔واللہ تعالیٰ ہو الهادي وهو تعالیٰ أعلم۔

وقف کی تبدیلی جائز نہیں

(۱۱) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

اٹارسی کی عیدگاہ بالکل آبادی میں آگئی ہے،اس کے گردونواح میں غیر اقوام کی آبادی زیادہ ہے، لوگ وہاں غلاظت بھی پھینک دیتے ہیں،اور بچے اس میں ٹٹی پیشاب بھی کردیتے ہیں،اس لیے انجمن کمیٹی کا یہ ارادہ ہے کہ اسے دوسری جگہ شہر سے باہر متصل کردیا جائے،اور جگہ بھی نمازیوں کے لیے کم پڑتی ہے۔آپ از روئے شریعت تحریر فرمادیں کہ کیا یہ عیدگاہ کی زمین فروخت کرکے،اس کی قیمت میں دوسری جگہ عیدگاہ کے لیے زمین خرید سکتے ہیں یا نہیں،کیوں کہ یہاں کے مسلمان اتنے خوش حال نہیں ہیں کہ وہ چندہ کرکے عیدگاہ کے لیے زمین خرید سکیں،جواب کے لیے لفافہ ارسال خدمت ہے،جواب اس کی پشت پر تحریر فرمادیں۔

امیر حمزہ انجمن نور الاسلام کمیٹی اٹارسی مدھ پردیش

الجواب

اگر عیدگاہ کسی کی مملوک زمین میں ہے،تو اس کی اجازت سے فروخت کرکے شہر سے باہر عیدگاہ

کے لیے زمین خرید سکتے ہیں، یا وقف ہوا اور اس میں تبدیلی کی اجازت ہو تو واقف ورنہ متولی یا کمیٹی فروخت کرسکتی ہے، اور اس رقم سے عیدگاہ کے لیے شہر سے باہر مناسب جگہ خرید سکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ محمد طاہر حسین نوری غفرلہ

الجواب صحیح:

اگر وہ زمین وقف ہوا اور تبدیلی کا وقف نامہ میں صریح بیان نہ ہو تو اس جگہ کی حفاظت کا بندوبست لازم، ورنہ اسے فروخت کسی مسلمان کے ہاتھ کیا جائے جو اس جگہ اس کے بعد کچھ ملحوظ رکھ کر مکان بنائے۔

فقیر مصطفےٰ رضا قادری غفرلہ ۲۳/ذی الحجہ ۹۲ھ

کتاب البیوع

ابواب



(۱) خرید وفروخت

آزاد عورت خریدنے سے باندی نہیں ہوسکتی بلکہ یہ خریداری ہی حرام ہے

(۱) **مسئلہ:**

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

زید نے ایک عورت خریدی۔ بکر کہتا ہے کہ بغیر نکاح کے جائز نہیں ہے۔ علمائے دین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں؟ ازملوک پور بریلی۔ مسئولہ شفاعت احمد خاں ۱۱رشوال ۵۶ھ

الجواب

یہاں جواری (کنیزان شرعی) کہاں؟ حرائر کا بیچنا خریدنا حرام اور وہ ہزار بار اگر بکیں تو جواری نہیں ہوسکتیں۔ اگر وہ عورت غیر منکوحہ ہے تو اس کی رضا سے اس کے ساتھ نکاح ہوسکتا ہے، جب کہ یہ اس کا کفو ہو اور اگر کفو نہیں تو اس کے ولی کے اذن صریح کے بغیر کہ وہ اسے غیر کفو جانتے ہوئے اس کے ساتھ نکاح کی اجازت دے محض عورت کی رضا سے نکاح نہیں ہوسکتا، اور اگر وہ منکوحۂ غیر ہے اور اکثر پست اقوام کے لوگ ایسی ہی عورتوں کو بیچتے ہیں۔ خود شوہر فروخت کرتے ہیں، تو جب تک شوہر اسے طلاق نہ دے دے اور اس طلاق کی عدت نہ گزرے ہرگز اس سے نکاح نہیں ہوسکتا۔

قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَاءِ﴾(۱) اور حرام ہیں شوہر دار عورتیں۔

ادھار خرید وفروخت میں بازار بھاؤ سے کم زیادہ پر خریدنا اور بیچنا جائز ہے

(۲) **مسئلہ:**

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

آج اس وقت غلہ گندم کا عام نرخ چودہ سیر فی روپیہ ہے لیکن زید معاملہ سرکاری ادا کرتا ہے

---

(۱) [سورۃ النساء: ٢٤]

اورگندم کا کوئی گاہک بروقت نہیں ملتا تاکہ فروخت کرکے معاملہ ادا کرے۔ بکر نے زید کو کہا کہ مرے پاس بحساب سولہ سیر گندم فی روپیہ کے حساب سے فروخت کردو۔ تو میں تم سے غلہ گندم خریدلوں گا۔ زید نے بوجہ مجبوری سولہ سیر گندم فروخت کرکے معاملہ ادا کیا۔ یہ بیع وشرا جائز ہے کہ نہیں؟ جواب باصواب ہو۔

(۲) فی الوقت گندم کا نرخ عام دست بدستی بارہ سیر فی روپیہ فروخت ہورہا ہے، یا کم وبیش۔ مگر زید غریب آدمی ہے اس کے پاس نقد قیمت موجود نہیں ہے اگر بکر سے گندم بطور قیمتی مانگتا ہے۔ بکر دس سیر فی روپیہ کے حساب زید کو گندم قرض دیتا ہے اور قیمت ماہ مہنگر میں لینے کا وعدہ ہوتا ہے۔ زید اپنی غربت اور ضرورت کی وجہ سے مذکورہ نرخ پر گندم لے لیتا ہے۔ جواب مکمل ہو۔ فقط۔

از جھجلا ضلع پونچھ پنجاب مرسلہ جناب صدرالدین صاحب معرفت جناب مولوی اکبر علی صاحب طالب علم مدرسہ منظر اسلام ۱۲؍رجب ۵۷ھ

الجواب

قنیہ ودرمختار میں اسے جائز مع الکراہت بتایا۔

قنیہ میں ہے: "شراء الشيء اليسير بثمن غال إذا كان له حاجة إلىٰ القرض يجوز ويكره."(۱)

گراں قیمت کے بدلے معمولی چیز کی خریداری جب کہ مشتری قرض کا حاجت مند ہو کراہت کے ساتھ جائز ہے۔(مترجم)

درمختار میں فرمایا:

"شراء الشيء اليسير بثمن غال لحاجة القرض يجوز ويكره وأقره المصنف."(۲)

گراں قیمت کے بدلے معمولی چیز کی خریداری جب کہ مشتری قرض کا حاجت مند ہو، کراہت کے ساتھ جائز ہے۔ مصنف نے اسے برقرار رکھا ہے۔(مترجم)

فتاویٰ مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی میں بھی ایسا ہی لکھا۔

---

(۱) [الدر المختار، كتاب البيوع . فصل في القرض: ۷/۳۰۰]

(۲) [الدر المختار . كتاب البيوع . فصل في القرض: ۷/۳۰۰]

قیمت سے زیادہ پر ادھار خرید وفروخت جائز ہے

(۳) **مسئلہ:**

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

اگر در بازار نرخ بحساب فی روپیہ بست آثار گندم ست وشخص بقرض بحساب فی روپیہ ہیودہ آثار می فروشد ایں بیع راست ست یانہ۔

الجواب

بیع مذکور نافذ ست اما مکروہ است۔ در قنیہ می آرد۔

شراء الشي اليسير بثمن غال الخ۔(۱)

معمولی چیز گراں ثمن کے عوض خریدنا، مگر کراہت بہر صورت نہیں جیسا کہ ان عبارات سے ظاہر ہے بلکہ یہاں تفصیل ہے۔

ردالمحتار میں زیر قول درمختار یجوز ویکرہ ہے:

"أي: يصح مع الكراهة، وهذا لو الشراء بعد القرض لما في الذخيرة، وإن لم يكن النفع مشروطاً في القرض ولكن اشترى المستقرض من المقرض بعد القرض متاعاً بثمن غال، فعلى قول الكرخي لا بأس به، وقال: الخصاف ما أحب له ذلك۔ وذكر الحلواني أنه حرام، لأنه يقول لو لم أكن اشتريته منه طالبني بالقرض في الحال. ومحمد لم ير بذلك بأساً، وقال خواهر زاده ما نقل عن السلف محمول على ما إذا كانت المنفعة مشروطة وذلك مكروه بلا خلاف، وما ذكره محمد محمول على ما إذا كانت غير مشروطة وذلك غير مكروه بلا خلاف، هذا إذا تقدم الإقراض على البيع، فإن تقدم البيع بأن باع المطلوب منه المعاملة من الطالب ثوباً قيمته عشرون ديناراً بأربعين ديناراً ذكر الخصافِ انه جائز وهذا مذهب محمد بن سلمة إمام بلخ، وكثير من مشايخ بلخ كانوا يكرهونه ويقولون إنه قرض جر منفعة، إذ لولاه لم يتحمل المستقرض غلاء الثمن. ومن المشايخ من قال يكره لو كانا في

---

(۱) [الدر المختار كتاب البيوع: فصل في الوقف، ۷/۳۰۰]

مجلس واحد وإلا فلا بأس به، لأن المجلس الواحد يجمع الكلمات المتفرقة فكأنهما وجدا معا فكانت المنفعة مشروطة في القرض۔ وكان شمس الأئمة الحلواني يفتي بقول الخصاف وابن سلمة ويقول هذا ليس بقرض جر منفعة بل هذا بيع جر منفعة وهي القرض اه ملخصاً."(۱)

یعنی کراہت کے ساتھ بیع صحیح ہے، یہ حکم قرض کے بعد خریداری کی صورت میں ہے، جیسا کہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر نفع قرض میں مشروط نہ ہو، لیکن قرض دار قرض خواہ سے قرض کے بعد گراں قیمت پر کوئی سامان خریدے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ یہ امام کرخی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک ہے۔ امام خصاف فرماتے ہیں: مجھے یہ بیع پسند نہیں۔ امام حلوانی کے نزدیک حرام ہے۔ وہ فرماتے ہیں: اگر میں اس سے اس چیز کو نہ خریدوں تو وہ فوراً قرض کا مطالبہ کردے گا، امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے۔ خواہر زادہ فرماتے ہیں: جو اسلاف کرام سے منقول ہے یہ بیع محمول ہے اس صورت پر جب کہ قرض نفع سے مشروط ہو، تو یہ بیع بلا اختلاف مکروہ ہوگی۔ اور وہ جو امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا محمول ہے اس صورت پر جب کہ قرض غیر مشروط ہو، تو یہ بیع بلا اختلاف مکروہ نہ ہوگی، مذکورہ احکام اس تقدیر پر ہیں جب کہ قرض بیع پر مقدم ہو، لیکن اگر بیع مقدم ہو اس طرح کہ مطلوب منہ (جس سے عقد معاملہ کا مطالبہ کیا گیا) طالب سے ایک تھان جس کی قیمت بیس دینار ہے چالیس دینار میں فروخت کرے۔

امام خصاف فرماتے ہیں: یہ بیع جائز ہے، یہی مذہب محمد بن سلمہ امام بلخ کا ہے، اور کثیر مشائخ بلخ اس بیع کو مکروہ قرار دیتے ہیں، اور کہتے ہیں: یہ ایسا قرض ہے جو حصول منفعت کا سبب ہے، اگر ایسا نہ ہوتا تو قرض دار کو کوئی ثمن کی گرانی نہ جھیلنا پڑتی، بعض مشائخ فرماتے ہیں: یہ بیع مکروہ ہے جب کہ متعاقدین ایک مجلس میں ہوں ورنہ کوئی حرج نہیں، کیوں کہ مجلس واحد کلمات متفرقہ کو جامع ہے، گویا کہ دونوں ایک ساتھ موجود ہوئے، تو اب منفعت قرض میں مشروط ہوئی، شمس الائمہ حلوانی، امام خصاف اور ابن سلمہ کے قول پر فتویٰ دیتے ہیں، اور فرماتے ہیں: یہ وہ قرض نہیں جس نے نفع کمایا، بلکہ یہ بیع ہے جس نے نفع کمایا اور وہ قرض ہے۔ اھ ملخصا۔ (مترجم)

جب یہاں صورت مستفسرہ میں قرض کا سابقاً نہ لاحقاً کہیں قدم درمیان میں نہیں تو اس کے بلا خلاف جائز بے کراہت ہونے میں کیا کلام۔ اور وہ مضطر بھی نہیں کہ مضطر ہوتا تو اوسطاً بیع وشراء فاسد ٹھہرتا

(۱) [ردالمحتار، کتاب البیوع: ۲/ ۳۰۰]

جب کہ یقین ہوتا۔

ردالمحتار میں ہے:

”قوله : بيع المضطر وشراؤه فاسد ، هو أن يضطر الرجل إلىٰ طعام أو شراب أو لباس أو غيرها ولا يبيعها البائع إلا بأكثر من ثمنها بكثير وكذلك في الشراء منه كذا في "المنح" اه ح. وكذا في الشراء منه مثال لبيع المضطر أي بأن اضطر إلىٰ بيع شيء من ماله ولم يرض المشتري إلا بشرائه بدون ثمن المثل بغبن فاحش، ومثاله مالو ألزمه القاضي بيع ماله لا يفاء دينه أو ألزم الذمي بيع مصحف أو عبد مسلم ونحو ذلك لكن سيذكر المصنف في الإكراه لو صادره السلطان أمره بالبيع مع أنه بدون أمر مضطر إلى البيع حيث لا يمكنه غيره، وقد يجاب بأنه هذا ليس فيه أنه باع بغبن فاحش عن ثمن المثل، نعم العبارة مطلقة فيمكن تقييدها بأنه إنما يصح لو باع بثمن المثل أو غبن يسير توفيقاً بين العبارتين فتأمل. والله تعالىٰ أعلم.“(١)

(مضطر کی خرید وفروخت فاسد ہے) کوئی شخص طعام، مشروب یا لباس وغیرہ کے لیے مضطر ہو جائے اور بائع اصل ثمن سے زیادہ پر ہی فروخت کرتا ہو، یہی حکم مضطر سے خریدنے کا ہے۔ ایسا ہی منح میں ہے۔ مضطر کی طرف سے بیع کی مثال یہ ہے کہ وہ اپنے مال کا کوئی حصہ فروخت کرنے پر مجبور ہو جائے، اور مشتری ثمن مثل کے علاوہ غبن فاحش سے ہی خریدنے پر راضی ہو۔ اور مضطر کی مثال: جب قاضی اسے اپنا مال فروخت کرنا لازم قرار دے ادائیگی قرض کی وجہ سے، یا ذمی پر قرآن عظیم یا مسلم غلام فروخت کرنے پر ضروری قرار دے، لیکن مصنف عنقریب کتاب الاکراہ میں ذکر کریں گے، اگر حاکم اس سے مطالبہ کرے۔ اس شخص کو اپنا مال فروخت کرنے کا حکم دے حالاں کہ وہ امر (حکم) کے بغیر ہی فروخت کرنے کے لیے مجبور ہے، اس کے علاوہ کچھ کرنا اس کے لیے ممکن نہیں۔

جواب یہ دیا جاتا ہے کہ اس میں اس بات کا ذکر نہیں ہے کہ وہ ثمن مثل سے غبن فاحش کے ساتھ فروخت کرے، ہاں عبارت مطلق ہے تو اسے مقید کیا جا سکتا ہے اس طرح کہ یہ بیع صحیح ہوگی، اگر ثمن مثل سے یا غبن یسیر کے بدلے (معمولی سے غبن کے ساتھ) فروخت کرے۔ تو اب دونوں عبارتوں میں توفیق تطبیق ہو جائے گی۔ غور کرو۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔ (مترجم)

---

(١) [ردالمحتار، كتاب البيوع، مطلب في البيع الفاسد: ١٨١/٧]

(۲) اس کا جواب بھی اوپر کے جواب سے ظاہر کہ مشتری غیر مضطر ہے اور بائع کا مقروض نہیں تو بے دغدغہ جائز ہے، اور اگر مضطر ہے تو مضطر کا بیع وشرا فاسد۔ کما في الدر المختار وحاشیتہ رد المحتار للعلامة السید الشامي قدس سره السامي. واللہ تعالیٰ أعلم۔

(۲) منفعت

بینک اور ڈاک خانہ کا نفع سود نہیں، اس کا لینا جائز ہے

(۴) **مسئلہ:**

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

ایک شخص کے پاس تیس روپیہ ہیں۔ کچھ ان میں سے ڈاک خانہ سرکاری میں بغرض........سود جمع کر دیئے ہیں، اور خود ایک آنہ روپیہ کا سود ہندو اور مسلمان سب سے لیتا ہے، اور نوٹ لیتا ہے اور روپیہ دیتا ہے، اور کبھی نوٹ دیتا ہے اور روپیہ لیتا ہے، اور یہ سند لاتا ہے کہ جناب مولوی احمد رضا خاں صاحب نے جائز رکھا ہے۔ اگر جائز ہے تو فرمان باری تعالیٰ کا کیا مطلب ہے اور کیا معنی ہیں:

قولہ تعالیٰ: ﴿أَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا﴾ (۱) اللہ نے حلال کیا بیع کو اور حرام کیا سود۔

لہذا اس مسئلہ کو جلد از جلد حل کر کے جواب سے مشرف فرمائیے، تمام لوگ اس میں مقلد ہیں، آپ عند اللہ ماجور ہوں گے اور ایسے شخص سے اہل محلہ وبستی کو کیا کرنا چاہیے۔ اور تین نقشے آداب مسجد روانہ فرمائیے اور اس کے اندر ایک ٹکٹ رکھ دیا گیا۔ مکرر یہ کہ دار الحرب میں سود کس سے لینا جائز ہے، ہندو ومسلمان دونوں سے؟ دنیا میں دار الحرب کون کون جگہ ہے، اس کی بھی تشریح فرما دیجیے۔ پتہ یہ ہے۔

شہر پیلی بھیت محلہ شیر محمد متصل مارکیٹ مولوی عبد الرب صاحب۔

الجواب

سود بنص قطعی قرآنی حرام ہے۔

قال تعالیٰ: ﴿حَرَّمَ الرِّبٰوا﴾ (۲) اللہ تعالیٰ نے حرام کیا سود۔

---

(۱) [سورة البقرة:۲۷۵]

(۲) [سورة البقرة:۲۷۵]

کسی سے حلال نہیں اور کہیں حلال نہیں، نہ مسلم سے نہ کافر سے، نہ دارالاسلام میں نہ دارالحرب میں، جو سود نہیں وہ کسی سے حرام نہیں کہیں حرام نہیں۔ خنزیر دارالاسلام میں ہی حرام نہیں کہ دارالحرب میں جاکر اس کا کھانا جائز ہو، دارالاسلام میں آکر حرام ہو جائے۔ یوں ہی بکری جب حلال ہے تو اس کا گوشت اگر سوئر کا بچہ سمجھ کر کھائے، تو حرام گوشت نہ کھائے گا حلال ہی کھائے گا۔ ہاں حرام سمجھ کر کھائے گا گناہ ہوگا۔ یہ بات اور ہے۔ گورنمنٹ سے جو روپیہ زائد ملتا ہے سود نہیں کہ سود ہونے کے لیے مال معصوم ہونا ضروری ہے۔

"ومال الحربي ليس بمعصوم."

اور مالِ حربی معصوم نہیں، جب گورنمنٹ ایک رقم اپنی رضا سے خود زائد دیتی ہے اس کے لینے میں کوئی حرج نہیں، کہ وہ سود نہیں مگر سود سمجھ کر لینا ضرور گناہ ہوگا، اس سمجھنے سے وہ سود نہ ہو جائے گا جو زائد مال اخذ کیا مال حلال ہے، مگر حرام سمجھ کر لیا اس کا گناہ ہوا، اگر اسے سود جانتا ہے اور لیتا ہے تو گنہگار ہے۔

زکاۃ نہیں دیتا سخت شدید گناہ کا مرتکب، فرض کا تارک مستحق عذاب شدید مدید ہے۔ والعیاذ باللّٰہ تعالیٰ۔ اس پر فرض ہے کہ توبہ کرے اور حساب کر کے جس قدر زکاۃ کا روپیہ اب تک اس پر دینا فرض ہو چکا ہے سب دے، اور اگر اس وقت سب ادا کرنے پر قدرت نہ رکھتا ہو تو جتنا ادا کر سکے کرے باقی پھر حسب مقدرت ادا کرتا رہے، اور جو واجب ہوتا جائے اسے بھی۔ زکاۃ نہ دینے والوں کے متعلق قرآن کا ارشاد ہے:

﴿وَالَّذِيۡنَ يَكۡنِزُوۡنَ الذَّهَبَ وَالۡفِضَّةَ وَلَا يُنۡفِقُوۡنَهَا فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ فَبَشِّرۡهُمۡ بِعَذَابٍ اَلِيۡمٍ. يَّوۡمَ يُحۡمٰى عَلَيۡهَا فِىۡ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكۡوٰى بِهَا جِبَاهُهُمۡ وَجُنُوۡبُهُمۡ وَظُهُوۡرُهُمۡ هٰذَا مَا كَنَزۡتُمۡ لِاَنۡفُسِكُمۡ فَذُوۡقُوۡا مَا كُنۡتُمۡ تَكۡنِزُوۡنَ﴾(۱)

وہ کہ جوڑ کر رکھتے ہیں سونا اور چاندی اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انھیں خوش خبری سناؤ دردناک عذاب کی، جس دن وہ تپایا جائے گا جہنم کی آگ میں پھر اس سے داغیں گے ان کی پیشانیاں اور کروٹیں اور پیٹھیں، یہ ہے وہ جو تم نے جوڑ کر رکھا تھا اب چکھو مزہ اس جوڑنے کا۔

جلالین میں ہے: "أي لا يؤدون منها من الزكاة والخير"(۲)

---

(۱) [سورة التوبة:۳۴]

(۲) [تفسير الجلالين : ۱/۲۴۵۔ سورة التوبة: ۳۴][فتاویٰ عزیزی : ۱/۴۳]

یعنی نہ وہ اس مال سے زکاۃ نکالتے ہیں اور نہ خیر کے کاموں میں خرچ کرتے ہیں۔ (مترجم)

واللہ تعالیٰ اعلم۔

قرض دے کر اس پر نفع لینا نرا سود ہے۔

قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ((کل قرض جر منفعة فهو ربا.))(۱)

ہر وہ قرض جو نفع کمائے، سود ہے۔ (مترجم)

چاہے نوٹ دے کر روپیہ، یا روپیہ دے کر نوٹ۔ وہ اس کے جواز کا اعلیٰ حضرت قدس سرہ پر افترا کرتا ہے۔ ہرگز انہوں نے اس کے جواز کا فتویٰ نہ دیا، ان کے فتاویٰ میں ایک دو نہیں بہت فتوے ایسے ملیں گے جس میں یہی فرمایا: کہ قرض پر نفع لینا حرام اور سود ہے، دس کا نوٹ بارہ یا کم وبیش کو بیچنا اسے حلال بتایا ہے۔

حدیث میں ہے: ((إذا اختلف الجنسان فبيعوا كيف شئتم))(۲)

جب جنس تبدیل ہو جائے تو جس طرح چاہو فروخت کرو۔ (مترجم)

نیز صاحب فتح القدیر رحمہ اللہ کے ارشاد سے اس کا ثبوت پیش فرمایا ہے کہ انہوں نے تصریح کی کہ: "لو باع قطعة كاغذة بألف جاز. أو كما قال."(۳)

کاغذ کا ایک ٹکڑا ایک ہزار کے بدلے فروخت کیا جائز ہے۔ أو کما قال (مترجم)

تو بیع کو حلال فرمایا ہے نہ کہ سود کو، جیسے حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب قدس سرہ نے ہنڈوی میں ربا سے بچنے کو جو حیلۂ جواز بتایا اس میں بتایا کہ "دو کم صد روپیہ بسا ہو کار بدہد و دو روپیہ را فلوس بکنا ند در عوض دوازدہ روپیہ فروخت نماید کہ بسبب غیر جنس بودن فلوس دو روپیہ حلال می شود الخ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ سود کسی سے لینا جائز نہیں۔ حربی کافر سے وہ معاملہ جو درمیان مسلم ومسلم یا مسلم وکافر ذمی سود ہوتا حربی سے سود نہیں۔

قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ((لا ربا بين المسلم والحربي في دار الحرب.))(۴)

دار الحرب میں مسلم وحربی کے درمیان سود نہیں۔ (مترجم)

---

(۱) [كنز العمال، كتاب الدين والسلم، حديث: ۱۵۵۱۲]

(۲) [هدايه آخرين، باب الربا: ۶۷/۳]

(۳) [فتح القدير، باب الكفالة: ۴۱۵/۵]

(۴) [نصب الراية لأحاديث الهداية: ۴۴/۴]

اور اس کی علت وہی عدم عصمت۔ دار الحرب وہ جگہ جہاں کبھی مسلمانوں کا تسلط نہ ہوا یا پناہ بخدا تسلط ہو پھر جاتا رہا اور وہاں بغلبۂ کفار شعار اسلام قطعاً مسدود ہو گئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

جو سود نہیں وہ کسی کے کہنے یا لکھنے سے سود نہیں ہو سکتا

مسئلہ: (۵)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

بخدمت شریف منبع فضل وکرم، مشعل انوار ہدایت، غواص دریائے معانی، جامع شریعت وطریقت، حضرت مولانا دام ظلکم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، مزاج شریف

بہت مدت کے بعد حضور کا خط آیا ہے۔ الحمد للہ! جواب سے تسکین ہوئی۔ یہ مسئلہ آج تک میری سمجھ میں نہ آتا تھا حضور نے پورے طور پر واضح کر دیا بتلا دیا۔ اس مسئلہ کے متعلق ایک ضروری بات دریافت طلب اور پیدا ہوگئی ہے، وہ یہ ہے کہ ہندو دلال ہم سے سودی روپیہ مانگتے ہیں، روپیہ یا ڈیڑھ روپیہ سیکڑہ پر، اور ہم ان سے کہتے ہیں کہ ہم تم کو سو روپیہ یا دو سو روپیہ ایک روپیہ یا ڈیڑھ روپیہ فیصدی منافع پر دیتے ہیں کیوں کہ اعلیٰ حضرت کے خط میں لکھا ہوا تھا ''پھر بھی جس طرح برے کام سے بچنا ضروری ہے برے نام سے بھی بچنا مناسب ہے الخ'' مگر جب وکیلوں سے دریافت کیا جاتا ہے تو وہ کہتے جب تک کاغذ میں لفظ سود ایک روپیہ یا دو روپیہ سیکڑہ نہ لکھا جائے گا تب تک یہ کاغذ لکھا ہوا جائز نہ ہوگا اور اس کی مدیون پر ڈگری مع سود نہیں کرا سکتے ہو، ہاں خالی روپیہ کی ڈگری ہوگی کیوں کہ نقد روپیہ یا نوٹ پر سرکار منافع نہیں دیتی اور سود دیتی ہے منافع وغیرہ کچھ نہیں ملے گا۔ اگر ہندوؤں سے کاغذ میں لفظ سود لکھاؤ گے تو سود بمع خرچہ وخرچہ وصول کر سکتے ہو، ورنہ نہیں، عالی جاہا اس پر کیا کیا جائے ہم تو دل میں اسی لفظ سود کو برا سمجھتے ہیں اور ہندو بھی کہتے ہیں کہ ہم پیچھے اسی طرح سے کاغذ لکھ کر دیتے آئے ہیں، اگر وہ اپنی غرض کی خاطر وہی ہمارا کہا منظور کریں، تو وہ کاغذ کورٹ میں منظور نہیں ہوتا۔ امید ہے کہ حضور اس لفظ کی بابت بھی شرح کر دیں گے۔

دوسرے سوال کے جواب میں پچاس روپیہ کی بیع بعوض ترونجہ روپیہ کے کریانہ کے جس میں تانبے سفید کی اکنیاں دونیاں چونیاں یا پیسے سرخ تانبہ کے پانچ چھ ماہ کی میعاد پر کسی مسلمان یا ہندو سے جائز ہے یا نہ، اور اس سے روزانہ آنہ آنہ یا جو یومیہ مقرر کر کے لے سکتا ہے اس کا جواب حضور نے یہ لکھا تھا نہ معلوم کہ حضور کو ایک لفظ پر غلطی ہوگئی یا وہ درست ہے اس لفظ پر نشان چرکھڑی کا ہے جواب یہ ہے جائز

ہے:

قال النبي صلی اللہ تعالیٰ علیه و سلم:((إذا اختلف الجنسان فبیعوا کیف شئتم.))(۱)

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب جنس تبدیل ہو تو جس طرح چاہو فروخت کرو۔(مترجم)

فتاویٰ عزیزیہ میں حضرت علامہ شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی فرماتے ہیں: ''دو روپیہ را فلوس بکناند در عوض دوازدہ روپیہ فروخت نماید بسبب غیر جنس بودن فلوس حلال می شود'' قرض بیچنا، اس کی کوئی میعاد مقرر کرانا، اسقاط پر ثمن لینا، سب حلال ہے، اسے سود کردینے میں کوئی دخل نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ یہ لفظ اسقاط ہے تو میعاد مقرر نا جائز ہوگی اور اگر کچھ اور ہے تو اس کی تشریح کردی جاے۔

سوال (۳) نوٹ کا منافع پر قرض بیچنا اور اس کے عوض روپیہ لینا چاہیے یا کریانہ اور اس کو ایک میعاد معین تک بیچ سکتا ہے یا نہ، اور اس سے روزانہ روپیہ یا دو روپیہ جو اس سے مقرر کرلے لے سکتا ہے یا نہ، اور اگر سو روپیہ کا نوٹ دس روپیہ منافع پر قرض دس ماہ کی مدت پر بیچے اور دس روپیہ کا نوٹ اسی وقت دس نوٹوں میں سے رکھ لے اور نو نوٹ لے جا تیری طرف سو روپیہ ہوا، اور مجھ کو اقساط پر ماہ بماہ دس روپیہ دیئے جا، اور اس نے بعد گزرنے کل میعاد کے وہی نوٹ دیئے۔ یا پانچ نوٹ دیئے اور پچاس روپیہ دیئے یہ بیع درست ہوگی یا نہ، اور کیا یہ بیع قرض پر کسی مسلمان سے بھی کرسکتا ہے یا نہ۔ پہلے جو خط حضور کی طرف لکھا تھا اس کے جواب کے دیر ہونے پر میں نے ایک خط مولوی انور شاہ صاحب کو لکھا تھا، اس خط کے جواب کے دس پندرہ یوم کے بعد وہ فوت ہوگئے تھے، اور ایک خط مدرسہ امینیہ دہلی بھی لکھا تھا، دونوں کا جواب حضور کو بمع سوال لکھتا ہوں۔ وہی سوال جو اعلیٰ حضرت کو کسی نے لکھا تھا جس کا جواب حضور نے مجھ کو لکھا ہے، میں نے ذرا لفظ الٹ کران صاحبوں کو لکھے تھے۔ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ خدا تعالیٰ ان کو جنت میں درجۂ مقربین کا عطا فرمائے، لفظ سود سے بچنے کی کوشش فرماتے ہیں، اور جو ان صاحبوں نے لکھا ملاحظہ ہو۔ جو سوال میں نے مولوی انور شاہ صاحب کو لکھا:

سوال (۱)۔ کیا پچاس روپیہ کی بیع بعوض ترونجہ روپیہ کے کریانہ کے جس میں تانبے سفید کی چونیاں دونیاں اکنیاں اور پیسے سوائے چاندی کے کریانہ کے ہوں ایک مدت معین تک کسی مسلمان یا ہندو

---

(۱) [الهدایه ، الجزء ان الأخیران، باب الربا:۳/۶۷]

سے جائز ہے۔

سوال (۲)۔ جب سود مطلقاً حرام ہے تو اس ملک میں بینک میں روپیہ رکھے ہوئے پر یا کسی ہندو ساہوکار کو روپیہ دیئے ہوئے پر منافع لینا کیسا ہے جب کہ منافع کی بھی ایک رقم کثیر ہو۔ جو جواب اس کا مولوی انور شاہ صاحب نے بھیجا تھا ملاحظہ ہو:

جواب سوال (۱):۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ پہلا خط مجھے نہیں ملا دوسرے کا جواب اپنے لفظوں میں دوسرے قلم سے لکھواتا ہوں، اگر یک جنس کا دوسری جنس سے معاوضہ ہے تو وہ سود نہیں، ہم جنس ہونا سود میں شرط ہے۔ چاندی سونے اور اکنیوں کا کریانہ کے ساتھ معاوضۃ جائز ہے کمی بیشی کا لحاظ نہیں جب ہم جنس نہ ہوں۔

جواب سوال (۲) جس ملک میں عمل داری مسلمانوں کی نہ ہو، اور فیصلہ مقدمات کا شریعت پر نہ ہو اس ملک کو حنفی مذہب میں دارالحرب کہتے ہیں۔ اور یہ دارالحرب قانون شریعت سے امام ابوحنیفہ کے نزدیک خارج ہے۔ دارالحرب میں مسلم اگر غیر مسلم سے سود لے تو حنفی مذہب میں جائز ہے۔ امام احمد سے بھی ایک روایت جواز کی آئی ہے، اور ائمہ ناجائز کہتے ہیں، منشا اختلاف یہ ہے اور ائمہ یہ فرماتے ہیں کہ: عام قانون قرآنی مسلمانوں پر ہر جگہ حاوی ہے۔ اور امام بوحنیفہ فرماتے ہیں: جب اسلامی حکومت نہیں ہے تو قانون چلا نہیں سکتے ان کے نزدیک دارالحرب ایسا ہے کہ جیسے سلطنت کے باہر خودمختار کوئی علاقہ ہو، اس بحث کا فیصلہ ہم جیسوں کے بس میں نہیں۔

لوگوں سے کہتے ہیں کہ بینک میں سے سود لے لو اور غریبوں پر صدقہ کر دو تا کہ پادریوں کے مشن میں خرچ نہ ہو۔ والسلام: احقر محمد انور شاہ کشمیری عفا اللہ عنہ

دہلی میں جو سوال بھیجے تھے انہیں اوپر کے دو سوالوں میں ایک میں مدت معین کی جگہ پانچ چھ ماہ کی مدت معین تھی اور دوسرے کی عبارت یہ تھی کہ: سود مطلقاً حرام ہے تو اس ملک میں بینک میں رکھے ہوئے پر یا کسی حربی کافر کو روپیہ دیئے ہوئے پر منافع لینا کیسا ہے جب کہ منافع کی ایک رقم کثیر ہے اور بینک نصاریٰ میں کوئی مسلمان حصہ دار ہے تو ان کا کیا حکم ہے۔

جواب سوال (۱) از دہلی، فلوس اور گلٹ کی اکنیاں اور دونیاں وغیرہ اگر روپیوں کے معاوضہ میں خریدی جائیں تو کمی وبیشی سود میں داخل نہیں۔ پانچ چھ ماہ کی مدت تو بہت ہے ایک گھنٹہ کا ادھار بھی کیا جائے گا تو یہ بیع ناجائز ہوگی، بشرطیکہ تقابض احدالجانبین کا موجود ہو جائے، اگر دونوں جانب سے تقابض نہ ہوگا تو معاملہ ناجائز ہوگا۔

ردالمحتار فتاویٰ شامی میں لکھا ہے:

”کما في البزازية : لو اشترى مائة فلس بدرهم يكفي التقابض ، ولو من أحد الجانبين قال :ومثله مالو باع فضة أو ذهباً بفلوس كما في البحر عن المحيط.“(۱)

جیسا کہ بزازیہ میں مذکور ہے: اگر سو پیسے ایک درہم کے عوض خریدے تو تقابض گرچہ احدالجانبین کا ہو، کافی ہے، فرمایا: اور یوں ہی اس صورت میں: چاندی یا سونا ”فلوس“ کے عوض فروخت کرے جیسا کہ بحر میں محیط سے منقول ہے۔(مترجم)

فقط واللہ اعلم حبیب المرسلین عفی عنہ نائب مفتیؔ مدرسہ امینیہ دہلی۔

جواب سوال (۲) ہند کے علاقہ میں سود کا لینا مطلق ناجائز ہے ہندو سے ہو خواہ مسلم سے ہو خواہ حربی سے ہو، مگر غیر مسلم کی بینک میں سود کی رقم چھوڑنی نہیں چاہیے بلکہ ان سے لے کر ایسے محتاجوں پر صرف کرنی چاہیے کہ جن کا ذریعہ بظاہر کچھ بھی نہ ہو، اور بظن غالب یہ بات ثابت ہو اگر یہ مال محتاج نہیں کھائیں گے تو ان کی جان تلف ہوگی۔ فقط واللہ اعلم حبیب المرسلین نائب مفتی مدرسہ امینیہ دہلی عفی عنہ۔

یہ صاحب سب سے کڑی شرطوں پر تلے ہیں اور حربی کافر تک نہیں مانتے، اور ساتھ ہی فرماتے ہیں کہ بینک میں سود کی رقم چھوڑنی نہیں چاہیے۔ شاید نام چن کر رکھا ہے اس لیے کہ مرسلون کے پیارے ہیں۔ اور پھر ایسے آدمی ڈھونڈھو جو مرنے والے ہوں بھوک کے باعث تاکہ یہ حرام مال انہیں دیں۔ ایسا حرام مال کون لے گا، ایسے مرنے والے اول تو تلاش سے ملیں گے نہیں، اور اگر ان کو کہا جائے کہ یہ مال حرام ہے تو وہ لیں گے نہیں، اور موت کو بھوک پر ترجیح دیں گے، بریں عقل و دانش بباید گریست فقط حاجی غلام محمد امرتسر دروازہ ہاتھی۔

از امرتسر ہاتھی دروازہ کٹرہ پرچہ مرسلہ حاجی غلام محمد عطا محمد صاحبان ۱۹ر شوال ۵۲ھ

الجواب

مکرمنا محترم زید کرمکم وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جواب بہت تاخیر سے بھیج رہا ہوں، تکلیف انتظار کی معافی کا خواستگار ہوں۔ دوسرا عنایت نامہ آیا ہے میں مکان میں موجود نہ تھا۔ ۱۵ر رمضان المبارک کو جب مکان واپس آیا تو ملا۔ وہ بھائی صاحب سے متعلق تھا انہیں بھیج دیا اور جواب کے لیے بتاکید کہلا بھیجا۔ غالباً اس نقش کی ترکیب انھوں نے

(۱) [رد المحتار على الدر المختار مطلب في استقراض الدراهم : ۱۸۰/۵]

لکھ بھیجی ہوگی۔کل انشاءاللہ تعالیٰ پھران سے دریافت کرلوں گا۔والسلام

سوال میں جولفظ قلم زد کردیئے ہیں ان سے رجوع فرمایئے اور آئندہ احتیاط رکھیے۔جب وہ معاملہ کافر حربی سے کیا گیا شرعاً سود نہیں۔تو اسے کافر یا کچہری کے کہے سے حقیقۃً سود نہیں ہوسکتا تو کاغذ میں اگر وہ کافر اسے سود لکھے کچہری اسے سود کہہ کر ڈگری دے اس سے وہ حلال حرام نہ ہوجائے گا، یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی بکری کا گوشت دے اور کہے لوسور کھالوتو اگر چہ مسلمان جانتا ہے کہ وہ گوشت بکری کا ہے اور حلال طیب ہے مگر برا نام لے کر جو کہا گیا ہے اس نام سے کراہت کرتا ہے۔یوں ہی سود کا نام مکروہ ہے اور اس سے جہاں تک بچنے کی کوشش ہوسکے کی جائے۔اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے الفاظ شریفہ بھی یہی ہیں کہ برے نام سے بچنا مناسب۔مسلمان کا روپیہ اگر سوا اس کے نہیں ملتا ہے اور کافر کے پاس رہا جاتا ہے تو یہ اس نام کی کراہت سے کہیں زیادہ اشد ہے،لہذا وہ اپنا مطالبہ کافر سے وصول کرلے اور اس نام کی کراہت کا لحاظ نہ کرے، یہاں تو کچھ ایسا ابتلا بھی نہیں، جہاں واقعی دو بلاؤں میں معاذ اللہ بتلا ہو رہا ہے۔رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وآلہ واصحابہ اجمعین کی شریعت نے اختیار اہون کا امر فرمایا ہے کہ:

"من ابتلی ببلیتین فلیختر أھونھما."(۱)

جو دو بلاؤں میں بتلا ہو رہا ہو،تو اھون کو اختیار کرے۔(مترجم)

رہا نیا معاملہ کرنا تو اگر موقع ایسا ہو کہ تہمت کا اندیشہ نہیں کہ عوام مسلمین کو اس معاملہ کی خبر ہی نہ ہوگی۔یا ہوگی مگر وہ مسئلہ سے واقف کردیئے گئے ہیں تو کچھ بھی حرج نہیں کہ برے نام سے انہی کی خاطر بچنا تھا کہ انہیں نفرت ہو۔اگر موضع موضع تہمت ونفرت ہو تو بچنا چاہیے۔

حدیث میں فرمایا: ((اتقوا مواقع التھم.))(۲)

تہمت کی جگہوں سے بچو۔(مترجم)

اور فرمایا: ((بشروا ولا تنفروا.))(۳)

بشارت دو اور وہ کام نہ کرو جس سے لوگوں کو نفرت پیدا ہو۔(مترجم)

حربی کا مال معصوم نہیں اور وہ مسلمان کے ہاتھ جس طرح بھی آئے مال مباح ہی ہے۔

---

(۱) [الأشباہ والنظائر:۹۸]

(۲) [اتحاف السادۃ المتقین:۲۸۳/۷]

(۳) [کنز العمال:۷ کتاب الشمائل ،حدیث:۱۸۱۲۳]

ہدایہ میں فرمایا: "فبأي طريق أخذه المسلم أخذ مالاً مباحاً."(۱)
کافر حربی کا مال، مسلمان کے ہاتھ جس طرح بھی آئے، مباح ہی ہے۔(مترجم)
مگراس کا لحاظ کرنا چاہیے کہ اپنی جان کی ہلاکت اپنی عزت کی ہتک نہ ہو۔
قال تعالیٰ: ﴿وَلَا تُلْقُوْا بِأَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ﴾(۲)
اور اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو۔(مترجم)
عزت وآبرو گنوا کر کچھ مال حاصل کرنا عاقل کا کام نہیں۔ اگر کوئی یوں بھی حاصل کرے گا تو وہ مال مباح ہوگا، حرام نہ ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) وہ لفظ اسقاط نہیں اقساط ہے، سبق قلم کاتب سے اسقاط لکھا گیا۔ تصحیح کے وقت اس پر مصحح نے چوپارہ اس لیے بنا دیا تھا کہ اسے چھیل کر اقساط بنا دے گا مگر پھر خیال نہ رہا۔ چوپارہ برائے یادداشت بنایا گیا تھا، جیسے فتاویٰ شاہ عبدالعزیز صاحب میں:

"يجب إكفار الروافض في قولهم يرجع الأموات."(۳)

کی بجائے سبق قلم کاتب سے "يجب إفكار الروافض الخ." واقع ہوا۔ ثمن قسطوں پر لے اسے سود کرنے میں کوئی دخل نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) کا جواب اوپر کے جواب سے واضح ہے کہ لفظ اسقاط غلط لکھا گیا ہے صحیح اقساط ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴) نوٹ کا قرض بیچنا اور جو ثمن ٹھہرا روپیہ خواہ کریا نہ لینا ایک ساتھ یا اقساط سب حلال ہے۔

(۵) یہ بھی جائز ہے کچھ حرج نہیں۔ نوٹ کم یا زیادہ کو شرعاً مسلمان کے ہاتھ بھی نقد یا قرض ہر طرح بیچ سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۶) وہابیوں سے مسائل پوچھنا حرام ہے۔ پہلے نے حنفی مذہب میں بعض جگہ سود کی حلت بتائی۔ والعیاذ باللہ ۔لا الہ إلا اللہ محمد رسول اللہ۔ جل جلالہ. وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم.
سود حرام قطعی جو ہرگز کہیں مسلمان کے نزدیک حلال نہیں، جسے اللہ عزوجل نے مطلقاً حرام فرمایا

---

(۱) [الهدايه ،الجزء ان الأخيران، كتاب الربا:۳/۷۰]

(۲) [سورة البقرة:۱۹۵]

(۳) [الفتاویٰ الهندية مطلب فی موجبات الكفر انواع: ۲/۲۶۴]

کہ ارشاد فرمایا:

﴿حَرَّمَ الرِّبٰوا﴾ (۱)　　اللہ تعالیٰ نے حرام کیا سود۔

کون کہیں حلال کہہ سکتا ہے؟ حنفی مذہب پر یہ کھلا افترا ہے، سود کو حلال بتا کر اللہ کے حرام قطعی کو حلال کہہ کر کوئی مسلمان بھی رہ سکتا ہے؟ حنفی شافعی مالکی حنبلی تو بعد کو ہوگا۔ حنفی مذہب تو مذہب کوئی ایک شخص حنفی کہہ کر حنفی کیسا؟ مسلمان نہیں رہ سکتا۔ کیسا شدید افترا ہے جس سے مذہب مہذب حنفی ہی باطل ٹھہرا۔ پر لطف یہ کہ ہندوستان کو دارالحرب قرار دے کر مسلم کا غیر مسلم سے قرض پر نفع لینا (جسے سود کہا) عندالحنفیہ جائز بتا کر کہا جاتا ہے کہ لے لے اور اپنے صرف میں نہ لائے غربا کو دے دے۔ جب اس کا اخذ جائز ہے تو اپنے اوپر اس کا صرف کس نے حرام کر دیا، باوجود دعوائے حنفیت حنفیہ کے مسلک سے الگ جا رہے ہیں کہ ''حنفیہ تو حلال کہتے ہیں اور ائمہ حرام کہتے ہیں، چونکہ اس بحث کا فیصلہ ہم جیسوں کے بس میں نہیں لہذا من وجہٍ حلال اور من وجہٍ حرام'' کی راہ پہ چلتے ہیں، اسے سود مان کر اس کا اخذ جائز ٹھہراتے ہیں۔ **والعیاذ باللہ۔**

جب وہ سود ہے تو اس کا اخذ کیسے جائز مانا؟ شراب اپنے پینے کے لیے نہ لے دوسروں کے پلانے کے لیے لے تو ان کے نزدیک جائز مگر جب کہ مفت ملے کوئی کافر کسی مسلمان کو شراب دے تو ان کے نزدیک اس کو چھوڑنا نہیں چاہیے، لے لے خود نہ پیے ان غریب مسلمانوں کو پلا دے جو کافروں کی بھٹی سے خرید کر پیتے ہیں، اور اپنا پیسہ کافروں کے حوالہ کرتے ہیں، یا اں یوں کہیے کہ ایسی بھٹی سے خریدتے ہوں جس کا روپیہ کسی مشن کے لیے ہو یا مشن ہی کی تجارتی دوکان شراب سے۔ **ولا حول ولا قوۃ إلا باللہ العلی العظیم۔**

دوسرے نے پہلے سوال کا جواب بھی غلط دیا کہ ایک گھنٹہ کا ادھار بھی کیا جائے گا تو بیع ناجائز ہوگی، اسے بیع صرف سمجھا، حالانکہ یہ بیع بیع صرف نہیں۔ تماشا یہ کہ اپنی مخالف عبارت اپنے موافق سمجھ کر نقل کر ڈالی اور اپنے منہ ہی اپنے خلاف بولا کہ بشرطیکہ تقابض احدالجانبین کا موجود ہو جائے۔ سمجھ کا یہ حال، مگر فتویٰ لکھنا ضرور۔ **ولا حول ولا قوۃ إلا باللہ العلی العظیم۔**

دوسرے کا جواب بھی محض بے ہودہ ہے اور اس پر بھی وہی مواخذات ہیں جو پہلے شخص کے جواب پر بلکہ اس سے زائد، آپ نے جو اس پر تنقید کی ہے وہ بھی صحیح ہے۔ ایسوں سے فتویٰ لینا حرام حرام حرام ہے خصوصاً ایسی حالت میں۔ **واللہ تعالیٰ اعلم۔**

---

(۱)　[سورۃ البقرۃ: ۲۷۵]

مسلمان اور کافر حربی کے درمیان قرض پر نفع سود نہیں

(٦) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

سناتنی یا آریہ دھرم والا اگر کسی مسلمان سے کچھ قرض لینا چاہے کچھ عرصہ کے لیے اور دس کے بارہ دینے پر آمادہ ہو تو مسلمان دس کے بارہ لے سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب

ہر کافر حربی سناتنی یا آریہ، جینی ہو یا رام مارگی، مجوسی ہو یا یہودی نصرانی کوئی ہو، اس سے وہ معاملہ جو درمیان دو مسلم یا مسلم وذمی سود ہوتا ہے سود نہیں کہ مال حربی معصوم نہیں۔ والربوا لا یجري إلا فیه۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اور سود صورت مذکورہ ہی میں جاری ہوگا۔ اللہ تعالیٰ زیادہ بہتر جانتا ہے۔ (مترجم)

(٧) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

روافض اور وہابی دیوبندی جن پر علمائے عرب وعجم نے ان کے اقوال کفریہ کی بنا پر کفر وارتداد کا فتوی دیا ہے، اگر کچھ قرضہ لینا چاہیں تو ان کو بھی کسی منافع پر قرضہ دے سکتا ہے یا نہیں اور یہ نفع لینا جائز ہوگا یا ناجائز؟

الجواب

مرتد سے کوئی معاملت جائز نہیں، مرتد کے لیے شرعاً نہیں مگر اسلام ورنہ سیف، اس کا نہیں اس کا وہ مال جو حالت اسلام کا ہے وہ اس کے مسلم ورثہ کا ہے اور زمانہ ردت کا مکسوب بیت مال کا ہے، فيء للمسلمین ہے۔ جس مرتد کے ورثہ مسلم ہوں اس میں یہ دیکھنا ہوگا کہ اس کے پاس زمانۂ اسلام کا مال ہے یا نہیں، اگر نہیں تو اس سے اگر اس حیلہ سے اخذ کیا جا سکے تو سود نہ ہونا چاہیے۔ اور اگر ہو تو احتراز چاہیے مگر جب کہ معلوم ہو کہ جو زیادہ ہے وہ زمانہ ردت کے کسب سے ہے۔

ملتقی الابحر ومجمع الانہر میں ہے:

"وکسب إسلامه لوارثه المسلم اتفاقاً، ولا یکون فیأ عندنا، وکسب ردته فیئ للمسلمین فیوضع في بیت المال عند الإمام.

انہیں میں ہے: یقضي دین ردته من کسبها."

مجمع الانہر میں ہے:"کسبه (أي : الإسلام)حق الورثة بخلاف کسبها.

اسی میں ہے: إن المرتد زالت عصمة نفسه بالردة فکذا عصمة ماله ؛ لأنها تابعة للنفس۔ هذا عندي والعلم بالحق عند ربي والله تعالیٰ أعلم."(۱)

وہ مال جو حالتِ اسلام کا ہے وہ بالاتفاق اس کے مسلم ورثہ کا ہے، ہمارے نزدیک مال غنیمت نہ ہوگا، اور وہ مال جو اس کے زمانۂ ردت کا ہے مسلمانوں کے لیے مالِ غنیمت ہے، بیت المال میں جمع کردیا جائے گا، یہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک ہے۔ زمانۂ ردت کا دین حالتِ ارتداد کے مکسوب سے ادا کیا جائے گا، حالتِ اسلام کا مکسوب ورثہ کا حق ہے، برخلاف حالتِ ردت کا مکسوب کہ ارتداد کی وجہ سے مرتد کی عصمت نفس زائل ہوجاتی ہے، اسی طرح عصمتِ مال بھی نہ رہے گی کہ یہ نفس کے تابع ہے، یہ میرے نزدیک ہے اور صحیح علم میرے پروردگار کے پاس ہے، اللہ بہتر جانتا ہے۔ (مترجم)

مسئلہ: (۸)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

پوسٹ آفس وغیرہ کافروں کے بینکوں میں اگر کوئی مسلمان روپیہ جمع کرے نفع لینے کے خیال سے یا حفاظت کے خیال سے اور ان سے جو زیادتی ملتی ہو وہ لینا جائز وحلال ہے یا نہیں؟

الجواب

وہ سود نہیں حلال وطیب ہے۔ ہدایہ وغیرہ میں فرمایا:

"فبأي طریق أخذه المسلم أخذ مالاً مباحاً .والله تعالیٰ أعلم۔"(۲)

کافر حربی کا مال مسلمان کے ہاتھ جس طرح بھی آئے مباح ہی ہے۔ (مترجم)

مسئلہ: (۹)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

زید کا یہ کہنا کہ مال معصوم میں جو زیادتی لی جائے وہ سود ہے اور مال معصوم مسلمان کا مال ہے صحیح ہے یا غلط، نیز مال مباح کی زیادتی کو سود نہیں بتاتا اور مال مباح کافروں کے مال کو کہتا ہے۔ آیا یہ کہنا بھی

---

(۱) [ملتقی الأبحر ومجمع الأنهر ، کتاب السیر والجهاد، باب المرتد:۲/۳۱۹]

(۲) [[الهدایه ،الجزء ان الأخیران، کتاب الربا:۳/۷۰]

اس کا صحیح ہے یا غلط؟

الجواب

ہر کافر کا مال مباح نہیں، ہر غیر مسلم کا مال غیر معصوم نہیں۔ کافر حربی کا مال غیر معصوم و مباح ہے ذمی کا نہیں وہ اور اس کا مال حکم مسلم و مال مسلم میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ہندوستان کی مسلم ریاستوں کے کفار ذمی وحربی دونوں طرح کے ہوسکتے ہیں

(۱۰) **مسئلہ:**

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

ہندوستان میں جتنے فرقے کافروں کے پائے جاتے ہیں وہ کافر حربی ہیں یا کچھ اور؟

الجواب

ہندوستان کی مسلم ریاستوں کے کفار جو شرعاً صحیح طور پر ذمی ہوں ذمی ہیں باقی سب حربی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ہندوستان کے کفار بلاشبہ حربی ہیں

(۱۱) **مسئلہ:**

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

ہادیٔ شریعت، پیشوائے طریقت، حامی دین وملت، ماحیٔ شرک وبدعت، حضرت مولانا مفتی مصطفیٰ رضا خان صاحب دام ظلکم بعد ہدیہ سلام مسنون

معروض اس مسئلہ کی سخت ضرورت ہے لہذا عرض ہے کہ جہاں تک ممکن ہو دوسرے مسئلوں پر مقدم کریں عین نوازش ہوگی۔

سیونگ بینک میں روپیہ رکھ کر زیادہ لینا کیسا ہے، یہ زیادتی سود ہے یا نہیں؟ روپیہ بینک میں رکھنا جائز ہے یا نہیں۔ روپیہ رکھنے والے یہ حیلہ کرتے ہیں کہ اگر میں سود نہ لوں تو وہ سود عیسائیوں کے گرجے میں جمع ہوتا ہے اور اس روپیہ سے اس کی تعلیم کا انتظام ہوتا ہے۔ یہ حیلہ صحیح ودرست ہے یا نہیں، ہندوستان کے کافر حربی ہیں یا کہ نہیں؟ جواب مفصل ومدلل عنایت فرمائیں تاکہ کسی قسم کا شک وشبہہ باقی نہ رہے۔ بینوا توجروا۔

از بدایوں مولوی محلہ مدرسہ قادریہ مرسلہ قاضی محمد امین الدین خیری ۲۸ر جمادی الآخرہ ۵۴ھ

الجواب

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، آپ کا خط کل دوپہر ملا، کل جمعہ تھا، میں نے چاہا تھا کہ بعد جمعہ فوراً جواب لکھ کر ڈاک کے وقت کے اندر ڈاک میں ڈال دوں مگر بعد جمعہ لوگ آے اور سلسلہ ڈاک کے وقت جانے کے بعد بھی دیر تک رہا۔ ادھر بمبئی کے آے ہوے استفتا کا جواب نقل کر رہا تھا شب کو اور پھر صبح کو اس کی نقل سے فرصت کر کے اب دوپہر کو آپ کا جواب لکھنے بیٹھا ہوں۔ آپ کے فرمانے سے اسے سب پر مقدم کر دیا یہاں تک کہ بمبئی کے جواب کا مقابلہ وتصحیح بھی موخر کر دی گئی۔

ہندوستان کے کفار ضرور حربی ہیں ان کے حربی ہونے میں کیا شک ہے۔ یہاں نہ سلطان اسلام رہا نہ اس کا عہد ذمہ، پھر یہاں کے کفار نے خود اپنے ہاتھوں طرح طرح اس عہد کو توڑا جو خود ہی ٹوٹ چکا تھا، قربانی گاؤ شعار اسلام پر کیا کچھ جھگڑے نہ اٹھاے۔ گاے کا ذبیحہ چاہنے والے مسلمانوں کو ظلم وستم کی کند چھری سے جب موقع پایا ذبح کیا۔ مٹی کا تیل ڈال کر جلایا پھونکا۔ دوسرے شعار اسلام مساجد پر بھی شور وشر، فتنہ وفساد برپا کیا، تیسرے شعار اعظم اذان پر جگہ جگہ جھگڑے بکھیڑے کیے۔ غرض طرح طرح مسلمانوں اور اسلام سے برسر پیکار ہوا کیے، طرح طرح ظاہر کر دیا کہ مسلمان جہاں سے آے ہیں وہاں چلے جائیں، انہیں ہندوستان میں رہنے کا کوئی حق نہیں، ہندوستان ہندوؤں کا ہے۔ نہ سلطان باقی، نہ عہد ذمہ واستیمان باقی، نہ کفار اپنے اس عہد پر قائم بلکہ ان کی اسلام دشمنی مسلمانوں سے گہری عداوت ہر ہر موقع پر ہر بد سے بد طریقہ پر ظاہر ہو چکی۔ اور وہ ہنوز مستامن وذمی؟۔ والعیاذ باللہ۔ ان کے حربی ہونے میں ہرگز کوئی شبہہ نہیں ہو سکتا، کسی عاقل کو ادنیٰ تامل کا موقع نہیں۔

مسلمان کو خنزیر خریدنا جائز نہیں بلکہ یہ بیع گناہ ہے

مسئلہ: (۱۲)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

زید نے ایک خاکروب کو کچھ روپیہ بابت خرید کرنے رس نیشکر قرض دیا جو کہ خاکروب ادا نہ کر سکا۔ زید نے اس پر سود لگالیا اور اس کل رقم کے عوض میں زید نے اس خاکروب سے خنزیر لے لیے اور ان کو دوسرے خاکروب کی سپردگی میں دے دیا اور زید نے اس خاکروب سے باہمی یہ تصفیہ کر لیا کہ خنزیر فروخت کر کے منافع نصف ہمارا تمہارا تقسیم ہو جاے گا۔

از شہر بریلی معرفت حاجی احمد بخش صاحب رضوی سوداگر بازار کلاں بریلی ۲۳ر جمادی الاولیٰ

۱۳۵۶ھ

الجواب

اگر اس شخص نے خاکروب کے خنزیر اپنے مطالبہ میں اس سے خرید لیے تو گناہ کیا اور وہ بیع ناجائز۔ اس پر توبہ لازم۔ اور اگر خریدے نہیں مستقرض کو اس نے اس پر راضی کرلیا کہ سوئر بکوا کر اپنے مطالبہ کا روپیہ لے لے، یا وہ سوئر خود لے گیا کہ انہیں بکوا کر اپنا روپیہ لے لے، اور اس نے دوسرے کافر کو بیچنے کو کہا، تو یہ صورت بھی شدید کراہت سے خالی نہیں۔ خاکروب سوئر خود بیچے یا دوسرے خاکروب کو وہ وکیل کردے، اور وہ بیچے، اور اس کا مطالبہ کردے، تو اس میں حرج نہیں۔ کافر حربی سے جو زیادہ ملے وہ سود نہیں اسے سود سمجھنا غلطی ہے۔ **هذا ما عندي و العلم بالحق عند ربي۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔**

یہ وہ ہے جو مجھ پر منکشف ہوا اور حق کا علم میرے پروردگار کے ہاں ہے۔ اللہ تعالیٰ زیادہ بہتر جانتا ہے۔ (مترجم)

ہندوستان دارالاسلام ہے

(۱۳) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

بخدمت شریف علامہ دوران مشعل انوار ہدایت، جامع شریعت وطریقت، غواص دریائے معانی، حضرت مولانا دام ظلکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، مزاج شریف۔ "**اعلام الأعلام بأن هندوستان دار الاسلام**" دیکھا جس میں ہندوستان دارالحرب نہیں دارالاسلام ہے۔ اس کے بعد میں نے ایک خط اعلیٰ حضرت کا قلمی مولوی سید احمد صاحب ناظم حزب الاحناف کے پاس دیکھا جس میں کسی صاحب نے سوال کیا ہے وہ سوال بمع جواب جو اعلیٰ حضرت کا لکھا ہوا ہے درج کرتا ہوں از راہ بندہ نوازی امید ہے کہ حضور میری تسکین خاطر فرمادیں گے، اگر جائز ہے تو ان بدمذہبوں حربی کافروں سے کیوں روپیہ منافع چھوڑا جائے، مگر جواب کچھ ایسا پیچیدہ ہے جو ہمارے جیسے طالب علموں کی سمجھ میں نہیں، آتا حضور ذرا وضاحت سے لکھیے گا۔

سوال یہ ہے: اس ملک میں اہل ہنود سے سود لینا جائز ہے یا نہیں، بعض کہتے ہیں کہ نصاریٰ سے بوجہ اہل کتاب ہونے بیاج لینا درست ہے۔

جواب۔ سود مطلقاً حرام ہے۔ قال اللہ تعالیٰ:

﴿حَرَّمَ الرِّبٰوا﴾(۱)

اور حرام کیا سود۔

ہاں جو مال غیر مسلم سے کہ نہ ذمی ہو نہ مستامن بغیر اپنی طرف سے کسی غدر و بدعہدی کے ملے اگرچہ عقود فاسدہ کے نام سے، اسے اسی نیت سے نہ نیت ربا وغیرہ محرمات سے لینا جائز ہے، اگرچہ وہ دینے والا کچھ کہے یا سمجھے کہ اس کے لیے اس کی نیت معتبر ہے نہ دوسرے کی۔

"لکل امرئٍ مانویٰ"(۲)

پھر بھی جس طرح برے کام سے بچنا ضروری ہے برے نام سے بھی بچنا مناسب ہے۔

"إياك وما يسوء الأذن."(۳)

ان تمام احکام میں مشرک و مجوس و کتابی سب برابر ہیں جب کہ نہ ذمی و مستامن ہو نہ غدر کیا جاوے، بلکہ یہی شرط کافی ہے کہ ان دونوں کو بھی حاوی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

دوسرا سوال۔ کیا پچاس روپیہ کی بیع بعوض ترونجہ روپیہ کے کریانہ کے جس میں تانبے سفید کی چونیاں دونیاں اکنیاں اور پیسے سرخ تانبے کے ہوں پانچ چھ ماہ کی میعاد پر کسی ہندو یا مسلمان سے جائز ہے اور اس سے روزانہ آٹھ آنہ یا جو یومیہ مقرر کر لے لے سکتا ہے یا نہیں؟

گزشتہ رمضان شریف میں میں نے تین چار خط مولانا حامد رضا خاں صاحب کی خدمت میں لکھے مگر جواب نہیں آیا، پھر مولوی عبد الحفیظ نے حضور کا پتہ دیا کہ خط ان کے نام سے لکھو وہ جواب دیں گے، بڑے صاحب گھر میں کم رہتے ہیں۔

مسئلہ:۔ از امرتسر بیرون دروازہ ہاتھی متصل شفاخانہ حیوانات حاجی غلام محمد ٹال والا۔

الجواب

بے شک اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا مسلک یہی ہے کہ ہندوستان دار الاسلام ہے۔ وھذا ھو الحق۔ اور بے شک سود مطلقاً حرام ہے، مسلم سے ہو، یا ذمی یا حربی، دنیا میں کسی سے، دار الاسلام میں ہو یا دار الحرب میں، کہیں ہو۔

---

(۱) [سورة البقرة:۲۷۵]

(۲) [صحيح البخاري، كتاب بدء الوحي، باب كيف كان بدء الوحي، حديث۱ :ج۱/۱۷]

(۳) [مجمع الزوائد، باب فيما يجتنب من الكلام:۸/۹۵]

قال تعالیٰ:

﴿أَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا﴾(۱)

اللہ نے حلال کیا بیع کو اور حرام کیا سود۔

جیسے بیع صحیح مطلقاً حلال ہے کہیں ہو۔ یوں ہی ربا مطلقاً حرام۔ ہندوستان اگر چہ دارالاسلام ہے مگر یہاں کے کفار سب حربی ہو گئے، تو یہاں کے ان حربی کفار سے وہ معاملہ جو درمیان مسلم و مسلم، یا مسلم وذمی سود ہوتا ہے سود نہیں، کہ کافر حربی کا مال معصوم نہیں اور ربا نہیں ہوتا مگر مال معصوم میں۔

"فبأي طريق أخذه المسلم أخذ مالاً مباحاً."(۲)

کافر حربی کا مال مسلمان کے ہاتھ جس طرح بھی آئے مباح ہی ہے۔ (مترجم)

نبی کریم۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ فرماتے ہیں:

"لا ربوا بين المسلم والحربي في دارالحرب."(۳)

دارالحرب میں مسلمان اور حربی کے درمیان سود نہیں۔ (مترجم)

دارالحرب کی قید احترازی نہیں وہ اس واقع کے لحاظ سے ہے کہ ایسی صورت اس وقت تھی ہی نہیں کہ دارالاسلام ہو اور کفار حربی۔ جو سود نہیں اسے کوئی سود سمجھے یا کہے تو اس کے سمجھنے یا کہنے سے وہ سود نہ ہو جائے گا، جیسے شربت کو کوئی شراب سمجھ کے شراب کہے، بکری کو سوئر سمجھ کر سور کہے تو اس کہنے اور ایسا سمجھنے سے وہ شراب و سوئر نہ ہو جائیں گے۔ ہاں ایسا سمجھ کر پھر انہیں کھانا پینا جائز نہ ہوگا اور اگر کھا پی لے گا تو گنہ گار ہوگا مگر اس پر شراب پینے اور سوئر کھانے کا الزام نہ ہوگا۔ کہ درحقیقت اس نے شربت پیا ہے، بکری کا گوشت کھایا ہے، گنہ گار وہ اپنی اس بدنیت کی وجہ سے ہوا ہے۔

"فانما الأعمال بالنيات."(۴)

یہ ہی وجہ ہے وہ جو اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے فرمایا کہ: جو مال غیر مسلم سے کہ نہ ذمی ہو نہ مستامن الخ مگر سائل نے سوال لفظ سود سے کیا تھا اس لیے پہلے یہ ارشاد فرمایا گیا کہ سود مطلقاً حرام ہے" کہ کہیں

---

(۱) [سورة البقرة:۲۷۵]

(۲) [هدايه آخرين، كتاب الوقف:۳/۷۰]

(۳) [نصب الراية لأحاديث الهداية:٤/٤٤]

(٤) [صحيح البخاري ، كتاب بدء الوحي،باب كيف كان بدء الوحي،حديث۱:۱/۱۷]

سائل جواس صورت کو سود سمجھ رہا ہے یہ نہ سمجھ لے کہ بعض صورت میں سود حلال ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔وھو تعالیٰ اعلم۔

(۲) جائز ہے۔قال النبي صلى الله تعالىٰ عليه و سلم:

((إذا اختلفت هذه الأصناف فبيعوا كيف شئتم.))(۱)

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب یہ اقسام تبدیل ہو جائیں، تو جس طرح چاہو فروخت کرو۔(مترجم)

فتاویٰ عزیزیہ میں ہے حضرت علامہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں:

"دوروپیہ را فلوس بکنانددرعوض دوازدہ روپیہ فروخت نماید کہ بسبب غیر جنس بودن فلوس حلال می شود"۔

قرض بیچنا کوئی میعاد مقرر کرانا اقساط پر ثمن لینا سب حلال ہے اسے سود کردینے میں کوئی دخل نہیں۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

کافر کا مال بے عذر وبدعہدی اس کی رضا سے اصل سے زائد ملے تو جائز ہے

مسئلہ: (۱۴)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل میں کہ:

(۱) اکثر مشہور ہے کہ کفار کا روپیہ مار لینے، ریل پر بلاٹکٹ سفر کرنے، ڈاک خانہ وغیرہ سے بے جا فائدہ اٹھالینے میں مواخذہ نہیں اس کی کیا حقیقت ہے؟

(۲) مسلمان یا کافر سے بمجبوری سود پر روپیہ قرض لیا اور یہ نیت کی کہ اصل ادا کروں گا جس طرح سے بھی ہو سکے گا سود ہرگز نہ دوں گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ کیا اس پر اس روپیہ کی گرفت ہے؟

(۳) مدرسین کو پنشن انعام نہیں ملتی بلکہ انعام کی یہ صورت رکھی ہے کہ بیس روپیہ ماہوار یا اس سے زائد تنخواہ والوں سے ارفی روپیہ وضع کر کے ارفی روپیہ اس کے نام جمع کرتے رہتے ہیں۔ اس صورت میں بیس روپیہ ماہوار والے مدرس کے ۱۲/۱، کے ۱۲/۱، جمع ہوتے رہتے اور پھر اس پر ۳ ۲/ سیکڑہ سالانہ سود بھی دیا جاتا ہے تو ۱/۴، جو اس کی اصل رقم تھی اس کے علاوہ مزید رقم ۱۰/ اور سود ۲/ ۳ سیکڑہ سب وصول کرنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔ فقط راقم الحراف خاکسار مرزا علی بیگ قصبہ بہیڑی ضلع بریلی مورخہ ۲ دسمبر ۱۹۳۷ء

(۱) [صحيح مسلم، كتاب الربا، باب تحريم بيع الخمر: ۲/ ۲۵]

الجواب

(۱)حق تو کسی کا مارنا جائز نہیں۔اور یہاں کفار اگر چہ حربی ہیں مگر بلا ٹکٹ سفر کرنا اپنے کو اہانت کے لیے پیش کرنا ہے، اپنی عزت کو خطرہ مں ڈالنا ہے کہ خلاف قانون ہے۔مستوجب سزا ہوگا۔لہذا ایسی حرکت سے احتراز لازم جو موجب ذلت ورسوائی ہو۔ڈاک خانے یا حربی کفار کے کسی بینک سے جو زیادہ ملتا ہے سود نہیں۔

"فإن الربوا لا يجري إلا في المال المعصوم، ومال حربي ليس بمعصوم، هكذا في الهداية وغيرها من الكتب الفقهية."

سود، صرف مال معصوم میں جاری ہوتا ہے، اور حربی کا مال معصوم نہیں، ایسا ہی ہدایہ وغیرہ کتب فقہیہ میں مذکور ہے۔(مترجم)

اس لیے لینے میں کوئی حرج نہیں کہ کافر کا مال بے غدر و بدعہدی اس کی رضا سے مل رہا ہے جو خلاف قانون بھی نہیں۔**واللہ تعالیٰ اعلم۔**

(۳) یہ سود نہیں ہے اسے سود سمجھنا غلطی ہے...... ہاں سود سمجھ کر اخذ کرنا گناہ ہے جیسے شربت کو شراب سمجھ کر پینا اس کی نافہمی شربت کو شراب نہ کرے گی۔ بری نیت سے پینا گناہ ہوگا۔یوں ہی جو سود نہیں اسے سود سمجھنے سے وہ سود نہ ہوگا، مگر بری نیت سے لینے کا گناہ ہوگا۔**واللہ تعالیٰ اعلم۔**

جائداد پر سودی قرض ہو جب بھی اس جائداد کی آمدنی جائز ہے

مسئلہ: (۱۵)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

اگر کسی شخص کی جائداد پر قرض ہے سودی لہذا اس کی آمدنی کھانے سے روزہ یا نماز میں فرق تو نہیں آتا ہے، ایسی صورت میں نماز روزہ قبول ہو جائے گا؟ اس کے علاوہ اگر کوئی شخص نماز یا روزہ کے لیے کچھ خیرات کرتا ہے اس آمدنی میں سے تو وہ قبول ہو جائے گی؟

از مصطفیٰ علی خاں۔بارہ دری۔

الجواب

جس کی جائداد پر سودی قرض ہو تو اس سے اس کی آمدنی کا کھانا پینا حرام نہیں نہ روزہ نماز میں اس سے کوئی فرق ہو، نماز روزہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے قبول فرمانے والا ہے۔اس آمدنی سے خیرات بھی جائز

ہے مگر جب کہ اس پر قرض ہے تو قرض کا ادا کرنا واجب ہے اور خیرات دینا نفل ہے، واجب کو چھوڑ کر نفل کرنا عاقل کا کام نہیں۔ پہلے واجب قرض ادا کرے پھر نفل کام کرے، قبول کا مالک اللہ ہے، مگر جب تک قرض ذمہ پر ہوتا ہے واجب سے عہدہ برآ نہیں ہوتا، اس وقت تک قبول نفل موقوف رہتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

سود سے بچنے کا حیلہ شرعی

(١٦) **مسئلہ:**

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

بسم اللہ الرحمن الرحیم   نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

مسلمان آڑھت کی دوکان کھولنا چاہتے ہیں جس میں مال لانے والوں کو روپیہ پیشگی دیا جاتا ہے، جب مال ان کا فروخت ہوتا ہے تو وہ روپیہ وصول ہوتا ہے، ہندو آڑھتی روپیہ پر سود لے لیتے ہیں، مسلمان سود نہیں لے سکتے۔ ایسی حالت میں مسلمان کس طرح منافع لیں جو سود نہ ہو اور اگر منافع نہیں لیتے ہیں تو نقصان ہوتا ہے۔ لہذا ایسی صورت بتائی جائے کہ منافع بھی مل جائے اور سود بھی نہ ہو۔ فقط بینوا توجروا۔   از حبیب احمد رضوی قادری پیلی بھیتی۔

الجواب

کسی مسلمان کو یا کافر ذمی کو قرض دے کر اس پر کوئی نفع لینا سود ہے۔ مسلمان یا اس کافر سے جو ذمی ہو اور اب ذمی یہاں کہاں؟ قرض پر نفع ہرگز نہ لیا جائے۔ کافر حربی سے لیا جائے تو سود نہ ہوگا۔

"لأن مـالـه غير معصوم فبأي طريق أخذه المسلم أخذ مالاً مباحاً كما في الهداية وغيرها."(١)

کیوں کہ حربی کا مال معصوم نہیں، کافر حربی کا مال مسلمان کے ہاتھ جس طرح بھی آئے مباح ہی ہے۔ (مترجم)

مسلمان اپنا مال اس کی دوکان پر بیچنے کے لیے آئے تو یا تو اس سے دوکان کا کرایہ طے کر کے کہ جتنے دن تم مال یہاں رکھو گے فی روز اتنا کرایہ دینا ہوگا۔ یا اپنا حق محنت ٹھہرا لے کہ ہم تمہارا مال فروخت

(١) [[الهدايه ،الجزء ان الأخيران، كتاب الربا:٣/٧٠]

کردیں گے ہمیں نفع میں شریک کرلو فی روپیہ اتنا۔ مثلاً سو روپئے کو جو مال فروخت کردینا طے ہواس میں پچیس روپئے یا پچیس آنے یا پیسے جو طے کرلیے جائیں وہ اس مضارب کے ہوں گے۔

هذا ما عندي والعلم بالحق عند ربي وهو تعالیٰ أعلم۔

یہ وہ جو مجھ پر منکشف ہوا اور حق کا علم میرے پروردگار کے ہاں ہے، اللہ تعالیٰ زیادہ بہتر جانتا ہے۔(مترجم)

بینک اور ڈاک خانہ کے منافع کا حکم

(۱۷) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

سوال:(۱) ایک شخص ہے اس کے پاس کوئی تجارت نہیں ہے، اس لیے تجارت کا کوئی سامان نہیں، مگر یہ صاحب کے پاس اتنا روپیہ ہے کہ وہ روپیہ بینک میں جمع کروادے تو اس کے سود سے اس کا گزارہ ہوسکتا ہے، یہ صاحب ضعیف ہیں، محنت مزدوری ہونہیں سکتی۔ الحمدللہ دین کے کام میں لگے ہوئے ہیں اور آمدنی کی کوئی صورت نہیں۔ تو ان کے بارے میں جو سود آئے اور اس سے اپنے گزارہ کا نبھاؤ کرے تو کیا یہ سود ان کے لیے جائز ہے یا ناجائز؟۔ یا حرام ہے یا حلال؟۔

سوال دوسرا:(۲) یہ ہے کہ کون سی صورت میں سود لینا حلال ہوسکتا ہے۔ فقط والسلام

الجواب

(۱) جب اس کے پاس اتنا روپیہ ہے تو روپیہ کسی ایمان دار معتمد شخص کو مضاربت پر دے دے۔ یا ڈاک خانہ یا خالص غیر مسلموں کے بینک میں جمع کرے، ڈاک خانہ اور غیر مسلموں کے بینک سے جو زائد رقم ملے گی وہ سود نہیں، نفع حلال ہے۔

ہدایہ میں ہے:((مالهم مباح في دارهم فبأي طريق اخذه المسلم اخذ مالاً مباحاً إذا لم يكن فيه غدر))(۱) واللّٰہ تعالیٰ اعلم

(۲) سود لینا کسی سے کسی حال میں جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ محمد طاہر حسین پورنوی غفرلہ، ۲/ ربیع الاول ۹۰ھ الجواب صحیح۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۱) [البناية في شرح الهداية . كتاب البيوع، باب الربوا: ۸/ ۳۰۰]

سود حرام قطعی ہے، سود لینا حرام، حرام، حرام۔ سود پر قرض لینا اس صورت میں جائز ہوگا جب کہ قرض لینے والا اس کے لیے حفیظ ہو تو بہ قدر ضرورت قرض لے سکے گا، جب کہ کسی اور سے بے سود قرض نہ مل سکے۔ فقیر مصطفےٰ رضا قادری غفرلہ

(۳) سود

مدرسہ کی رقم کو تجارت کے لیے بانٹنا اور پھر اس پر زیادہ رقم وصول کرنا سود ہے

(۱۸) **مسئلہ:**

کیا فرماتے ہیں علمائے دین حضرات وارثان علوم سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسائل ذیل میں:

(۱) کچھ روپیہ مدرسہ اسلامیہ کے واسطے وقف ہے اور قوم کے لوگوں میں بطور قرض لفظ نفع کے نام سے تقسیم ہے، کسی کے پاس پچاس، کسی کے پاس دس، کسی کے پاس پانچ ہیں اور شرح مقررہ مثلاً دس روپیہ سیکڑہ قوم نفع دیتی ہے، اور اگر نفس مال تجارت میں قوم کو گھٹی ہو تو قوم مدرسہ کو گھٹی کی زیر باری سے بچاتی ہے، کہتے ہیں کہ مدرسہ ٹوٹ جائے گا دینی نقصان ہوگا، اس واسطے ہم گھٹی بھی اوڑھے لیتے ہیں، اور نفع بحساب مقررہ مذکورہ بغیر کمی وبیشی کے دیتے رہیں گے، کیا یہ جائز ومباح ہے یا گناہ کبیرہ؟

(۲) آمدنی مذکورہ سے جو تنخواہیں مدرسین کو دی جاتی ہیں وہ ان کے واسطے جائز ہیں یا نہیں؟

(۳) اس کی کتابت کے واسطے ایک رجسٹر بھی ہے، کیا اس کا لکھنا پڑھنا حساب فہمی کرنا کسی مدرس یا مسلمان کو جائز ہے؟

(۴) ایسا روپیہ مدرسہ اسلامیہ میں صرف کر کے نیکی کی امید رکھنا سبب نجات ہے یا باعث عذاب نار؟

(۵) اگر فی روپیہ دو آنے یا ایک آنہ یا چار آنے مثلاً ماہوار نفع مقرر کیا جائے اور گھٹی اور نفع دونوں کی ذمہ داری ہو تو یہ نفع محمود وطیب ہوگا یا نہیں؟

(۶) نوٹ کو بیع کر کے مثلاً دس کا نوٹ ساڑھے بارہ میں بیچ دیا جائے اور قرض کیونکر کون لے گا، پھر ۴/ ماہوار نفع لیا جائے اور اصل جب تک ادا نہ ہو یوں ہی نفع لیتا رہے یہ جائز ہے یا اس میں تعیین

میعاد کی جائے تو صورت جواز نکل سکتی ہے؟

(۷) سو روپیہ کا نوٹ ایک سو پچیس روپے میں بیع کر دیا جائے اور پختہ کاغذ پر ایک سو پچیس لکھوالے مگر مقررہ میعاد پر اور اس یک سو پچیس کے بدلے ایسی شی بھی لکھوائے جو بیچ کر روپیہ وصول کرے تو یہ جائز ہے یا نہیں؟

(۸) کیا مشرکین موجودہ حربی نہیں؟ کیا حربی جب دارالاسلام میں آباد ہوں تو ان سے سود لیا جاسکتا ہے، یا کوئی صورت ہو سکتی ہے۔ اگر کوئی ڈاک خانہ یا بینک یا حکومت میں روپیہ جمع کرے تو اس کا جو سود ملتا ہے وہ لے سکتا ہے اور لینے کی کیا صورت ہے؟

از بسواں ضلع سیتا پور مدرسہ اسلامیہ مرسلہ جناب مولانا مولوی محمد اسماعیل صاحب محمود آبادی صدر مدرس مدرسہ مذکورہ۔ ۷؍محرم الحرام ۱۳۵۱ھ

الجواب

کچھ روپیہ مدرسہ اسلامیہ کے لیے وقف ہے، اس کا مطلب ظاہر تو یہی ہے کہ کسی نے خود روپیہ وقف کیا ہے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مدرسہ پر کوئی جائداد وقف ہے، اس کا روپیہ۔ یا یہ کہ مدرسہ کے چندوں کا روپیہ۔ اگر مطلب وہی ہے جو اس عبارت کا ظاہر ہے تو یہاں روپے کا وقف بوجہ عدم عرف وتعامل صحیح نہیں۔ کہ منقول کا قصداً وقف اگرچہ مختلف فیہ ہے اور صحیح ومفتی بہ مذہب جواز ہی ہے مگر جن کے نزدیک جائز ہے ان کے نزدیک بھی جب ہی جب کہ اس شی منقول کا وقف عرفاً رائج ومعمول بہ ہو۔ قیاس کا مقتضی تو یہی ہے کہ شی منقول کا وقف صحیح ہی نہ ہو۔ ''لأن من شرط الوقف التابید والمنقول لا یدوم.'' وقف کی شرط ہمیشگی ہے اور شی منقول کو دوام حاصل نہیں، (مترجم) مگر جو حضرات تعامل کے سبب اس کے جواز کا قول کرتے ہیں وہ بوجہ حدیث:

((ماراٰه المسلمون حسنا فهو عند الله حسن))(۱)

جس کام کو مسلمان اچھا جانیں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی پسندیدہ ہے۔

فرماتے ہیں کہ تعامل سے قیاس متروک ہو جاتا ہے۔ اور ہندوستان میں خود دراہم ودنانیر کے وقف پر تعامل نہیں۔ تو یہاں اس کے جواز کا قول کسی طرح نہیں کیا جاسکتا۔ ہاں اگر بعض اقطار ہند میں اس کا وقف آج کل رائج ومعروف ہو تو ان اقطار میں جب تک ایسا رائج ومعروف رہے اس کے جواز کا فتویٰ دیا جائے گا۔

---

(۱) [مسند الامام احمد بن حنبل: ۱/۳۷۹]

تنویر الابصار و در مختار میں اختیار سے ہے:

”صح وقف كل منقول قصداً فيه تعامل كفأس وقدوم بل ودراهم ودنانير ومكيل وموزون وقدر وجنازة وثيابها ومصحف وكتب ؛ لأن التعامل يترك به القياس لحديث ((ما رآه المسلمون حسناً فهو عند الله حسن)) بخلاف ما لا تعامل فيه وهذا قول محمد وعليه الفتوىٰ ،اختيار. اه.“مختصراً۔(۱)

ہر شی منقول کا قصداً وقف صحیح ونافذ ہے جس میں لوگوں کا عرف وتعامل ہو، مثلاً: کلہاڑی، بسولہا، بلکہ درہم و دینار بھی،اور کیلی ووزن والی چیز،دیگ،میت کی چارپائی اور اس کے کپڑے وغیرہ(جس سے میت کو ڈھانپا جاتا ہے)قرآن عظیم اور کتابیں،اس لیے کہ تعامل سے قیاس متروک ہوجاتا ہے۔حدیث میں ہے: جسے مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے،ہاں جن چیزوں میں تعامل نہیں،ان کا وقف صحیح نہ ہوگا،یہ امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا قول ہے،اسی پر فتویٰ ہے۔اختیار۔اھ۔مختصراً۔(مترجم)

ردالمحتار میں ہدایہ امام برہان الدین سے اسی کو مختار اکثر فقہا اور اسعاف فی احکام الاوقاف سے اسی کو صحیح اور فتاویٰ ظہیریہ امام ظہیر الدین مرغینانی سے اسی قول کو اکثر مشائخ نے نقل فرمایا۔

ردالمحتار میں زیر قول شارح:”کل منقول قصداً فرمایا:

”عند محمد يجوز مافيه تعامل من المنقولات واختاره أكثر فقهاء الأمصار كما في الهداية وهو الصحيح كما في الإسعاف وهو قول أكثر المشايخ كما في الظهيرية ؛ لأن القياس قد يترك بالتعامل.“(۲)

امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک منقولہ چیزوں میں جن پر لوگوں کا عرف وتعامل ہے،وقف جائز ہے،اسی کو اکثر فقہا نے اختیار فرمایا،جیسا کہ ہدایہ میں ہے،اور یہی صحیح ہے،جیسا کہ”اسعاف“میں مذکور ہے،یہی اکثر مشائخ کا قول ہے،جیسا کہ ظہیریہ میں ہے،کیوں کہ تعامل سے قیاس متروک ہوجاتا ہے۔(مترجم)

اس صورت میں وہ روپیہ جس نے وقف کیا اس کی ملک ہے،مدرسہ میں چندے کے روپے کی

---

(۱) [تنوير الأبصار والدرالمختار ، كتاب الوقف:٦/٤٣٤،٤٣٥]

(۲) [ردالمحتار، كتاب الوقف: ٦ / ٤٣٤]

طرح ہے اس سے دریافت کریں جو جائز بات وہ بتائے، اس طرح خرچ کریں۔ اور اگر ان دیار میں درہم ودینار کا وقف رائج ومعمول ہو تو البتہ وقف مانا جائے گا۔ اگر وقف ہے، تو اس صورت میں اسے مضاربت پر دینا جائز۔ اسے مضاربت پر دیں اور نفع کو مدرسہ پر صرف کریں۔ یوں ہی لوٹ پھیر کرتے رہیں اور نفع مدرسہ پر خرچ کریں۔

مجمع الانہر وعامۂ کتب میں ہے:

"واللفظ للمجمع: أجل وقف الدراهم أو الطعام أو مايكال أويوزون يجوز ويدفع الدراهم مضاربة ثم يتصدق بفضلها في الوجه الذي وقف عليه اه. مختصراً."(١)

الفاظ "مجمع" کے ہیں۔ ہاں درہم، طعام یا کیلی اور وزنی چیز کا وقف کرنا جائز ہے، دراہم کو مضاربت پر دینا جائز ہے، پھر اس کی آمدنی موقوف علیہ پر صرف کریں۔ اھ۔ مختصراً (مترجم)

مگر قوم نے جب اسے قرض دیا لیا ہے تو یہ حرام ونا جائز لیا ہے، یہ معاملہ نرا سود کا ہے۔ **ولا حول ولا قوة إلا بالله العلي العظيم۔**

اور اگر مدرسہ کی کسی وقفی جائداد کا روپیہ ہے تو بھی اگر تجارت قوم کی ہے روپیہ قرض لیا ہے یہی حکم ہے، کہ محض نا جائز وناروا ہے۔ مدرسہ کی پاک آمدنی کو سود کی نجاست سے ناپاک کیا ہے، اور اگر وہ تجارت مدرسہ کی مدرسہ کے روپئے سے کرتے تو بھی جائز نہ ہوتا کہ تجارت میں نفع ونقصان سود وزیان دونوں کا احتمال یکساں۔ انہیں مدرسہ کے روپئے سے تجارت کا کوئی حق نہیں۔ خصوصاً اس صورت میں جب کہ واقف کی شرط کے خلاف یہ تجارتی کاروائی ہو۔ ایک اس کی شرط کا خلاف یہ ناروا کام نا جائز وحرام۔

"لأن شرط الواقف كنص الشارع في وجوب الاتباع والعمل به كما نصوا عليه قاطبة."(٢)

اس لیے کہ شرطِ واقف نصِ شارع کی طرح ہے وجوبِ عمل میں۔ جیسا کہ تمام فقہا نے صراحت فرمائی ہے۔ (مترجم)

دوسرے مدرسہ کی آمدنی کو معرض ہلاک میں ڈالنا۔ اس صورت میں جب کہ نقصان ہو تو جتنا

---

(١) [مجمع الأنهر. كتاب الوقف:٢/٣٧٩]

(٢) [ردالمحتار:٣/٤١٧]

نقصان ہوگا، اس کا تاوان ان کے ذمہ لازم ہوگا، دو روپیہ سیکڑا گھٹے یا چار یا دس یا بیس جو گھٹے۔ جو گھٹی ہوگی اس کی ادا ان کے ذمہ لازم ہوگی، اور اگر چندوں کا روپیہ ہے تو اس صورت کا حکم بھی تقریر بالا سے ظاہر۔

"وقال شيخنا وملاذنا وأستاذنا المجدد سيدنا الوالد الماجد رحمه الله تعالىٰ وقدس سره وقد سنا بأسراره الشريفة في فتاوه المنيفة، العطايا النبوية في الفتاوى الرضوية:"

ہمارے شیخ، پناہ گاہ، استاذ، مجدد، والد ماجد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے عظیم الشان فتاویٰ "العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ" میں ارشاد فرمایا:

چندہ کے روپئے چندہ دینے والوں کی ملک پر رہتے ہیں، ان سے اجازت لی جائے جو جائز بات وہ بتائیں اس پر عمل کیا جائے۔

وبيان المسئلة وتحقيقها في كتاب الوقف من فتاوٰنا.

ایسی کمپنی میں جو سود کا لین دین کرتی ہو شامل کر کے بڑھانا حرام ہے اگر چہ چندہ دہندہ اجازت دیں۔

"فليس لأحد أن يحل ما حرم الله، وقال في جوابه السوال الأخر"

"اوقاف میں شرط واقف مثل نص شارع واجب الاتباع ہوتی ہے اس میں بلا شرط واقف یا اجازت خاصہ شرعیہ کوئی تغیر تبدل جائز نہیں۔ مدرسہ کے مال سے مسجد کا قرض نہیں ادا کیا جاسکتا، جو ادا کرے گا تاوان اس پر ہے"۔(۱)

وقال في موضع آخر في جواب هذا السوال۔

مسجد کا جو پیسہ جمع ہے اسے کسی منفعت پر خرید و فروخت، تجارت کر سکتے ہیں؟ مسجد کے جمع مال کی افزود کے لیے؟

الجواب، تجارت میں نفع و نقصان دونوں کا احتمال ہے اور کارکنوں میں امین و خائن دونوں طرح کے ہوتے ہیں، اور مال وقف میں شرط واقف سے زیادت کی اجازت نہیں الخ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) اس صورت میں جب کہ وہ زیادت سود ہوا گر خاص اس سودی روپیہ سے تنخواہیں دی جائیں تو کسی کو اس خاص زر حرام کا اخذ جائز نہیں۔ نہ مدرس نہ کسی اجیر کو، نہ کسی مسلمان کو، وہ مال حرام لینا حلال

(۱) [فتاویٰ رضویہ: ٦/٤٣٨]

نہیں اور اگر اور آمدنی سے مخلوط کر دیا جاتا ہے وہ سودی روپیہ علاحدہ نہیں رکھا جاتا تو امام اعظم کے نزدیک اخذ جائز ہے، مگر مکروہ اور صاحبین کے نزدیک اب بھی ناجائز، ایسی صورت میں اگر تنخواہیں پاک روپے قرض لے کر ادا کی جائیں تو مدرسین ارتکاب حرام یا مکروہ سے محفوظ رہیں گے۔

فتاویٰ خانیہ میں ہے:

" إن كان السلطان خلط الدراهم بعضها ببعض فإنه لا بأس به، وإن دفع عين الغصبة من غير خلط لم يجز أخذه، قال الفقيه أبو الليث: هذا الجواب يستقيم على قول أبي حنيفة ـ رضى الله تعالىٰ عنه ؛ لأن عنده إذا غصب الدراهم من قوم وخلط بعضها ببعض يملكها الغاصب أما علىٰ قول أبى يوسف ومحمد فإنه لا يملكها وتكون علىٰ ملك صاحبها .والله تعالىٰ أعلم."(۱)

سلطان دراہم کو خلط ملط کر دے تو اس میں حرج نہیں، اور اگر بے خلط معین شی مغصوب دے، اس کا لینا جائز نہ ہوگا، فقیہ ابو اللیث فرماتے ہیں: یہ جواب امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قول کے مطابق تو ٹھیک ہے، کیوں کہ ان کے نزدیک دراہم غصب کر کے خلط ملط کر دینے سے غاصب دراہم کا مالک ہو جاتا ہے، لیکن صاحبین کے قول پر غاصب مالک نہ ہوگا، صاحب دراہم ہی مالک رہے گا۔

(۳) اگر صورت سود کی ہے اور اس رجسٹر میں سود کا حساب بھی لکھا جاتا ہے تو حدیث میں سود کے کاتب و محاسب و شاہد سب پر لعنت فرمائی۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ جسے حساب فہمی زر مدرسہ مقصود ہو اور اس میں سود کا حساب بھی درج ہے تو زر مدرسہ کی حساب فہمی میں حرج نہیں۔

"لأن الأعمال بالنيات وإنما لكل امرئٍ ما نوىٰ۔"(۲)

سود کا حساب اس کا مقصود نہیں۔ جیسے کوئی مدرسہ یا مسجد جائے اور راہ میں کوئی منکر پائے جب تک اس منکر کی طرف بالقصد ملتفت نہ ہوگا اس پر کوئی الزام نہ ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴) مدرسہ یا کسی دینی کام میں زر حرام کا صرف حرام اور اس پر امید ثواب حرام بر حرام ولا حول ولا قوة الا بالله .والله تعالیٰ اعلم۔

(۵) اس کا جواب بھی اوپر کے جواب سے واضح، دو آنے چار آنے اور دو روپے چار روپے اور

---

(۱) [الفتاوىٰ الهندية : الباب الثاني عشر في الهدايا ، ۳۴۲/۵]

(۲) [صحيح البخاري باب كيف كان بدء الوحي إلى رسول الله ﷺ : ۶/۱]

ماہوار اور سالانہ اور روزانہ سے حکم نہیں بدلتا، جائز مطالبہ باقساط لینے سے سود نہیں ہو جاتا۔ جیسی صورت ہوگی ویسا حکم ہوگا۔ اگر سود کی صورت ہے اور جب قوم مدرسہ سے قرض لے کر نفع دیتی ہے تو یہی صورت۔ تو چاہے پیسہ دے یا آنہ یا روپیہ روز دے یا ماہانہ یا سالانہ حرام حرام حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(٦) جب تک اصل ادا نہ ہو برابر ۴ر یا ایک پیسہ نفع لیے جانا نرا سود ہے، دس کا نوٹ ساڑھے بارہ یا سو کو بیچنا حلال۔

"كما نص علىٰ بيع قطعة الكاغذ بألف في فتح القدير."(١)

جیسا کہ فتح القدیر میں کاغذ کے قطعہ کو ہزار کے عوض فروخت کرنے کی تصریح فرمائی ہے۔ (مترجم)

قرضوں بیچے یا نقد۔ جتنے میں بیچا اس سے ایک پیسہ زائد نفع لیا وہ سود: بنساط لے یا یک مشت جس قدر کو بیچا ہے اتنے ہی لے خواہ یک مشت یا باقساط، اب یا جب۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(٧) نوٹ کی جو قیمت لینے والے پر رہی اس میں اگر اس کی کوئی شی مستغرق کر لے کہ اگر وہ اس کا مطالبہ نہ ادا کرے تو اس شی سے وصول کیا جا سکے اس میں حرج نہیں جب کہ اس شی سے یہ کچھ انتفاع نہ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(٨) سود حرام قطعی ہے، نہ مسلمان سے لینا حلال، نہ کافر سے، نہ ذمی سے، نہ حربی سے۔ سود ہونے کے لیے مال معصوم درکار ہے جس کا مال معصوم ہو، اس سے زائد لینا سود ہوگا۔ کہیں لے۔ اور جس کا مال معصوم نہیں اس سے جو کچھ ملے وہ حرام و سود نہیں۔ ہاں غدر بدعہدی نہ کرے کہ حرام ہے۔ یہ حکومت جو نفع دیتی ہے وہ درحقیقت سود ہی نہیں۔ یوں ہی یہاں کے کفار کہ سب حربی ہی ہیں۔ وما لهم ليس بمعصوم۔ اور ان کا مال معصوم نہیں، سود سمجھ کر لینا گناہ ہے، مگر جو شی یہ سمجھتے ہوئے کہ سود ہے لی وہ سود نہیں۔ بکری کو سوئر سمجھ کر کھانا گناہ، مگر جو کھایا وہ سوئر نہیں بکری ہی تھا۔

"قال صلى الله تعالى عليه وسلم: لا ربا بين المسلم والحربي في دار الحرب."(٢)

دارالحرب کی قید اتفاقی ہے احترازی نہیں کہ دار دون دار کی کوئی تخصیص نہیں۔ "في دار الحرب"

---

(١) [فتح القدير، باب الكفالة: ٤١٥/٥]

(٢) [نصب الراية لأحاديث الهداية: ٤٤/٤]

بحسب واقع ارشاد ہوا کہ اس زمان برکت نشان میں کوئی ایسی صورت ہی نہ تھی کہ دار، دارالاسلام ہو اور کفار حربی۔ اصل علت وہی عدم عصمۃ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

سود حرام قطعی ہے

(۱۹) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

مہر کی نالش میں سود لگانا جائز ہے یا نہیں؟

از محمد علی خ موضع گرورہ ڈاک خانہ خان پور ضلع بلند شہر۔

الجواب

حرام حرام حرام ہے، مہر کی نالش میں ہو یا کسی اور نالش میں۔ سود حرام قطعی ہے۔ قال تعالیٰ: ﴿حرم الربوا.﴾ (۱) اللہ نے حرام کیا سود۔ (مترجم)

یہ غلط مشہور ہے کہ بے سود لگائے نالش نہیں ہوتی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

سودی قرض لینا دینا حرام ہے

(۲۰) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

(۱) کسی شخص کی جائداد پر قرضہ سودی ہے تو اس شکل میں اس جائداد کی آمدنی کا روپیہ خواہ خود کھائے یا اولاد کھائے یا خدا کی راہ پر دے اس کا کچھ ثواب ہے یا نہیں، اور اس کا نماز یا روزہ قبول ہوگا یا نہیں؟

(۲) امام ضامن باندھنا جائز ہے یا نہیں؟

(۳) اگر کوئی شخص اپنا تیجہ اور چالیسواں کا کھانا کر چکے تو دوسرے شخص کی فاتحہ کا کھانا کھا سکتا ہے یا نہیں؟

(۴) لوگ زیارتوں پر جاتے ہیں اور دین ودنیا کی باتوں کے لیے دعا مانگتے ہیں۔ خواجہ صاحب یا اور کسی کی زیارت پر اس صورت میں ان کی مراد پوری ہو جاتی ہے۔ تو ایسی صورت میں دعا مانگنا جائز ہے

(۱) [سورة البقرة: ۲۷۵]

یانہیں، یانیاز ماننا جائز ہے یانہیں، یا خود نیاز دلوانا جائز ہے یا نہیں؟ از شہر کہنہ از مکان مصطفیٰ علی خاں بریلی

الجواب

سودی قرض لینا دینا حرام ہے۔ زر اصلی کا ادا کرنا لازم، جتنا جتنا دے سکے دے۔ جتنی کی ادا پر قادر ہوا اتنا بے وجہ شرعی (نہ دینا) گناہ وحرام اور نرا ظلم ہے۔

حدیث میں فرمایا: ((مطل الغني ظلم.))

جس کے پاس مال ہے اس کا ٹال مٹول کرنا ظلم ہے۔

اپنے اور اس کے ذمہ جن کا نفقہ ہے وہ تو مصارف ضروریہ سے ہیں۔ خدا کی راہ میں دینا ہی ہے تو پہلے قرض اور فرض ادا کرے، قرض ادا نہ کرے اور فقیر کو دے دے یہ نہ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) امام ضامن کا روپیہ کپڑے میں باندھا جاتا ہے جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ: یہ شخص بفضلہٖ تعالیٰ بخیر وخوبی واپس آئے گا تو حضرت کی فاتحہ دلائی جائے گی، اس میں حرج نہیں اور اگر سونے چاندی کا تعویز سا بنا کر باندھے تو یہ ناجائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) کھا سکتا ہے۔

(۴) اللہ عزوجل سے دعا بوسیلۂ بزرگان مانگنے میں کچھ حرج نہیں اور یہی ہوتا ہے بزرگوں سے بھی یہی عرض کیا جاتا ہے کہ حضرت بھی دعا کریں۔ فاتحہ جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴) قرض

جس کا قرض ہے اگر وہ یا اس کے وارث کوشش کے باوجود نہ ملیں تو ان کی طرف سے مال صدقہ کر دے

(۲۱) **مسئلہ:**

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

زید بسبب ملازمت اپنے وطن سے کچھ دور ایک شہر میں مقیم تھا۔ یہاں اس نے بکر وعمرو سے کچھ روپیہ قرض لیا اس امید پر کہ جلد ہی واپس کر دے گا مگر یکایک وہ بیمار پڑ گیا اور اپنے وطن کو چلا گیا جہاں اس کی موت ہو گئی۔ زید کے ورثہ چاہتے ہیں کہ اس کا قرض ادا کر دیں، لیکن ان کو یہ نہیں معلوم کہ جن سے

قرض لیا گیا تھا ان کے ورثہ کون ہیں، اور کہاں ہیں اور اس لیے وہ لوگ بذریعہ منی آرڈر روپیہ روانہ کرنے سے مجبور ہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ وہ لوگ اس شہر میں جا کر قرض دینے والوں کے ورثہ کو تلاش کریں تو یہ ان کے لیے نہایت مشکل ہے۔ اس کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ یہ لوگ زید کے مال واسباب کو جسے زید چھوڑ آیا تھا جا کر نہیں لا سکے اور وہیں سب تلف ہو گیا اگر جاتے تو اسے فروخت کر کے زید کا قرض ادا کر دیتے۔ اب ایسی حالت میں اگر قرض ادا کرنا چاہیں تو اس روپئے کا کون سا بہتر مصرف ہوسکتا ہے۔ جس کے اختیار کرنے سے زید کا قرض ادا ہو جائے۔ بینوا توجروا از کلکتہ ڈاک خانہ علی پور بنگال گورنمنٹ پریس مرسلہ وجیہ اللہ صاحب

الجواب

جن سے زید نے قرض لیا تھا غالباً وہ بھی نہ رہے ، مر چکے اسی لیے سوال میں یہ ہے کہ "جن سے قرض لیا گیا تھا ان کے ورثہ کون ہیں اور کہاں ہیں یہ نہیں معلوم" مگر سوال میں ان کا مرنا صراحۃً مذکور نہیں۔ اگر وہ لوگ زندہ ہیں تو ان کے ورثہ کی تلاش لغو بے معنی ہے جن کا روپیہ ہے انہی کو واپس دینا ہے۔ ہاں اگر وہ مر چکے ہوں تو بے شک اس صورت میں ان کے وارثوں کی تلاش ضرور ہے۔ کسی مصرف میں صرف نہیں کیا جا سکتا جس طرح ممکن ہو معلوم کریں، اور قرض ادا کریں۔ جہاں کے وہ لوگ رہنے والے ہوں وہاں کے آنے جانے والوں سے یا جو لوگ اس جگہ کے ان ورثہ زید کے معروف ہوں ان سے بذریعہ خط پتہ چلا کر کہ وہ خود جانتے ہوں تو خود بتائیں نہ جانتے ہوں تو وہاں کے لوگوں سے دریافت کر کے پتا چلا کر بتائیں، یا اخباروں کے ذریعہ ان کا پتا نشان دریافت کریں۔ جو جو ممکن طریقہ ہو اس سے پتا چلائیں۔

اس وقت تک برابر تلاش جاری رکھیں جب تک ان کے پتہ چلنے کی امید رہے، چند سال برابر تلاش کریں۔ جب تک ان کا پتہ نہ چلے، ان کا روپیہ امانت رکھیں۔ کسی معتبر جگہ۔ یا ڈاک خانہ میں جمع کر دیں، جب ان کا پتہ لگے وہاں سے حاصل کر کے انہیں بقدر ان کے حصص کے تقسیم کر دیں۔ جب کسی طرح پتہ نہ چلے اور ان کے پتے سے مایوسی ہو جائے اس وقت اس روپئے کو ان کی جانب سے مسلمان محتاجوں کو صدقہ دے دیں کہ ان کا روپیہ انہیں نہ پہنچا سکے تو اس کا ثواب انہیں پہنچ جائے۔

ردالمحتار میں ہے: "إن علم الوارث دين مورثه فعليه أن يقضيه من المتروكة ـ وإن لم يقض فهو مؤاخذبه في الأخرة ، وإن لم يجد صاحب الدين ولا وارثه فتصدق عن صاحب الدين برئ في الاٰخرة.اه مختصراً"(۱)

---

(۱) [ردالمحتار: ۳۵۳/۳]

اگر وارث کو اپنے مورث کے دَین کا پتہ ہو تو اسے اس کے متروکہ سے ادا کردینا لازم ہوگا، اگر ادا نہ کرے تو آخرت میں اس کی پکڑ ہوگی، اور اگر دائن نہ مل پائے اور نہ اس کا وارث تو وہ دائن کی طرف سے صدقہ کردے، آخرت میں بری الذمہ ہوگا۔ اھ مختصراً (مترجم)

اور اگر یہ معلوم ہو کہ نہ دائن باقی رہے نہ ان کے ورثہ میں سے کوئی جب بھی ہر دائن کی جانب سے صدقہ کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

قرض لے کر واپس نہ دینا حرام ہے

(۲۲) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

ہنود وغیرہ کافرین سے اگر کسی مسلمان نے تکلیف کے وقت کچھ قرضہ لیا تھا اور ادائے گی کی کوئی صورت نہیں ہوئی اور یہ لوگ کچھ کر بھی نہیں سکتے یعنی کوئی ثبوت نہیں قرض دینے کا، تو دعویٰ دھکا بھی نہیں ہوسکتا۔ تو اس صورت میں پرایا قرض نہ دینے کی وجہ سے وہ مسلمان گنہ گار ہوگا یا نہیں مولیٰ تعالیٰ کے یہاں۔ یا یہ کہ مسلمان قرضہ تو ادا کرسکتا ہے مگر جان بوجھ کر نہ ادا کرے کیوں کہ وہ کسی طرح وصول نہیں کرسکتے اور اس کی عزت وآبرو پر یقیناً کوئی آفت نہیں ہوسکتی، تو ایسی صورت میں یہ مسلمان مال موذی نصیب غازی سمجھ کر نہ ادا کرے تو گناہ گار ہوگا یا نہیں؟

الجواب

وفائے عہد مسلمان پر فرض ہے، قرض لے کر واپس نہ دینا حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتاب الهبة

ابواب

ا۔ ہبہ کا بیان (۹۰)



ہبہ کا بیان

مرض موت میں مریض کا ہبہ وصیت ہے

مسئلہ: (۱)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

زید بمرض سرطان ایک ماہ سے مبتلا تھا اس وقت بدرستی ہوش وحواس ہبہ نامہ اپنی کل جائداد کا بحق اپنی دختر کیا جب کہ اور کوئی اولاد حیات نہ تھی اور نو، دس روز بعد تکمیل وتحریر ہبہ فوت ہوا۔ تب زید کے عصبہ ہبہ نامہ کو ناجائز بوجہ مرض الموت قرار دیتے ہیں، یہ درست ہے یا نہیں اور وقت تحریر ہبہ نامہ مذکور بلحاظ مدت وقسم بیماری مرض الموت شمار کیا جائے گا یا نہیں اور ہبہ نامہ جائز رہے گا یا نہیں؟

از نور شاہ خاں ولد احمد شاہ خاں صاحب ساکن شہر کہنہ روہیلی ٹولہ بریلی۔

الجواب

ہبۂ مریض بمرض موت حکم وصیت میں ہے۔ اجنبی کے لیے بے اجازت ورثہ ثلث میں نافذ ہوتا مگر یہاں ہبہ دختر کو کرا ہے تو یہ اجازت ورثہ پر ہے۔

ردالمحتار میں ہے:

”إن مات من ذلك المرض فإن كان الموصى له وارثه لا تجوز إجازته إلا أن تجيزه ورثة المريض بعد موته . وإن كان أجنبياً تجوز إجازته ويعتبر ذلك من الثلث.“(۱)

اگر وہ اس مرض میں فوت ہو جائے، تو اگر موصیٰ لہ اس کا وارث ہے، اس کی اجازت کافی نہ ہوگی، ہاں اگر مریض کے ورثہ اس کی موت کے بعد اجازت دے دیں تو جائز وصحیح ہے اور اگر وہ اجنبی ہو تو اس کی اجازت کافی ہے، اور یہ وصیت ثلث مال میں معتبر ہوگی۔ (مترجم)

درمختار میں ہے:

---

(۱) [ردالمحتار، کتاب الوصایا: ۲۸۶/۱۰]

”وتجوز بالثلث للأجنبي وإن لم يجز الوارث ذلك لا الزيادة عليه إلا أن تجيز ورثته بعدموته.“ (۱)

اجنبی کے لیے ثلث مال تک کی وصیت جائز ہے، اگرچہ وارث اس کو جائز قرار نہ دے، ثلث مال سے زیادہ کی وصیت جائز نہیں، ہاں اگر ورثہ اس کی موت کے بعد جائز قرار دے دیں تو جائز ونافذ ہے۔ (مترجم)

اسی میں ہے:

”(لا لوارثه إلا باجازة ورثته)لقوله عليه الصلاة والسلام:لا وصية لوارث إلا أن يجيزها الورثة. يعني:عند وجود وارث آخر كما يفيده آخر الحديث.“(۲)

(وارث کے لیے وصیت جائز نہیں جب تک کہ ورثہ اجازت نہ دیں) نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: وارث کے لیے وصیت نہیں، ہاں اگر ورثہ اجازت دے دیں تو جائز ہے، یعنی دوسرے وارث کی موجودگی کے وقت، جیسا کہ اس بات کا افادہ دوسری حدیث کررہی ہے۔ (مترجم)

سرطان امراض قاتلہ سے ہے کہ موت اس میں غالب ہے، امراض مزمنہ سے نہیں جوطوالت اختیار کرتے ہیں۔ مرض سرطان کو مدت اگر دراز بھی ہوتو اس سے موت کا خوف پھر بھی بے وقت ہوتا ہے، تو اس صورت میں بھی وہ امراض مزمنہ کی طرح نہ ہوگا، کہ امراض مزمنہ کا مریض بمنزلۂ صحیح ہے۔

درمختار میں ہے:

”وهبة مقعد ومفلوج وأشل ومسلول من كل ماله إن طالت مدته)سنة ولم يخف موته منه لا قاتلة.“(۳)

اپاہج، فالج زدہ، لنجا (خشک ہاتھ یا خشک عضو والا) اور مرض سل میں مبتلا شخص، جب کہ ان کے امراض کو دراز مدت مثلاً ایک سال گزر جائے اور ان مرحلوں کی وجہ سے موت کا اندیشہ نہ رہے، اگر یہ اپنا تمام مال ہبہ کردیں تو یہ ہبہ کرنا صحیح ہے، یہ مرض امراض قاتلہ سے نہیں۔ (مترجم)

ردالمحتار میں ہے:

---

(۱) [الدر المختار، کتاب الوصایا: ۱۰/۲۷۹]

(۲) [الدر المختار، کتاب الوصایا: ۱۰/۲۸۵]

(۳) [الدر المختار، کتاب الوصایا: ۱۰/۲۹۰، ۲۹۱]

"عبارة القهستاني وإلا يكن واحد منهما بأن لم تطل مدته بأن مات قبل سنة أو خيف موته۔ ومقتضى عبارة "القهستاني" أنه من الثلث أيضاً وهو المفهوم من تقييد المصنف ما يكون من كل المال بقوله: ولم يخف موته."(۱)

قہستانی کے الفاظ یہ ہیں: اگر ان دو چیزوں میں سے کوئی نہ ہو نہ تو مدت دراز ہو اس طرح کہ سال سے پہلے ہی وفات کر جائے یا اس کی موت کا اندیشہ رہے (تو ثلث مال میں ہبہ صحیح ہے) قہستانی کے الفاظ کا مقتضی یہ ہے کہ: یہ ہبہ ثلث مال میں بھی صحیح ہو اور یہ اس بات سے سمجھا جا رہا ہے کہ مصنف نے تمام مال ہبہ کرنے کو اپنے قول "ولم يخف موته" اس کی موت کا اندیشہ نہ رہے، سے مقید فرمایا۔ (مترجم)

مرض الموت کے بارے میں اقوال بہت ہیں، مختار یہ ہے کہ وہ مرض جس سے موت غالب ہو اگرچہ مریض صاحب فراش نہ ہو۔

درمختار میں ہے:

"المختار أنه ما كان الغالب منه الموت وإن لم يكن صاحب فراش .والله تعالىٰ أعلم."(۲)

مختار یہ ہے کہ وہ مرض جس سے موت غالب ہو اگرچہ مریض صاحب فراش نہ ہو، مرض الموت ہے۔ (مترجم)

عالمگیریہ میں ہے: "مريضة وهبت صداقها من زوجها، فإن برأت من مرضها صح، وإن ماتت من ذلك المرض فإن كانت مريضة غير مرض الموت فكذلك الجواب، وإن كانت قال أبو الليث رحمه الله تعالىٰ هو أن لا يقدر أن يصلي قائماً وهو أحب وبه ناخذ كذا في الجوهرة النيرة الخ. والله تعالىٰ أعلم."(۳)

مریضہ نے اپنا مہر ہبہ کر دیا، اگر وہ اپنے مرض سے صحت یاب ہو گئی تو یہ ہبہ صحیح ہے، اور اگر ہبہ کرنے کے بعد اس مرض میں وفات کر جائے لیکن وہ مرض مرض الموت نہ ہو تب بھی یہی حکم ہو گا (ہبہ صحیح ہو گا) اور اگر وہ مرض مرض الموت ہو تو اب بے اجازت ورثہ صحیح نہ ہو گا، قاضی ابو اللیث فرماتے ہیں: مرض الموت کی تعریف یہ ہے کہ مریض کھڑے ہو کر نماز نہ پڑھ سکے (اور اسی مرض سے موت ہو جائے) یہ تعریف زیادہ پسندیدہ ہے، اسی پر ہم عمل کرتے ہیں، ایسا ہی جوہرہ میں مذکور ہے۔ اھ۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔ (مترجم)

---

(۱) [ردالمحتار، كتاب الوصايا: ۱۰/۲۹۱]

(۲) [الدر المختار، كتاب الوصايا: ۱۰/۲۹۱]

(۳) [الفتاوىٰ الهندية، كتاب الهبة، الباب العاشر في هبة المريض: ٤/٥٤٨]

کتاب الاجارۃ

ابواب



اجارہ کا بیان

طاعت پر اجرت ٹھہرانا حرام ہے

(۱) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ان مسائل میں کہ...

(۱) ایک شخص جنازہ کی نماز پڑھنا جانتا ہے پھر نہیں پڑھاتا بلکہ یہ کہتا ہے کہ گاؤں کی نکاح خوانی کے حقوق مجھے دیئے جائیں اور لوگ میری زمین کا لگان میری جانب سے اپنی جیب سے ادا کریں تو پڑھاؤں گا، ایسے شخص کے واسطے کیا حکم ہے؟

(۲) ایک شخص ظہر کی سنتیں پڑھنے کھڑا ہوا، پڑھ چکا تو معلوم ہوا کہ اس نے فرضوں کی نیت باندھی تھی، سہواً ایسا ہوا تو اس کے فرض ادا ہوئے یا نہیں؟

زقصبہ بہیڑی ضلع بریلی، مسئولہ مرزا علی بیگ، مورخہ ۲رستمبر ۱۹۳۷ء۔

الجواب

طاعت پر اجرت ٹھہرانا حرام ہے، یہی اصل مذہب ہے، متاخرین نے بخوف ضیاع بعض طاعات کا استثنا فرمایا، وہ وہی ہیں جن میں ضرورت ظاہرہ ہے۔ پھر خاص طاعت ہی پر عقد کرنا تو برا ہی ہے، کسی کے نزدیک بھی نہ چاہیے، امامت صلاۃ جنازہ ان طاعات میں نہیں جن کا متاخرین کرام نے استثنا کیا۔ کہ اس میں جماعت شرط وواجب نہیں۔ ایک کے ادا کر لینے سے نماز ادا ہو جائے گی، اور کوئی واجب ترک نہ ہوگا۔

خلاصہ میں فرمایا: ”إن كان الإمام علىٰ طهارة والقوم علىٰ غير طهارة صحت صلاة الإمام ولا تعاد الصلاة عليه ـ في التجريد هذا دليل علىٰ أن الجماعة ليست بشرط لصلاة الجنازة.“(۱)

---

(۱) [بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع: فصل بيان ما تصح به صلاة الجنازة، ۳۱۵/۱]

اگر امام طاہر اور مقتدی غیر طاہر ہوں تو امام کی نماز درست اسے لوٹانے کی حاجت نہیں، تجرید میں ہے کہ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ جماعت نماز جنازہ کے لیے شرط نہیں ہے۔ (مترجم)

بزازیہ میں فرمایا:

"لأن الجماعة ليست بشرط فيها."(۱)

اس لیے کہ جماعت اس میں شرط نہیں ہے۔ (مترجم)

حلیہ میں ہے:

"الجماعة فيها ليست بشرط حتى لو صلى الإمام بجماعة فيها و كان على طهارة دونهم لا تعاد ؛ لأن حق الميت تأدى بصلاة الإمام وبالعكس تعاد: ؛ لأن صلاته غير جائزة فكذا صلاتهم ؛ لأنها بناء علىٰ صلاته."(۲)

جماعت اس میں شرط نہیں، یہاں تک کہ امام نے جماعت سے پڑھی اور وہ طہارت پر تھا، البتہ مقتدی غیر طاہر تھے، تو نماز کا اعادہ نہ ہوگا، اس لیے کہ امام کی نماز سے حق میت ادا ہو گیا، لیکن اس کے برعکس صورت میں (امام غیر طاہر اور مقتدی طاہر ہوں) نماز کا اعادہ ضروری ہوگا، اس لیے کہ امام کی نماز جائز نہ ہوئی، لہٰذا ان کی بھی نہ ہوگی اس لیے کہ ان کی نماز کی بنا امام کی نماز پر ہے۔ (مترجم)

ہندیہ میں ہے:

"الصلاة على الجنازة تأدى بأداء الإمام وحده ؛ لأن الجماعة ليست بشرط الصلاة على الجنازة كذا في النهاية"(۳)

نماز جنازہ تنہا امام کے ادا کرنے سے ادا ہو جائے گی، اس لیے کہ جماعت نماز جنازہ کے لیے شرط نہیں ہے، یوں ہی نہایہ میں ہے۔ (مترجم)

یہاں تک کہ عورت اگر چہ جاریہ ہو امامت کرے جب بھی نماز کا اعادہ نہ ہوگا۔ مردوں کی نماز اس کے پیچھے نہ ہوگی، مگر اس کی اپنی ہو جائے گی، اور وہ ادائے فرض کو کفایت کرے گی۔ برہان صاحب المحیط نے ارشاد فرمایا:

---

(۱) [الفتاوى البزازية مع الهندية: ۸۰/۱]

(۲) [بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع: فصل في بيان ما تصح به صلاة الجنازة: ۳۱۵/۱]

(۳) [الفتاوىٰ الهندية ، كتاب الصلاة الفصل الخامس في الصلاة على الميت: ۲۰۵/۱]

"أمت امرأة في صلاة الجنازة لا تعاد."(۱)

نماز جنازہ کی امامت اگر عورت نے کی تو نماز نہ لوٹائی جائے گی۔(مترجم)

اشباہ میں ہے:

"لا تؤم في الجنازة ولو فعلت لسقط الفرض بصلاتها."(۲)

عورت جنازہ میں امامت نہیں کرے گی، اور اگر اس نے امامت کی تو اس کی نماز سے فرض ساقط ہو جائے گا۔(مترجم)

علامہ حموی نے فرمایا:

"وإن بطلت صلاة الرجال خلفها."(۳)

اگرچہ لوگوں کی نماز اس کے پیچھے باطل ہو گئی۔(مترجم)

درمختار میں فرمایا:

"لو أم بلا طهارة والقوم بها أعيدت، وبعكسه لا، كما لو أمت امرأة ولو أمة لسقوط فرضها بواحد"(٤)

اگر امام نے بغیر طہارت امامت کی جب کہ مقتدی طاہر تھے تو نماز کا اعادہ کیا جائے گا، اور معاملہ برعکس ہو تو اعادہ نہ ہوگا، جیسا کہ عورت گو کہ باندی ہو امامت کرے تو اعادہ نہ کیا جائے گا، اس لیے کہ اس کا فرض ایک شخص سے ساقط ہو جاتا ہے۔(مترجم)

اس پر علامہ شامی نے ردالمحتار میں فرمایا:

"أي بشخص واحد رجلاً كان أو امرأة، فهو تعليل لمسألة العكس ومسئلة المرأة قال في البحر والحلية: وبهذا تبين أنه لا تجب صلاة الجماعة فيها. اه. ومثله في البدائع"(٥)

---

(۱) [الدر المختار: باب صلاة الجنازة، ۲/۲۰۸]

(۲) [الاشباه والنظائر: ۳۸۵]

(۳) [الحموی: ۳/۳۸٦]

(٤) [رد المحتار، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز: ۳/۹۸]

(٥) [ردالمحتار كتاب الصلاة باب صلاة الجنائز مطلب في صلاة الجنائز: ۳/۹۸]

یعنی ایک شخص کے ساتھ مرد ہو یا عورت، تو یہ علت ہے مسئلہ عکس اور مسئلہ عورت کی، بحر اور حلیہ میں یہ کہا ہے، اور اس سے ظاہر ہو گیا کہ جنازہ میں جماعت کی نماز کا اعادہ نہ ہوگا، اور یوں ہی بدائع میں ہے۔(مترجم)

دربارۂ اجرت بر طاعت شامی میں فرمایا:

"قد اتفقت كلمتهم جميعاً على التصريح بأصل المذهب من عدم الجواز، ثـم استثـنـوا بعده ماعلمته، فهذا دليل قاطع وبرهان ساطع على أن المفتى به ليس هـو جواز الاستئجار على كل طاعة بل علىٰ ما ذكروه فقط مما فيه ضرورة ظاهرة تبيح الخروج عن أصل المذهب من طروّ المنع، فإن مفاهيم الكتب حجة اه"(۱)

تمام فقہا کے ارشادات اصل مذہب کی تصریح یعنی جواز پر متحد ہیں، پھر بعض چیزوں کا فقہا نے استثنا کیا، جسے تم نے جان لیا، پس یہ دلیل قاطع اور روشن برہان ہے اس امر پر کہ ہر طاعت پر اجارہ کے جواز کا قول مفتی بہ نہیں ہے بلکہ فتویٰ اس پر جو ائمہ نے ذکر کر دیا کہ جس میں ضرورت ظاہر ہو اس میں اصل مذہب سے خروج جائز ہوگا۔ اس لیے کہ کتابوں کے مفاہیم حجت ہیں۔(مترجم)

اسی میں ہے:

"وقـد اغتـربـما في الجوهرة صاحب البحر في كتاب الوقف وتبعه الشارح في كتاب الوصايا حيث يشعر كلامهما بجواز الاستئجار على كل الطاعات، ومنها القرأة " وقد ردّه الشيخ خير الدين الرملي في حاشية البحر في كتاب الوقف حيث قال :

أقول: "المفتى به جواز الأخذ استحساناً على تعليم القرآن، لا على القراء ة الـمـجـردة كـما صرح به في التاتارخانية حيث قال: لا معنى هذه الوصية ولصلة الـقـاري بقرأته ؛ لأنه هذا بمنزلة الأجرة ، والإجارة في ذلك باطلة، وهي بدعة ولـم يـفـعـلها أحد من الخلفاء۔ وقد ذكرنا مسئلة تعليم القرآن على استحسان اه يعني للضرورة ولا ضرورة في الاستئجار على القرأة على القبر،اه" (۲)

اور بے شک صاحب بحر کو جوہرہ کی اس عبارت سے دھوکا ہوا جو کتاب الوقف میں ہے، اور

---

(۱) [ردالمحتار، كتاب الاجارة مطلب تحرير فهم في علم الجواز الاستئجارل:۹/۶۶]

(۲) [رد المحتار، كتاب الاجارة:۹/۶۶،۶۷]

شارح نے بھی کتاب الوصایات میں اسی کی اتباع کی، کیوں کہ ان کا کلام ہر طاعت پر اجارہ کے جواز کا پتہ دیتا ہے، جس میں سے قراءت بھی ہے، اور شیخ خیر الدین رملی نے اسی کو ثابت رکھا حاشیہ بحر کتاب الوقف میں۔ وہ فرماتے ہیں: مفتی بہ قول ہے کہ استحساناً تعلیم قرآن پر اجرت لینا جائز ہے، نا کہ محض تلاوت قرآن پر، جیسا کہ تاتارخانیہ میں اس کی صراحت ہے، فرماتے ہیں: کہ اس وصیت اور تلاوت پر قاری کے بدلہ اور معاوضہ لینے کا کوئی مطلب نہیں ہے کیوں کہ یہ اجرت کے درجہ میں ہے، اور اس پر اجارہ باطل ہے، یہ ایسی بدعت ہے کہ جس کو کسی بھی خلیفہ نے نہ کیا اور ہم نے تعلیم قرآن کا مسئلہ استحساناً ذکر کیا یعنی ضرورت کے تحت، اور قبر پر تلاوت کے اجارہ میں کوئی ضرورت نہیں ہے۔ (مترجم)

پھر اجرت بھی کیسی معقول کہ نکاح خوانی کے حقوق مجھے دیئے جائیں۔

نیز فتاویٰ عزیزیہ میں ہے:

قاعدہ اجارہ آں ست کہ بر واجب ومندوب منعقد نمی شود وتعلیم القرآن فرض بالکفایۃ ومندوب علی العین پس محل اجارہ نیست، تعلیم قرآن را متاخرین جائز داشتہ اند کہ با جرت بقرآن کرد امام مراد ایشاں ہمیں تعلیم ست کہ دروے افعال دیگر ورائے تعلیم مشروط باشند کہ محل اجارہ توانند شد نہ محض تعلیم، مثلاً شخصے بیاید کہ مرا فلاں آیت تعلیم کنی وایں ازوے مزدوری خواہد کہ ایں اجرت بالاجماع بین المتقدمین والمتاخرین حرام ست. اھ۔

مختصراً اسی میں فرمایا:

نکتہ درآں کہ اجارہ ادائے بر طاعت خواہ فرض باشد خواہ نفل جائز نیست، آنست کہ شخصے مباشرت طاعت شدہ است بحکم وعدہ الٰہی مستحق اجرت اخروی گشتہ، پس اگر اجر دنیوی را از مخلوق برآں طلب نماید اجتماع اجرین وعوضین درحق یک کس بیک فعل لازم خواہد آمد، مثل آنکہ شخصے اجیر خاص یک کس قرار افتہ او را نمی رسد کہ اجیر خاص شخص دیگر شود درہماں ساعت۔ کذا فی الھدایۃ۔

اجارہ کا قاعدہ یہ ہے کہ وہ واجب ومندوب پر منعقد ہی نہیں ہوتا، اور تعلیم قرآن فرض کفایہ اور مستحب عین ہے، لہذا وہ محل اجارہ نہیں ہوسکتا ہے، لیکن متاخرین نے تعلیم پر اجرت لینا جائز قرار دیا ہے۔ ان کی مراد تعلیم سے یہ ہے کہ اس میں کچھ ایسے افعال تعلیم کے علاوہ مشروط ہوں جس میں محل اجارہ بننے کی صلاحیت ہو، نہ کہ محض تعلیم، مثلاً: کوئی شخص کسی سے کہے کہ مجھے فلاں آیت کی تعلیم دے دو، اور یہ شخص (معلم) اس سے مزدوری مانگے تو یہ اجرت باتفاق متقدمین ومتاخرین حرام ہے۔ اجارۂ طاعت خواہ وہ طاعت فرض ہو یا نفل جائز نہ ہونے میں نکتہ یہ ہے کہ جو شخص طاعت پر کاربند ہے۔ یعنی طاعت میں لگا ہوا

ہے وہ بحکم الٰہی اخروی اجر کا مستحق ہوگیا، اب اگر وہ دنیا والوں سے بھی اس پر اجر کا مطالبہ کرے تو ایک شخص کے حق میں ایک فعل پر دو اجر اور دو عوضوں کو جمع ہونا لازم آئے گا، مثلاً ایک شخص جو کسی کا اجیر خاص مقرر ہوا اس کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ اسی وقت میں دوسرے کا اجیر خاص ہو جائے۔ (مترجم)

فتاویٰ بزازیہ میں فرمایا:

"لا يحل أخذ الأجرة على الإمامة و التاذين بالشرط. اه۔"(۱)

امامت و اذان پر شرط لگا کر اجرت لینا جائز نہیں۔ (مترجم)

یہاں امامت صلاۃ جنازہ پر وہ اجرت ٹھہرا رہا ہے، اور اجرت بھی کیا نکاح خوانی کے حقوق تو یہ ناجائز در ناجائز ہے۔ و اللّٰه تعالیٰ أعلم۔

(۲) اس صورت مین وہ فرض ہوے کہ کھڑا اگرچہ سنتوں کے ارادہ سے ہوا تھا مگر تکبیر بہ نیت فرض کہی، اور اعتبار اسی نیت کا ہے جو مقارن تکبیر ہو۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

"لو افتتح الظهر ثم نوى التطوع أو العصر أو الفائتة أو الجنازة و كبر يخرج عن الأول، ويشرع في الثاني، والنية بدون التكبير ليس بمخرج كذا في التاتارخانية ناقلاً عن العتابية"(۲)

تکبیر تحریمہ کہی پھر نفل یا عصر یا فوت شدہ نماز یا جنازہ کی نیت کر لی اور تکبیر کہی تو وہ اول نماز کے باہر ہو جاے گا، اور دوسری کا شروع کرنے والا ہوگا، محض نیت بغیر تکبیر کے نماز اول سے نکالنے والی نہ ہوگی، ایسا ہی عتابیہ سے تاتارخانیہ میں ہے۔ (مترجم)

ظاہر ہوا کہ یہ تو محض کھڑا ہوا ہے کہ اگر سنتیں شروع بھی کر دیتا پھر بھی فرضوں کی نیت سے دوسری تکبیر کہتا تو نیت تطوع باطل ہو جاتی، اور وہ شارع فی الفرض ٹھہرتا۔

نیز غنیۃ میں فرمایا: "لو كبر ينوي التطوع، ثم كبر ينوي الفرض يصير شارعاً في الفرض وتبطل نية التطوع ؛ لأن النية من الأفعال يصح تبديلها إذ قارنتها. والله تعالىٰ أعلم."(۳)

---

(۱) [الفتاوى البزازية مع الهندية: ۱/۲٤]

(۲) [الفتاویٰ الهندية، كتاب الصلاة، الفصل الرابع في النية: ۱/۸٦]

(۳) [غنية المستملي شرح منية المصلي: ص۲٤۷]

اگر نفل کی نیت سے تکبیر کہی، پھر فرض کی نیت سے تکبیر کہہ دی تو اب فرض کو شروع کرنے والا ہوگا، اور تطوع کی نیت باطل ہو جائے گی، اس لیے کہ نیت ان افعال سے ہے جس کی تبدیلی جائز ہے، جب کہ یہ افعال سے متصل ہو۔ (مترجم)

اجارہ کی مدت اور اجرت دونوں معلوم ہوں تو قبل از وقت فسخ کرنا جائز نہیں

(۲) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

عرض یہ ہے کہ دوکان مسجد محلہ حسین باغ ہے، اس دوکان میں پیشتر سیف اللہ بیٹھے تھے اور مبلغ ۸/ کرایہ دیتے تھے، اس پر امیر احمد نے کہا یہ دوکان ہمیں دے دو تو اس سے کہا گیا تم سے دو روپے کرایہ کے لیے جائیں گے، اس پر امیر احمد نے کہا کہ میں پونے دو روپیہ دوں گا۔ انعام اللہ جو مسجد کا انتظام کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ لکھے دو روپے ہی جائیں گے چار آنہ ہم اپنی جیب سے دیں گے، امیر احمد نے اس پر کہا کہ تم اپنی جیب سے کیوں دو گے اللہ ہمیں دے گا تو ہم ہی دے دیں گے، تو اس دوکان میں امیر احمد نے چھ مہینے گذارے اور سیف اللہ نے اپنی دوکان اٹھا بیٹھک میں رکھ لی، اب امیر احمد نے مجبور ہو کر مسجد کی دوکان سے اٹھالی جب کہ آٹھ آنے پیسے بھی نہ بک سکے تو اٹھالی۔ اور چھ ماہ کے مبلغ ۱۲/ روپیہ ادا کیے، اب وہ چھ مہینہ سے دوکان خالی پڑی ہے، اب اس خالی پڑی ہوئی کا کرایہ یعنی ایک سال کا کاغذ امیر احمد سے لکھایا گیا تھا، اس میں چھ مہینے بیٹھے وہ چھ مہینہ سے دوکان خالی پڑی ہوئی ہے، اس خالی پڑی ہوئی کا کرایہ کسی دباؤ سے امیر احمد سے وصول کیا جائے تو وہ پیسہ مسجد میں لگ سکتا ہے یا نہیں؟ از امیر احمد ولد کریم بخش حسین باغ بریلی

الجواب

جب امیر احمد نے ایک سال کے لیے ہر ماہ پونے دو روپے پر دوکان لی تھی تو بے عذر شرعی اس عقد اجارہ کو فسخ قبل تمام سال نہیں کرسکتا۔

عالمگیری میں ہے: "لو قال آجرتك هذه الدار سنة كل شهر بدرهم جاز بالإجماع؛ لأن المدة معلومة والأجرة معلومة، فتجوز فلا يملك أحدهما الفسخ قبل تمام السنة من غير عذر كذا في البدائع." (۱)

---

(۱) [الفتاویٰ الهندية، كتاب الإجارة، لاباب الثالث: ۴/۵۶۸]

اگر کہا: میں نے یہ مکان ایک سال تک ہر ماہ ایک درہم کے بدلے کرائے پر دیا، تو بالاتفاق جائز ہے، کیوں کہ مدت معلوم ہے اور اجرت بھی معلوم ہے، لہذا جائز ہے، بلا عذر شرعی سال تمام ہونے سے قبل کوئی بھی اس اجارے کو فسخ نہیں کرسکتا۔ ایسا ہی بدائع میں مذکور ہے۔ (مترجم)

پونے دو روپیہ اس پر ہر ماہ کے لازم، چار آنہ جو زیادہ دیے وہ اپنا وعدہ وفا کیا، اگر نہ دیتا تو وہ لازم نہ تھے، خالی پڑی رہنے دے، یا اس سے کام لے پونے دو روپیہ اس کے ذمہ ہر ماہ کے لازم ہوں گے، مگر جب کہ اس نے کسی ایسے عذر سے جو قابل قبول شرع ہو اس عقد کو فسخ کیا ہو۔ تو اس صورت میں جب کہ اس نے فسخ کیا اس وقت کرایہ اس کے ذمے نہیں اور اس سے وصول کرنا جائز نہ ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ آٹھ آنے بیسہ بھی نہ بک سکنا یہ عذر قابل قبول شرع ہوگا یا نہیں مجھے اس میں تأمل ہے کساد بازار تو عذر ہوتا ہے۔

عالمگیریہ میں ہے:

"استأجر حانوتاً ليتجر في السوق ثم كسد السوق حتى لايمكنه التجارة فله فسخ الإجارة ؛ لأنه عذر كذا في القنية."(۱)

ایک دکان کرائے پر لی تا کہ بازار میں تجارت کرے، پھر بازار مندا ہو گیا یہاں تک کہ تجارت ممکن نہ رہی، تو وہ عقد اجارہ فسخ کرسکتا ہے، کیوں کہ یہ عذر شرعی ہے، یوں ہی قنیہ میں مذکور ہے۔ (مترجم)

مگر کوئی خاص دوکان کسی کی نہ چلنا ظاہراً یہ عذر نہ ہوگا۔ و اللہ تعالیٰ اعلم۔

علم نجوم حاجت سے زیادہ ہو تو اس کا سیکھنا حرام ہے

مسئلہ: (۳)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

.از روے علم نجوم یعنی دلائل گردش فلکی کی رو سے سوالات کے جوابات جو استخراج کر کے دیئے جاتے ہیں اس میں کافی محنت اور وقت صرف ہوتا ہے، ایسی حالت میں اپنی محنت کی اجرت لینا کیسا ہے؟ نیز جوابات زبانی دیے جاویں یا تحریری دونوں حالتوں میں جو حکم شرع شریف کا ہو تحریر فرمایے جب

---

(۱) [الفتاوىٰ الهندية، كتاب الاجارة، الباب التاسع: ٤/٦٣٤]

کہ جواب سے پہلے یہ لفظ تحریر کردیا جاتا ہے: ''الغیب عند اللہ'' اس کے بعد لکھا جاتا ہے از روے گردش فلکی ایسا ظاہر ہوتا ہے اور جواب کے بعد آخر میں یہ لفظ تحریر کیا جاتا ہے: و اللہ تعالیٰ اعلم۔ فقط بینوا توجروا۔

از شہر محلہ سوداگران مسئولہ جناب نبیہ احمد صاحب شوال ۵۷ھ

الجواب

علما۔ تعلیم و تعلم علم نجوم فوق الحاجۃ کو حرام فرماتے ہیں۔ اتنی مقدار کو جائز بتاتے ہیں جس سے وقت، جہت قبلہ، حساب اوقات، مہینوں اور برسوں کا حساب معلوم ہو۔ اس سے زائد کو جائز نہیں بتاتے۔

طریقۂ محمدیہ اور اس کی شرح حدیقہ ندیہ میں ہے:

"قال في الخلاصة: وتعلم علم النجوم إن كان قدر ما يعلم به مواقيت الصلاة الخمسة ويعلم جهة القبلة لا بأس به والزيادة علىٰ ذلك حرام."(۱)

خلاصہ میں فرمایا: علم نجوم اس قدر سیکھنا کہ جس سے نماز پنج گانہ اور جہت قبلہ کی معرفت ہوجائے تو کوئی حرج نہیں، اس سے زیادہ حرام ہے۔ (مترجم)

بستان العارفین میں امام ابو اللیث سمرقندی نے فرمایا:

"لو تعلم من علم النجوم مقدارما تعرف به جهة القبلة ويعرف به أمر الحساب أي: حساب الأوقات والشهور والسنين فلا بأس به وهو أمر مباح ولا يزيد عليه."(۲)

علم نجوم اس قدر سیکھنا کہ جس سے سمت قبلہ اور اوقات، ماہ و سن کے حساب کی معرفت ہوجائے تو کوئی حرج نہیں ہے، اتنا سیکھنا مباح ہے، اس سے زیادہ نہیں۔ (مترجم)

تعلیم المسلم میں ہے:

"علم النجوم بمنزلة المرض لمن تعلمه؛ لأنه كمرض القلب في الإيمان بالغيب، فيبقى العبد إذا تعلمه يزعم في نفسه علم ما كان قبل ذلك بكل علمه إلى الله تعالىٰ من الأمور المغيبات فتعلمه حرام؛ لأنه يضر بعالمه في دينه؛ لأنه ينقله بالإيمان المغيب إلى الإيمان بالكذب الموهوم ولا ينفع أصلاً الخ."

---

(۱) [الحديقة الندية: ۱/۳۳۲]

(۲) [اتحاف الخيرة المهرة بذوائد باب ۱۷ في ذم الدعوىٰ في العلم: ۸/۲۵۰]

علم نجوم سیکھنے والے کے لیے یہ علم بمنزلۂ مرض ہے کہ یہ ایمان بالغیب میں دل کے مرض کی طرح ہے، بندہ یہ علم سیکھ کر اپنے دل میں یہ خیال جمالیتا ہے کہ اسے تمام گزشتہ چیزوں اور امور غیبیہ کا علم ہے، لہذا اس کا سیکھنا حرام ہوگا، کیوں کہ یہ اس کے دین میں نقصان و بگاڑ کا باعث ہے، اس لیے کہ یہ ایمان بالغیب کے بجائے، جھوٹی اور موہوم باتوں کو یقین کا درجہ دے دے گا، اسے سوائے مضرت کے کوئی نفع حاصل نہ ہوگا۔ (مترجم)

اگر کسی کا قلب محفوظ بھی رہے، علم نجوم سے مریض نہ ہو تو بھی باعتبار اکثر حکم ہونا چاہیے، اگر خود کوئی محفوظ رہا تو ہر کوئی محفوظ نہ رہے گا، جیسے وہ زہر جو کسی طرح ایک شخص نے استعمال کیا اور کسی وجہ سے وہ محفوظ رہا، تو اسے یہ حلال نہیں ہے کہ دوسروں کو بھی استعمال کرائے۔ تعلم علم نجوم کیا ہی، تعلیم بھی کرے یا اس کا پیشہ کر کے بیٹھے کہ لوگ سوال کریں یہ جواب بتائے اور ان لوگوں کے قلوب کو مریض کرے۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے حاشیۂ حدیقہ ندیہ میں فرمایا:

”قوله يزعم في نفسه الخ هذا إن جزم جزماً هو حرام بل كفر۔ أما إذا استدل كاستدلال طبيب بالنبض والتفسرة فلا شك أن لكل علمه الآن أيضاً علم إلى الله تعالىٰ ولما يزعم أنه حق ما ادىٰ إليه نظره فهذا لا يحرم لذاته كما أفاده الإمام حجة الإسلام۔ نعم إن أدى إلىٰ مفسدة وهو الأكثر فيحرم لغيره.“

مصنف کا قول: ”يزعم في نفسه“ (اپنے دل میں سمجھتا ہے)۔ اگر جزم ویقین رکھے تو حرام بلکہ کفر تک ہوگا، لیکن جس طرح طبیب نبض اور قارورہ سے رہ نمائی حاصل کرتا ہے اسی طرح یہ بھی اس علم سے رہ نمائی حاصل کرتا ہے تو کوئی شک نہیں کہ اس کا علم اللہ تعالیٰ ہی کے علم کی طرف نسبت رکھتا ہے۔ (اسی کے فیضان کا نتیجہ ہے) اور جب یہ گمان کرتا ہے کہ جہاں تک اس کی نظر پہنچی وہ حق ہے تو یہ بالذات حرام نہیں، جیسا کہ امام حجۃ الاسلام نے اس کا افادہ فرمایا ہے، ہاں اگر کسی مفسدہ کی طرف مؤدی ہو اور یہی اکثر ہے تو حرام لغیرہ ہے۔ (مترجم)

ہاں اگر یہ شخص جس طرح خود جزم نہیں کرتا دوسروں کو بھی اس سے روکے اور طرح طرح سے برابر یہ ظاہر کرتا رہے کہ یہ باعتبار ان دلائل کے حکم کیا جاتا ہے، جو میں نے نظر کی اور کچھ ضرور نہیں کہ ان دلائل سے میں جس نتیجے پر پہنچا وہ صحیح ہی ہو، اس پر یقین کرنا حرام ہے اگر چہ ہزار بار جو نجومی بتائے اس کے مطابق ہی واقع ہو تو اس صورت میں حرام نہ ہونا چاہیے۔ هذا ما عندي والعلم بالحق عند ربي وهو تعالىٰ أعلم۔

کفار وفساق کو مکان ودکان کرایہ پر دینا جائز ہے

(۴) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

اگر کوئی زمین موقوفہ کسی ہندو کو کرایہ پر دی گئی ہو وہ اس میں ناجائز افعال کرے، مثلاً تھیٹر وسنیما وغیرہ تو ایسی حالت میں اس زمین کا کرایہ لینا حرام ہے؟ یہ اجارہ صحیح ہے اور کرایہ حلال اور جائز ہے؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب

بیان سائل سے معلوم ہوا کہ جب ہندو کو زمین ومکان کرایہ پر دیئے گئے اس وقت اس نے یہ نہ کہا تھا کہ وہ اس میں تھیٹر اور سنیما بنائے گا اس لیے لیتا ہے۔ اس نے کرایہ پر لینے کے بعد مکان، یا زمین میں تھیٹر اور سنیما قائم کرلیا اس صورت میں وہ زمین اسے کرایہ پر دینے والوں پر کوئی الزام نہیں، نہ کرایہ پر دینا حرام ہوا، نہ کرایہ لینا حرام، نہ اجارہ کی صحت میں کوئی کلام۔ کفار وفساق وفجار مکان کرایہ پر لیتے ہیں اس میں بود وباش کرتے ہیں۔ کافر اس میں کفر کرتا ہے، پوجا پاٹ کرتا ہے، کلمات کفر بکتا ہے، فساق وفجار شراب پیتے ہیں، بناتے ہیں، زنا وغنا ہوتا ہے، اس سب کا وبال ان پر ہے۔ مکان والے پر اس کا الزام نہیں ہوگا کہ اس نے مکان اس لیے نہیں دیا ہے کہ کافر اس میں کفر کرے اور فاسق وفاجر اس میں فسق وفجور۔

فتاویٰ بزازیہ میں ہے: "استاجر الذمي داراً من مسلم ليسكنها لا بأس به وإن شرب فيه الخمر أو عبد الصليب لا يأثم المسلم به." (۱)

ذمی نے کسی مسلمان کا مکان رہنے کے لیے کرائے پر لیا تو اس میں کوئی حرج نہیں اگر چہ وہ اس میں شراب نوشی یا صلیب کی پرستش کرے، اس کے سبب مسلمان گنہ گار نہ ہوگا۔ (مترجم)

بلکہ اسی میں ہے: "إذا آجر منزله ليتخذه بيعة أو كنيسة أو بيت نار يطيب له۔ واللّٰه تعالىٰ أعلم." (۲)

مسلمان نے اپنا مکان کرائے پر دیا تا کہ ذمی اسے کلیسا، گرجا گھر یا آتش کدہ بنالے تو اس کے لیے یہ جائز ہے۔ (مترجم)

---

(۱) [الفتاویٰ البزازیه برهامش عالم گیریه: ۵/۱۲۶]

(۲) [الفتاویٰ البزازیه برهامش عالم گیریه: ۵/۱۲۵]

کتاب الغصب

ابواب

۱۔غصب کا بیان (۱۰۶)



غصب کا بیان

غیر کی زمین پر قبضہ کر لینا ظلم اور سخت حرام ہے

(۱) **مسئلہ:**

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

ایک مسلمان پابند شرع سالہا سال زکاۃ وغیرہ بھی ادا کرتا ہے، اس کی ایک آراضی جو برابر قبرستان کے ہے اس کو خرید کیے ہوئے چودہ پندرہ سال کے ہوئے چند عرصہ سے چند مسلمان جو بڑے ہیں وہ اس کو جبراً گرفت میں لا کر قبرستان میں شامل کرنا چاہتے ہیں۔ کیا یہ شرع شریف میں جائز ہے؟ جس کی آراضی ہے مطلق نہیں چاہتا ہے کہ قبرستان میں جبراً آراضی دوں۔

عزیز اللہ باشندہ پرانے شہر ٹولہ بریلی بتاریخ ۱۶/رجب ۵۷ھ

الجواب

غیر کی زمین یا کوئی چیز غصب کر لینا، جبراً دبا لینا، زبردستی اس پر قابض ہو جانا ظلم ہے، حرام سخت اشد اخبث اشنع کام ہے خود اپنے لیے لے یا دبا کر کسی وقف میں شامل کرے۔ جو پرائی زمین ظلماً دبا لے اس کی نسبت حدیث میں فرمایا:

((من ظلم قيد شبر من الأرض طوقه من سبع أرضين.))(۱)

جو کسی کی بالشت بھر زمین ظلماً لے گا روز قیامت ساتوں زمینوں سے طوق بنا کر اس کے گلے میں ڈالا جائے گا۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ جو لوگ جانتے ہوئے ظلم میں ظالم کے ساتھ ہوں گے وہ جب تک توبہ نہ کریں گے قہر الٰہی میں رہیں گے۔

حدیث میں ہے: ((من أعان علىٰ خصومة بظلم لم يزل في سخط الله حى ينزع.))(۲)

---

(۱) [الترغيب والترهيب: ۱۵/۳]

(۲) [سنن ابن ماجة، كتاب الأحكام، باب من ادعى ماليس له وخاصم فيه، ۲۳۲۰۔۶۲/۳]

جو کسی نزاع میں ظالم کی ہم دردی واعانت کرے گا، وہ اللہ کے غضب کا مستحق ہوگا، یہاں تک کہ مرجائے۔ (مترجم)

دوسری حدیث میں ہے:

((من أعان ظالماً ليد حض بباطله حقاً فقد برئت ذمة الله وذمة رسوله.))(۱)

جو کسی ظالم کا ساتھ دے تا کہ باطل سے حق کو مٹادے، تو اللہ ورسول۔ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ اس سے بے زار ہیں۔ (مترجم)

ایک اور حدیث میں ہے:

((من أخذ شيئاً من الأرض قلده يوم القيامة من سبعة أرضين.))(۲)

جو کسی کی معمولی زمین بھی ظلماً لے گا روز قیامت ساتوں زمین تک اسے دھنسا دیا جائے گا۔ (مترجم)

اور اگر واقع میں زمین قبرستان کی ہے کسی ظالم نے بیچ ڈالی ہے تو اس خریدنے والے کو چاہیے کہ اس زمین کو جو قبرستان کی ہے چھوڑ دے، اللہ سے ڈرے اس بیچنے والے پر دعویٰ کر کے اپنا روپیہ واپس لے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱) [حلية الأولياء: ۲۴۸/۵]

(۲) [كنز العمال، كتاب الغصب: ۳۰۳۴۱ـــ۲۸۱/۱۰]

کتاب الذبائح

ابواب



ذبح کا بیان

مکروہ طبعی کا مطلب ہے طبیعت کو جو پسند نہ ہو

(۱) **مسئلہ:**

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

طوطا، ہدہد، بگلا، خرگوش حلال ہیں یا نہیں بعض کہتے ہیں کہ طبعی ہیں، طبعی سے کیا مراد ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

سب حلال ہیں۔ مکروہ طبعی کے یہ معنی ہیں جس سے طبیعت کراہت کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مردار جانور کی قیمت جائز نہیں

(۲) **مسئلہ:**

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

مردار مرغی فروخت کر کے اس کی قیمت مسلمان کو کھانے پینے پہننے میں لانا چاہیے یا نہیں؟

الجواب

نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

عورت کا ذبیحہ جائز ہے

(۳) **مسئلہ:**

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

عورت مرغ یا اور کوئی جانور ذبح کر سکتی ہے یا نہیں۔ اگر کر سکتی ہے تو کوئی حدیث اس بارے میں

آئی ہے یا نہیں؟

از مظفر پور مرسلہ انوار الحق صاحب قادری رضوی حامدی ۲۲ر جمادی الآخرہ ۵۲ھ

الجواب

عورت کا ذبیحہ جائز ہے۔

سراجیہ پھر سراج المنیر میں ہے:

"تجوز ذبیحة المرأة."" عورت کا ذبیحہ جائز ہے۔ (مترجم)

مشکاۃ و بخاری میں حدیث بھی موجود ہے:

((عن معاذ بن سعد أخبره أن جارية لكعب بن مالك كانت ترعى غنماً بسلع فأصيبت شاة منها، فأدركتها فذبحتها بحجر،فسئل النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم۔فقال:"كلوها"))(١)

حضرت معاذ بن سعد سے روایت ہے کہ: ان کی ایک بکری تھی سلع میں چرتی تھی تو ہماری ایک لونڈی نے ایک بکری کو مرتے دیکھا تو اس نے پتھر توڑا اس سے اسے ذبح کر دیا، تو انھوں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا تو آپ نے اس کے کھانے کی اجازت دی۔ (مترجم)

بتوں کے نام پر چھوڑا گیا حلال جانور شرعی ذبح کے بعد کھانا جائز ہے

(۴) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

زید ایک سانڈ پکڑ کر لایا اور ذبح کر کے کھایا اور حلال ہونے کا دعویٰ بھی کرتا ہے اور اس کی حلت کا بھی قائل ہے مال غیر مسلم ہونے کے سبب سے۔ اور بکر حرمت اس کی مثل سوئر کے قرار دیتا ہے۔ آیا بکر کی حرمت کا قول صحیح ہے یا غلط اور زید کا حلال سمجھنا اور دعویٰ حلت کا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

المستفتی: محمد اسحاق موضع صداٹولہ

---

(١) [صحيح البخاري، كتاب الزبائح والصيد والتسمية على الصيد، باب ذبيحة المرأة والأمة: ٥٥٠٥ــ٣/٤٥١]

الجواب

وہ سانڈ شرعاً حلال جانور ہے، اس کی حلت میں کوئی شبہہ نہیں۔ وہ اگر بنام خدا ذبح کیا جائے۔ تو حلال ہوگا، وہ محض اس لیے کہ بتوں کے نام پر چھوڑ دیا گیا حرام نہ ہوگا، بتوں کے نام پر چھوڑنے سے حلال جانور حرام نہیں ہوجاتا۔ غیر خدا کے نام پر جو ذبح کیا جائے وہ حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حلال پرندے اور جانوروں کا بیان

مسئلہ: (۵)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

چڑیوں میں کون کون چڑیا کا گوشت مباح ہے اور کون کون جانوروں کا گوشت کھانا درست ہے؟

ازرائے بریلی مرسلہ شیخ چھدا صاحب ۲۵ر محرم الحرام ۵۸ھ

الجواب

درندے، شکاری جانور۔ کچلی رکھنے والے، شکاری پرندے۔ شکاری پنجہ رکھنے والے، حشرات ارض، حشرات ارض کے شکاری جانور، اور وہ جانور جن میں خون نہیں سوا مچھلی اور ٹڈی کے۔ کوا، چمگادڑ، خچر، گھوڑا اور یہ گدھا نا جائز ہیں، حمار وحشی وارنب وعقعق جائز ہیں۔

فتاویٰ خلاصہ میں ہے:

"في شرح الطحاوي مالا يؤكل كل ذي ناب من السباع، وذي مخلب من الطيور، والهوام التي سكناها في الأرض، وجميع سباع هوام الأرض إلا الأرنب، فإنه يحل أكله وذومخلب من الطيور. وفي فتاوىٰ الصغرىٰ مالادم له كالزنبور ونحوه لا يؤكل إلا السمك والجراد والعقعق ونحوه يؤكل۔ يكره الغراب وهو الذي يأكل النجاسات۔ وفي فتاوىٰ القاضي لا يؤكل الخفاش؛ لأنه ذوناب وحمار الوحش يؤكل بخلاف الأهلي والبغل لا يؤكل ويكره لحم الخيل عند أبي حنيفة اه. مختصراً."(۱)

شرح طحاوی میں ہے: ہر درندہ کیلے والا، اور ہر پرندہ پنجہ والا حرام ہے، اور وہ حشرات الارض جو زمین میں رہتے ہیں اور حشرات ارض کے شکاری جانور یہ سب حرام ہیں، مگر خرگوش حلال ہے۔ فتاویٰ

(۱) [لسان الحكام الفصل الثاني والعشرون : ۱/ ۳۸۰]

صغریٰ میں ہے: وہ جانور جن میں خون نہیں سوائے مچھلی اور ٹڈی کے حرام ہیں، مثلاً: بھڑ، عقعق (کوے کی شکل کا ایک پرندہ) وغیرہ حلال ہے، کوا جو غلاظت کھاتا ہے ناجائز ہے۔فتاویٰ قاضی میں ہے: چمگادڑ حرام ہے کیوں کہ ذی ناب (کیلے والا) ہے۔حمار وحشی (جنگلی گدھا) حلال ہے، گدھا ناجائز۔خچر حرام، گھوڑا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک ناجائز ہے۔اھ۔مختصراً۔(مترجم)

دریائی سارے جانور سوا مچھلی کے ناجائز ہیں۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

ذبح سے پہلے جانور کے سر میں گولی مارنا ظلم اور حرام ہے

مسئلہ: (۶)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

اس ملک افریقہ میں حکام وقت قصابوں کو حکم دیتا ہے کہ پہلے ذبح سے بیل وغیرہ کے مغز میں پستول مارو بعدہ ذبح کرو، آیا یہ فعل شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

ازنیروبی افریقہ جمعہ مسجد مرسلہ عطا محمد صاحب ۱۶/ جمادی الاولیٰ ۵۸ھ

الجواب

یہ فعل ناجائز وحرام ہے، بے وجہ شرعی ایذا صریح ظلم وقبیح ہے، اس حکم کا ماننا حرام ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

جس بکری سے بدفعلی ہوئی اس کو ذبح کر دینا واجب نہیں

مسئلہ: (۷)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

زید ایک بکری کے ساتھ زنا کرتا ہے، بکری کا مالک گندگی سے آلودہ بکری کو ایک ملا کے پاس لایا، صحیح شہادت اور ملزم کے اقرار کرنے پر فتویٰ دیا گیا کہ بکری ذبح کر کے دفن کی جائے اور ملزم مالک کو قیمت ادا کرے اور تیس آدمیوں کو کھانا کھلائے، ملزم نے دونوں میں سے ایک تعزیر کو بھی انجام نہ دیا، مالک نے پھر ملا صاحب کے پاس جا کر کہا: ملا صاحب نے جواب دیا کہ: جس طرح مرضی ہے کرو اور بکری فروخت کرنے کو کہا بکری فروخت ہوئی اور دوسری جگہ پہنچ کر بکری کا گوشت مسلمانوں کو کھلایا گیا۔کیا یہ فتویٰ اور تمام عمل صحیح ہے؟

ازکوہ مری ضلع راولپنڈی پنجاب بازار کلاں متصل ہوٹل محبت خاں

مرسلہ جناب عبدالرحمٰن صاحب رجب ۵۶ھ

الجواب

زید بے قید گنہگار ہوا، اس پر توبہ لازم۔ سلطنت اسلام ہوتی تو اسے تعزیر کرتی۔ وہ بکری ذبح کردینا چاہیے تھی مگر واجب نہیں کہ ذبح کردی جائے، امام اعظم کے نزدیک اس کا گوشت کھانا بے کراہت جائز ہے۔ صاحبین کے نزدیک حیوان مأکول اللحم کو بھی غیر مأکول اللحم کی طرح بعد ذبح جلاڈالنا چاہیے۔

"لقطع امتداد التحدث به كلما .رويت۔"

غیر کی بکری سے جب یہ ناپاک حرکت کی تو وہ اگر ذبح کی جائے تو قبل ذبح اس کی قیمت زید کو چاہیے کہ مالک کو دے دے مگر یہ لازم نہیں کہ مالک دفع بز پر مجبور نہیں کیا جاسکتا۔

درمختار میں ہے:"لا يحد بوطء بهيمة بل يعذر وتذبح ثم تحرق، ويكره انتفاع بهاحية وميتة مجتبىٰ۔ وفي النهر الظاهر أنه يطالب ندباً لقولهم تضمن بالقيمة."(۱)

حیوان سے بدفعلی پر حد نہیں بلکہ اس پر تعزیر لگائی جائے، اور جانور کو ذبح کرکے جلادیا جائے، کیوں کہ اس جانور مردہ یا زندہ سے انتفاع حاصل کرنا مکروہ ہے۔ مجتبیٰ۔ نہر میں مذکور ہے: ظاہر یہ ہے کہ مطالبہ بہ طور ندب کرے گا، کیوں کہ فقہا فرماتے ہیں: واطی جانور کی قیمت کا تاوان مالک کو دے دے۔ (مگر یہ لازم نہیں) (مترجم)

شامی میں ہے:"وتذبح ثم تحرق أي : لقطع امتداد التحدث به كلما رؤيت وليس بواجب كما في الهداية وغيرها۔ وهذا إذا كانت مما لا يؤكل، فإن كانت تؤكل جاز أكلها عنده وقالا: تحرق أيضاً۔ فإن كانت الدابة لغير الواطي يطالب صاحبها أن يدفعها إليه بالقيمة ثم تذبح هكذا قالوا : ولا يعرف ذلك إلا سماعاً فيحمل عليه زيلعي ونهر۔ قوله: والظاهر أنه يطالب ندبا الخ أي : قولهم: يطالب صاحبها أن يدفعها إلى الواطي ليس على طريق الجبر۔ وعبارة النهر: والظاهر أنه يطالب على وجه الندب ولذا قال في الخانية: كان لصاحبها أن يدفعها إليه بالقيمة اه. وعبارة البحر والظاهر لا يجبر على دفعها."(۲)

---

(۱) [درالمختار، كتاب الحدود باب الوطأ الذي يوجب الحد : ۳۳/٦]

(۲) [ردالمحتار، كتاب الحدود، باب الوطأ الذي يوجب الحدة: ۳۳/٦]

ذبح کرکے جلا دیا جائے کیوں کہ لوگ جب بھی دیکھیں گے تو اس کے بارے میں چہ می گوئیاں کریں گے تو اس طرح یہ سلسلہ بند ہو جائے گا، اور ایسا کرنا واجب نہیں جیسا کہ ہدایہ وغیرہ میں مذکور ہے، اور یہ اس وقت ہے جب کہ جانور حرام ہو، لہذا اگر حلال ہو تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک کھانا جائز ہے، صاحبین فرماتے ہیں: اس کو بھی جلا دیا جائے، جانور واطی کا نہ ہو تو مالک جانور اسے دے کر قیمت کا مطالبہ کرے گا پھر وہ ذبح کر دیا جائے۔ یہ بات بہ طور سماعی ہی معلوم ہوئی، اسی پر زیلعی ونہر کی عبارت کو محمول کیا جائے۔ "قوله: إنه يطالب ندباً الخ" مالک کا جانور واطی کو دے کر قیمت کا مطالبہ بہ طور جبر نہیں۔ عبارت نہر کا مطلب یہ ہے کہ بہ طور ندب مطالبہ کر سکتا ہے، اسی وجہ سے خانیہ میں فرمایا: مالک قیمت کے بدلے جانور واطی کو دے دے، بحر کی عبارت میں ہے: ظاہر یہ کہ دینے پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔ (مترجم)

فتاویٰ خلاصہ میں ہے:

"في شرح الطحاوي رجل وطئ بهيمة يعزر۔ فإن كان البهيمة له تذبح ولا تؤكل، وعن عمر رضى الله تعالىٰ عنه أمر بالبهيمة حتى أحرقت بالنار۔ وفي الفتاوىٰ الصغرىٰ في الذي يؤكل، يؤكل عند أبي حنيفة رحمه الله تعالىٰ عليه ولا يحرق۔ وعند أبي يوسف لا يؤكل ويحرق بالنار كالذي لا يؤكل۔ وما الذي لا يؤكل يذبح ويحرق بالنار ولا يحرق قبل الذبح۔ ويضمن الفاعل قيمته إن كان لغيره ۔ وفي ديات الفتاوىٰ الصغرىٰ قال الصدر الشهيد: إن كانت البهيمة للواطي يقال له: أذبحها وأحرقها وإن لم يكن له يقال لصاحبها: أن يدفعها إلىٰ الواطي بالقيمة ثم يذبحها الواطي ويحرق إن لم يكن ماكولة وإن كان مما يؤكل يذبح ولا يحرق."(۱)

شرح طحاوی میں ہے: کسی نے حیوان سے بدفعلی کر لی اس پر تعزیر لگائی جائے، اگر وہ حیوان اسی کا ہے تو ذبح کر دیا جائے اور کھایا نہ جائے، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ: آپ نے حیوان کے بارے میں حکم دیا یہاں تک کہ اسے آگ میں جلا دیا گیا۔ فتاویٰ صغریٰ میں حلال جانور کے بارے میں ہے امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک کھانا جائز ہے، جلایا نہ جائے گا، امام ابو یوسف کے نزدیک کھایا نہ جائے بلکہ حرام جانور کی طرح آگ میں جلا دیا جائے۔ حرام جانور کو ذبح کر کے آگ میں جلا دیا جائے، ذبح سے

---

(۱) [خلاصة الفتاوى: ۲/ ۵۹۵]

قبل نہ جلایا جائے، فاعل اس کی قیمت کا ضامن ہوگا اگر وہ حیوان کسی اور کا ہے۔فتاویٰ صغریٰ کی کتاب ''الدیات'' میں ہے: صدر شہید نے فرمایا: اگر حیوان خود واطی کا ہے تو حیوان کو ذبح کر کے جلانے کا حکم دیا جائے گا، اور خود واطی کا نہ ہو تو اسے کہا جائے گا قیمت کے بدلے یہ جانور واطی کو دے دے، پھر واطی اسے ذبح کر کے جلا دے اگر حرام جانور ہو۔اگر حیوان حلال ہو تو ذبح کیا جائے گا، جلایا نہ جائے گا۔(مترجم)

فتاویٰ بزازیہ میں ہے:

''في شرح الطحاوي وطئ بهيمة يعذر۔ فإن كانت له تذبح ولا تؤكل۔ وعن الفاروق رضي الله تعالىٰ عنه أنها تحرق ۔ وفي الصغرىٰ أنها تؤكل عند الإمام ولا تحرق وعند الثاني: لا تؤكل وتحرق كما لو كانت مما لا يؤكل۔ والذي لا يؤكل يحرق ولا يحرق قبل الذبح ويضمن الفاعل أن لغيره قيمتها ۔ قال الصدر: والاعتماد على رواية شرح الطحاوي وذكر في اللحم أنه المختار الإحراق لقطع التحدث.''(۱)

شرح طحاوی میں ہے: کسی نے حیوان سے بدفعلی کی اس پر تعزیر لگائی جائے، اگر وہ حیوان اسی کا ہے ذبح کر دیا جائے، کھایا نہ جائے، حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے: اس حیوان کو جلا دیا جائے۔فتاویٰ صغریٰ میں ہے: امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک کھانا جائز ہے، جلایا نہ جائے گا۔امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک کھانا جائز نہیں، جلا دیا جائے، جس طرح حرام جانور کو جلانے کا حکم ہے، اور حرام جانور جلا دیا جائے، لیکن ذبح سے قبل نہ جلایا جائے۔فاعل مالک کو قیمت کے ذریعے تاوان دے گا۔صدر شہید نے فرمایا: شرح طحاوی کی روایت معتمد علیہ ہے، کتاب اللحم میں مذکور ہے: جلا دینا مختار ہے تاکہ لوگوں کی چہ می گوئیاں بند ہو جائیں۔(مترجم)

تیس آدمیوں کو کھانا کھلانے کا حکم تو ملا کا اپنی طرف سے ہے حکم شریعت نہیں، ہاں بکری کا مالک اگر زید سے قیمت طلب کرتا بکری اسے دے دیتا تو زید کو قیمت دینا ہوتی، بکری دوسری جگہ فروخت ہوگئی اور اس کا گوشت کھالیا گیا تو اس کا گوشت کھانے میں کوئی حرج نہیں۔کوئی الزام نہیں۔زید پر توبہ لازم ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱) [الفتاویٰ البزازیہ بر ہامش عالم گیری:۶/۴۲۸]

قربانی جانور کا خون بہانے سے ہی ادا ہو جاتی ہے

(۸) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

مخدوم ومحترم بندہ زادعنایتہ بعد بجا آوری آداب خادمانہ گذارش ہے کہ ایک عرصہ سے یہ مسئلہ میرے اور میرے ایک عزیز بزرگ دوست کے درمیان زیر بحث ہے کہ آیا قربانی کا گوشت کفار کو دینا جائز ہے یا نہیں لہذا حضور سے استدعا ہے کہ اس مسئلہ کو حل فرمادیں کہ اس بحث کا خاتمہ ہو جاے۔

از سیتاپور محلہ ترین پورورارث منزل مرسلہ مجتبیٰ حسین صاحب ایوبی ۹/اپریل ۳۳ء

الجواب

قربانی اللہ عزوجل کے نام پر اراقت دم سے ادا ہو جاتی ہے، گوشت کا یہ مالک ومختار ہے جو چاہے کرے، اپنے صرف میں لاے۔ یا اپنے اعزا واقربا اور احباب کو تقسیم کرے۔ یا سب فقرا ومساکین کو دے دے۔ ہاں مستحب یہ ہے کہ اس کے تین حصے کرے ایک گھر کے لیے رکھے، ایک اعزا واحباب میں تقسیم کرے، ایک فقرا ومساکین کو بانٹے۔ کافر ذمی کے ساتھ بر واحسان کی اجازت ہے۔

قال تعالیٰ: ﴿لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقٰتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ أَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْا إِلَيْهِمْ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ﴾(۱)

اللہ تمھیں ان سے منع نہیں کرتا جو تم سے دین میں نہ لڑے اور تمھیں تمہارے گھروں سے نہ نکالا کہ ان کے ساتھ احسان کرو اور ان سے انصاف کا برتاؤ برتو۔

حربی کے ساتھ ممنوع ہے۔

قال تعالیٰ: ﴿إِنَّمَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ قٰتَلُوْكُمْ﴾(۲)

اللہ تعالیٰ تمھیں انہی سے منع کرتا ہے جو تم سے دین میں لڑے۔

تو حربی کافر کو قربانی کا گوشت دینا چاہیے نہ کوئی اور شی، ہاں اگر اپنے کسی کافر خادم کو اس کی اجرت میں قربانی کا گوشت دے دے تو حرج نہ ہوگا۔ کہ وہ اس کے اپنے ہی صرف میں آیا۔ یوں ہی اگر اسے بطور انعام اس امید پر دے کہ ع مزدور خوش دل کند کار بیش۔ تو بھی حرج نہ ہونا چاہیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱) [سورۃ الممتحنۃ:۸] (۲) [سورۃ الممتحنۃ:۹]

کتاب الحظر والاباحۃ

ابواب

(۱)حظر

گراموفون آلات لہو ولعب سے ایک آلہ ہے اس سے نعت وغیرہ نہ سنیں

(۱) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

گراموفون جس میں کہ اشعار نعتیہ وغیرہا ہوں اس کا سننا جائز ہے یا نہیں اور گراموفون مزامیر کے اندر داخل ہے یا نہیں؟

از گیا ڈاک خانہ رفیع گنج محمد عبدالحق ہائڈ جنرل مرچنٹ مورخہ ۵۲/۲/۳ھ

الجواب

گراموفون آلات لہو ولعب سے ایک آلہ ہے اور نعت شریف اللہ ورسول کا ذکر جل جلالہ۔ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ پھر رکارڈ کے مصالحہ میں اسپرٹ ہوتی ہے اسپرٹ شراب ہے۔ گراموفون سے ہرگز کچھ نہ سنیں خصوصاً اذکار خدا و مصطفیٰ عز شانہ وعلیہ التحیۃ والثنا۔ گراموفون میں مزامیر کی آواز بھی ہوتی ہے گراموفون خود مزامیر میں نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

شب براءت میں آتش بازی چھوڑنا مال ضائع کرنا ہے اور حرام ہے

(۲) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

شب برأت کی آتش بازی مسلمانوں کے ہاتھ فروخت کرنا اور خود چھوڑنا اور دوسروں کو چھوڑنے کی تحریک کرنا اور امداد دینا جملہ امور متذکرہ بالا کے بارے میں جو شریعت مطہرہ کا حکم ہو وہ مفصل بتلایا جائے۔ بینوا توجروا۔

از بریلی مسئولہ سکریٹری انجمن اسلامیہ۔ رجب مرجب ۵۱ھ

الجواب

عقل ونقل کا قاعدۂ مسلمہ اور ایک پختہ اصل از اصول محکمہ ہے کہ جرم میں کسی طرح کی اعانت بھی

جرم ہے۔ یہاں تک کہ اس میں برائے تماشہ شرکت بھی۔ قاتل ہی ارتکاب قتل پر مجرم نہیں، ہر وہ شخص جو اس کا کسی طرح معین ومددگار ہو اسی کی طرح مجرم ٹھہرتا ہے۔ بلکہ وہ بھی جو کھڑا تماشا دیکھتا رہے، مقتول کی اعانت کرسکتا ہو، اسے کسی طرح قاتل کے حملہ سے بچانے کی کوشش کرسکتا ہو اور نہ کرے۔

قرآن عظیم کا ارشاد کریم ہے:

﴿وَلَاتَعَاوَنُوا عَلَی الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾(۱)

گناہوں پر ایک دوسرے کی امداد واعانت نہ کرو۔

حدیث میں فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

((من مشى مع ظالم ليعينه وهو يعلم أنه ظالم فقد خرج من الإسلام أو كما قال:صلى الله تعالىٰ عليه وسلم))(۲)

جو دانستہ کسی ظالم کے ساتھ اسے مدد دینے چلے بے شک اس نے اسلام کی رسی اپنی گردن سے نکال دی، یا جیسا نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ (مترجم)

ائمہ تصریح فرماتے ہیں:

"التفرج على الحرام حرم."

مال ضائع وبرباد کرنا حرام ہے۔ شب براءت کی آتش بازی ناجائز بازی ہے۔ کہ اولاً وہ بازی ہے اور لہو ولعب حرام، پھر اس میں تضیع مال ہے اور وہ ناجائز ہے، مبذر پرلے سرے کا ناشکرا۔ اور شیطان اپنے رب کا بڑا ناشکرا، تو ہر مبذر اس ناشکری کے سبب شیطان کا بھائی ٹھہرا۔

قرآن کریم متنبہ فرماتا ہے:﴿وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا﴾(۳)

اور فضول نہ اڑا۔

مگر یہ نہیں سنتا، اس عطیہ الٰہیہ کو جسے اللہ کی راہ میں خرچ کرنا تھا شیطان کی راہ میں بے دریغ صرف کرتا ہے۔

اسی پر تو قرآن عظیم ارشاد فرماتا ہے:

---

(۱) [سورة المائدة:۲]

(۲) [مجمع الزوائد،باب فيمن أذان في خصوصة:۴/۲۰۵]

(۳) [سورة الاسراء:۲۶]

﴿إِنَّ الْمُبَذِّرِينَ كَانُوٓا إِخْوَانَ الشَّيٰطِينِ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهِ كَفُورًا﴾(۱)

بے شک اڑانے والے شیطانوں کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے۔

بیچنے والے اگر نہ بیچیں تو بنانے والے بنائیں کیوں؟ بنانے والے نہ بنائیں تو بیچنے والے کہاں سے لائیں؟ پھر جب بنانے والے اگر نہ بنائیں، بیچنے والے نہ بیچیں تو چھوڑنے والے نہ اپنی کمائی یا باپ دادا کی کمائی میں خود آگ لگانے والے کیوں کر آگ لگائیں؟ خود گناہ کرنا ایک جرم اور اس کی ترغیب وتحریص دوسرا جرم۔ جرم بالائے جرم ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے بھائیوں کی آنکھیں کھولے اور ہم سب کو شیطان کے قدموں پر چلنے سے بچائے۔

قال اللہ تعالیٰ:

﴿وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ﴾(۲)

واللہ تعالیٰ أعلم.

شیطان کے قدموں پر نہ چلو بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ اللہ تعالیٰ زیادہ بہتر جاننے والا ہے۔ (مترجم)

فاسق کو سلام میں پہل نہ کرے جواب دینا درست ہے

(۳) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

السلام علیکم کس شخص کو کرنا درست نہیں، مثلاً جوا کھیلتا ہو۔ تاش کھیلتا ہو، کھانا کھاتے وقت، تلاوت کرتے وقت اور وظیفہ میں مبتلا ہو۔ ان موقعوں پر جواب السلام علیکم کا دینا درست ہے یا نہیں محفل میلاد میں ہو اور کس کس موقع پر السلام علیکم کا جواب دینا درست ہے؟

الجواب

معلن فاسق جو کسی کبیرہ کا مرتکب یا صغیرہ پر مصر ہو اس سے ابتدا بسلام نہ کی جائے مگر جب کہ اس سے ضرر کا اندیشہ ہو۔ ایسے مشغول کو بھی سلام نہ کیا جائے جو پینے میں مشغول ہو۔ یا علم دین کے درس

---

(۱) [سورۃ الإسراء:۲۷]

(۲) [سورۃ البقرۃ:۱۶۸]

میں۔یا تلاوت قرآن عظیم کررہا ہو۔درود شریف یا اور کوئی وظیفہ پڑھ رہا ہو۔یوں ہی واعظ یا میلاد خواں، اور جواب دینا درست ہے۔

مردانی وضع کا جوتا عورت کے لیے درست نہیں

(۴) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

عورتوں کو کھڑی ایڑی کا جوتا پہننا درست ہے؟

الجواب

جو جوتا مردانہ ہو یعنی جس وضع کا مردوں کے ساتھ خاص ہو عورتوں کو اس کا پہننا درست نہیں۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

مرد کو مہندی لگانا جائز نہیں

(۵) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

دولہا کو مہندی لگانا درست ہے یا نہیں؟ آج کل عام رواج ہے۔دولہا چاندی کا زیور پہنتے ہیں اور کنگن باندھتے ہیں، کیا زیور اور کنگن اتروا کر نکاح پڑھا جاوے، اگر زیور اور کنگن پہنے ہیں اس صورت میں نکاح پڑھا دیا تو درست ہے؟

الجواب

مرد کو ہاتھ پاؤں میں مہندی لگانا ناجائز ہے۔زیور پہننا گناہ ہے، کنگنا ہندوؤں کی رسم ہے۔یہ سب چیزیں پہلے اتروائیں پھر نکاح پڑھائیں کہ جتنی دیر نکاح میں ہوگی اتنی دیر وہ اور گناہ میں رہے گا، ازالہ منکر میں قدرت ہوتے ہوئے دیر خود گناہ ہے۔باقی اگر زیور پہنے ہوئے نکاح ہوا تو نکاح ہو جائے گا۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

سونے چاندی یا دوسری دھات کا استعمال جوتوں میں ہو تو ان کا حکم

(۶) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

نقلی کام کا جوتا مرد کو پہننا درست ہے یا نہیں۔یعنی چاندی سونے کا تار نہ لگا ہو۔اور اگر چاندی سونے کا تار لگا ہو،تو درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

جھوٹے کام کا استعمال نہ کریں اور وہ سچا بھی جو مغرق ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

سیاہ لباس درست ہے مگر محرم میں نہ پہنے

مسئلہ: (۷)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

سیاہ لباس پہننا درست ہے یعنی سر سے پیر تک سب کپڑے سیاہ ہوں۔

الجواب

جائز ہے مگر محرم میں درست نہیں۔ نہ سب کپڑے سیاہ پہننا نہ کوئی ایک آدھ، یہ روافض کا دستور ہے اور ان کے ساتھ تشبہ ممنوع۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

چوڑیاں مرد کے لیے ناجائز مگر بعض مستثنیٰ ہیں

مسئلہ: (۸)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

جو مرد چوڑی پہنتے ہیں سدا سہاگ بنتے ہیں ان کا کیا حکم ہے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

ناجائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ پہننے والے گنہ گار ہوتے ہیں مگر بعض اولیا کہ حکماً ایسا کرتے ہیں ان کے لیے وہی حکم ہوتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مجذوب کو بھی کوئی شخص بے ستر نہیں دیکھ سکتا

مسئلہ: (۹)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

جو شخص برہنہ پڑا رہے اور مجذوب میں شمار کیا جاوے یہ درست ہے اس کے پاس جانا خدمت کرنا اس کو ولی کامل سمجھنا درست ہے؟

الجواب

مجذوب کی بھی ایسی حالت نہیں دیکھی جاسکتی کہ وہ مرفوع القلم ہے، دیکھنے والا تو مرفوع القلم نہیں، اسے اس کے ستر پر نگاہ کرنا جائز نہیں۔ ہر کس وناکس کو مجذوب سمجھ لینا بھی نہ چاہیے۔ اور جو مجذوب ہو اس سے بھی دور ہی رہنا چاہیے کہ اس سے نفع کم اور ضرر زائد پہنچنے کا اندیشہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

سونے کی انگوٹھی ناجائز مگر جیب میں سونا چاندی رکھا تو نماز میں حرج نہیں

مسئلہ: (۱۰)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

سونے کی انگوٹھی اس نیت سے پہن کر سفر میں جانا کہ وقت ضرورت پر کام آوے درست ہے یا چاندی سونا جیب میں رکھ کر نماز پڑھنا درست ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

سونے کی انگشتری مرد کے لیے جائز نہیں۔ چاندی کی انگشتری ایک نگ کی، نگ جس قدر بھی قیمتی ہو، ساڑھے چار ماشہ سے کم کی مرد کو پہننی جائز ہے۔ چاندی سونا جیب میں رکھ کر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

تاش کھیلنا ناجائز وحرام ہے

مسئلہ: (۱۱)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

تاش جو عام طور سے کھیلا جاتا ہے بغیر ہار جیت کے یہ درست ہے یا کس قدر گناہ ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

تاش کھیلنا حرام ہے، سخت گناہ ہے، اور اس میں بازی لگانا اور جوا کھیلنا حرام در حرام ہے، سخت شنیع خبیث کام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حربی کفار کو شیرینی دینا درست نہیں

مسئلہ: (۱۲)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

ہندو کو فاتحہ کی شیرینی دینا درست ہے یا نہیں؟

الجواب

حربی کفار کو نہ فاتحہ کی شیرینی دینی درست نہ غیر فاتحہ کی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

تہبند پیچھے گھرسنا نہیں چاہیے

(۱۳) **مسئلہ:**

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

تہبند پہن کر یعنی تہبند کا سرا پیچھے نہیں گھرسا ہے اس حالت میں قبرستان میں جانا درست ہے یا نہیں؟

الجواب

درست ہے اور تہبند یوں ہی باندھنا چاہیے۔ پیچھے گھرسنا نہیں چاہیے، مردے تہبند کے نیچے سے ستر نہ دیکھیں گے، یہ جاہلوں میں غلط مشہور ہے کہ گھرسا نہ ہوگا تو مردہ ستر دیکھ لے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

عورتوں کو نامحرموں کے سامنے ہونا حرام

(۱۴) **مسئلہ:**

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

ہمارے یہاں رواج ہے کہ گیارہویں شریف کے فقیروں کا ایک گروہ ہاتھ میں رنگین جھنڈے لیے ہوئے جن کو نشان کہتے ہیں اور لوبان دانی میں لوبان سلگاتے ہوئے اور دائرہ (دف) بجاتے ہوئے اور قصائد گاتے ہوئے نکلتا ہے۔ اس کا نام ان فقیروں نے راتب رکھا ہے۔ عورتیں اس راتب کی منتیں مانتی ہیں۔ یہ گروہ مسلمانوں کے مختلف محلوں میں گزرتا ہے اور دروازوں پر ٹھہرتا ہے اور تھوڑی دیر قصائد گاتا ہے۔ محلّہ کی عورتیں اکثری حالت میں بے پردہ ان کے سامنے آتی ہیں، پھر اہل خانہ ان کو کچھ نذرانہ دیتا ہے۔ بعض عورتیں اس راتب کی نذر بھی مانتی ہیں کہ اگر میرا فلاں کام ہوگیا تو گیارہویں کے روز میں اپنے مکان پر راتب کراؤں گی وغیرہ۔ لہذا اس طرح راتب پڑھنے یا پڑھانے، اس کی نذر ماننے کا شرعاً کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

عورتوں کا نامحرموں کے سامنے بے پردہ ہونا حرام ہے، راتب کے وقت ہونا یا کسی وقت۔ راتب

کا مقصد کیا ہے اور یہ کیا رسم ہے ادھر یہ نہیں ہوتا ہے۔ بہر حال قصائد ناجائز نہیں ہوتے اور اس کا کوئی مقصد مقبول ہے تو کچھ حرج نہیں۔ مگر دف نہ ہونا چاہیے۔ یا ہو تو سادہ اور ہیئت موسیقی سے نہ بجایا جائے۔ یہ راتب اس سے زائد کچھ اور نہیں معلوم ہوتا کہ زرکشی اور اپنے راتب کے لیے کچھ حاصل کر لینے کا ایک آلہ ہے، تو یہ بھیک کے ڈھنگوں میں سے ایک نیا ڈھنگ ہے۔ اگر ایسا ہے، تو سوا محتاج کے اور فقیروں کو کچھ دینا ناجائز ہے۔ اور اس کی منت و نذر محض لغو بے ہودہ بات، اور جب اس میں بے پردگی بھی ہوتی ہے تو اور بھی زیادہ اشد بات ہے۔ عورتوں کو اس سے روکا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسلمان کی روح کو ناپاک نہ کہو

مسئلہ: (۱۵)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ان مسائل میں کہ...

(۱) ارواح مسلمان کی پاک ہیں یا ناپاک، اگر پاک ہیں تو نار دوزخ کیسے جلائے گی؟

(۲) باجا فونوگراف بجانا کیسا ہے اور اس کا سننا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

از مظفر پور مرسلہ انوار الحق صاحب قادری رضوی حامدی۔ ۲۶/جمادی الآخرہ ۵۲ھ

الجواب

(۱) مسلمان کی روح نجاست کفر سے پاک ہے مگر عاصی کو آلائش معاصی سے پاک کرنے کے لیے اسے اتنی مدت جہنم میں رہنا ہوگا جس تک خدا چاہے۔ والعیاذ باللہ سبحانہ وتعالیٰ اللھم أجرنا من النار۔ مسلمان کی روح کو ناپاک نہ کہنا چاہیے۔ روح نہیں جلائی جاتی نہ وہ جلنے کی چیز ہے جسم جلایا جاتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) فونو لہو ولعب کے آلات سے ایک آلہ ہے اور لہو ولعب حرام، اس کا بجانا اور سننا دونوں ناجائز وگناہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مرتد سے موالات صوری بھی حرام ہے

مسئلہ: (۱۶)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

(۱) جو شخص کہ اہل سنت پنج وقتہ نمازی روزہ اور تلاوت کا پابند ہو اور پارسا ہو اور گورنمنٹ گرلس اسکول کی ملازمہ ہو اور غیر مذہب رافضی کو دلی محبت سے تعلیم دے اور آپس میں وہ دونوں استاذ شاگرد دلی

محبت کا اظہار محبت کے لفظوں میں زبان سے ادا کریں یا تحریر میں لکھیں ان لفظوں میں کہ مجھ کو تم سے قدرتی محبت ہے، تمہارا احسان حشر تک مرتے وقت تک نہیں بھولوں گی، تم آتی ہو تو مجھ کو تسلی ہوتی ہے، نہیں آتی ہو تو صدمہ ہوتا ہے، اگر اس شاگرد رافضن کے یہاں کوئی بیمار ہوتا ہے تو اس کی عیادت کو جانا، اس کے ذریعہ سے سودا کھانے پینے کا منگوانا جائز ہے یا نہیں۔ اس رافضن کو ان بی بی نے بہن بنایا ہے، اس کے لیے لفظ ہمشیرہ کا استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ بی بی جناب قبلہ وکعبہ اعلیٰ حضرت پیرومرشد کی مرید ہیں۔

(۲) جب کہ مجبوری سے اپنی گذر اوقات کرنے کے لیے گورنمنٹ کی ملازمت ہے، اس میں غیر مذہب رافضی کو اصول کے مطابق تعلیم دینا اور دل میں کراہت کرنا ظاہر و باطن میں دلی محبت کا برتاؤ نہ کرنا، گاہے بگاہے سرسری طور پر دنیا کا برتاؤ برتنا جائز ہے یا نہیں؟

(۳) چاندی کا خلال کرنا جائز ہے یا نہیں اور اگر جائز ہے تو کس طرح پر، یا کسی غیر مذہب رافضی کے دینے پر اور اس کے کہنے پر کہ جائز ہے استعمال میں لایا جاتا ہے۔ جائز ہے یا نہیں؟

(۴) اگر اپنی زندگی میں کوئی اپنی موت حیات کرے تو اپنی زندہ روح پر فاتحہ کا ثواب کس طرح پہونچانا چاہیے؟

از پیلی بھیت محلہ شیر محمد متصل کوٹھی عبد اللطیف خاں صاحب رضوی ٹھیکیدار مرحوم مرسلہ شہزادی بیگم۔ ۳ر محرم ۵۳ھ

الجواب

کسی کافر سے دلی محبت وموالات جائز نہیں خصوصاً مرتد سے۔ رافضیہ مرتدہ ہے اس سے علاقہ محبت وموالات رکھنا، تو بہت سخت ہے محض صوری موالات بھی حرام ہے۔ اور جب واقع میں محبت نہیں محض زبانی دعویٰ کیا جاتا ہے تو ایک تو جھوٹ کا گناہ دوسرے بے ضرورت ملجۂ محبت وموالات صوریہ کا گناہ اوڑھا جاتا ہے۔ کہ اس زبانی دعوائے محبت ودوستی کے لیے وہ برتاؤ ضروری ہیں جن سے محبت کا ثبوت ہو جیسے مریض کی عیادت کو جانا۔ حدیث کا ارشاد تو یہ ہے:

"وإن مرضوا فلا تعودوهم وإن ماتوا فلا تشهدوهم."(۱)

اگر وہ بیمار پڑیں تو ان کی عیادت نہ کرو۔ بیمار پرسی کو نہ جاؤ اور اگر مرجائیں تو ان کے جنازے پر نہ جاؤ۔

---

(۱) [سنن أبي داوٗد: باب في القدر، ۲۲۲/٤]

کفار سے دلی محبت تو سخت اشد ہے۔ جس پر قرآن عظیم نے فرمایا:

﴿إِنَّكُمْ إِذًا مِثْلُهُمْ﴾ (۱)

کفار سے دلی محبت کرنے والا انہیں کے مثل ہے۔

اور فرمایا: ﴿فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِي شَيْءٍ﴾ (۲)

اسے خدا سے کوئی علاقہ نہیں۔

ان سے اظہار محبت بے ضرورت و مصلحت شرعی حرام ہے۔ یہ کہنا کہ مجھے تم سے قدرتی محبت ہے، اگر محبت نہیں ہے تو جھوٹ ہے۔ یوں ہی یہ کہ تم آتی ہو تو مجھے تسلی ہوتی ہے نہیں آتی ہو تو صدمہ ہوتا ہے، اسے بہن بنانا ہمشیرہ کہنا ناجائز و گناہ ہے، ان سب باتوں سے توبہ و رجوع لازم۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) جائز تعلیم میں حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) چاندی سونے کا خلال ناجائز ہے، اگر محض ملمع ہو تو جائز ہے، رافضیہ کے جائز بتانے پر عمل کرنا، اپنے مذہب کا حکم نہ ماننا روافض کے مذہب کا باطل فتویٰ ماننا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴) اللہ عزوجل کے لیے جو نیک کام کرے تلاوت قرآن عظیم، درود خوانی، صدقہ خیرات دینا، ان کا ثواب اسے اگر اللہ تعالیٰ چاہے گا تو ملے گا جیسے اور کاموں نماز روزے وغیرہ کا ثواب۔ ثواب پہنچانا اس کا کام نہیں۔ ثواب دینا اللہ عزوجل کا کام ہے، اس کا کام دعا ہے جیسے دوسرے کے لیے دعا کریں کہ الٰہی اس میرے پڑھے، اس کیے کا ثواب نہ میرے عمل کے لائق بلکہ تو اپنے کرم و فضل کے لائق فلاں کی روح کو عطا فرما۔ یوں ہی اپنے لیے دعا کرے کہ مجھے عطا فرما۔ خدا چاہے گا تو اسے عطا ہوگا۔ روح کسی کی نہیں مرا کرتی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

چھوت چھات اسلام میں نہیں مگر کفر سے نفرت اور کفار سے بوجہ نجاست باطنی پرہیز لازم

مسئلہ: (۱۷)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ان مسائل میں کہ...

بخدمت شریف جناب مولانا مولوی مفتی اعظم محمد مصطفیٰ رضا خاں صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

---

(۱) [سورۃ النساء: ۱۴۰] (۲) [سورۃ آل عمران: ۲۷]

(۱) ایک مسلمان کے پختہ برتنوں میں قوم عیسائی کے ایک پادری نے کھانا کھایا اور پانی پیا، مسلمان ان برتنوں کے استعمال کرنے سے گریز کرتے ہیں اور جس مسلمان کے برتن تھے اس کا حقہ پانی بند کردیا ہے، لہذا اس صورت میں کیا ہونا چاہیے؟

(۲) حقہ بند کرنے والے یہ بھی کہتے ہیں کہ: شریعت میں جائز ہے تو ہم لوگ اس کو رواجا رد کرتے ہیں، اور شریعت کو نہیں مانتے۔ لہذا اس کی تنبیہ ان لوگوں پر کیا ہونا چاہیے؟

(۳) چوں کہ اس خطۂ گانجر میں چھوت چھات کے اکثر مسائل برپا رہتے ہیں، لہذا صاف اور پورا حال مطابق شریعت تحریر فرمایئے تاکہ کل علاقہ میں اس مسئلہ سے آگاہی ہوجائے، مطابق شرع شریف یہاں کے مسلمان عمل پیرا ہوں؟ بینوا توجروا۔

از قصبہ سنگھائی ضلع لکھیم پور کھیری اودھ مرسلہ مولوی پتھر شاہ مؤذن مسجد جامع ۲۲ ربیع الاول ۵۳ھ

الجواب

چھوت ہندو مذہب میں ہے، اسلام میں اگرچہ چھوت نہیں مگر کفر سے نفرت اور کفار سے تاقدر قدرت بوجہ ان کی نجاست باطنی کے پرہیز مسلمان کا فرض ہے۔ بے معذوری ومجبوری شرعی یا مصلحت مقبول شرع کفار سے ظاہری میل یا ان کی جانب ادنیٰ میل جائز نہیں۔

قال تعالیٰ:

﴿وَلَا تَرْكَنُوْا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ﴾ (۱)

اور ظالموں کی طرف نہ جھکو کہ تمھیں آگ چھوئے گی۔

اگر وہ شخص واقعی مجبور ومعذور تھا، اس نے بے مجبوری اس کافر کے ساتھ وہ برتاؤ نہ کیا۔ تو اس کو معذور سمجھنا چاہیے۔ اور اگر کوئی مجبوری نہ تھی نہ کوئی ایسی غرض ومصلحت جو عندالشرع قابل قبول ہو تو وہ گنہ گار ہوا۔ برتن اس کی نجاست باطنی سے نجس نہیں ہوگئے، اگر اس کے منہ ہاتھ پاک تھے ان پر کوئی نجاست ظاہری نہ لگی تھی تو وہ پاک، تطییب قلب کے لیے دھوے جائیں۔ اور اگر نجاست ظاہری لگی تھی مثلاً اس نے پہلے شراب استعمال کی تھی یا درمیان طعام کوئی نجس شی کھائی پی تو برتن نجس ہوگئے پاک کرلیے جائیں، ان برتنوں کو ضائع کردینا حرام اور چھوت جیسا ہے۔ حقہ پانی بند کردینا یہ سزا جب ہی درست ہے جب وہ شخص مجرم مرتکب جرم ثابت ہو۔ اگر اس پر ثبوت جرم نہ ہو تو حقہ پانی بند کرنا محض بے جا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱) [سورۃ ھود: ۱۱۳]

(۲) اگر واقعی ان لوگوں نے یہ کہا کہ ہم شریعت کونہیں مانتے تو بڑا سخت ظلم عظیم اپنی جانوں پر کیا۔ان پر اپنے اس قول سے توبہ ورجوع، تجدید ایمان وتجدید نکاح وغیرہ لازم۔اور اگر یہ سائل کے لفظ ہیں کہ وہ شریعت کونہیں مانتے تو یہ کہا کہ اگر شریعت میں جائز ہے تو ہم رواجاً اس کو روکتے ہیں،شریعت سے مقابلہ کے لیے نہیں۔

(۳) بعض جائز امور جس سے کسی جگہ کسی مفسدہ کا اندیشہ ہو انھیں روکا جاسکتا ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

لڑکے کے سر پر چوٹی رکھنا ناجائز ہے

(۱۸) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

زید منت مانتا ہے کہ اگر میرا لڑکا آٹھ سال کا ہوگیا یا فلاں فلاں کام ہوجائے تو مدار صاحب یا فلاں بزرگ کا مرغا چڑھاؤں گا۔اب منت کی تاریخ سے بچے کے سر پر چوٹی رکھتا ہے جب میعاد معینہ آتی ہے تو زید ایک مرغ لے کر مدار صاحب کے میلے میں جاتا ہے،اور بچے کی چوٹی مونڈتا ہے اور مرغ ایک مسلمان سے ذبح کرا کے فقرا میں تقسیم کرتا ہے۔اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ:زید کا یہ قول کہ مدار صاحب کا مرغا چڑھاؤں گا از روئے شرع شریف کیسا ہے اور اس مرغ کے گوشت کا کیا حکم ہے،اور چوٹی جو اہل ہنود کا شعار ہے اس کا چھوڑنا کیسا ہے؟ بینوا بالکتاب توجروا یوم الحساب۔زید کہتا ہے کہ یہ سب امور بدعت قبیحہ ہے سخت گناہ ہے۔اور کہتا ہے کہ کسی کے نام کا جانور چھوڑنا ہر کتاب میں حرام لکھا ہے۔

ازمحلّہ اعظم نگر مرسلہ کلن صاحب قریشی۔

الجواب

چوٹی لڑکے کے سر پر رکھنا ناجائز ہے۔اور لڑکی کے سر پر بھی ایسی چوٹی ناجائز ہے جو ہندوؤں کی چوٹیا ہو۔مرغا چڑھاؤں گا یہ لفظ بھی برا ہے اس لفظ سے احتراز کریں۔اس منت میں کوئی حرج نہیں کہ اگر ایسا ہو تو میں حضرت سیدی نامدار سیدنا مدار قدس سرہ،یا فلاں بزرگ کی نذر ونیاز کروں گا،حضرت کے مزار پر یہ حاضر کروں گا۔یہ چیز چڑھاؤں گا اس کا مطلب بھی یہی ہے،مگر یہ لفظ اچھا نہ تھا،اس لیے اس سے روکا گیا۔ان منتوں نذروں کی حقیقت یہ ہے کہ یہ خدام مزارات پر صدقہ سے مجاز ہیں۔

حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں حضرت سیدی امام علامہ عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی فرماتے

ہیں:

”من هذا القبيل زيارة القبور والتبرك بضرائح الأولياء والصالحين والنذر لهم بتعليق ذلك علىٰ حصول شفاء أو قدوم غائب ؛ فإنه مجاز عن الصدقة علىٰ الخادمين لقبورهم كما قال الفقهاء : في من دفع الزكاة لفقير وسماها قرضاً صح ؛ لأن العبرة بالمعنى لا باللفظ ، وكذلك الصدقة على الغني هبة ، والهبة للفقير صدقة. وقد صرح الشيخ ابن حجر الهيتمي المكي من أئمة الشافعية في فتاواه أن هذا النذر للولي الميت إذا قصد به الناذر قربة أخرىٰ كأولاد الولي الميت أو خلفائه أو إطعام الفقراء الذين عند قبره صح النذر ووجب صرفه في ما قصده الناذر إلىٰ آخرما بسطه من الكلام ، وغالب الناس في هذا الزمان يقصدون ذلك فيحمل الكلام عليه ولا ينبغي أن ينهىٰ الواعظ عما قال به إمام من أئمة المسلمين.“(١)

اسی قبیل سے ہے قبروں کی زیارت اور اولیائے کرام وصالحین کے مزارات سے برکت حاصل کرنا اور ان کی نذر ماننا۔ اس کا تعلق حصولِ شفا یا غائب کی آمد سے ہے، ان منتوں نذروں کی حقیقت یہ ہے کہ یہ خدامِ مزارات پر صدقہ سے مجاز ہیں، جیسا کہ فقہانے اس شخص کے بارے میں فرمایا: جس نے کسی فقیر کو قرض کہہ کر زکاۃ دی تو یہ صحیح ہے، کیوں کہ اعتبار معانی کا ہے الفاظ کا نہیں، اور اسی طرح یہ ہے کہ غنی پر صدقہ ہبہ اور فقیر کو ہبہ صدقہ ہے۔

شیخ ابن حجر ہیتمی جو ائمہ شافعیہ میں سے ہیں انھوں نے اپنے فتاویٰ میں صراحت کی ہے کہ: ولی میت کے نام پر نذر ماننا جب کہ اس سے ناذر کا مقصد کوئی دوسری قربت ہو، مثلاً: ولی میت کی اولاد کے لیے یا خلفا، یا مزار پر رہنے والے فقرا کے لیے نذر ماننا، تو یہ نذر صحیح ونافذ ہے۔ زمانۂ ہذا میں اکثر لوگ اسی چیز کا قصد کرتے ہیں، لہٰذا کلام کو اسی پر محمول کیا جائے، امام مسلمین جس بات کو کہے واعظ کو اس سے روکنا نہ چاہیے۔ (مترجم)

کسی جانور کی اولیا کی جانب نسبت کرنے سے اس میں حرمت سرایت نہیں کر جاتی، اس نسبت کا حاصل تو اتنا ہی ہے کہ یہ جانور اللہ کے نام پر ذبح کرکے اس کے گوشت پر ان کی فاتحہ ہوگی۔ جیسے شادی وغیرہ مصارف کے لیے جانور پال لیا جائے، اور وقت پر اللہ کے نام پر قربان کرکے اس کا گوشت اس

(١) [الحديقه الندية شرح الطريقة المحمدية:٢/١٥١]

مصرف میں صرف کیا جاے جس کے لیے اس نے پالا تھا۔حضرت مدار کا مرغ، سید احمد کبیر کی گائے کہہ دینے سے اس میں حرمت ونجاست کدھر سے آ گئی، وہ بھی ایسی کہ اب لاکھ لاکھ بار خدا کا نام لے کر خالصاً للہ ذبح کرو مگر حرمت ٹس سے مس نہیں ہوتی، وہ جوں کی توں ہے۔کہاں کسی کے نام کا جانور چھوڑنا اور کہاں کسی کی فاتحہ کے لیے جانور پالنا اور اسے اللہ کے نام پر ذبح کر کے اس کی فاتحہ دے کر تقسیم کرنا۔بتوں کے نام پر جانور چھوڑے جاتے ہیں، یہ کفار ان کی عبادت کے لیے کرتے ہیں۔بجار جو مارے پھرتے ہیں یہ وہی ہوتے ہیں جو کافروں نے بتوں کے نام پر چھوڑے ہیں۔تو کہاں یہ خباثت اور کہاں وہ کسی کی فاتحہ یا شادی یا کسی مصرف مباح کے لیے کوئی جانور لے کر اللہ کے نام پر قربانی کر کے اس کا گوشت اس مصرف میں صرف کرنا۔یا گھر پال کر بنام خدا ذبح کر کے تقسیم کرنا۔یا پکا کر بانٹنا کھانا کھلانا۔

پھر جانور چھوڑنا حرام ہونا اور بات ہے، اور اس چھوٹے جانور کا حرام ہو جانا اور بات۔بتوں کے نام پر جو جانور چھوڑا گیا ہے اگر خدا کے نام سے ذبح کر لیا جاے حلال ہے۔اس حلال جانور کو حرام کہنا ہی شریعت پر زیادت ہے، اور تجاوز علی الحد۔اور قرآن عظیم نے جسے حلال فرمایا اسے حرام کہنا ہے۔کہ فرماتا ہے:

﴿مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِن بَحِيرَةٍ وَلَا سَآئِبَةٍ وَلَا وَصِيلَةٍ وَلَا حَامٍ وَلَـٰكِنَّ الَّذِينَ كَفَرُواْ يَفْتَرُونَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَأَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ﴾(۱)

اللہ نے مقرر نہیں کیا ہے کان چرا ہوا اور نہ بجار۔

نہ کہ ان جانوروں کو مردار اور حرام بتانا جو کلمہ کے نام سے ذبح کیے گئے۔اور ان پر فاتحہ بزرگان دین دے کر تقسیم کیے گئے۔

قال تعالیٰ:

﴿وَمَا لَكُمْ أَلَّا تَأْكُلُواْ مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ﴾(۲)

اور تمھیں کیا ہوا کہ اس میں سے نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام لیا گیا۔

تفسیر کبیر امام فخر الدین رازی میں زیر کریمۂ مذکورہ ہے:

"إذا ذبحه علی إسم اللّٰه تعالیٰ وجب أن يحل."(۳)

---

(۱) [سورة المائدة:۱۰۳]

(۲) [سورة الأنعام:۱۱۹]

(۳) [تفسير كبير:۱۳۱/۵]

جب اللہ کے نام پر جانور ذبح کیا جائے تو حلال ہونے میں کوئی شک نہیں رہ جاتا ہے۔ (مترجم)

تفسیر احمدی میں فرمایا: ”إن البقرة المنذورة للأولياء كما هو الرسم في زماننا حلال طيب؛ لأنه لم يذكر إسم غير الله عليها وقت الذبح وإن كانوا ينذرونها لهم.“(۱)

اولیائے کرام کے نام پر جس گائے کی نذر مانی جاتی ہے جیسا کہ ہمارے زمانے میں رائج ہے، حلال وطیب ہے، کہ اس پر وقتِ ذبح اللہ ہی کا نام لیا گیا، گرچہ لوگ ان کے نام پر گائے کی نذر مانیں۔ (مترجم)

تفسیر بیضاوی وغیرہ تفاسیر میں زیر کریمہ: ”وما أهل به لغير الله.“ ہے:

”أي: رفع به الصوت عند ذبحه للصنم.“(۲)

یعنی جانور کے ذبح کے وقت بت کا نام لے کر آواز کو بلند کیا جائے۔ (مترجم)

عالمگیریہ میں تاتارخانیہ وجامع الفتاویٰ سے ہے:

”مسلم ذبح شاة المجوسي لبيت نارهم أو الكافر لآلهتهم توكل؛ لأنه سمي الله تعالىٰ ويكره للمسلم. كذا في التتارخانية۔“(۳)

مسلمان نے مجوسی یا کافر کی بکری ذبح کردی، ان کے آتش کدہ یا بتوں کے نام کی تو وہ بکری حلال ہے، کیوں کہ اس پر وقتِ ذبح اللہ کا نام لیا گیا، مگر مسلمان کے لیے یہ فعل مکروہ ہے۔ (مترجم)

نووی شرح صحیح مسلم میں ہے:

((أما الذبح لغير الله فالمراد به أن يذبح باسم غير الله كمن ذبح للصنم أو الصليب أو لموسىٰ ولعيسىٰ صلى الله تعالىٰ عليهما أو للكعبة ونحو ذلك، فكل هذا حرام ولا تحل هذه الذبيحة الخ.))(۴)

---

(۱) [التفسيرات الاحمدية:۴۲]

(۲) [التفسير للبيضاوي:۱/۱۲۳]

(۳) [الفتاوىٰ الهندية، كتاب الذبائح:۵/۴۳۴]

(۴) [شرح صحيح مسلم للإمام النووي، كتاب الأضاحي، باب تحريم الذبح لغير الله تعالىٰ ولعن فاعله:۱۳/۱۲۰]

ذبح لغیر اللہ کا مطلب ہے غیر اللہ کے نام پر ذبح کرنا، جیسے کوئی شخص بت، صلیب، موسیٰ وعیسیٰ علیہما السلام یا کعبہ وغیرہ کا نام لے کر ذبح کرے تو یہ سب کچھ حرام ہوگا، یہ ذبیحہ حلال نہ ہوگا۔ (مترجم)

فتاویٰ سراجیہ میں ہے:

"الکتابي إذا ذبح باسم المسیح لا یحل، ولو ذبح باسم اللہ وأراد بہ المسیح یحل. واللہ تعالیٰ أعلم۔"

کتابی مسیح (علیہ السلام) کا نام لے کر ذبح کرے تو یہ حلال نہیں، اور اگر اللہ کا نام لے کر ذبح کرے اور اس سے "مسیح" کو مراد لے تو حلال ہوگا۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔ (مترجم)

تعزیر بالمال ناجائز ہے مگر زجر کے لیے بعد اصلاح واپسی لازم

مسئلہ: (۱۹)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

نمازی لوگوں نے ایک فہرست بنا کر ہر ایک آدمی کا نام لکھا اور یہ اعلان کیا کہ جو کوئی نماز پڑھنے کے لیے نہیں آئے گا تو اس پر چار آنہ یا آٹھ جرمانہ کیا جائے گا۔ جرمانہ کرنے سے نمازی لوگوں کی نیت یہ ہے کہ لوگ نماز پڑھنے لگیں اور اس جرمانہ کے پیسہ کو کسی نیک کام میں خرچ کیا جاے۔ تو یہ جرمانہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

از شہر بریلی محلّہ قرولان مرسلہ سید احمد شاہ صاحب بتاریخ ۷رمضان المبارک ۱۳۵۷ھ، جمعہ۔

الجواب

تعزیر بالمال ناجائز ہے۔ جرمانہ کرنا نہ چاہیے۔

مگر فتاویٰ خلاصہ میں فرمایا:

"سمعت من ثقة أن التعزیر بأخذ المال إن رأی القاضي أو الوالي جاز۔ ومن جملة ذلك رجل لا یحضر الجماعة یجوز تعزیرہ بأخذ المال۔"(۱)

میں نے بعض ثقہ حضرات سے سنا: تعزیر بالمال جائز ہے جب کہ قاضی یا والی اس میں مصلحت پائیں، من جملہ اسی میں سے یہ ہے: ایک شخص جماعت میں حاضر نہیں ہوتا تو اس پر تعزیر بالمال جائز

(۱) [خلاصة الفتاوی:۲/۵۹۴]

ہے۔(مترجم)

فتاویٰ خلاصہ کے اس ارشاد سے ایسے شخص پر جرمانہ کی اجازت والی وقاضی کے لیے معلوم ہوئی اگروہ اس میں مصلحت پائیں جو جماعت میں حاضر نہیں ہوتا۔تو جو نماز ہی نہیں پڑھتے ان پر بدرجہ اولیٰ۔مگر یہ اُخذ ازنجار تک ہوگا، کہ اس طرح سے اس کی اصلاح ہوجائے تو بعد اصلاح واپس کردیں۔اور اگر واپس کرنے سے پھر اس شخص کی وہی حالت ہوجانے کا صحیح اندازہ ہو تو کسی نیک کام میں اس کی طرف سے لگا دیں۔یہاں قاضی کہاں۔یہاں اعلم علمائے بلد سنی صحیح العقیدہ غیر فاسق قائم مقام والی ہے،اس کی اجازت سے یہ تعزیر کی جاسکتی ہے۔جس کی اصلاح ہوجائے اور واپس کرنے پر پھر اس کے بگڑ جانے کا اندیشہ نہ ہو، تو بعد اصلاح اسے اس کی رقم واپس دے دی جائے اور جس کے بگڑنے اور تعزیر کی ہیبت ہی جانے کا اندیشہ ہو اس کی رقم کسی نیک کام میں صرف کردی جائے،اگر اس سے اجازت لے لی جائے، تو اچھا ہے،اور اگر وہ اجازت نہ دے، تو بھی اس کی طرف سے کسی نیک کام میں لگادی جائے کہ اسے ثواب پہنچے۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

جتنا علم فرض عین ہے اس سے روکنا جائز نہیں

(۲۰) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

زمانہ ماضی میں سلاطین رذیل قوموں کو ضرورت سے زیادہ علم نہیں دیتے تھے۔وہ کون سی رذیل قومیں تھیں اور کیا پیشہ کرتے تھے،اور وہ کون سے سلاطین تھے،اور اگر سلاطینوں نے ایسا لکھا ہے تو کیا از روے قانون شریعت یا اپنے خود بادشاہی قانون سے تحریر کیا ہے۔اور گذارش یہ ہے کہ آپ نے ہمیں سمجھایا لیکن کچھ لوگوں کی سمجھ میں نہیں آیا۔اس وجہ سے تفصیل سے لکھ کر سمجھا دیجیے تا کہ سب کی سمجھ میں آجائے؟

الجواب

ضرورت سے زیادہ علم وہ جو فرض عین نہ ہو۔جتنا علم فرض عین ہے اس سے ہرگز کسی مسلمان کو روکنا جائز نہیں نہ کسی نے اس سے روکا۔بعض سلاطین اسلام سے مراد مثلاً حضرت سلطان عالمگیر ہیں جو متشرع اور عالم سلطان تھے،انہوں نے خود اپنی رائے سے ایسا نہ کیا بلکہ غیر اہل سے ایسے علم کو روکنا جس کا وہ اہل نہ ہو حکم شرع ہی ہے، نیز ہر شخص سے اس کی استعداد اور اس کی عقل میں جتنا آسکے اتنی اور ایسی

بات کرنے کا حکم ہے: "كلموا الناس علىٰ قدر عقولهم." (۱)
وغیرہ ارشادات سے یہ امر روشن ہے۔ پھر ہر شخص اگر ضرورت سے زائد علم سیکھنے میں مشغول ہو تو دنیا کے نظام کار میں برہمی ہو۔ ضرورت کا علم تھوڑا نہیں آج کل بہت سے علما کہلانے والے ضروری باتوں کا علم نہیں رکھتے۔

ان احادیث میں:

((الناس معادن (كمعادن الذهب الفضة) (۲)
والعرق دساس وأدب السوء كعرق السوء.))

جیسے سونے چاندی کی مختلف کانیں ہوتی ہیں یوں ہی آدمیوں کی ہیں، اور رگ خفیہ اپنا کام کرتی ہے، اور برا ادب بری رگ کی طرح ہے۔ (مترجم)

((تخير والنطفكم فانكحوا الأكفاء وانكحوا إليهم (وفي لفظ) فإن النساء يلدن أشباه إخوانهن وأخواتهن.)) (۳)

اپنے نطفہ کے لیے اچھی جگہ تلاش کرو، کفو میں نکاح کرو اور کفو سے نکاح کر کے لاؤ، کہ عورتیں اپنے ہی کنبہ کے مشابہ جنتی ہیں۔ (مترجم)

((تزوجوا في الخجز الصالح فإن العرق دساس.)) (٤)
اچھی نسل میں شادی کرو کہ رگ خفیہ اپنا کام کرتی ہے۔ (مترجم)

((العرب للعرب أكفاء والمولىٰ أكفاء للموالي إلاحائك أو حجام.)) (٥)
ترجمہ: اہل عرب آپس میں کفو ہیں، اور موالی آپس میں کفو ہیں کپڑا بننے اور سنگی لگانے والوں

---

(۱) الاداب الشرعية والمنح المرغية ، فصل الطعن على العلماء۔ ۲۷۹/۱
[بريقة محمودية في شرح طريقة محمدية ، باب :الثامن والأربعون الفتنة ۔ ۱۲۵/۳]
(۲) [شعيب الايمان ،باب : ٧٤ الجود والسخاء ۔ ۳٤۹/۱۳]
(۳) [المسندالبزار=البحر الزخار:۲۲۲/۱٦]
مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح ، كتاب العلم : ۲۸٤/۱
(٤) [كنز العمال، كتاب النكاح:۱۲۵/۱٦ـ حديث:٤٤٥٤۹]
(٥) [كنز العمال، كتاب النكاح:۱۲۵/۱٦ـ حديث:٤٤٥٥۲]

کے علاوہ۔

((خيارهم في الجاهلية خيارهم في الإسلام.))(١)

جو زمانہ جاہلیت میں اعلیٰ خاندان شمار ہوتے تھے وہ اسلام میں بھی ایسے ہی شمار ہوں گے

((إن فلاناً اهدىٰ إليّ ناقة فعوضته منها ست بكرات فظل ساخطا لقد هممت أن لا أقبل هدية إلا من قريشي أو أنصاري أو ثقفي أو دوسي.))(٢)

فلاں شخص نے مجھے اونٹنی بطور ہدیہ بھیجی، میں نے اس کے عوض چھ جوان اونٹ دیے پھر بھی وہ ناراض رہا لہذا اس نے ارادہ یہ کیا ہے کہ اب قریشی، انصاری ثقفی اور دوسی قبیلہ کے علاوہ کا ہدیہ قبول نہ کروں۔

((وغفار ومزينة وجهنية خير من بني ومن بنى عامر ومن الحليفين بنى أسد وغطفان.))(٣)

ترجمہ: قبیلہ غفار، مزینہ اور جھنیہ اچھے ہیں بنو عامر اور دونوں حلیف بنو اسد و بنو عطفان ہے

((إياكم وخضراء الدمن . المرأة الحسناء في المنبت السوء.))(٤)

ترجمہ: ایسی چیزوں سے بچو جن کا ظاہر اچھا اور باطن خراب ہو، برے خاندان میں بھی عورت حسین ہوتی ہے۔

((لأمنعن فروج ذوات الأحساب إلا من الأكفاء.))(٥)

جو عورتیں حسب و نسب میں اعلیٰ ہیں ان کو کفو کے علاوہ میں نکاح کرنے سے باز رکھوں گا۔

((تحببوا إلى الأشراف وتودوا واتقوا علىٰ أعراضكم من السفلة.))

ترجمہ: شرفا کو محبوب اور دوست رکھو، اور نیچے لوگوں سے اپنی آبرو بچاؤ۔

---

(١) [كنز العمال، كتاب الفضائل: ١٤/٢٣٤۔حديث: ٣٧٤١٧]

(٢) [كنز العمال، كتاب الامارة: ٦/٤٥۔حديث: ١٥٠٦٨]

(٣) [صحيح مسلم، باب ٤٧ من فضائل غفار و اسلم۔ ٤/١٩٥٦]

(٤) [كنز العمال، كتاب النكاح، قسم الأقول الحديث: ٤٤٥٨٩]

(٥) [مصنف ابن أبي شيبة، باب : ما قالوا في الأكفاء في النكاح ۔ ٤/٥٢]

((أول من اشفع له يوم القيامة من أمتي أهل بيتي ثم الأقرب فالأقرب من قريش ثم الأنصار ثم من آمن بي واتبعني من اليمن ثم من سائر العرب ثم الأعاجم ومن اشفع له أولاً أفضل.))(۱)

ترجمہ: سب سے پہلے قیامت کے دن اپنی امت میں جن کی شفاعت کروں گا وہ میرے اہل بیت ہیں پھر جو جتنا زیادہ قریب ہوگا قبیلہ قریش سے، پھر انصار سے، پھر یمن کے مومنین کی، پھر باقی عرب، پھر عجم کی۔ اور میں جس کی پہلے شفاعت کروں گا وہ افضل ہوگا۔

لا تجلعه جازراً ولا صائغاً ولا حجاماً.))(۲)

ترجمہ: اس کو قصائی، انگریز اور سینگی لگانے والا مت بنا۔ ان احادیث اور ان کے علاوہ اور ﴿واتبعك الأرذلون﴾ کی تفسیر دیکھنے سے شرافت اور رذالت اور آپس میں تفاضل اور یہ کہ کون شریف اور کون نہیں سب کچھ روشن۔ نیز یہ کہ صحبت کے اثر سے جب آدمی متاثر ہوتا ہے اور جس ماحول میں بیٹھتا ہے اس سے اثر لیتا ہے تو اسی سے واضح کہ پست اخلاق رکھنے والے جن کی نسلیں اسی میں گذری ہوں اس اثر کا کیا پوچھنا۔ کاروباری مشغول لوگ ضروری علوم کی طرف بھی پوری توجہ کی فرصت نہیں رکھتے۔ تو ظاہر ہے کہ ان کے افکار مشغولہ اور ان کے اذہان غیر صافیہ میں ضرورت سے زائد علم کی استعداد کہاں۔ الا ماشاءاللہ جس میں اخلاق فاضلہ ہوں وہ شریف اور جس میں اخلاق دنیہ ہوں وہ رذیل۔ اور بہت سی باتیں دوراز کار سوالات سے ممانعت شرعی ہے۔

قال تعالیٰ: ﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ لَا تَسۡـَٔلُواْ عَنۡ أَشۡيَآءَ إِن تُبۡدَ لَكُمۡ تَسُؤۡكُمۡ﴾(۳)

ترجمہ: اے ایمان والو! بہت سی چیزوں کے بارے میں سوال نہ کرو کہ اگر تمہارے لیے ظاہر کردی جائیں تو تمھیں بری لگیں۔

بچوں کا ختنہ ۹ رسال کی عمر تک ہوجانا چاہیے

(۲۱) **مسئلہ:**

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

---

(۱) [كنز العمال، كتاب الفضائل، الباب الخامس في فضل أهل البيت، حديث: ۳٤۱٤۰-۱۲/٤٤]

(۲) [التيسير بشرح الجامع الصغير، الباب: حرف الواو- ۲/٤۸۳]

(۳) [سورة المائدة:۱۰۱]

قبلہ وکعبہ من جناب مولانا مقتدانا مرشد صاحب دام ظلکم۔السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔بندہ بخیریت ہےاور خیریت وعافیت مزاج مقدس مطلوب۔

آپ کی دعا سے رمضان شریف میں اس عاصی نے پولیس لائن سہارن پور کی مسجد میں قران مجید تراویح میں سنایا۔عرصہ سے حضور والا کی خیریت نہ معلوم ہونے کی وجہ سے فکر ہے،بچوں کی ختنہ ۷ یا ۹ سال کی عمر میں ہونا چاہیے یا ۸/ یا ۱۰/سال میں بھی ہوسکتی ہے،چونکہ میں نے یہ سنا ہے کہ: یا تو سات سال کی عمر میں یا نو سال کی عمر میں ہونا چاہیے۔اس کے متعلق واضح تحریر فرمایئے؟

از دیوبند ضلع سہارن پور خزانہ گارڈ مرسلہ حافظ محمد یوسف شاہ خاں صاحب۔۱۹/ذی قعدہ ۵۷ھ

الجواب

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

بحمدہ تعالیٰ مع الخیر ہوں آپ کا عافیت خواہ۔ختان کا وقت جب سے اس تکلیف کو برداشت کرنے کے قابل ہوشروع ہوتا ہے،اوروہ بلوغ کو پہنچنے تک ہے۔بالغ ہونے سے پہلے پہلے ہونا چاہیے۔ نو سال کی عمر پوری ہونے تک کردیا جائے، ۹/سال کے کچھ بعد بھی کوئی برائی نہیں۔زیادہ دیر نہ کرنی چاہیے۔اور بعد بلوغ اگر اپنے ہاتھ سے کرسکے تو کرے۔

امام شمس الائمہ حلوانی سے خلاصہ میں ہے:"وقت الختان من حین یحتمل ذلک إلیٰ أن یبلغ."(۱)
ختنہ کا وقت جب سے اس تکلیف کو برداشت کرنے کے قابل ہوشروع ہوتا ہے،اوروہ بلوغ کو پہنچنے تک ہے۔(مترجم)

۹/سال سے پہلے ہوتو بہتر۔

خلاصہ میں ہے:"في الفتاویٰ للقاضي الإمام ینبغي أن یختن الصبي إذا بلغ تسع سنین، فإن ختنوہ وھو أصغر من ذلک فحسن وإن کان فوق ذلک قلیلاً قالوا: لا بأس به، وأبو حنیفة لم یقدر وقت الختان .واللّٰہ تعالیٰ اعلم۔"

فتاویٰ امام قاضی میں ہے: بچہ جب نو سال کا ہوجائے تو اس کی ختنہ کردینا چاہیے اور اگر اس سے کم عمر میں ختنہ کردیں تو یہ اچھا ہے۔اور اگر اس سے کچھ زیادہ عمر ہو،فقہا نے فرمایا:اس میں کوئی حرج نہیں،امام اعظم ابوحنیفہ نے ختنہ کا وقت مقرر نہیں فرمایا۔(مترجم)

---

(۱) [خلاصة الفتاوی:۳/۵۲۵]

فاسق معلن کی بات پر بے تحقیق اعتماد جائز نہیں

(۲۲) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

زید کہتا ہے کہ بکر عمرو نے اغلام کیا۔ عمرو مجلس میلاد شریف پڑھتا ہے لیکن زید فاسق معلن ہے۔ عمرو انکاری بھی ہے اور تائب بھی ہے۔ صورت مسئولہ میں جب کہ دوسرا گواہ بھی نہیں ہے عمرو میلاد شریف پڑھ سکتا ہے؟ عمرو داڑھی بھی نہیں رکھتا ہے، اگر عمرو توبہ کرلیوے، اور داڑھی کتروانے سے توبہ کرلیوے، تو میلاد شریف پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ زید پر از روے شرع شریف کیا حکم ہے، شریعت مطہرہ میں عیب پوشی کا حکم ہے یا پردہ دری کا۔ کیوں کہ زید ہر گلی کوچہ میں کہتا پھرتا ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

زید جب فاسق معلن ہے اس کی بات پر فوراً بے تحقیق اعتماد جائز نہیں۔

قال تعالیٰ: ﴿إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَأٍ فَتَبَيَّنُوا أَن تُصِيبُوا قَوْماً بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ نَدِمِينَ﴾(۱)

اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو تحقیق کرلو کہ کہیں کسی قوم کو بے جانے ایذا نہ دے بیٹھو، پھر اپنے کیے پر پچھتاتے رہ جاؤ۔ خبر فاسق واجب التوقف ہے کیسی ہی خبر ہو، اور کیسا ہی وہ شخص ہو۔

تفسیرات احمدیہ میں ہے: "المعنیٰ ﴿إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ﴾ بخبر فتوقفوا وتفصحوا وقرئ فتثبتوا والمآل واحد أي: فتوقفوا إلىٰ أن تبين لكم الحال ﴿أَن تُصِيبُوا قَوْماً بِجَهَالَةٍ﴾ أي: كراهة أن تصيبوا قوماً جاهلين بجهالهم ﴿فتصبحوا﴾ أي: فتصيروا نادمين علىٰ ما فعلتم منهم يعني: لولم تتوقفوا في خبره فقاتلتم معهم بموجبة ووجدتموهم مؤمنين لقلتم: ياليتنا لم تقع منا المقاتلة معهم؛ لأنهم مؤمنون والمقصود أن الآية دليل علىٰ أن خبر الفاسق واجب التوقف وتنكير فاسق بناء للتعميم أي: أيّ فاسق وأيّ خبر كان."(۲)

---

(۱) [سورة الحجرات: ٦]

(۲) [التفسيرات الأحمديه، پاره: ٢٦- ص ٤٥١]

آیت کریمہ کا معنی یہ ہوگا: اے ایمان والو! اگر تمہارے پاس کوئی فاسق کوئی خبر لائے تو تم توقف کرو اور اس کی خوب تحقیق کرو۔ آیت کریمہ کے لفظ ﴿فتبینوا۔ کو۔ فتثبتوا﴾ بھی پڑھا گیا ہے، دونوں کا مآل ایک ہے یعنی حقیقت حال معلوم ہونے تک توقف کرو۔ یہ حکم اس لیے دیا جا رہا ہے کہ کہیں تمہارے ہاتھوں ایسی قوم کو نقصان نہ پہنچنے پائے جن کے صحیح حالات کا تمھیں علم نہیں، پھر تم اپنے کیے پر پچھتاؤ، یعنی اگر تم اس کی خبر سن کر توقف نہ کرتے بلکہ تم اس خبر کے مضمون کے مطابق ان سے جنگ کرتے اور تم انھیں دیکھتے کہ وہ بھی ایمان دار ہیں، انھوں نے دین میں کوئی تبدیلی نہیں کی تو تم یہ دیکھ کر کہتے: ہائے افسوس! ہم سے یہ قتال رونما نہ ہوتا، ہم ان سے نہ لڑتے، کیوں کہ وہ تو مومن ہیں۔ مقصود یہ ہے کہ آیت کریمہ اس کی دلیل ہے کہ فاسق کی خبر ''واجب التوقف'' ہے، آیت میں ''فاسق'' نکرہ ذکر کیا گیا اور ''بِنَبأ'' کو بھی نکرہ ذکر کیا گیا اس لیے تاکہ دونوں میں تعمیم بیان ہو جائے، یعنی کوئی فاسق اور کسی قسم کی کوئی خبر لائے۔ (مترجم)

پھر کسی کبیرہ کی کسی مسلمان کی جانب نسبت بے تحقیق جائز نہیں نہ کہ ایسا گندہ کبیرہ۔ عمرو جب اس سے انکار رکھتا ہے، تو ہرگز محض زید کے کہنے سے اس پر اس گندے الزام کو نہ تھوپیں، میلاد شریف اس سے پڑھوا سکتے ہیں۔ مگر بعد توبہ بقصد پختہ۔ زید گنہ گار ہے توبہ کرے اور عمرو سے معافی چاہے۔ جھوٹ بولنا خود کبیرہ ہے، اور تہمت افترا وہ (بھی) ایسا گندہ۔ یہ اور بھی اشد ہے۔ اگر الفاظ نہ ہوں تہمت مترشح ہو تو بھی جب کہ وہ اشاعت فاحشہ کو دوست رکھتا اور اسی اشاعت کے قصد سے گلی کوچہ کہتا پھرتا ہے، دونوں جہان میں عذاب الیم کا مستوجب ہے۔

قال تعالیٰ: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَن تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ﴾(۱) واللّٰہ تعالیٰ اعلم۔

وہ لوگ جو چاہتے ہیں کہ مسلمانوں میں برا چرچا پھیلے ان کے لے دردناک عذاب ہے، دنیا و آخرت میں، اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔

عورت پر غیر محرم سے پردہ لازم ہے

مسئلہ: (۲۳)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

---

(۱) [سورۃ النور: ۱۹]

زید اور بکر دونوں حقیقی برادر ہیں۔ زید کی شادی ہوگئی ہے اور بکر برادر خورد نوجوان ہے جس کی شادی نہیں ہوئی ہے۔ زید کار سرکار سے ایک شب اپنی زوجہ کو اپنے بھائی بکر کے ساتھ تنہا چھوڑ کر جاتا ہے۔ بکر اس موقع کو غنیمت جان کر اپنی بھاوج پر حملہ بارادۂ زنا شب کے ۱۱-۱۲ بجے کرتا ہے۔ بھاوج ناراض ہے مگر اپنی عصمت بچاتی ہے۔ بکر کچھ سوچ کر کمرے کے دروازے سے باہر جاکر کھڑا ہوتا ہے۔ بھاوج فوراً دروازہ بند کرکے اندر سے کنڈی لگالیتی ہے، بکر بہت کوشش کرتا ہے کہ دروازہ کھل جائے۔ مگر بھاوج نہیں کھولتی ہے۔ جب متواتر وہ پریشان کرتا رہا کہ کسی طرح دروازہ کھل جائے تو بھاوج نے کھڑکی میں سے پڑوسیوں کو آواز دی کہ بھائیو دوڑو۔ دوڑو۔ کچھ لوگ جمع ہوئے ان لوگوں نے عورت کو وہاں سے علاحدہ کرکے اپنے بال بچوں کے ہمراہ بیٹھایا اور موذی کے پھندے سے بچایا اور بکر سے دریافت کیا کہ: ایسی حرکت کیوں کرتا تھا تو اس نے ان سے بھی بدکلامی کی جس پر انہوں نے اس کی سزا مار پیٹ کی فوراً ہی دی۔ صبح کو جب زید اپنے مکان پہونچتا ہے تو کل واقعات بیوی نے سنائے، زید یقین کرلیتا ہے، مگر بکر کے پاس جب جاتا ہے تو وہ زید سے بیان کرتا ہے کہ بھاوج غلط الزام لگاتی ہے زید بھائی کا یقین کرتا ہے۔ اور بی بی کو برا بھلا کہتا ہے، اور کہتا ہے کہ: دروازہ کیوں نہیں کھول دیا۔ بیوی جواب دیتی ہے کہ عصمت بچانے کی غرض سے۔

زید کہتا ہے کہ: اگر ایسا ہوجاتا تو کچھ حرج نہ تھا مگر دوسرے کے گھر جانے سے میرے نکاح سے نکل گئی اور میری بدنامی ہوئی میں تجھے طلاق دے دوں گا بھائی کو نہ چھوڑوں گا۔ طلاق کی دھمکی اکثر بارہا دے چکا ہے۔ اس واقعہ سے قبل اکثر بیوی نے شوہر سے بکر کی بے ہودہ مذاق عمل کی شکایتیں کیں مگر زید یقین نہ لایا۔ چونکہ بکر نے بھائی زید کو پیشتر سے یقین دلا کر ذہن نشین کرایا تھا کہ بھاوج مجھ پر جھوٹا الزام اس لیے لگاتی ہے کہ بھائی بھائی جدا ہوجائیں چونکہ میرا رہنا اسے ناگوار گذرتا ہے۔ غیر لوگ خوب جانتے ہیں کہ بکر کا چال چلن قابل اطمینان نہیں اور وہ زید کی آنکھوں میں پردہ ڈالے ہوئے ہے، اور اس آڑ میں اپنے ناجائز ارادہ میں کامیاب ہونا چاہتا ہے۔ زید کی زوجہ قسمیہ حلفیہ شوہر سے اس کی خراب باتوں کا اظہار کرتی ہے، مگر شوہر اپنے بھائی کی محبت میں یقین نہیں کرتا اور جواب دیتا ہے کہ تجھ کو چھوڑ دوں گا، تجھ کو طلاق دو دیدوں گا، مگر بھائی کو نہ چھوڑوں گا۔ بلکہ کوشش کرتا ہے کہ ان حرکات پر بھی زوجہ بھائی سے مل کر رہے اور اسے ناراض نہ کرے۔ ایسے شخص کے ہم راہ کھانا پینا و دعا سلام امام بنانا جائز ہے یا نہیں؟ ازآبو روڈ۔

الجواب

جب تک وہ شخص اس بے ہودہ کلمہ سے کہ "اگر ایسا کرتا تو کچھ حرج نہ تھا، توبہ نہ کرے نیز اس سے

کہ وہ اپنی عورت کے ساتھ اپنے بھائی کی خلوت پر تو کم از کم راضی ہے اور کسی بات کا اگر اسے یقین نہیں ہوتا عورت کو جھوٹا جانتا، بھائی کو سچا جانتا ہے تو اتنا تو ہے کہ وہ بھائی کے ساتھ عورت کی تنہائی کو روا رکھتا ہے، اور جب تک وہ اپنی عورت کا بھائی سے پردہ نہ کروائے اس سے مسلمان ترک تعلق کریں۔ اسے امام نہ بنائیں، اس کے پیچھے نماز سے احتراز کریں۔ عورت پر غیر محرم سے پردہ لازم ہے۔ دیور، جیٹھ، بہنوئی ،خالو، پھوپھا، رشتہ کے بھائی سب غیر محرم ہیں۔ شوہر کے بھائی سے پردہ کرے، اگر شوہر اس پر مجبور کرے کہ وہ اس کے بھائی کے سامنے اس سے پردہ نہ کرے تو اس میں اس کی اطاعت نہ کرے۔ اس کا شوہر تو اس خلاف شرع کرنے سے اشد گنہ گار مستحق نار ہوگا ہی عورت بھی گنہ گار ہوگی۔ اگر اس کے کہنے سے ایسا کرے گی۔ وہ اگر مجبور کرے تو اپنے محارم سے کسی کے یہاں جہاں اسے امن ملے چلی جائے جب تک شوہر اس کا عہد نہ کرے کہ وہ اسے اپنے بھائی کے سامنے ہونے پر مجبور نہ کرے۔

یہ غلط بات جاہلوں میں مشہور ہے کہ عورت بے اجازت شوہر گھر سے نکلے تو نکاح سے نکل جاتی ہے. غیر محرم کے یہاں بعض اوقات جن میں اجازت شرعیہ ہو، ان کے سوا عورت کو جانا ناجائز اور گناہ ہے، اگرچہ شوہر اجازت دے۔ شوہر اجازت دے گا تو وہ بھی گنہ گار ہوگا مگر نکاح سے کسی گناہ کے سبب نہیں نکلتی۔ اس وقت کہ مکان میں اس کی عصمت پر حملہ ہو چکا تھا اور بمشکل وہ اس سے اپنی عصمت بچا سکی تھی ،اور اس وقت اس مکان میں میسر نہ تھی اس کو اپنی عزت اپنی آبرو پر اندیشہ تھا، ہتک حرمت کا خطرہ تھا، جو امن کی جگہ ہاتھ آئی وہاں چلی گئی، اگرچہ غیر محرم کے یہاں پناہ لے سکی۔

"من ابتلی ببلیتین فلیختر أهونهما۔"(۱)

جو دو بلاؤں میں مبتلا ہو رہا ہو تو اھون کو اختیار کرے۔ (مترجم)

اس حدیث کو پیش نظر رکھتے ہوئے کہا جاتا ہے اگر فی الواقع وہ اس وقت اس خطرہ اس اندیشہ سے یوں ہی نکل سکتی تھی تو گنہ گار بھی نہیں ہوئی۔ شوہر نے جو کلمہ کہا ہے کہ اگر ایسا ہو جاتا تو کچھ حرج نہ تھا مگر دوسری جگہ جانے سے میرے نکاح سے نکل گئی اور میری بدنامی ہوئی، یہ نہایت بے حیائی بے شرمی بدعقلی بے وقوفی اور شرع مطہر کے خلاف راہ چلنی اس کے برعکس خلاف زنی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱) [الأشباہ والنظائر: ۹۸]

ٹائی لگانا اشد حرام ہے

مسئلہ: (۲۴)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

زید ایک شخص سنی مسلمان ہے جو ٹائی باندھتا ہے جس کے چار بھائی ٹائی لگاتے ہیں، جو برسر روز گار ہیں اس کے بھائی بھی برسر روز گار ہیں، زید کی شادی ہوتی ہے وہ اس وقت ٹائی نہیں باندھتا ہے لیکن اس کے بھائیوں کے ٹائی لگی ہوتی ہے، ایک عالم دین جو کہتے ہیں کہ ٹائی باندھنا کفر ہے، زید کی شادی میں شرکت کرتے ہیں کھانا وغیرہ بھی کھاتے ہیں اور اس نے زید کا نکاح بھی پڑھایا۔ جب کہ اس کے چاروں بھائی ٹائی باندھ کر نکاح میں شریک ہوئے تھے۔ اب زید کے یہاں کھانا، کھانا حرام ہے یا نہیں۔ اور اس عالم دین نے یہ جانتے ہوئے کہ ٹائی باندھنا کفر ہے نکاح پڑھایا اور شادی میں شرکت کی اور کھانا وغیرہ بھی کھایا شریعت کی رو سے اس عالم پر کیا حکم ہے؟ صحیح جواب سے آگاہ کیجیے۔

از افتخار میاں محلہ کبیر خاں پیلی بھیت ٹریننگ آئی، ٹی آئی، بریلی مورخہ ۲۹؍رجب المرجب ۸۶ھ

الجواب

ٹائی لگانا اشد حرام ہے، وہ شعار کفار بد انجام ہے، نہایت بد کام ہے، وہ کھلا رد فرمان خداوند ذو الجلال والاکرام ہے۔ ٹائی نصاریٰ کے یہاں انکے عقیدۂ باطلہ میں یادگار ہے حضرت سیدنا مسیح علیہ الصلاۃ والسلام کے سولی دیے جانے اور سارے نصاریٰ کا فدیہ ہو جانے کی۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ ہر نصرانی یوں ٹائی اپنے گلے میں ڈالے رہتا ہے، ہر ٹوپ میں نشان صلیب رکھتا ہے جسے کراس مارک کہتا ہے۔ ٹائی کی طرح یہ کراس مارک بھی رد قرآن ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

کہ قرآن فرماتا ہے:

﴿مَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ﴾ (۱)

یہود نے نہ عیسیٰ مسیح کو قتل کیا نہ سولی دی۔

صلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا محمد وعلیہ وعلیٰ جمیع الأنبیا والمرسلین وعلیٰ آل سیدنا ومولانا محمد وصحبہ وبارك وسلم۔

---

(۱) [سورة الأنبياء: ۱۵۷]

مگر جہال اس حقیقت سے ناواقف ہیں۔ وہ اسے محض ایک وضع جانتے ہیں اس لیے انہیں اس کے لگانے پر کافر نہ کہا جائے گا۔ کفریت قول یا فعل اور بات ہے اور مرتکب کو کافر ٹھہرانا اور۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ٹائی باندھنے والا، ہیٹ لگانے والا، اور ہر فاسق معلن ظالمین میں ہے،

اور اللہ عزوجل فرماتا ہے:

﴿وَإِمَّا يُنسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴾(۱)

اور جو کہیں تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آنے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔ (مترجم)

عارف باللہ ملا احمد جیون استاذ سلطان عالمگیر رضی المولیٰ تعالیٰ عنا وعنہ تفسیرات احمدیہ میں فرماتے ہیں:

"الظّلمين يعم المبتدع والفاسق والكافر."(۲)

ظالموں کی قوم سے مراد عام ہے، یعنی ہر مبتدع، فاسق اور کافر اس میں شامل ہے۔ (مترجم)

جن کے ساتھ بیٹھنا ممنوع ان کے ساتھ مواکلت، مشاربت، نری مجالست سے اور زیادہ ممنوع، علما پر اور زیادہ بچنا لازم۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ساس کا ہاتھ چومنا جائز نہیں

(۴۵) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

ساس یعنی بیوی کی ماں کا ہاتھ تعظیماً چومنا جائز ہے یا نہیں؟ ایک صاحب مفتی عالم یہ فرماتے ہیں کہ ہاتھ چومنا نہیں چاہیے بسبب فساد زمانہ۔ رضاعی بہن سے پردہ نہیں ہے، لیکن علما فرماتے ہیں کہ پردہ بہتر ہے۔

الجواب

بے شک وہ سنی عالم صحیح کہتے ہیں۔ ہرگز نہ چاہیے۔ جب کہ یہ اور وہ دونوں جوان ہوں۔ یا ایک

---

(۱) [سورۃ الأنبياء:٦٨]

(۲) [تفسیرات احمدیہ:۲۵۵]

دونوں میں سے جوان ہو، اور خوف فتنہ ہو، تو تقبیل تو تقبیل اس صورت میں تو ہاتھ میں ہاتھ لینا بھی نہ چاہیے۔ شہوت ہی سے ہاتھ میں ہاتھ لینا ناجائز نہیں، بے شہوت بھی ناجائز ہے جب کہ شہوت سے امن نہ ہو۔ شہوت اس وقت نہیں اس وقت خالص تعظیم وتحیت ہی کے لیے بوسہ دیا۔ یا پاک محبت ہی سے ہاتھ میں ہاتھ لیا، مگر ہاتھ میں آنے سے شہوت سے مامون نہیں۔ تو تقبیل کیسی؟ محض مصافحہ ہی جائز نہ ہوگا۔ جیسے امۃ اجنبیہ کو اس وقت ہاتھ لگانا جائز نہیں اس کا اور امۃ اجنبیہ کا اس بارے میں ایک ہی حکم ہے۔

درمختار میں مجتبیٰ سے ہے:

”ومن عرسه وأمته الحلال له وطؤها فخرج المجوسية والمكاتبة والمشركة ومنكوحة الغير والمحرمة برضاع أو مصاهرة فحكمها كالأجنبية .“(۱)

اور اپنی بیوی اور باندی جن سے وطی کرنا حلال ہو ان کے جمیع بدن کی طرف نظر کر سکتا ہے۔ لہذا اس حکم سے مجوسیہ، مکاتبہ، مشرکہ، منکوحۂ غیر اور محرمہ رضاعیہ وصہریہ سب خارج ہو جائیں گی، کہ ان تمام کا حکم اجنبیہ کے حکم کی طرح ہے (جس طرح اجنبیہ کو دیکھنا جائز نہیں اسی طرح ان تمام کو) (مترجم)

ردالمحتار میں ہے:

”قوله كالأجنبية أي : كالأمة الأجنبية بدليل ما في العناية۔حيث قال: قيد بقوله من أمته التي تحل له ؛ لأن حكم أمته المجوسية والتي هي أخته من الرضاع حكم أمة الغير في النظر إليها ؛ لأن إباحة النظر إلىٰ جميع البدن مبنية على حل الوطء فينتفي بانتفائه اه.“(۲)

شارح کا قول: ”كالأجنبية“ مراد امۃ اجنبیہ ہے، دلیل وہ ہے جو عنایہ میں مذکور ہے۔ فرمایا: مصنف نے اپنے قول کو اس امۃ سے مقید فرمایا جو اس کے لیے حلال ہو، کیوں کہ اس کی امۃ مجوسیہ اور اخت رضاعیہ کا وہی حکم ہے جو امۃ غیر کا ہے اس کی طرف نظر کرنے کے بارے میں، کیوں کہ جمیع بدن کی طرف نظر کرنے کا جواز حلتِ وطی پر موقوف ہے، لہذا جس سے وطی حلال نہ ہو اس کی طرف نظر کرنا بھی درست نہ ہوگا۔ (مترجم)

اور حکم امۃ الغیر یہی ہے کہ اگر اپنے نفس پر یا اس پر شہوت کا خوف ہو تو ہاتھ لگانا جائز نہیں۔

---

(۱) [الدر المختار، كتاب الحظر والإباحة ،فصل في النظر والمس: ٩/٤٤٦-٤٤٧]

(۲) [ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة فصل في النظر والمس: ٩/٤٤٧]

درمختار وکشف الحقائق ومجتبیٰ وغیرھا اسفار میں ہے:

"واللفظ له (حكم أمة غيره)ولو مدبرة أو أم ولد(كذلك) فينظر إليها كمحرمة(وما حل نظره)مما مر من ذكر أو أنثىٰ(حل لمسه)إذا أمن الشهوة علىٰ نفسه وعليها،وإن لم يأمن ذلك أو شك ،فلا يحل له النظر والمس اه.مختصراً،إلا من أجنبية."(۱)

الفاظ درمختار کے ہیں: امۃ غیر اگر چہ مدبرہ یا ام ولد ہو، کا حکم اسی طرح ہے، لہٰذا اس کی طرف نظر کرسکتا ہے جس طرح محرم کی طرف نظر کرنا۔(جائز ہے) مرد وعورت کے جس حصہ کو دیکھنا جائز ہے اس کا چھونا بھی جائز ہے جب کہ اپنے اوپر یا اس پر شہوت سے مامون ہو۔ اگر شہوت سے مامون نہ ہو یا شک ہو تو نظر ومس دونوں جائز نہ ہوں گے۔عبارت اختصار کے ساتھ ختم ہوئی۔مگر اجنبیہ کو مطلقاً دیکھنا و چھونا جائز نہیں۔(خواہ شہوت سے امن ہو یا نہ ہو)(مترجم)

ردالمحتار میں ہے:"(قوله : إلا من أجنبية)أي : غير الأمة."(۲)

"ماتن کا قول:إلا من أجنبية"اجنبیہ سے مراد امۃ کے علاوہ ہے(یعنی امۃ کے سوا جو اور اجنبیہ ہو)(مترجم)

حدیقہ ندیہ شرح طریقۂ محمدیہ میں ہے:

"ومن الأفات المماسة بشهوة لغير زوجته وأمته الحلال له بخلاف المجوسية التي أنكحها للغير وفيما إذا كانت أمه أو أخته من الرضاع أو أم امرأته أو ابنتها."(۳)

یہی حکم اس صورت میں ہے جب کہ وہ اس کی ماں، رضاعی بہن، خوش دامن یا زوجہ کی بیٹی ہو۔(کہ ان تمام محارم کو شہوت سے چھونا حرام ہے)(مترجم)

اور یہ نہ کہا جائے کہ اس صورت میں تو اپنی محارم کو دیکھنا یا مس کرنا بلکہ اپنی ماں کی طرف بھی نظر کرنا حلال نہیں۔حالاں کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

فرماتے ہیں:"من قبّل رِجل أمه فكأنما قبّل عتبة الجنة."(۴)

---

(۱) [الدرالمختار، كتاب الحظر والإباحة،فصل في النظروالمس:۹/۴۴۸]

(۲) [ردالمحتار كتاب الحظر والإباحة فصل في النظر واللمس:۹/۴۴۸]

(۳) [الحديقة الندية شرح الطريقة المحمدية:۲/۵۳۹]

(۴) [الدرالمختار كتاب الحظر والاباحة فصل في النظر والمس:۹/۴۴۸]

جس نے ماں کے قدموں کو بوسہ دیا، گویا جنت کی دہلیز کو بوسہ دیا۔ (مترجم)

تو کیا یہی فتویٰ ماں کے لیے بھی دیا جائے گا۔ مگر

"أحكام الفقه تجري على الغالب من دون نظر إلى النادر." خیال میں رہے۔

ماں بہن کی طرف نظر یا انہیں مس کرنے میں ہرگز غلبۂ شہوت نہیں بلکہ یقیناً اس کا عدم اور اس سے امن ہی غالب ہے، ہاں اس کا امکان ہے تو یہاں اس بنا پر یہ ہی کہا جائے گا کہ ماں اور دیگر محارم نسبیہ کی جانب نظر اور ان کے ان اعضا کا مس جن کی طرف نظر جائز ہے جائز ہے۔ ہاں اگر احد الجانبین سے شہوت کا اندیشہ بھی ہو تو جائز نہیں۔ اور امۃ غیر اور محرمات رضاع وصہر میں احتمال شہوت مس میں غالب ہے اور لا اقل دونوں احتمالوں میں تسویہ ہے اور بہر صورت یعنی غلبۂ احتمال شہوت لیجئے یا احتمالین میں تسویہ مانیے یہی کہا جائے گا کہ مس حرام ہے، ہاں اگر شہوت سے امن ہو، جانبین سے کسی کو شہوت کا اندیشہ نہ ہو تو جائز ہے۔ کیا نہ دیکھا کہ حضرات فقہائے کرام نے ان محرمات رضاع وصہر کو کـــــــــالأمة الأجـنبية. فرمایا۔ جب دربارۂ نظر ومس محرمات نسبیہ ورضاعیہ وصہریہ وأمة الـغيـر کا ایک ہی حکم تھا۔ تو كالأمة الأجنبية۔ سے بہتر تو یہی تھا کہ یوں فرماتے کہ:

محرمات الرضاع والصهر كالمحرمات بالنسب ماحل نظره ولمسه من تلك المحرمات النسبية حل من هذه النسبية أيضاً۔

مگر وہ انہیں ان کی طرح نہیں فرماتے، امۂ اجنبیہ کی طرح کہتے ہیں، اس میں یہی نکتہ معلوم ہوتا ہے، اور اسی فرق کی جانب اشارہ جس کی تقریر ابھی ہم نے کی وللہ الحمد۔

دیکھو اس فرق کی بنا پر حکم خلوت میں فرق ہے، محرمات نسبیہ سے خلوت جائز ہے۔ اور رضاعیہ وصہریہ سے ناجائز جب کہ وہ جوان ہو۔

درمختار میں ہے:

"والخلوة بالمحرم مباحة إلا الأخت رضاعاً والصهرة الشابة."(۱)

محرمات نسبیہ سے خلوت جائز ہے اور رضاعیہ وصہریہ سے ناجائز جب کہ وہ جوان ہو۔ (مترجم)

ردالمحتار میں فرمایا:

"قال في القنية وفي استحسان القاضي الصدر الشهيد: وينبغي للأخ الرضاع

---

(۱) [الدر المختار كتاب الحظر والإباحة فصل في النظر والمس: ۹/۴۴۹]

أن لا يخلو بأخته من الرضاع ؛ لأن الغالب هناك الوقوع في الجماع اه. وأفاد العلامة البيري أن ينبغي معناه الوجوب هنا(قوله الصهرة الشابة)قال في القنية: ماتت عن زوج وأم فلهما أن يسكنا في دار واحدة إذا لم يخافا الفتنة وإن كانت الصهرة شابة فللجيران أن يمنعوها منه إذا خافوا عليهما الفتنة اه. وأصهار الرجل كل ذي رحم محرم من زوجته علىٰ اختيار محمد، والمسألة مفروضة هنا في أمها، والعلة تفيد أن الحكم كذلك في بنتها ونحوها كمالا يخفى."(۱)

قنیہ اور قاضی الصدر الشہید کے ''استحسان'' میں ہے: رضاعی بھائی کی رضاعی بہن سے خلوت نہ چاہیے کیوں کہ حرامکاری میں مبتلا ہونے کا غالب گمان ہے، اھ۔ اور علامہ بیری نے مفید بات کہی ہے کہ یہاں ینبغی کا معنی وجوب ہے۔ (قوله: الصهرة الشابة ۔ جوان ساس) قنیہ میں ہے: ایک عورت نے شوہر اور ماں چھوڑ کر انتقال کیا تو دونوں ایک ہی گھر میں رہ سکتے ہیں جب کہ اندیشۂ فتنہ نہ ہو، اور اگر ساس جوان ہو تو اندیشہ فتنہ کی صورت میں پڑوسی ایک ساتھ رہنے سے روک سکتے ہیں، اھ۔ امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مذہب مختار پر مرد کا رشتۂ دامادی زوجہ کے ہر ذی رحم محرم سے متعلق ہوگا۔ یہاں مسئلہ کی صورت ''ماں'' کے بارے میں فرض کی گئی، اور علت اس بات کا افادہ کر رہی ہے کہ یہی حکم ''بنت'' وغیرہ میں بھی ہونا چاہیے، جیسا کہ واضح ہے۔ (مترجم)

دیکھو اجنبیہ کے ساتھ خلوت کو مطلقاً حرام فرمایا جیسے مس۔ درمختار کی عبارت مذکورہ بالا جواِلا من أجنبية. تک ہے اس میں اس لفظ کے بعد ہے:

"فلا يحل مس وجهها وكفها وإن أمن الشهوة ؛ لأنه أغلظ ولذا تثبت به حرمة المصاهرة وهذا في الشابة......وفي الأشباه الخلوة بالأجنبية حرام."(۲)

اس کے منہ، ہاتھ کو چھونا حرام ہے اگرچہ شہوت سے مامون ہو کہ یہ غلیظ تر ہے (نظر کے مقابلے میں) اسی وجہ سے صورت مذکورہ میں حرمتِ مصاہرت بھی ثابت ہو جائے گی، یہ حکم اس صورت میں ہے جب کہ وہ جوان ہو۔ اشباہ میں ہے: اجنبیہ سے خلوت حرام ہے۔ (مترجم)

اور محرم نسبی کے ساتھ خلوت کو مباح فرمایا، اور پر ظاہر کہ اگر شہوت وفتنہ کا خوف ہو تو ماں کے

---

(۱) [ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة فصل في النظر والمس: ۹/۴۴۹]

(۲) [الدر المختار، كتاب الحظر والإباحة فصل في النظر والمس: ۹/۴۴۸]

ساتھ بھی خلوت جائز نہیں۔اور محرمات سببیہ کے ساتھ خلوت کو مباح نہ فرمایا اور ظاہر ہے کہ اگر خوف فتنہ نہ ہوتو ان کے ساتھ بھی خلوت جائز ہے۔یوں ہی مس اجنبیہ حرہ بے ضرورت وحاجت مطلقاً مکروہ وحرام ہے۔وان أمن الشهوة۔اور محرمات نسبیہ سے جائز اگر شہوت سے مامون ہو، ورنہ ناجائز۔اور محرمات سببیہ کا ناجائز اور اگر خوف شہوت وفتنہ نہ ہوتو جائز۔

اوپر جوتقریر فقیر نے کی تھی محض تفقہا تھی پھر دربارۂ خلوت یہ جزئیہ پایا۔

والحمد لله حمداً كثيراً طيباً مباركاًعلىٰ مطابقة المعقول بالمنقول.

اورمتون بوجہ اختصار ایک ہی عبارت میں بیان کرجاتے ہیں اور شروح اس میں متون کے تابع ہوا ہی چاہیں۔ہاں یہ حضرات کبھی تصریحات بعد شرح کرتے ہیں اور کبھی اشارات ہی سے کام لیتے ہیں۔یوں ہی ماتن حضرات بھی نفس متن میں کہیں کہیں اشارے کرجاتے ہیں۔اور اگر محرمات سببیہ کو جنہیں دربارۂ نظر مثل امۃ اجنبیہ فرمایا گیا ہے دربارۂ مس اجنبیہ حرہ کی طرح اس زمانہ فساد میں کہ مس اغلظ ہے تووہ شبہہ راساً منقطع ہوجائے گا،اگرچہ اس کا کوئی قائل نہ ہوا،لیکن

ع:مگر سد ذرائع داب ہے اپنی شریعت کا

اس زمانۂ فساد میں جب کہ جوان وحسین خصوصاً بیوہ ساس اور رضاعی ماں بہنوں کو میرے نزدیک.....مس کا کہ نظر سے غلیظ تر ہے مکروہ تر ہونا اور ہمارے قاعدہ مذہب یعنی سد باب فتنہ کا اس سے غیر آبی ہونا ظاہر۔

”وكم من أحكام تختلف باختلاف الزمان۔كذاذكره التمرتاشي“۔(١)

جیسے امة الغير کے نامحرم کے ساتھ سفر وخلوت کے بارے میں باوجودے کہ ان کی نسبت کوئی خاص حکم مذکور نہیں مشائخ قرون سابقہ مختلف ہوئے،کسی نے حلال فرمایا،اور کسی نے حرام۔دونوں قولوں کی تصحیح کی گئی۔اس کے بعد اس زمانے میں بوجہ غلبۂ اہل فساد علامہ حصکفی نے علامہ ابن کمال سے دربارہ ناجوازی ہی نقل فرمائی،اوراسی قول کا ان سے مفتی بہ ہونا نقل فرمایا۔اور علامہ شامی نے اس کے نامحرم کے ساتھ خلوت کا اس سے الحاق فرمایا۔

شامی میں ہے:

”لم يذكر محمد الخلوة والمسافرة بإماء الغير،وقد اختلف المشايخ في

---

(١) [البناية شرح الهداية،باب:التعشير۔١٢/٣٣٦]

الحل وعدمه وهما قولان مصححان۔ أقول:لکن هذا في زمانهم لما سيذكره الشارح عن ابن كمال أنه لا تسافر الأمة بلا محرم في زماننا لغلبة أهل الفساد وبه يفتي فتأمل."(۱)

امۃ غیر کے ساتھ خلوت وسفر کے بارے میں امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے کوئی خاص حکم مذکور نہیں، جواز وعدم جواز کے بارے میں مشائخ کا اختلاف ہے، دونوں ہی قولوں کی تصحیح کی گئی ہے۔ میں کہتا ہوں: لیکن یہ ان کے زمانے میں تھا، اوراب اس کے بعد اس زمانے میں بوجہ غلبۂ اہل فساد، شارح نے علامہ ابن کمال کے بلا محرم سفر کے بارے میں ناجوازی ہی نقل فرمائی ، یہی مفتیٰ بہ ہے، غور کرنا چاہیے۔(مترجم)

اورنفس تقبیل میں علما کا اختلاف ہے: بعض کہتے ہیں کہ عالم دین وسلطان عادل کے علاوہ کسی کی دست بوسی نہ چاہیے۔ بعض ان کے سوا، اوروں کی دست بوسی کی بھی رخصت دیتے ہیں جب کہ اس سے مقصود اس کے اسلام کا اکرام وتعظیم ہو۔ پھر وہ جو یوں رخصت دیتے ہیں وہ بھی ترک کو اولیٰ بتاتے ہیں ، اور خود لفظ رخصت باعلی ندا منادی کہ ترک اولیٰ ہے۔ پھر تقبيل الرجل الرجل والمرأة المرأة۔ کی رخصت سے تقبيل الرجل المرأة والمرأة الرجل.۔ کیوں کر نکل سکتی ہے۔

حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں فرمایا:

"تقبيل يد الإنسان العالم بالعلوم الشرعية والسلطان العادل جائز، قال في الأشباه: من قبّل يد غيره فسق إلا إذا كان ذا علم وشرف كذا في الظهيرية، ويدخل السلطان العادل والأمير تحت ذي الشرف۔ وتكلموا في تقبيل يد غيرهما، قال بعضهم : إن أراد به أي : بتقبيل اليد تعظيم المسلم لإسلامه فلا بأس به والأولىٰ للإنسان أن لا يقبل يد غير العالم والسلطان العادل اه.مختصراً."(۲)

عالم دین اور سلطان عادل کی دست بوسی جائز ہے، اشباہ میں مذکور ہے: غیر عالم کی دست بوسی جائز نہیں مگر جب علم وشرف والا ہو، ایسا ہی ظہیریہ میں مذکور ہے، اور ذی الشرف میں سلطان عادل اور امیر داخل ہیں، ان کے علاوہ کی دست بوسی کے بارے میں علما نے کلام کیا ہے، بعض حضرات فرماتے

---

(۱) [ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة،فصل في النظر والمس:۹/۴۴۸]

(۲) [الحديقة الندية شرح الطريقة المحمدية :۲/۵۳۹]

ہیں: جب کہ دست بوسی سے مقصد مسلم کے اسلام کا اکرام و تعظیم ہو تو اس میں حرج نہیں، لیکن اولیٰ یہ ہے کہ عالم دین وسلطان عادل کے علاوہ کی دست بوسی نہ کرے، عبارت اختصار کے ساتھ ختم ہوئی۔ (مترجم)

اسی میں ہے:

"رخص الإمام الشيخ شمس الأئمة السرخسي وبعض المتأخرين تقبيل يد العالم والمتورع على سبيل التبرك، وعن سفيان قال: تقبيل يد العالم سنة وتقبيل يد غير لا يرخص فيه، قال صدر الشهيد: وهو المختار. والله تعالىٰ أعلم."(۱)

امام شیخ شمس الائمہ سرخسی اور بعض متاخرین علما نے عالم دین اور تقویٰ شعار کی دست بوسی کی تحصیل تبرک کے لیے اجازت دی ہے، حضرت سفیان فرماتے ہیں: عالم کی دست بوسی سنت ہے، غیر عالم کی دست بوسی کی اجازت ورخصت نہیں، صدر شہید نے فرمایا: یہی مختار مذہب ہے۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔ (مترجم)

اور ایسی عجوزہ نہ جس کی شہوت کا اندیشہ ہو نہ جس پر شہوت کا شک ہو سکے اگرچہ اجنبیہ محضہ ہو اس سے مصافحہ اور اس سے خلوت، اس کے ساتھ سفر سب کچھ جائز ہے۔

وهذه المسائل جميعاً مصرحة في أكثر الكتب الفقهية۔

مگر اس کی تقبیل کی نسبت کسی نے نہ لکھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ایمرجنسی دور کا یادگار فتویٰ

نس بندی ناجائز وحرام ہے

(۲۶) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

سیدی مرشدی ومولائی حضور مفتی اعظم ہند دامت برکاتہم القدسیہ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

خاندانی منصوبہ بندی (فیملی پلاننگ) کے متعلق نس بندی کے آپریشن کرانے کے بارے

(۱) [الحديقة الندية شرح الطريقة المحمدية: ۲/ ۵۴۱]

میں (عورتوں اور مردوں کے متعلق) کیوں کہ آج کل گورنمنٹ کی طرف سے ایسے احکام آے ہیں کہ نس بندی کا اپریشن نہ کرانے والے گورنمنٹی ملازم کو ملازمانہ ترقی نہ دی جاے گی (وغیرہ وغیرہ) عین نوازش ہوگی۔

حضور بذات خود تکلیف گوارا کر کے اس مسئلہ کو حل کر کے روانہ فرمائیں، کیوں کہ میں گورنمنٹی ملازم ہوں اور گورنمنٹ کو اس کا جواب دینا ہے۔فتویٰ قرآن وحدیث سے مدلل ہونا چاہیے؟

ازمرزا امتاز بیگ رضوی۔چھتر پور۔(ایم۔پی)

الجواب

بعون الملک الوھاب۔ضبط تولید کے لیے مرد کی نس بندی یا عورت کا آپریشن متعدد وجوہ سے شرعاً ناجائز وحرام ہے۔اس میں اللہ کی پیدا کی ہوئی چیز کو بدلنا ہے۔اور یہ قرآن وحدیث کی نص سے ناجائز وحرام ہے۔

قرآن عظیم میں ہے:

﴿وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَیُغَیِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ﴾(۱)

یعنی شیطان بولا میں ان کو بہکاؤں گا تو وہ اللہ کی پیدا کردہ چیزوں کو بدلیں گے۔

تفسیر صاوی میں ہے:"من ذلك تغيير الجسم."(۲)

اور اس میں سے ہے جسم کی تغییر۔ (مترجم)

اور تفسیر کبیر میں ہے:

"إن معنى تغيير خلق الله ههنا هو الاخصاء الخ."(۳)

یعنی اس آیت میں تغییر خلق کا معنی خصی کرنا وغیرہ ہے۔

بخاری ومسلم کی حدیث ہے:

((لعن الله المغيرات خلق الله ملخصاً.))(٤)

---

(۱) [سورة النساء:۱۱۹]

(۲) [حاشية الصاوي ،سورة النساء:۱۱۹ ـ ۱/۳۲۹]

(۳) [التفسير الكبير:٤/۲۳۲]

(٤) [التيسير بشرح الجامع الصغير:۲/۲۹۳]

یعنی اللہ کی لعنت ان عورتوں پر جو اللہ کی پیدا کی ہوئی چیز (جسم کی قدرتی بناوٹ) کو بدلنے والی ہیں۔ (مترجم)

نیز اس میں بے وجہ شرعی ایک نس اور عضو کاٹا جاتا ہے وہ بھی ایسی نس ایسا عضو جو توالد وتناسل کا ذریعہ ہے، اور بے ضرورت شرعی دوسرے کے سامنے ستر وہ بھی ستر غلیظ کھولا جاتا ہے، اور اس کو چھوتا بھی ہے اور یہ تینوں امور بھی حرام ہیں۔ کما في الفقه اور یہ قاطع توالد ہونے کے سبب معنی خصا میں داخل ہے۔ اور انسان کا خصی ہونا اور کرنا بھی بہ نص قرآن وحدیث حرام ہے جیسا کہ آیت وحدیث سے اوپر گزرا۔

نیز حدیث میں حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا: ((لیس منا من خصیٰ واختصی.))(۱)

یعنی جس نے دوسرے انسان کو خصی کیا یا خود خصی ہوا وہ ہم میں سے نہیں (مترجم)

پھر یہ گمان کہ کثرت اولاد مفلسی کا باعث ہے غلط ہے۔ بلکہ اللہ ورسول کی نافرمانی و بے حیائی کے کام مفلسی کے اسباب سے ہیں۔

مولیٰ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُم مِّنْ إِمْلَاقٍ نَّحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَإِيَّاهُمْ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ﴾(۲)

یعنی اپنی اولاد کو قتل نہ کرو مفلسی کے باعث ہم ہی تمہیں اور انہیں سب کو رزق دیتے ہیں۔ اور بے حیائیوں کے پاس نہ جاؤ جو ان میں کھلی ہیں، اور جو چھپی......

الحاصل نس بندی یا آپریشن شریعت اسلامیہ میں ہرگز جائز نہیں۔ لہٰذا اس سے نفرت واحتراز لازم ہے۔ والمولیٰ تعالیٰ اعلم۔ (منقول از ماہ نامہ اعلیٰ حضرت ص:۱۳۔۱۴، شمارہ ۱۹۸۴ء مطابق ۱۴۰۴ھ)

سوانگ یا تماشا کرانا اور دیکھنا سب اشد حرام ہے

مسئلہ: (۲۷)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

زید مومن نے اپنے اہتمام سے سوانگ کرایا اور مسجد سے بیس قدم پر تخت جمایا اور شور وغوغا کروایا، اس پر بکر کہتا ہے: زید پر کفر عائد ہو گیا کہ اس نے اپنی خوشی سے اپنے اہتمام سے سوانگ کرایا، تو

---

(۱) [كنز العمال، كتاب النكاح، باب التاسع في لواحق كتاب النكاح، حديث: ۴۵۵۶۱ - ۱۶/۲۰۱]

(۲) [سورة الأنعام: ۱۵۱]

کیا ازروے شرع زید کافر ہوگیا، اور جن مسلمانوں نے سوانگ دیکھا کیا ان کے نکاح خارج ہوگئے۔ اور جن مسلمانوں نے سوانگ دیکھا اور رات بھرہنسی سے پیٹ پھلاے اور بعد اختتام سوانگ یہ بھی کہا کہ رات وہ نقل اچھی اتاری اور وہ کام اچھا دکھایا۔ تو اس طرح دیکھنے اور کہنے والے مسلمانوں کا ایمان درست رہا یا نہیں؟ جواب مرحمت فرمایا جاوے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

سوانگ یا کوئی تماشا کرانا، اس کا دیکھنا، اس سے لذت حاصل کرنا، اس کی تعریف کرنا، حرام حرام حرام ہے۔ سوانگ کرنے والے اگر کفر کرتے ہوں۔ کلمات کفریہ بکتے ہوں۔ تو اس صورت میں جو اس سے راضی ہوا، اس کی عورت اس کے نکاح سے خارج۔ اس پر فرض ہے کہ توبہ کرے تجدید اسلام کرے اور عورت سے پھر سے نئے مہر پر نکاح کرے۔ وہ سب لوگ جنہوں نے سوانگ دیکھا، اس کی تعریف کی، اشد گنہ گار مستحق نار ہوے، اور تحسین قول و فعل کفر کی ہو تو ان کا بھی وہی حکم ہے کہ پھر سے مسلمان ہوں اور پھر سے نکاح بمہر جدید کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

عشرۂ محرم کی بعض بے ہودی رسوم

(۲۸) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

محرم میں یہ مشہور کر رکھا ہے کہ صرف امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نیاز ہونی چاہیے اور کسی کی نہیں۔ اور ہرے کپڑے پہننا چاہیے اور روٹی کا بسکٹ کا لنگر اوپر سے لٹانا چاہیے، اور قلادہ جس میں سرخ اور ہرے گنڈے رنگ کے پڑے ہوتے ہیں اس کو گلے میں پہننا چاہیے، اور عطر وغیرہ نہ لگانا چاہیے اور عشرہ سے تیرہ تک گھر میں جھاڑو نہ دینا چاہیے، اور کام بھی چھوڑ دینا چاہیے؟ حکم فرمایا جاے کہ مذکورہ بالا کام درست ہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

یہ سب باتیں غلط ہیں اور محرمیوں کے اختراع۔ ایسا کہنے اور کرنے والوں پر توبہ لازم۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

وہابیوں سے میل جول رکھنے والے توبہ کریں

(۲۹) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

ایک شخص سنی ہے، اس کے یہاں برات کا کھانا ہے، اس کے یہاں وہابی بھی کھانا کھانے آئیں

گے لیکن اس شخص کے تایا وہابی ہیں تایا کو وہ شخص برا کہتا ہے، اور جو شخص سنی کھانا کھانے جائیں گے تو ان سنی شخصوں کو چند لوگ کہتے ہیں کہ وہ بھی وہابی ہوگئے جو شخص سنی لوگوں کو وہابی کہتے ہیں وہ شخص خود تو وہابیوں سے ملتے ہیں اور سنی لوگوں پر اعتراض کرتے ہیں۔ ان لوگوں کے واسطے کیا حکم ہے؟

الجواب

وہابیوں سے میل ان کی طرف ادنیٰ میل سے آدمی مستحق نار ہوتا ہے۔ جو وہابیوں سے ملتے ہیں گنہ گار ہیں توبہ کریں۔ محض اتنی بات سے کہ وہابی سے ملے وہابی نہیں ہو جاتا۔ جب تک ان کی بدصحبت کا یہ نتیجہ بد نہ ہو کہ ان کے کسی عقیدہ میں ان کا ہم نوا ہو۔ ہاں میل جول سے اس کا اندیشہ ہوتا ہے، اسی لیے ہر بدمذہب سے میل جول اس کے پاس اٹھنا بیٹھنا اس کے ساتھ کھانا پینا ممنوع ہے۔ **واللہ تعالیٰ اعلم۔**

ہندوؤں کو ایمان دار کہنے والے پر توبہ وتجدید ایمان لازم

(۳۰) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

زید کا وضو کرنے کی جگہ پر چشمہ ڈبی میں کچھ روپیہ رہ گیا اور زید جمعہ کی سنتیں پڑھنے اندر مسجد میں چلا گیا، اس کے بعد زید کو یاد آیا۔ تو اس نے اعلان کیا تو جس شخص نے چشمہ اور روپیہ پایا اس نے زید کو دے دیئے، اس پر بکر نے یہ بات دبے ہوئے بھی یہ کلمے ادا کیے کہ ہم لوگوں میں کوئی چیز کسی کی گری ہوئی پائے تو دیتا نہیں اور ہندوؤں میں اس بات کا اتفاق ہے کہ کوئی کسی کی گری ہوئی پالے تو معلوم ہونے پر دے دیتا۔ تو ہم سے ہندوؤں کا ایمان زبردست ہے، لاکھ ایمان اچھا ہے۔ بکر پر حکم شرع فرمایا جائے کہ ایمان ثابت رہا یا نہیں؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب

جس نے وہ بکا وہ توبہ کرے، تجدید ایمان تجدید نکاح کرے۔ **واللہ تعالیٰ اعلم۔**

داڑھی منڈانا حرام ہے

(۳۱) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

ایک جماعت بنائی جس میں بارہ منبر قائم ہوئے، اور اس میں کچھ داڑھی منڈے اور کچھ داڑھی والے ہیں۔ اور یہ جماعت نماز کے لیے بنائی گئی اور جماعت والے نماز خود بھی نہیں پڑھتے۔ اور نماز کی

دوسروں کو پڑھنے کی تاکید کرتے ہیں، اور خود نہیں پڑھتے۔ دو چار مہینے لوگوں نے پڑھ کر چھوڑ دی، اس کی بابت نہ تو کسی کا حقہ بند کیا اور نہ کسی پر جرمانہ ڈالا، کسی کو نہ محلّہ سے الگ کیا، اور تخت کے لیے چندہ جبریہ لیا جاتا ہے، اور جو کوئی نہ دے اس کا حقہ پانی بند کرتے ہیں، ان ممبروں کی بابت کیا حکم شرعا ہے۔ کچھ لوگ صبح فجر کے وقت اٹھ کے ناپاکی کی حالت میں کنویں سے پانی بھر کر لوگوں کے گھر میں ڈالتے ہیں۔ کنویں کا پانی وضو وغسل کے کام بھی آتا ہے تو وہ پانی وضو وغسل کرنے کے قابل ہے یا نہیں۔ اور ان شخصوں کے واسطے کیا حکم ہے جو ناپاکی کی حالت میں پانی بھرتے ہیں؟

الجواب

داڑھی منڈانا حرام ہے۔ نماز جان کر قضا کرنا بہت اشد حرام اشنع کام ہے۔ حدیث میں نماز کو دین کا ستون فرمایا اور فرمایا کہ: جس نے نماز کو قائم رکھا اس نے دین کو قائم رکھا، اور جس نے نماز چھوڑ دی اس نے دین کو ڈھا دیا۔ (والعیاذ باللہ تعالیٰ) دوسری حدیث میں فرمایا: کہ جس نے جان کر نماز ترک کی اس نے کفر کیا۔ والعیاذ باللہ۔ دوسروں کو نماز کی تاکید کرنے والا خود نماز چھوڑنے والا اس ایندھن کی طرح ہے جو خود جل رہا ہے اور دوسروں کو فائدہ پہنچا رہا ہے۔ جرمانہ کرنا ناجائز ہے۔ جو نماز نہیں پڑھتے یا بے وجہ شرعی جماعت کے تارک ہوں ان کا حقہ پانی بند کرنا انہیں برادری سے نکالنا چاہیے۔ ایسے لوگ جو نماز چھوڑنے والوں سے برادری رکھتے ہیں اور ناجائز کام تعزیہ داری میں جو شرکت نہ کرے اس کا حقہ پانی بند کرتے ہیں اوندھے چلتے ہیں۔ ظالم، ستم گار، حق اللہ اور حق العبد میں گرفتار سخت گنہ گار ہیں، ان پر توبہ لازم۔ کسی مستحب کام پر تو جبر جائز ہے نہیں شدید حرام ہے، ناجائز کام پر جبر کس درجہ اشد حرام بد سے بدکام ہوگا، کسی نیک کام کے لیے جبریہ چندہ لینا گناہ ہے اور جب تک وہ شخص بطیّب خاطر نہ دے اسے صرف کرنا نیکی برباد، گناہ لازم ہوگا۔ تعزیہ داری جو شرعاً ناجائز ہے اس کے لیے جبراً چندہ لینا کس قدر شنیع بات ہے۔ ناپاکی کو جہاں تک جلد ہوسکے دفع کرنا چاہیے۔ غسل کر لینا چاہیے، ایسے وقت تک اگر کوئی مؤخر کرے کہ نماز نہ جائے نماز کے وقت میں غسل کر کے نماز پڑھ لے تو گناہ نہیں۔ پانی اگر احتیاط سے بھرے کہ اس کے جسم کے کسی حصہ پر پانی بہہ کر برتن یا کنویں میں نہ جائے۔ تو پانی بھرنے میں بھی حرج نہیں۔ اگر کوئی ہاتھ دھو کر پانی بھرے تو ہاتھ پر جو پانی بہہ کر گرے گا اس میں کوئی حرج نہیں ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

جبریہ چندہ لینا گناہ ہے

(۳۲) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ان مسائل میں کہ...

(۱) خدا اور سول کے مسئلے کو پنچ بھائی نہیں مانتے ان پنچ بھائیوں کے لیے حکم شریعت کیا ہے؟

(۲) ایک شخص سے چندہ جبریہ لیا جاتا ہے تخت کے لیے۔ کئی مرتبہ جبریہ کیا اس شخص نے غصے میں آ کر کہا چندہ کے نام یہ لے لو۔ جو شخص جبریہ لیتے ہیں وہ کہتے ہیں: کہ امام حسین کو گالی دی گویا فلان دکھایا۔ اور وہ شخص یہ کہتا ہے کہ میں نے فلان نہیں دکھایا، اس شخص پر تہمت رکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ خدا ورسول سے اور پنچوں سے معافی مانگو۔ وہ شخص خدا ورسول سے ہر وقت معافی مانگتا رہتا ہے اور ان شخص جو جھوٹا تہمت رکھتے ہیں ان شخصوں کی کوئی گواہی نہیں دیتا کہ ہمارے سامنے گالی دی یا فلان دکھایا، گویا سننے والے ہیں۔ وہ سب پنچ کہتے ہیں کہ دعا وسلام چھوڑ دو۔ ان شخصوں کے بارے میں حکم شریعت کیا ہے، جو جھوٹی تہمت رکھتے ہیں؟

الجواب

جو جبریہ چندہ لیتا ہے گناہ کرتا ہے۔ جو تہمت رکھتا ہے شدید گنہ گار ہے۔ جو ناحق مسلمان کو ایذا دیتا اور اس کا ناجائز طور پر حقہ پانی بند کرتا ہے ظلم کرتا۔ خود ایسے شخص پر ان ناجائز حرکات سے توبہ اور اس شخص سے معافی چاہنا لازم ہے۔ یہ اگر توبہ نہ کرے تو اس کا حقہ پانی بند کیا جائے۔ پنچ ہو تو اس کی چودھرت توڑ دی جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

وہابیہ کی ہمدردی کرنا حرام ہے

(۳۳) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

بکر سنی ہے لیکن ایک وہابی کی ہمدردی کرتا ہے کہ وہ بھی سنی ہے اور کہتا ہے کہ نیاز کربلا میں دلاتا ہے، اور حالاں کہ وہ وہابیوں سے نکاح وغیرہ پڑھواتا ہے اور انہی سے تعلق رکھتا ہے، اور مثلاً سہرا وغیرہ باندھنا شرک سمجھتا ہے۔ اب اس سنی کے لیے کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

وہابیۂ زمانہ مرتد ہیں انکی ہم دردی کرنا حرام ہے، جو سہرا باندھنے کو شرک کہتا ہے غلط بکتا ہے، وہابی

ہے یا وہابیہ کے اتباع سے کہتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

زنا کے بچے کو حرامی کہہ کر پکارنا غلط ہے

(۳۴) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

زنا کے حمل سے جو اولاد پیدا ہوتی ہے اس بچہ کو لوگ اکثر حرامی کہہ کر پکارتے ہیں۔ یہ شرعا درست ہے؟ اور زنا کاران کو حرامی کہنا واجب؟ حکم فرمایا جائے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

زنا سے جو بچہ پیدا ہو وہ ضرور ولدالحرام ہے مگر اسے اس طرح کہنا کہ ناحق ایذا پہنچے یہ ہرگز نہیں چاہیے، جیسے کانے کو کانا کہنا۔ زنا کار حرام کار ہے حرامی نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسائل سماع

مسئلہ: (۳۵)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ان مسائل میں کہ...

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

(۱) مزامیر یعنی ڈھول، طبلہ، سارنگی وغیرہ کے ساتھ قوالی سننا جائز ہے، یا ناجائز؟۔زید کہتا ہے کہ صوفیوں کو مزامیر کے ساتھ سننا جائز ہے، اور بکر کہتا کہ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد دین وملت مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کتاب ''احکام شریعت'' حصہ اول صفحہ ۳۳و۳۴ پر مزامیر کے ساتھ قوالی کو حرام لکھا ہے، اور حضرت نظام الدین اولیا محبوب الٰہی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کتاب ''فوائد الفوائد'' کا بھی حوالا دیا ہے۔لہذا مزامیر کے ساتھ ہر شخص کو قوالی سننا ناجائز ہے۔تو زید کا کہنا درست ہے یا بکر کا قول صحیح ہے؟۔

(۲) قادری سلسلہ کا مرید چشتیہ میں طالب ہوسکتا ہے یا نہیں؟۔بکر کہتا ہے کہ حضرت باہو علیہ الرحمہ رسالہ ''تیغ برہنہ'' ص۹ پر فرماتے ہیں کہ اگر قادری طریقے کا مرید کسی دوسرے طریقہ میں چلا جائے تو خواہ بانصیب ہی ہو تو بھی بے نصیب اور مردود ہو جاتا ہے۔

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام اہل سنت مولانا احمد رضا خاں صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ''ملفوظات'' حصہ دوم صفحہ ۷۳ پر تحریر کرتے ہیں کہ عدی بن مسافر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: کسی سلسلے کا آئے میں اس سے بیعت لے لیتا ہوں سوائے غلامان قادری کے، کہ بحر کو چھوڑ کر نہر کی طرف کوئی نہیں آتا۔لہذا ان بزرگوں کے فرمانے سے قادری سلسلے کا مرید کسی دوسرے سلسلے میں طالب نہیں ہوسکتا۔ تو شریعت مطہرہ کے موافق تحریر فرمائیے کہ زید کا کہنا صحیح ہے یا بکر کا قول درست ہے؟۔بینوا بالکتاب توجروا یوم الحساب.

مرسلہ: جناب محمد نظام الدین صاحب قادری برکاتی نوری رسولی

محلہ کھار دارواڑ متصل بالا پیر شہر سورت

الجواب

بکر کا قول صواب وصحیح ہے، اور قولِ زید محض باطل وقبیح وفضیح، بکر مصیب ومثاب، زید بے قید مستوجب غضب ومبتلائے قہر وعتاب اور گرفتار عذاب ہے کہ وہ بے علم فتوی دیتا ہے، اور بے علم فتوی دینا حرام حرام حرام ہے۔

قال تعالیٰ: ﴿ وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا ﴾(١)

اور اس بات کے پیچھے نہ پڑ جس کا تجھے علم نہیں، بے شک کان اور آنکھ اور دل ان سب سے سوال ہونا ہے۔

وقال عزوجل. من قائل سبحانه وتعالیٰ شانه: ﴿ وَلَا تَقُولُوا لِمَا تَصِفُ أَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هَٰذَا حَلَالٌ وَهَٰذَا حَرَامٌ لِتَفْتَرُوا عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ ﴾(٢)

نہ کہو اسے جو تمہاری زبانیں جھوٹ بیان کرتی ہیں یہ حلال ہے یہ حرام ہے کہ اللہ پر جھوٹ باندھو۔

وقال تعالیٰ: ﴿أَمْ كُنتُمْ شُهَدَاءَ إِذْ وَصَّاكُمُ اللَّهُ بِهَٰذَا فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا لِيُضِلَّ النَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ﴾ (٣)

کیا تم موجود تھے جب اللہ نے تمہیں یہ حکم دیا، تو اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ پر جھوٹ باندھے کہ لوگوں کو اپنی جہالت سے گمراہ کرے۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

((من افتیٰ بغیر علم لعنته ملئكة السمٰوات والارض))(٤)

جس نے بے علم فتوی دیا اس پر آسمان اور زمین کے فرشتوں کی لعنت۔ (مترجم)

مزامیر جنھیں مٹانے کے لیے حضور پرنور نبی کریم سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے، کما فی الحدیث مطلقاً حرام ہیں، نہ صوفی کو حلال نہ غیر صوفی کو۔ مزامیر نہ ہونا شرط اباحت سماع ہے

---

(١) [سوره بنی اسرائیل:٣٦]

(٢) [سورة النحل:١١٦]

(٣) [سورة الأنعام:١٤٤]

(٤) (كنز العمال: كتاب العلم: حديث:٢٩٠١٢٤-٨٤،١٠)

جن کے لیے سماع حلال ومباح ہے۔ مجرد سماع چار قسم پر ہے: حلال، حرام۔ مکروہ اور مباح۔

اگر صاحب وجد کا میلان حق اکثر وبیشتر ہے اسے مباح ہے۔ اور اگر میل بہ مجاز زائد ہے تو مکروہ ہے۔ اور جو بالکل مجاز کی طرف مائل ہو اس کے لیے حرام بالکلیہ۔ جانب حق مائل اور مجاز سے یکسر منقطع اس کے لیے حلال ہے۔ بعض متصوفہ خصوصا مریدان سلسلۂ عالیہ چشتیہ نے یہ ظلم ڈھایا، نیا ستم برپا کیا ہے کہ زبردستی مزامیر کے جواز کا باطل دعویٰ کرلیا ہے، اور ستم بالائے ستم یہ کہ جو چشتی ہو جائے اسے مزامیر حلال۔ **ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم**. گویا چشتیوں کی شریعت اور ہے اور دیگر سلاسل کی شریعت اور۔ **والعیاذ باللہ تعالیٰ**.

اس لیے مناسب کہ ہم حضور پرنور سیدنا سلطان المشائخ نظام الحق والشریعہ والطریقہ والدین محبوب الٰہی قدس سرہ العزیز کے ملفوظات کریمہ ''سیر الاولیاء'' سے جس کے جامع حضور کے مرید وخلیفہ حضرت میر خورد مولانا سید کرمانی قدس سرہ النورانی ہیں، سے ثبوتِ حرمت پیش کریں۔ اس وقت اگر وطن سے دور اور کتب سے مہجور نہ ہوتا تو اور بھی بعض سادات حضرات چشت سے ثبوت پیش کرسکتا۔ خصوصا ''لطائف اشرفی''، مگر منصف کے لیے یہ بھی کافی ہے، اور ہٹ دھرم کو دفتر بھی ناوافی ہے۔ حضور سلطان المشائخ سیر الاولیا میں فرماتے ہیں۔

''سماع بر چہار قسم ست: حلال وحرام، مکروہ ومباح۔ اگر صاحب را میل بسوئے حق بیشتر ست آں مباح ست۔ واگر میل بہ مجاز بیشتر مکروہ است۔ واگر میل بہ کلی بطرف مجاز است آں حرام است۔ واگر میل بہ کلی بطرف حق است آں حلال ست''۔

اس کے بعد اس پر تفریع کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ..

''پس می باید کہ صاحب ایں کار حلال ومکروہ ومباح بہ شناسند''

پھر فرماتے ہیں کہ اباحت سماع کے لیے چند چیزیں درکار:

مسمع، مستمع، مسموع، آلہ سماع، یعنی قوال پورا مرد ہو، عورت نہ ہو۔ مستمع سننے والے یاد خدا سے خالی نہ ہوں۔ مسموع وہ چیز جو گائی جائے فحش ومسخری نہ ہو۔ اور آلہ سماع مزامیر جیسے: چنگ ورباب وغیرہ اس سے مجلس پاک ہو۔

ارشاد فرماتے ہیں: چندیں چیزی می باید تا سماع مباح شود: مستمع ومسموع وآلہ سماع، یعنی گوئندہ مرد تمام باشد کودک نہ باشد وعورت نہ باشد۔ ومستمع آنکہ می شنود، از یاد حق خالی نہ باشد۔ ومسموع آنچہ بگویند، فحش ومسخرگی نہ باشد۔ وآلہ سماع مزامیر چوں چنگ ورباب ومثل آں، می باید کہ درمیان نہ باشد۔ ایں

چنیں سماع حلال ست وسماع صوتے ست موزوں چرا حرام باشد۔

صوفیوں کو خصوصا حلت مزامیر کی باطل دستاویزیں دینے والے آنکھیں پھاڑ کر دیکھیں کہ حضور سلطان المشائخ سید الصوفیہ سردار چشتیاں نے کہیں صوفیوں، چشتیوں کا حکم علیحدہ کیا کہ سماع کی اباحت کی جو یہ شرطیں ہیں وہ غیر صوفیہ کے لیے ہیں، اور چشتیوں، صوفیوں کے لیے آزادی ہے۔ ان کے لیے مطلقاً حلال ہے۔ اور یہ بھی بتائیں کہ صوفیوں کو مزامیر ہی حلال ہیں یا عورت وامرد کا گانا سننا بھی۔ فرق کیا ہے کہ ایک شی جو اوروں کے لیے شرط اباحت تھی ان کے حق میں نہ ہو، اور دوسری ان کے حق میں بھی ہو اور اوروں کے لیے بھی۔ جو علت صوفیوں کے لیے جواز کی ہوگی وہ مزامیر کے علاوہ عورت وامرد آواز کے لیے بھی ہو سکتی ہے۔ پھر وجہ کیا ہے؟ اللہ اکبر! چشتیت کا دعویٰ اور حضور سلطان المشائخ کے خلاف فتویٰ۔

آج کل کے متصوفہ کا تو ذکر کیا، حضور سلطان المشائخ کے زمانہ کے بعض نہ دار درویش جب اس بلا میں مبتلا ہوئے تو حضور میں شکایت گزری جو ''سیر الاولیا شریف'' میں یوں مذکور ہے:

بخدمت حضرت سلطان المشائخ عرض داشت کہ دریں روز ہا بعض از درویشاں آستانہ دار در مجمع کہ چنگ ورباب ومزامیر بود، رقص کردند، فرمود نیکو نہ کردہ اند، آں چہ نامشروع است ناپسندیدہ است۔

یعنی ایک صاحب نے خدمت سلطان المشائخ قدس سرہ میں گزارش کی کہ بعض درویش جو آستانہ دار ہیں انہوں نے ایسے مجمع میں جہاں چنگ ورباب ومزامیر تھے، رقص کیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا، انہوں نے اچھا نہ کیا کہ جو چیز نامشروع، ناپسندیدہ ہے۔

اس سے بھی زیادہ اور کوئی نص درکار ہے۔ آنکھیں چیر کر دیکھو کہ حضور سلطان المشائخ کس کو ناجائز فرما رہے ہیں، مزامیر وچنگ ورباب کو۔ اور خوب آنکھیں مل مل کر دیکھو کس کے لیے ناجائز فرمارہے ہیں، صوفیوں کے لیے ہی تو۔ اسی پر بس نہیں۔ اللہ عز جلالہ کی ہزاراں ہزار رحمتیں اور کروڑہا کروڑ برکتیں روح پرفتوح حضور سلطان المشائخ پر ہوں کہ انھوں نے متصوفہ کے لیے بالکل جائے دم زدن باقی اور ان کے عذر مقبوح ومذبوح کی کوئی رگ پھڑکتی نہ چھوڑی۔

اسی ''سیر الاولیاء شریف'' میں ہے:

بعد ازاں یکے گفت: چوں ایں طائفہ ازاں مقام بیروں آمدند بایشاں گفتند کہ شما چہ کردید؟ دراں مجمع مزامیر بود، سماع چگونہ شنیدی ورقص کردی، ایشاں جواب دادند کہ ماچناں مستغرق سماع بودیم کہ ندانستیم کہ ایں جا مزامیر ہست یا نہ، حضرت سلطان المشائخ فرمود: ایں جواب ہم چیزے نیست ایں سخن درہمہ معصیتہا بیاید۔

یعنی بعد اس کے حضور کی خدمت میں شکایت گزاری اور حضور نے اس کا وہ جواب فرمایا، ایک صاحب نے عذر گزارش کیا کہ جب وہ طائفہ صوفیہ اس جگہ سے باہر آیا لوگوں نے ان سے کہا: یہ کیا کیا؟ ایسے مجمع میں جہاں مزامیر تھے تم نے سماع کیسے سنا؟ اور کیوں کر رقص کیا؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم سماع میں ایسے مستغرق تھے کہ ہمیں خبر ہی نہیں تھی کہ یہاں مزامیر ہیں یا نہیں۔ حضور سلطان المشائخ نے ارشاد فرمایا: یہ جواب بھی کچھ نہیں کہ یہ عذر باطل تو تمام معصیتوں پر ہوسکتا ہے۔

یعنی آدمی شراب پیے اور کہہ دے مجھے خبر نہ تھی کہ یہ شراب ہے، ماں کے ساتھ زنا کرے اور کہہ دے میں تو ایسا ڈوبا ہوا تھا کہ معلوم ہی نہ کرسکا کہ یہ ماں ہے یا بیوی۔ **ولاحول ولاقوة الا بالله العلی العظیم.**

نیز اسی سیر الاولیا میں حضور سلطان المشائخ کی مجلس شریف میں کسی نے حضور سے عرض کی کہ فلاں موضع میں اس وقت حضور کے مریدوں کا مجمع ہے، اس میں مزامیر ومحرمات ہیں، آپ نے ارشاد فرمایا: میں منع کر چکا ہوں کہ مزامیر ومحرمات درمیان نہ ہوں، انہوں نے اچھا نہیں کیا۔ پھر آپ نے اس بارے میں بہت غلو فرمایا، یہاں تک کہ ارشاد کیا کہ اگر جماعت ہو رہی ہو اور جماعت میں عورتیں بھی ہوں اور امام کو سہو ہو تو مرد سبحان اللہ کہہ کر امام کو سہو سے آگاہ کرے اور اگر عورت سہو پر وقوف پائے تو وہ تسبیح نہ کہے کہ اس کی آواز غیر محرموں کو سننا جائز نہیں۔ پشت دست کف دست پر مارے اور ہتھیلی پر ہتھیلی نہ مارے کہ تالی ملاہی سے ہے۔ یہاں تک ملاہی وامثال ملاہی سے پرہیز وارد ہے تو سماع میں بطریق اولیٰ ملاہی سے کچھ نہ ہونا چاہیے، جب دستک میں اس قدر احتیاط ہے تو سماع میں مزامیر بطریق اولیٰ ممنوع ہیں۔

عبارت سیر الاولیاء یہ ہے: درمجلس حضرت سلطان المشائخ شخصے تقریر کرد کہ اکنوں در موضع فلاں یارانِ شما جمیعتے کردہ اند ومزامیر محرمات درمیان ست، حضرت سلطان المشائخ فرمود کہ من منع کردہ ام کہ مزامیر ومحرمات درمیان نہ باشد، نیکونہ کردہ اند۔ ودریں باب بسیار غلو کردہ تا بحدے کہ گفت کہ اگر امامے درنماز وجماعتے درعقب او مقتدی شوند ودر آں جماعت عورات باشند، پس اگر امام راسہو افتد مردانے کہ اقتدا کردہ یکے بہ تسبیح اعلام دہد وبگوید: سبحان اللہ، پس عورت چہ کند؟۔ او پشت برکف دست زند، دست بر کف دست نہ زند کہ آں بہ لہومی ماند، تا ایں غایت از ملاہی وامثال آں پرہیز آمدہ است، پس درسماع مزامیر بطریق اولیٰ منع ست۔

آنکھیں کھولو اور دیکھو تم کہاں جارہے ہو۔

ترسم نہ رسی بہ کعبہ اے اعرابی / کیں راہ کہ تو می روی بہ ترکستان ست

کیا اب بھی جواز مزامیر کا بے سراراگ گائے جاؤ گے؟ کیا اب بھی بے وقت کی راگنی الاپے جاؤ گے؟۔ حضور سلطان المشائخ کے فرمان ذیشان کے آگے سر تسلیم جھکاؤ، اور اپنے غلط وباطل کہے پر پشیماں ہو اور شرماؤ۔ کیا حضور نے مزامیر کو ناجائز، حرام، ممنوع اور معصیت نہ فرمایا۔ کیا حضور نے ان کا معصیت ہونا غیر صوفیہ کے ساتھ خاص فرمادیا۔ کیا خود صوفیہ کے لیے بار بار نہ فرمایا کہ میں منع کر چکا ہوں؟۔ انہوں نے برا کیا، نامشروع کام کیا، معصیت کی۔ پھر یارب! اب وہ کون سے صوفی ہیں، جو حضور سلطان المشائخ کے مریدوں سے بھی آگے ہیں، اور ہوں بھی تو علی الاطلاق یہ کہنا کہ صوفیوں کے لیے مزامیر حلال ہیں، کیوں کر برمحل ہوگا۔ **ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم.**

ہاں جو مکلّف نہیں، یا مضطر ہیں، ان کے احکام ہمیشہ مکلّف ومختار سے جدا ہیں۔ احکام اضطرار اور ہیں، احکام اختیار اور۔ وہ ایک مزامیر کیا ہر امر میں علیحدہ ہیں، پھر کیا کوئی یوں کہہ سکتا ہے کہ سور کا گوشت حلال ہے حالاں کہ خود قرآن عظیم میں مضطر کا استثنا موجود:

﴿فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ﴾. (۱)

تو جو ناچار ہو نہ یوں کہ خواہش سے کھائے اور نہ یوں کہ ضرورت سے آگے بڑھے تو اس پر گناہ نہیں۔

غیر مکلّف پر تو احکام شرعیہ کا اجرا ہی نہیں کہ عقل شرطِ تکلیف ہے، اور وہ اس میں مفقود ہے۔ رہا مضطر، اسے اسی وقت اور اتنے ہی کی جس سے وہ نقصان عظیم سے محفوظ رہ سکے، رخصت ہے، بعض اجلہ اکابر جو چنگ سنتے تھے، اسے کبیرہ فرماتے ہیں۔

اسی سیر الاولیا میں ہے:

مولانا برہان الدین بلخی باوفور علم کمال صلاحیت ہم بودہ است بارہا گفتے کہ خدائے عزوجل مرا از ہیچ کبیرہ نہ خواہد پرسید، آں گاہ حضرت سلطان المشائخ تبسم کرد وفرمود کہ ایں ہم گفتی مگر یکے از کبیرہ کدام ست، گفت سماع، چنگ، کہ چنگ بسیار شنیدہ ام۔

یہ مولانا برہان الدین بلخی ان اکابر سے ہیں جن کے فضل کے شاہد عدل حضور سلطان المشائخ قدس سرہ ہیں، اور جن کے علامہ عصر ہونے اور ایسے عظیم درجہ پانے کی پیش گوئی حضور امام العصر برہان الملۃ والدین صاحب ہدایہ مرغینانی قدس سرہ النورانی نے فرمائی کہ "شاہان زماں ان کے در پر حاضر ہوں گے اور بار نہ پائیں گے۔

---

(۱) [سورۃ النحل: ۱۱۵]

اسی سیر الاولیا میں ہے:

سخن در بزرگی مولانا برہان الدین بلخی افتاد، فرمود کہ برہان الدین حکایت کرد کہ خوردہ بودم بقیاس پنج شش سالہ کم وبیش برابر پدر خود در راہے می رفتم، مولانا برہان الدین مرغینانی صاحب ہدایہ پیدا شد، پدر من از وے تحاشی کرد ودر کوچۂ دیگر رفت، مرا بر جائے گذاشت، چوں کوکبۂ مولانا برہان الدین نزدیک رسید من بہ پیش رفتم وسلام کرد۔ در من تیز بدید ایں سخن تیز بہ گفت کہ من دریں کودک نور علم می بینم، من ایں سخن شنیدم وہم چناں من پیش می رفتم، باز مولانا برہان الدین مرغینانی فرمود: کہ خدائے تعالیٰ مرا چنیں می گویاند کہ ایں کودک چناں بزرگ می شود کہ بادشاہاں بر در او بیایند و بار نیابند۔

ایسے عالی مرتبت جلیل القدر بزرگ علامہ روزگار باوجود اس کے خود استماع فرماتے، مگر اسے کبیرہ ہی فرماتے، ان کے کلمات کہ ''خدائے عزوجل مرا از ہیچ کبیرہ نخواہد پرسید'' اس کا اعلان کررہے ہیں، کہ وہ ایسے حال میں ہیں کہ زیر قلم تکلیف ہی نہیں۔ نیز آگے ان کا یہ ارشاد کہ ''ایں ساعت ہم بشنوم اگر باشد'' اس کے بعد بھی بے وقت کی وہی شہنائی رہے گی کہ صوفیوں کو مزامیر حلال ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

فوائد الفوائد شریف ملفوظات حضور سلطان المشائخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عبارت دیکھ کر بھی جس کی یہ حالت ہے تو ایسے شخص سے کیا امید کہ سیر الاولیا شریف کی یہ عبارت دیکھ کر اپنی غلطی تسلیم کرلے گا، مگر مولیٰ عزوجل کے فضل وکرم سے ہر آن امید ہے۔

اسے فضل کرتے نہیں لگتی بار .... نہ مایوس ہو اس سے امیدوار

شاید اب وقت ہدایت آگیا ہو اور یہ ثواب اس فقیر کے حصہ کا ہو۔ وللہ عندہ حسن الثواب إلیہ المرجع والمآب وھو تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۲) وہ خود بے ایمان جو حکم شرع کو بے ایمانی اور اس پر عامل کو بے ایمان بتاتا ہے، ہر غیر محرم سے پردہ فرض ہے جس کا اللہ ورسول نے حکم فرمایا:۔جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم۔ بے شک پیر مریدہ کا محرم نہیں ہوجاتا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بڑھ کرامت کا پیر کون ہوگا، وہ یقیناً ابوالروح ہوتا ہے، اگر پیر ہونے سے آدمی محرم ہوجایا کرتا تو چاہیے تھا کہ نبی سے اس امت سے کسی عورت کا نکاح نہ ہوسکتا، حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بڑھ کر کون پیر ہوگا، پھر حضور نے اپنی امتی بی بیوں سے نکاح فرمایا۔ یا نہیں؟ کیا معاذ اللہ جن کے محرم تھے ان سے نکاح فرمایا: ولا حول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

سبع سنابل شریف میں حضرت فلک ہدایت ومرکز دائرہ ولایت سند المحققین سید علمائے العالمین میر عبدالواحد بلگرامی قدس سرہ السامی فرماتے ہیں: باید دانست کہ در جہاں نہ ہمچو مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پیر پیدا شد ونہ ہمچو ابوبکر مریدے ہویدا گشت۔رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا۔

جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرید تو حضرت سیدتنا عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مرید کی بیٹی، ان جہال بے خرد کے نزدیک معاذ اللہ پوتی۔اور پوتی سے نکاح حرام۔ولا حول ولا قوة الا باللہ.

اللہ تعالیٰ جہل بد بلا سے محفوظ رکھے۔احمق لفظ منھ سے نکال دیتے ہیں، اور اس کے نتیجۂ بد کا لحاظ نہیں کرتے۔فقیر اس مسئلہ پر ذرا اور تفصیل کرتا اگر ضرورت سمجھتا، مگر چونکہ "السواد الاعظم" میں اس کا کافی جواب چھپ چکا ہے، اس لیے اس پر اقتصار کرتا ہے، سمجھنے والا اسی سے سمجھ سکتا ہے، اور بدعقل بے سمجھ کے لیے دفتر بے کار۔اللہ تعالیٰ اعلم

(۳) جہاں تک فقیر سمجھتا ہے وہ یہ ہے کہ بیعت جب ایک جامع شروط کے ہاتھ پر کرے پھر دوسرے کے ہاتھ پر نہیں کر سکتا، کہ جو ایک کے ہاتھ پر بک چکا، اس کا غلام ہو چکا۔جب تک آزاد نہ ہو، غلامی نکال نہ دے دوسرا اس سے بیعت نہیں لے سکتا، یہ دوسرے کے ہاتھ بک نہیں سکتا۔پریشان نظر در بدر پھرتا اور ذلیل وخوار ہوتا۔در در سنتا اور کہیں سے فیض یاب نہیں ہو سکتا۔جو کسی کے ہاتھ پر بیعت کرلے اور پھر پریشان نظری کرے وہ دھوبی کا کتا ہے، نہ گھر کا نہ گھاٹ کا۔اور جو ایک کا ہو رہے وہ ضرور فیض یاب ہوتا ہے اگر پیر جامع شروط ہو اگرچہ صاحب فیض نہ ہو۔کہ اس سلسلہ میں جو صاحب فیض ہوگا اس کی اس پر نظر کرم ہوگی، اور وہ اس پر فیض ڈالے گا۔بعض اکابر کے مشاہدات اس کے شاہد ہیں، طلب فیض میں حرج نہیں، اور یہ بلا نکیر تمام سلاسل میں جاری ہے۔

خود اعلیٰ حضرت قدس سرہ باوجودیکہ قادری تھے، اور سلاسل سے بھی فیض یاب تھے۔ چشتی، سہروردی، نقشبندی وغیرہ سلاسل کی بھی حضور پر فتوح کو اجازت تھی۔ یہ اجازت کیا فیض نہیں، مگر "یک در گیر محکم گیر" پر عمل کرنے والے ان سے بظاہر ملے، وہ یقین یہی کرتے ہیں کہ مجھے اسی در سے ملا ہے جس سے میں منتسب ہوں۔

ملفوظات اعلیٰ حضرت قدس سرہ میں آپ نے تین قلندروں کی حکایت ملاحظہ فرمائی ہوگی، جو خدمت حضور پرنور سلطان المشائخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ایک مردار بیل کھا کر حاضر ہوئے تھے الخ اسے مریدی کہتے ہیں۔فیض یقیناً سلطان المشائخ سے پایا۔مگر پیر کے قربان ہو رہے ہیں، کیوں کہ اگر پیر کی نظر کرم نہ ہوتی، تو حضرت سلطان المشائخ کیوں نظر فرماتے اور فیض عطا کرتے۔ یہ ہے "یک در گیر ومحکم

گیر"

حضرت سلطان باہو قدس سرہ کا مطلب تو واضح ہے کہ جو سلسلہ عالیہ کو ترک کرے اور دوسرا سلسلہ از روئے بیعت اختیار کرے۔ اور عدی بن مسافر کے ارشاد میں غالبًا بیعت سے مراد بیعت ارادت نہیں بلکہ یہ مطلب معلوم ہوتا ہے کہ کوئی طلب فیض کے لیے آئے۔ میں ہر ایک کو فیض عطا کرتا ہوں، مگر قادری ہو کہ۔ بحر کو چھوڑ کر نہر کے پاس کون آتا ہے۔ یا یہ کہ کسی سلسلے کا مرید اپنی بیعت توڑ کر آئے تو میں اس سے بیعت لے لیتا ہوں مگر قادریوں کی بیعت نہیں کرتا کہ وہ پریشان نظر نہیں ہوتے کہ وہ جانتے ہیں کہ حضور غوث اعظم بحر ہیں اور میں نہر۔ اور اوروں کے مرید جو پریشان نظر ہوتے ہیں، اپنے پیر پر کامل اعتقاد اور پورا اعتقاد نہیں رکھتے۔ وہ اگر بیعت توڑ کر آئے ہیں تو میں بیعت لے لیتا ہوں۔ ھذا ماعندي والعلم بالحق عند ربی۔ واللہ تعالیٰ اعلم فقیر مصطفےٰ رضا القادری غفرلہ

صح الجواب :

خادم العلم والعلماء محمد حسنین رضا خاں

ذلك كذلك :

محمد اسمٰعیل محمود آبادی حنفی ریاست جلال آباد ضلع فیروز پور

لقد اصاب المجیب :

رحم الٰہی قادری رضوی غفرلہ

الجواب صحیح واللہ تعالیٰ اعلم

فقیر ابرار حسین صدیقی تلہری عفی اللہ تعالیٰ عن ذنبہ الجلی والخفی

اصاب المجیب واجاد

عبد العزیز عفی عنہ قادری رضوی مدرس مدرسہ اہل سنت

للہ در المجیب

فقیر سردار علی عفی عنہ

الجواب صحیح

ابو القمر محمد نور الہدیٰ عفی عنہ

الجواب صحیح واللہ تعالیٰ اعلم

فقیر احسان علی مظفر پوری مدرسہ منظر اسلام ۹/ ذیقعدہ ۴۶ھ

داڑھی منڈانا یا کتروانا حرام و گناہ ہے

مسئلہ: (۱)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

کہ دس یا پانچ آدمی مسلمان ایک جگہ بیٹھے ہوئے ہوں اور ایک آدمی مسجد کا پیش امام راستہ نکلتے ہوئے آئے اور سلام نہ کرے تو کیا حکم ہے، لیکن ان دس یا پانچ آدمیوں میں بغیر داڑھی والے بھی ہوں اور کچھ داڑھی والے بھی؟۔ اب کچھ لوگ کہتے ہیں کہ پیش امام صاحب کو حقہ نہیں دیں گے، اور کچھ کہتے ہیں کہ ہم حقے کو منع نہیں کریں گے۔

الجواب

داڑھی منڈانا یا کتروا کر حد شرع سے کم کرانا حرام و گناہ ہے، ایسا شخص فاسق معلن ہے، اور فاسق معلن سے ابتدا بالسلام مکروہ ہے، امام صاحب ایسے لوگوں کو سلام نہیں کریں تو ان پر کوئی الزام نہیں، الزام ان پر ہوگا جو اس بنا پر امام صاحب کو حقہ دینے سے منع کریں گے، اور جو امام صاحب کو حقہ دینے کے حق میں ہیں وہ ٹھیک کہتے ہیں۔ مظفر حسین غفرلہ یکم صفر المظفر ۱۳۸۹ھ

الجواب صحیح واللہ تعالیٰ اعلم

جب جماعت میں ایسے لوگ بھی ہوں جو پابند شرع ہوں تو ان کی نیت سے سلام انھیں کرنا چاہیے، اس وقت بے سلام نہیں گزرنا چاہیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ فقیر مصطفیٰ رضا

مزار کا اپنی ملک بنانا جائز نہیں

مسئلہ: (۳۶)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

کچھ لوگوں نے ایک قدیم مزار کو اپنی ملک بنا رکھا ہے اور مزار شریف کی حیثیت بالکل ختم کر دی ہے، اس کو اب ایک دوکان کی حیثیت پر رکھا ہے، اور اس پر پگڑی بھی کئی ہزار کی ہے، اور سوڈیڑھ سو روپیہ ماہ وار کرایہ پر اٹھا دیا ہے، اس پر جا کر اب نہ کوئی فاتحہ دلا سکتا ہے، نہ کوئی نذر و نیاز کر سکتا ہے۔ ایسے لوگوں کے حق میں کیا ارشاد ہے، واجب جان کر عرض ہے۔

المستفتی محمد عمر جلد ساز حکیم وزیر علی بڑا بازار بریلی شریف

الجواب

وہ شخص جس نے یہ ملعون حرکت کی ہے بہر حال اشد گنہ گار مستحق نار مستوجب غضب جبار مبتلائے قہر قہار حق اللہ اور حق العباد میں گرفتار ہے، مردہ ہر اس بات سے ایذا پاتا ہے جس سے زندہ، یہاں تک کہ قبر سے تکیہ لگانے سے بھی، تفصیل کے لیے ''اھلاک الوھابیین '' ملاحظہ کریں۔ اسے لازم کہ توبہ کرے اور اس مزار کو ویسا ہی بنادے، اگر وہ زمین مملوک ہے تو اس مزار پر سے دیواریں اگر اس پر بنائی ہوں تو ہٹائے اور اگر موقوفہ زمین ہے تو اس کا بیچنا خریدنا یوں بھی حرام حرام حرام۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ مظفر حسین غفرلہ، ۸؍رمضان ۸۹ھ

الجواب صحیح: وہ اگر توبہ نہ کرے اور اس مزار کو پھر ٹھیک نہ کرے تو مسلمان اس سے ربط وضبط چھوڑ دیں اور خود چندہ کرکے ان دونوں کے خلاف مقدمہ کرکے گورنمنٹ سے اسے ٹھیک کردینے کا حکم لیں، اس کی کوشش انتہا کو پہنچائیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

فقیر مصطفےٰ رضا قادری غفرلہ

پیر کے لیے کیا لازم ہے

(۳۷) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

(۱) زید عمر سے بیعت ہوا، عمر نے اپنی حیات میں بظاہر زید کو خلافت نہیں دی، اور نہ بیعت کی اجازت دی، اب عمر کے پردہ کرجانے کے بعد زید کہتے ہیں کہ میرے پیر ومرشد نے مجھ کو بیعت لینے یعنی مرید کرنے کی اجازت دے دی تھی، جب لوگوں نے اعتراض کیا تو زید نے ایک تحریر دکھائی کہ میرے پیر نے مجھ کو تحریری اجازت دے دی ہے، اور یہ ان کی تحریر اور دستخط ہیں، تحریر کی کوئی آدمی تصدیق نہیں کرسکتا ہے کہ یہ ان کی ہی تحریر ہے، انھوں نے اپنے اور خلفاؤں کو کوئی تحریر نہیں دی تھی، خدا ہی جانے کہ یہ بات کہاں تک صحیح ہے یا غلط ہے کہ تحریر ان کے ہاتھ کی ہے کہ زید کی علمی لیاقت بہت معمولی سی ہے۔ تو ایسے شخص کا مرید ہونا کیسا ہے، اور زید کا مرید کرنا کیسا ہے؟۔

(۲) زید جلسہ عام میں عمر سے بیعت ہوا، پھر عمر نے زید کے سر پر ایک دوپٹہ باندھ دیا، کچھ دیر کے بعد اسی جلسہ عام میں عمر نے کہا کہ لوگ اس کو خلافت کی پگڑی نہ سمجھ لیں، جب یہ خلافت کے لائق ہوجائیں گے تب ان کی خلافت دی جائے گی اور خلیفہ بنادیا جائے گا، اب زید نے بھی پیری مریدی شروع

کردی ہے، محض اس بناپر کہ ان کے مورث اعلیٰ پیری مریدی کیا کرتے تھے، گویا وراثت کے طور پر شروع کردی ہے، لوگوں کا زید سے مرید ہونا محض اس بناپر کہ یہ ہمارے باپ دادا کے پیر کے خاندان سے ہیں، زید کی علمی لیاقت بھی برائے نام ہے، تو اب لوگوں کا زید سے مرید ہونا اور زید کا لوگوں کو مرید کرنا کیسا ہے؟۔

المستفتی معزالدین موضع نوگون نکٹیا نالہ تحصیل وضلع بریلی شریف

الجواب

جب زید کہتا ہے کہ مجھے عمر نے اجازت دے دی تھی اور تحریری اجازت دکھاتا ہے، اور کوئی بات اس کے خلاف بظاہر معلوم نہیں ہوتی، اس کے اس قول اور اس تحریر پر شبہ نہ کرنا چاہیے، لیکن اگر اسے اتنا علم نہیں کہ ضروریات کے مسائل خود کتاب سے نکال سکے تو اسے اجازت بہ شرط علم دی گئی ہوگی، اسے چاہیے کہ پہلے علم حاصل کرے، عرفان ایمان، عرفان شریعت، عرفان ہدایت، احکام شریعت، بہار شریعت دیکھے، ان سے حکم ضروری حاصل کرے عقائد وغیرہ کا، اس کے بعد بیعت کرے، لوگ اس سے بیعت ابھی نہ ہوں جب ہی ہوں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) جب عمر نے اجازت کی نفی کردی اور صاف کہہ دیا کہ لوگ اس کو خلافت کی پگڑی الخ تو زید کو اس نے اجازت نہ دی، زید اس سلسلہ میں بیعت نہیں کرسکتا، اگرچہ وہ لائق پیری ہو۔ اگر بہ قدر ضرورت اسے علم حاصل ہوتا تو وہ اگر کسی اور جامع شرائط پیر سے اجازت حاصل کرلیا ہوتا تو اس پیر کے سلسلہ میں بیعت کرسکتا تھا، لوگ اس سے مرید ہوسکتے تھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ محمد طاہر حسین پورنوی غفرلہ، ۲؍محرم الحرام ۹۵ھ

الجواب صحیح: واللہ تعالیٰ اعلم

پیر کے لیے علم ضروری ہے اور عمل بھی، بے علم رہبری نہیں کرسکتا ہے، ع

او کہ خود گم است کرا رہبری کند

اور بے عمل فاسق ہے، فاسق کی صحبت میں بیٹھنا بھی جائز نہیں، اسے پیر بنانا کیسا۔

قال تعالیٰ: ﴿وَاِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ﴾(۱)

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

فقیر مصطفٰے رضا قادری غفرلہ

---

(۱) [سورۃ الأنعام:]

جاہل کو مفتی بنانا جائز نہیں

(۴۸) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

کسی مولوی عبدالباقی جو کہ چند ایک افراد نے مفتی بنایا ہوا ہے اور مسمی مذکور کسی ادارے سے سند یافتہ نہیں ہے، چوں کہ وہ عربی گرامر بھی نہیں جانتا صرف سادہ قرآن پاک گھر پر پڑھا ہوا ہے، اور مسمی مذکور کے بارے میں عام طور پر اکثر لوگ وہابی بھی کہتے ہیں اور اس کے کئی مضامین سے وہابی کی بو آتی ہے، اب دریافت طلب یہ مسئلہ ہے کہ ایسا شخص فتویٰ دینے کے قابل ہے یا نہیں، ایسے شخص کا فتویٰ ماننا جائز ہے یا ناجائز؟۔ اور مسمی مذکور کے بارے میں اکثر رشوت لینے کے بارے میں بھی کہتے ہیں، مدلل جواب سے مطلع فرمائیں تا کہ عوام آگاہ ہو سکے۔ منجانب اہل اسلام ضلع پونچھ

الجواب

ایسے سے استفتا نہ کیا جائے، جاہل اگر چہ سنی صحیح العقیدہ ہو اسے مفتی بنانا ناجائز ہے، اور وہابی وغیرہ بد عقیدہ ہو اسے مفتی بنانا اور اشد حرام ہے۔ دیو بندی یا کسی قسم کے بد مذہب سے فتویٰ پوچھنا حرام حرام حرام ہے، سخت بد انجام ہے، اس کے علاوہ اس میں اس کا اعزاز ہے اور بد عقیدہ بد مذہب خصوصاً وہ جو کافر مرتد ہو یا کسی کافر مرتد کے عقیدۂ کفریہ پر مطلع ہو کر اسے کافر مرتد نہ جانے، اس کی تعظیم وتوقیر کس قدر بدتر ہو گی جب کہ سنی صحیح العقیدہ کی تعظیم ناجائز ہے۔

تبیین وغیرہ میں ہے:

((یکرہ تقدیم الفاسق))(۱)

فاسق کو قائد اور امام بنانا جائز نہیں۔

اور اسی میں ہے:

((لو قدموا فاسقا یاثمون)) (۲)

اگر فاسق کو قیادت وامامت کے منصب پر فائز کریں گے تو گناہ گار ہوں گے

---

(۱) [المبسوط للسرخي، باب : افتتاح الصلاة۔ ۱/۴۰]

(۲) [رد المحتار على الدر المختار ، كتاب القضا : ۵/۲۵۶]

اسی میں ہے۔((لأن في التقديم تعظيمه وقد وجب عليهم اهانته شرعاً))واللہ تعالیٰ اعلم
اس لیے کہ اس کو آگے بڑھانے اور پیشوائی اور امامت کے منصب پر فائز کرنے میں اس کی تعظیم ہے حالانکہ مسلمانوں پر اس کی اہانت واجب ہے۔ فقیر مصطفٰے رضا قادری غفرلہ

عورت کا بال کٹوانا جائز نہیں

(۳۹) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

زید نے اپنی کتاب میں لکھا ہے:ازواج مطہرات نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پردہ فرمانے کے بعد اپنے بال کٹوادیے تھے،حوالہ میں مسلم شریف کی وہ عبارت جو باب الغسل میں ہے پیش کی ہے۔

((وكان أزواج النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ياخذن من رؤسهن حتى تكون كالوفرة))(۲)

عمرو کہتا ہے کہ عورتوں کو بال کٹوانا حرام ہے،اور عمرو درمختار کی یہ عبارت پیش کرتا ہے:

((قطعت شعر راسها اثمت ولعنت))(۳)

دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید وعمرو کی ان دونوں باتوں کے مطابق شریعت مطہرہ حنفیہ کا حکم کیا ہے۔ بینوا توجروا

سائل محمد عبدالقیوم خاں اشرفی رضوی غفرلہ،اتواری ریلوے اسٹیشن چنگی ناکہ نمبر ۱۵ ناگ پور

الجواب

عورت کو سر کے بال کٹوانا جیسا کہ اس زمانہ میں نصرانی عورتوں نے کٹوانا شروع کردیے ناجائز وگناہ ہے،اور اس پر لعنت آئی ہے،ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک عورت کو مردانہ جوتا پہنے دیکھا اسے لعنت کی خبردی،نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک عورت کو کمان لٹکائے ملاحظہ فرمایا تو فرمایا: اللہ کی لعنت ان عورتوں پر کہ مردوں سے تشبہ کریں،اور ان مردوں پر کہ عورتوں سے مشابہت

---

(۱) [تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق ، باب : الأحق بالإمامة ـ ۱۳۴/۱]

(۲) [تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق ، باب : الأحق بالإمامة ـ ۱۴۸/۱]

(۳) [رد المحتار: ۲۶۱/۵]

کریں۔أو کما قال علیه السلام۔

حالاں کہ جوتا کوئی جز وبدن نہیں جز ولباس ہے، اور کمان جز ولباس بھی نہیں ایک خارج شی ہے، جب ان میں مشابہت پر لعنت فرمائی تو بال کہ جز وبدن ہیں ان میں مشابہت کس درجہ حرام اور باعث لعنت ہوگی۔

قال النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم :((لعن اللّٰہ المتشبهات من النساء بالرجال والمتشبهن من الرجال بالنساء))(۱)

اللہ تعالی کی لعنت ان عورتوں پر جو مردانی وضع بنائیں، اور ان مردوں پر بھی لعنت جو زنانی وضع اختیار کریں۔

اگر بال کم کرانے کی اجازت شوہر دے دے جب بھی یہی حکم ہے کہ عورت ایسا کرنے میں گنہ گار ہوگی، کیوں کہ شریعت کی نافرمانی کرنے میں کسی کا کہنا نہیں مانا جائے گا۔ عمرو کا قول بجا ہے، جن ازواج مطہرات نے وفرہ تک بال کٹوائے انہیں تشبہ والی حدیث نہ پہنچی ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ محمد طاہر حسین پورنوی غفرلہ، ۱۳ ربیع الاول ۹۵

الجواب صحیح: حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی وفات شریف کے بعد انھوں نے بال کٹوائے۔ حضور کے زمانہ اقدس میں جب حضور اس عالم میں تشریف فرما تھے وہ کٹواتیں اور حضور اسے مقرر رکھتے تو یہ حدیث مرسل ہوسکتی تھی، حضور کا ارشاد ہے اور بعض ازواج مطہرات کا یہ فعل ہے، یہ فعل اس ارشاد کے مقابل پیش کر کے اور اس سے جواز نکالنا کافی نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

فقیر مصطفے رضا قادری غفرلہ

کفار کے میلوں میں بے وجہ جانا جائز نہیں

مسئلہ: (۴۰)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

اہل ہنودوں کے تماشہ مثل رام لیلا دیکھنا، اس تماشے میں وہ اپنا کفر وشرک کرتے ہیں، یا ان کی کیرتن دیکھنے جانا، یا ان کا مذہبی میلا دیکھنا، اس میلے میں وہ اپنا مذہبی تماشا کرتے اور تماشے میں کفر وشرک

---

(۱) [صحیح البخاری کتاب اللباس حدیث:۵۸۸۵۔۱۵۱/۴]

کرتے، کفر کی آوازوں سے چلاتے ہیں، ان کے ان شیطانی میلوں کو دیکھنے جانے سے کافر ہوگا، یا ان میں جا کر ان جیسا کرنے لگے گا تب کافر ہوگا، مرد کو یہ علم نہیں کہ اس میں آنا کفر ہے، بعد میں علم ہوا کہ اس میں جانا کفر ہے، اب وہ کبھی نہیں گیا، اس کے لیے کیا حکم ہے؟۔ ایک مرد مرض میں یہ کہتا تھا: اے اللہ تو ہی ہے حکیم، تو ہی کریم ہے، مرض سے شفا کہ بعد وہ اس بات پر بہت گھبرایا کہ میں اللہ کو حکیم کریم کہتا تھا، حکیم تو دوا دینے والے کو کہتے ہیں، اللہ کو حکیم کہنے سے میں ایمان سے خارج تو نہ ہوگیا ہوں، فوراً توبہ کی، اے اللہ تو مجھے معاف کردے، میں تجھے حکیم نہیں کہوں گا، بعد میں علم ہوا کہ حکیم اللہ کا نام ہے، اب پھر وہ حکیم کہتا ہے، اس کے لیے کیا حکم ہے؟۔

کوئی مرد دوسرے کو یہ کہے: ''چھانا سی ڈاڑھی لگائی ہے، جھوٹ بولتے ہو'' اس کے لیے کیا حکم ہے۔ تجدید اسلام، تجدید نکاح، تجدید بیعت، کس طرح کیا جاتا ہے؟۔

سائل مہتاب حسین ولد محمد حسین قصبہ سلطان پور پوسٹ خاص ضلع نینی تال

الجواب

(۱) کفار کے مذہبی میلوں میں بے غرض جائز کے جانا ناجائز ہے، علما نے ایسے شخص پر جو بے وجہ معقول و مقبول محض تماشائی ہو کر جائے اس کے لیے حکم کفر دیتے ہیں، اس حدیث کے پیش نظر "من كثر سوداً قوم فهو منهم" اگر وہ مرد تماشائی بن کر گیا تھا تو وہ توبہ تجدید ایمان تجدید نکاح کرے، اور آئندہ کبھی اس طرح ایسے میلوں میں نہ جائے۔ اور اگر کسی غرض جائز کی وجہ سے اس میلہ میں گیا تھا، اور وہ غرض پوری کر کے فوراً واپس ہوگیا تھا، تو اس پر کوئی الزام نہیں۔ **واللہ تعالیٰ اعلم**

(۲) حکیم صرف دوا دینے والے کا نام نہیں، بلکہ شفا دینے والے کو بھی کہتے ہیں، اللہ تعالیٰ ہی حقیقی شفا دینے والا ہے، اور اسمائے الٰہی میں سے ایک نام حکیم ہے، جیسا آپ نے اللہ تعالیٰ کو دوا دینے والا حکیم سمجھ کر توبہ کی، اسی طرح اب اگر دوا دینے والا حکیم سمجھ کر معاذ اللہ، اللہ تعالیٰ کو حکیم کہتے ہیں، تو اس سے توبہ کریں، اللہ تعالیٰ حکیم بہ معنی شافی ہے، دوا دینے والا نہیں ہے۔ **واللہ تعالیٰ اعلم**

(۳) اس شخص کے اس قول خط کشیدہ فی السوال کا مطلب یہ ہے کہ اتنی بڑی ڈاڑھی رکھ کر جھوٹ بولتے ہو، یہ بات بری ہے، مگر تمہارے لیے سخت بری ہے، اس قول پر ڈاڑھی کی اہانت لازم نہیں آئی، ڈاڑھی والے کو کوئی ایسا کام نہ کرنا چاہیے کہ کوئی ڈاڑھی کی اہانت کرنے لگے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ محمد طاہر حسین پورنوی غفرلہ رضوی دار الافتا بریلی شریف ۲۲؍رجب المرجب ۹۳ھ

الجواب صحیح: دوا و شفا اور ہر چیز کا دینے والا حقیقۃً خدا ہے، مگر عرف میں جسے حکیم عوام کہتے ہیں ایسا

خدا کو سمجھ کر اس نے یہ توبہ کی، پھر جب یہ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا نام حکیم ہے تو اس توبہ سے توبہ کرلی، تو پھر وہی سمجھا تو اب پھر ایسی سمجھ سے توبہ چاہیے۔ حکیم کے معنی حکمت والا، صرف شفا دینے والا نہیں، اللہ تعالیٰ کا ہر قول ہر فعل پُر از حکمت ہے، اس کا کوئی قول وفعل عبث نہیں نہ بے حکمت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم هو الهادي وهو تعالىٰ اعلم

فقیر مصطفےٰ رضا قادری غفرلہ ۲۶؍رجب المرجب ۹۳ھ

کسی بندے کو اللہ ھو میاں کہنا حرام ہے

(۴۱) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

پیلی بھیت شریف میں ایک بزرگ کامل روشن ضمیر عارف باللہ حضرت علامہ مولوی سید عبد البصیر میاں قدس سرہ العزیز جو حضرت الحاج قبلہ وکعبہ شاہجی محمد شیر میاں صاحب نور اللہ مرقدہ پیلی بھیت کے خلیفہ، آپ کے وصال کو عرصہ چوالیس سال ہوگیا ہے، آپ اپنی حیات میں بحکم پیرو مرشد اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے اللہ ھو کا ورد بالجہر رکھتے، اس بنا پر عرف عام میں ان کا لقب اللہ ھو میاں پڑ گیا، کہنے والوں کا مقصد اللہ ھو کا ذکر کرنے والے، یا اللہ ھو کہنے والے میاں ہے، بعض لوگوں نے ایسا کہنے والوں کی تکفیر کی ہے، اور بزرگ موصوف کی اس عزیمت کو ناجائز وحرام ٹھہرا کر شرک وکفر بتلایا ہے، اور قائلین کلمۂ مذکور کو تجدید ایمان تجدید بیعت تجدید نکاح کا حکم دیا ہے، اور قائل کلمہ مذکور کی امامت کو باطل ٹھہرایا ہے، کیا ایسی صورت میں کہ جب کہنے والوں کا مذکورہ بالا مقصد ہے نہ کہ معاذ اللہ اسم ذات باری کا ان بزرگ پر اطلاق، لہٰذا ایسی صورت میں ان کو مرتد وکافر اور مشرک بتانا اور تجدید ایمان، تجدید بیعت، تجدید نکاح، کا حکم دینا شرعاً جائز ہے۔ بینوا توجروا

حافظ مظہر یار خاں سنی الحنفی شیر القادری محلہ خیر خاں پیلی بھیت شریف

الجواب

کسی کو اللہ کہنا اور اللہ کہلوانا دونوں برابر ہے، جیسے اللہ کہنا ناجائز وحرام ہے ویسے ہی اللہ ھو کہنا بھی ناجائز وحرام ہے، اور اللہ کے ساتھ میاں کا اضافہ اس کلمہ کو کلمۂ کفر ہونے سے نہیں نکالتا، بالجملہ جو لوگ کسی پیر صاحب کو یا کسی مخلوق کو اللہ میاں کہتے ہیں ان سب پر توبہ، تجدید ایمان، فرض، اور ان میں جو بی بی رکھتا ہو وہ تجدید نکاح بھی کرے، تجدید نکاح کے بغیر اس کے لیے اپنی منکوحہ کے ساتھ مباشرت حلال نہیں

ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ محمد طاہر حسین پورنوی غفرلہ

الجواب صحیح: اللہ اسم ذات ہے، ذات مستجمع جمیع صفات کمالیہ ذی الجبروت وذی الجلال والاکرام، اطلاق عز اسمہ کا جواس کے ساتھ خاص ہے، اللہ اور اللہ ھو کہنے میں کوئی فرق نہیں، نہ شرعاً نہ عقلاً، کیا زمانہ ہے، اس سے منع کیا اور یہ کہہ دیا گیا کہ اللہ والے میاں کہا کرو، مگر ضد کی جاتی ہے، اس کے جواز کے اثبات کی سعی کرائی جاتی ہے، انا للہ وانا الیہ راجعون ، اسم ذات باری تعالیٰ کو پیر پر اطلاق کرتے ہیں، اور انکار کرتے ہیں، خود ہی کہا: اس بنا پر ان کا لقب عرف عام میں اللہ ھو میاں پڑ گیا۔ اور آپ ہی آگے کہا: کہنے والوں کا مذکورہ بالا مقصد ہے نہ کہ معاذ اللہ اسم ذات باری تعالیٰ کا ان بزرگ پر اطلاق۔ اور وہ مقصد جو سوال میں بیان ہے کہ کہنے والوں کا مقصد اللہ کا ذکر کرنے والے۔ یا اللہ کہنے والے میاں ہے، یہ تو اس کے بعد کہا جا رہا ہے جب اصلاح کے لیے کہا گیا ہے کہ اللہ والے میاں کہا کرو، ورنہ پہلے ممانعت کرنے پر تو جواب میں یہ شعر مثنوی کی طرف منسوب کر کے سنایا تھا

اللہ اللہ گو کہ اللہ می شوی............ایں سخن حق است باللہ می شوی

والعیاذ باللہ لاحول ولا قوة الا باللہ العلی العظیم

کیا یہ شعر سنانے کا یہی مطلب ہے، یہی مقصد ہے، پھر جب اب ان لوگوں کا یہی مقصد ہے جو اپنا مقصد ہے بتاتے ہیں تو والے کہتے ہیں، زبان ورد کرتی ہے، منہ دکھتا ہے، جو مقصد ہے اس کا بولنا بھاری ہے کہ زبان برداشت نہیں کر سکتی ہے، اتنا بڑا ہے کہ ان کے منہ سے نکل نہیں سکتا، علما اللہ ھو میاں کہنے سے منع کرتے ہیں، اس کے اطلاق سے روکتے ہیں، مگر ضدی نہیں مانتے، برابر اطلاق کرتے ہیں، پھر اگر کوئی ذاکر ہر وقت ہر آن ہر لحہ بالجہر سوتے جاگتے اللہ، اللہ، کہے، کیا اس ذاکر کو اللہ میاں کہنا جائز رکھیں گے، یوں ہی کہہ دیں گے، کہ وہ بزرگ ہر وقت اللہ، اللہ، بالجہر کہا کرتے تھے، اس لیے عرف عام میں ان کا لقب اللہ میاں پڑ گیا، کہنے والوں کا مقصد اللہ، کہنے والے۔ اللہ، کا ذکر کرنے والے میاں ہے نہ کہ معاذ اللہ اسم ذات باری کا ان بزرگ پر اطلاق۔

حضور اقدس سرور عالم اللہ عزوجل کے حبیب اکرم ومحبوب اعظم سے بڑھ کر کون اللہ اللہ کرنے والا ہو سکتا ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو عین ذکر اللہ ہیں، حضور کا ایک اسم پاک ذکر اللہ ہے، حدیث قدسی میں رب تعالیٰ کا ارشاد ہے: ((جعلتك ذكراً من ذكري ، فمن ذكرك ذكرني)) یہ کوئی مسلمان برداشت کر سکے گا کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جو ذکر اللہ ہیں، اللہ میاں، یا اللہ ھو میاں کہہ دے، اذکار سے ایک ذکر رب ہے، یوں ہی حق حق ہے، ھو حق ہے، سر الھادی الاھو ہے، فقطهٗ

ہ ہے، الله ربی ہے، الله ربی لاشریك له ہے، اللہ میاں کہنے والے اوراس کا وہ مقصد بتا کر اسے جائز سمجھنے سمجھانے والے رب رب کہنے والے، حق حق جپنے والے، اللہ ربی، یاربی ربی، کہتے رہنے والے کواسی مقصد سے رب رب میاں، حق حق میاں، یارب میاں، حق میاں، اللہ ربی میاں، یاربی میاں، تو کہہ دیں گے، مگر ھوحق، یا حق ھو میاں شاید نہ کہیں گے، اوراسے شاید پسند نہ کریں گے، الاھو الاھو لاھو بروقت کہنے والے کو الا ھو میاں، ھوھو کرنے والے کو ھو ھو میاں، یاھو میاں یوں ہی ھا، ھو، ھی، کرنے والے کو ھاھو ھی میاں، یافقط ھاھامیاں، ھی ھی میاں نہ کہیں گے۔ نہ اسے پسند کریں گے۔ کیا الله ھو میاں انھیں میٹھا ہے۔ اور ھوھومیاں کڑوا، لاحول ولاقوۃ الا باللہ ۔خدا راانصاف! والله تعالیٰ اعلم

فقیر مصطفٰی رضا قادری غفرلہ

الجواب صحیح:

ولا يصح أن ينادي أي شخص بلفظ الله ؛ لأن اسم الذات لايطلق إلا على الله سبحانه وتعالىٰ۔فقط

فضل الرحمن القادري المدني، باب المجيدي، المدينة المنورة الزائر لبريلي الشريف۔ حرر في ۱۹/جمادي الآخرة ۱۳۸۹ھ۔

(۴۲) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

(۱) لفظ اللہ ھومیاں (اللہ اور ھو میاں کا مجموعہ) یعنی لفظ ھو ضمیر منفصل علاحدہ سے لفظ اللہ کے ساتھ اضافہ کرکے کسی بندے کا نام، یالقب، یاعرف اللہ ھومیاں رکھنا کیسا ہے؟۔

(۲) ھو اگر ضمیر ہے تو ھو کی ضمیر کس طرف لوٹے گی، اوراس کا مرجع کیا ہے، اور ھو کے معنی کیا ہوں گے، جب کہ یہ مجموعہ اسم یالقب یاعرف قرار پائے تو ایسے موقع پر جب کہ صرف اسی کا نام لے کر پکارا جائے، یاصرف اسی کا نام ذکر کیا جائے، اور ماقبل بھی کچھ نہیں اور ذہن میں بھی اس کا مرجع کوئی نہیں، تو اس ضمیر کو کس معنی میں لیا جائے گا۔

(۳) اللہ' میاں کے کیا معنی ہیں، یہاں ھو سے کیا مراد ہے، اور لفظ ''اللہ ھومیاں'' کا اطلاق غیر خدا پر جائز ہے یانہیں؟۔

(۴) اور جو شخص لفظ اللہ ھومیاں کو نام، یالقب، یاعرف قرار دے اور غیر خدا پر اس کا اطلاق

کرے اس پر شرعا کیا حکم ہے؟۔

(۵)لفظ اللہ کے ساتھ ھو ضمیر منفصل شامل کر کے کسی بندے پر اگر لفظ ''اللہ ھو میاں'' کا اطلاق واستعمال کرتے ہیں تو پھر اسماحسب ذیل کے ساتھ اگر ھو کی ضمیر منفصل علاحدہ سے شامل کر کے کسی بندے پر اطلاق واستعمال کیا جائے تو کیا حرج ہے؟لا الہ الا اللہ ھو میاں، محمدرسول اللہ ھو میاں، رسول ھو میاں، نبی ھو میاں، رب العالمین ھو میاں۔ ربناھومیاں، خالق الکائنات ھو میاں، رب الارض ھو میاں، رب السموات ھو میاں، رب المشرقین ھو میاں، رب المغربین ھو میاں، رب الدنیا ھو میاں، رب الملائکۃ ھو میاں، مالک الملک ھو میاں، ذوالجلال والکرام ھو میاں، اللہ الصمد ھو میاں۔ بینوا توجروا

الجواب

اللہ میاں کہنے کی طرح اللہ اللہ میاں بھی ناجائز ہے، اللہ ہو کا ترجمہ اللہ وہ ہے، ہو اللہ کا ترجمہ: وہ اللہ ہے پھر اللہ میاں کہنے والے اللہ ہو نہیں کہتے، اللہ میاں کہتے ہیں اور میاں سے پہلے ھو بڑھانے والوں کی یہ سعی لاحاصل محض باطل ہے، اور اس کا کچھ فائدہ ہوتا بھی تو اس کو جو، اب کہتا اس سے پہلے جو لوگ اللہ میاں کہتے رہے ہیں، انہیں کیا فائدہ پہنچتا، انھیں اس سے کیا نفع اور وہ اس کو کب قبول کرنے والے، جو اللہ ھو، کرنے والے کو اللہ اللہ کرتے کرتے ہو جانا سمجھتے ہوں اور اس لیے اللہ کہتے ہوں اور اس کے لیے یہ شعر مثنوی کی طرف منسوب کر کے سنا دیں: ع

اللہ اللہ گو کہ اللہ می شوی الخ

آپ نے سوال کیے ہیں، یہ انہیں لوگوں سے کرنے کے ہیں۔ واللہ تعالیٰ ھو الھادی وھو تعالیٰ اعلم

فقیر مصطفیٰ رضا قادری غفرلہ، ۲۱ر محرم ۹۰ھ

دیوبندیوں سے خلط ملط رکھنے والا فاسق معلن ہے

(۴۳) **مسئلہ:**

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

جو دیوبندیوں اور جماعت اسلامی کے عقائد کفریہ پر مطلع ہوتے ہوئے بھی ان سے خلط ملط رکھتا ہے، ان کے ساتھ کھانا پینا اور سلام وکلام رکھتا ہے، اور محلہ میں اور لوگوں کی بہ نسبت انھیں لوگوں سے

زیادہ تر تعلقات رکھتا ہے، کیا ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا از روئے شرع جائز ہے یا نہیں؟۔

سائل اسرار محمد خاں ساکن محلّہ ملوک پور باز داران بریلی شریف

الجواب

فی الواقع اگر امام ایسا ہی ہے جیسا سوال میں مذکور ہے، تو وہ فاسق معلن ہے، اور فاسق معلن کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے۔

تبیین الحقائق وغنیۃ وغیرہا میں ہے:((لو قدموا فاسقا یأثمون؛ لأن في تقديمه تعظيمه وقد وجب عليهم إهانة شرعاً))(۱)

درمختار میں ہے:((كل صلاة أديت مع كراهة التحريم تجب إعادتها))(۲)

اور اگر وہ امام دیوبندی یا مودودی عقائد کا معتقد ہے، تو اس کے پیچھے نماز باطل محض ہے، جیسے قادیانی، آریہ اور نصرانی کے پیچھے۔

سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:((الصلاة خلف أهل الاهواء لاتجوز))(۳)

تنویر الابصار اور اس کی شرح درمختار میں ہے۔((وإن أنكر بعض ماعلم من الدين ضرورة كفر بها، فلايصح الاقتداء به أصلا))(٤)

یعنی منکر ضروریات دین کافر ہے، اس کی اقتدا صحیح نہیں ہے۔ (مترجم)

امام مذکور کے عقائد کی جانچ کی جائے، اگر وہ کسی قسم کا بد مذہب ثابت ہو تو فوراً اسے معزول کردیں، اس سے توبہ کرائیں، اگر وہ توبہ کرے اور بد مذہبوں سے میل جول بھی ترک کردے تو پھر اسے امام بنا سکتے ہیں، اگر وہ بد مذہبی سے توبہ کرلے مگر بد مذہبوں کی صحبت نہ چھوڑے تو جب تک وہ بد مذہبوں کی صحبت سے توبہ نہ کرے اور ان سے ہر قسم کے تعلقات ختم نہ کرے ہرگز ہرگز اس کے پیچھے نماز نہ پڑھیں۔ والله تعالى اعلم

مظفر حسین غفرلہ

الجواب صحیح: فقیر مصطفےٰ رضا قادری غفرلہ

---

(۱) [تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق ،باب : الأحق بالإمامة ـ ۱۳٤/۱]

(۲) [درمختار كتاب الصلاة:۱۳۰/۲]

(۳) [تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق ،باب : الأحق بالإمامة ـ ۱۳٥/۱]

(٤) [تنوير الأبصار، كتاب الصلاة:۲٥۷/۲]

بدگمانی حرام ہے

(۴۴) **مسئلہ:**

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

زید کے گاؤں میں ایک امام رہتے تھے، انھوں نے سال بھر تک امامت کی، لیکن یہ نہ ظاہر کیا کہ اس گاؤں کے کون بڑے آدمی ہیں، جو سب لوگوں پر کنٹرول کر سکے کہ ایک روز انھوں نے زید کے خلاف کسی اور صاحب جو اس جگہ کے زمین دار ہیں، انھیں بڑا منسوب کیا، یہ بات زید کو بری معلوم ہوئی کہ امام صاحب میرے لائے ہوئے ہیں، مگر انھوں نے بجائے مجھے بڑا بتانے کے کسی اور کو بڑا بتایا، امام صاحب کے خلاف باتیں کرنے لگے، ان کی بے عزتی پر تل گئے۔ امام صاحب نے دیکھا کہ اب میرے ساتھ ننگا پن کرے گا، اپنا بستر اٹھالیا گھر کو روانہ ہوگئے۔ اب اس گاؤں میں تہلکہ مچ گیا کہ یہ باتیں کب تک ہوتی رہیں گی، جو ان کی مرضی کے مطابق چلے وہ امامت کرے، نہیں تو رخصت ہوجائے۔ تو زید نے امام پر بری تہمت ڈال دی کہ انھوں نے فلاں کو بری نظر سے دیکھا تھا جب امام صاحب بلائے گئے اور مسجد میں عید کے دن یہ باتیں رکھی گئیں کہ بتاؤ امام صاحب میں کیا عیب ہے از روئے حلف، تو زید نے خاموشی سے کہا کہ نہیں ان کے پیچھے نماز نہیں پڑھوں گا، اور نہ کسی کو پڑھنے دوں گا، گاؤں والوں نے امام صاحب کا ساتھ دیا۔ زید نے اپنے رشتہ داروں کے ساتھ نماز الگ ادا کی۔ اب شریعت مطہرہ کی رو سے جواب دیں کہ ایسے شخص جو کسی مسلمان کسی امام کی بدنامی اور جھوٹی تہمت ڈال کر لوگوں میں ذلیل کرنے کی کوشش کرے، میل جول رکھنا، ان لوگوں کے پیچھے نماز پڑھنا، جو داڑھی کتروائے علم قرآن سے کوئی واسطہ نہیں ہو، کیسا ہے؟ جواب دے کر عنداللہ ماجور ومشکور ہوں۔ سائل: عبداللطیف موضع اترسیا، پوسٹ، بسیاں، نینی تال

الجواب

بدگمانی حرام ہے، بے ثبوت شرعی کسی پر الزام لگانا حرام ہے، جس نے امام پر تہمت لگائی وہ ثبوت شرعی پیش کرے ورنہ اس پر توبہ استغفار فرض ہوگا، پھر جب تک توبہ استغفار نہ کرے اور تہمت لگانے سے احتراز نہ کرے اور جس پر تہمت لگائی اس سے معافی نہ چاہے ہر واقف حال مسلمان کے لیے اس سے قطع تعلق کا حکم ہے۔

قال تعالیٰ: ﴿وَاِمَّا یُنۡسِیَنَّكَ الشَّیۡطٰنُ فَلَا تَقۡعُدۡ بَعۡدَ الذِّكۡرٰی مَعَ الۡقَوۡمِ الظّٰلِمِیۡنَ﴾(١)

---

(١) [سورۃ الانعام:٦٨]

اور اگر کبھی تجھے شیطان بھلادے تو یاد آنے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھو۔

ڈاڑھی منڈانے یا حد شرع سے کم کرانے والے فاسق معلن ہیں، ان کو امام بنانا گناہ۔

غنیّہ میں ہے: ((لو قدموا فاسقاً یاثمون))(۱)

ان کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے کہ پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب ہے۔

درمختار میں ہے۔

((كل صلاة أديت مع كراهة التحريم تجب إعادتها))(۲)

ایسے کو امام نہ بنائیں یہاں تک کہ توبہ استغفار کرے اور پھر کبھی ڈاڑھی نہ منڈائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ ریاض احمد چھپروی غفرلہ

الجواب صحیح۔ واللہ تعالیٰ اعلم

جھوٹ بولنا ہی سخت ملعون گناہ ہے، اور تہمت و بہتان وافترا اور بھی بڑھ کر۔

قال تعالیٰ: ﴿لَعۡنَتَ اللّٰهِ عَلَى الۡكٰذِبِيۡنَ﴾(۳)

وقال تعالیٰ: ﴿لَا تَفۡتَرُوۡا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا فَيُسۡحِتَكُمۡ بِعَذَابٍ وَقَدۡ خَابَ مَنِ افۡتَرٰى﴾(۴)

محض اتنی بات کہ امام نے کسی کو بڑا ابتادیا مجھے چھوڑ کر حالاں کہ میں لایا تھا، امام کا مخالف ہو جانا ہی ناجائز، اگر یہ بات صحیح بھی ہو کہ امام نے کسی کو ناجائز نظر سے دیکھا ہو، یہ بات کسی طرح ثابت بھی ہو تو بھی اسی بات پر اس کے پیچھے نماز ناجائز ہونے کا حکم نہیں دیا جائے گا کہ نماز مکروہ تحریمی ہونے کا حکم گنہ گار کے پیچھے نہیں ہے، فاسق معلن کے پیچھے ہے۔ عید کی اور جمعہ کی نماز کے لیے امام کا مقرر ہونا درکار ہے، ہر امام کے پیچھے نہیں ہو سکتی، اس شخص نے محض اتنی بات پر امام اگر وہ ہے بلاوجہ شرعی اس کے پیچھے نماز نہیں پڑھی کہ گنہ کیا، اگر وہ فاسق بھی ہوتا اور کہیں صالح امام کے پیچھے جمعہ نہ ملتا تو اس کے پیچھے پڑھنا لازم ہوتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

فقیر مصطفی رضا قادری غفرلہ

---

(۱) [ ]

(۲) [درمختار کتاب الصلاۃ:۲/۱۳۰]

(۳) [سورۃ آل عمران:۶۱]

(۴) [سورۃ طٰہٰ:۶۱]

مردہ جانور کی کھال اتارنا جائز ہے

مسئلہ: (۴۵)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

حمید اللہ حاجی موضع داؤد مزرعہ منڈیوں کے رہنے والے ہیں، اور مردہ مویشی کے کھال کا ٹھیکا ہے، اور حاجی ایک مسلمان سے مرے ہوئے جانور کی کھال نکلواتے ہیں، اس صورت میں بستی والے مسلمانوں نے ان کا حقہ پانی پینا چھوڑ دیا ہے، اس صورت میں بہت جھگڑے فساد پر نوبت پہنچ گئی ہے، حاجی کا کہنا ہے کہ مردہ جانور کی کھال نکالنا اپنے دست سے جائز ہے، بستی والے کہتے ہیں کہ مسلمان کو کھال نکالنا جائز نہیں۔ اس صورت میں مسلمان کو کھال نکالنا چاہیے یا نہیں؟۔ جو شریعت کا حکم ہو وہ واپسی کی ڈاک سے جواب تحریر کریں۔

الجواب

مردہ جانور کی کھال اتارنا جائز ہے، اس پر لوگوں کا کیوں اعتراض ہے؟ کھال نکالنے والے کے ہاتھ کا کھانا پانی کیا ناپاک ہے جو اس کے کھانے پینے سے احتراز کرتے ہیں۔ لوگوں پر اس سے احتراز لازم ہے۔

ٹھیکہ لینا جائز ہے یا نہیں۔ یہ محتاج تفصیل ہے۔ ٹھیکہ کی مفصل حالت تحریر کر کے جواب حاصل کریں۔ کتبہ محمد طاہر حسین پورنوی غفرلہ، ۱۰ ر شوال المکرم ۹۰ھ

ان لوگوں کو جنھوں نے یہ سلوک کیا ہے، اپنی اور اپنی عورتوں کے لیے بھی یہی سلوک روا رکھنا چاہیے، ان پر بھی لازم کہ جو بے ڈھیلے سے صاف کئے آب دست لیتے ہیں۔ جو بچوں کو بعد فراغت دھوتے ہیں۔ جو ان کے کپڑے سے نجاست پاک کرتے ہیں سب کو برادری سے الگ کر دیں۔

شریعت نے فرمایا: ((کل اهاب دبغ فقد طهر))(۱)

دباغت کی اجازت ہے تو بے کھال اتارے کیسے ہوگی۔ اور کھال جب تک اترے گی نہیں وہ دباغت کے لیے کیسے دی جائے گی۔

فقیر مصطفےٰ رضا قادری غفرلہ

---

(۱) [الهدايه: كتاب الطهارة: ۱/۴۰]

مینڈک کی بیع جائز نہیں

(۴۶) **مسئلہ:**

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...
اگر کوئی مسلمان مینڈک کی تجارت کرنا چاہے تو یہ تجارت درست ہوگی یا نہیں؟۔

الجواب

مینڈک کی بیع جائز نہیں ہے۔
عالمگیری ج۳ص۹۱ میں ہے۔
((ولا یجوزبیع مایکون فی البحر کالضفدع والسرطان وغیرہ إلاالسمك))(۱)
اور ہڈی سے انتفاع بھی جائز نہیں۔اسی میں ہے:
((ولا یجوز الانتفاع بجلده وعظمه كذا فى المحيط))(۲)
ردالمحتار ج۴ص۱۱۱ میں ہے:
((بيع غيرالسمك من دواب البحرإن كان له ثمن كالقنقور وجلود الخر ونحوها يجوز وإلا فلا كالضفدع والسرطان أصح))(۳)والله تعالىٰ اعلم

قوالی

(۴۷) **مسئلہ:**

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...
قوالی کرانا کیسا ہے؟اس کی حقیقت کیا ہے؟یہ کب رائج ہوئی؟اور کس نے کرائی؟اور کس مصلحت کے تحت یہ ہوئی تھی؟جب کہ قوالی میں ڈھول تالی پیٹتے ہیں۔یہ جائز ہیں،یا نہیں؟اس میں نعت

---

(۱) [الفتاوی الهنديه،الفصل الخامس في بيع المحرم۔۱۱۴/۳]
(۲) [الفتاوی الهنديه،الفصل الخامس في بيع المحرم۔۱۱۴/۳]
(۳) [ردالمحتار على الدر المختار ،مطلب في بيع دودة القرمز ۔۶۸/۵]

رسول بھی پڑھنا اور آیت پڑھنا یہ سب اچھا ہے، یا نہیں؟ قوال لوگ ننگے سر ہوتے ہیں، ایک شخص قوالی کو جائز کہہ کر اپنے گھر کراتا ہے، اور یہ کہتا ہے کہ یہ قوالی خاندان چشتیہ میں جائز ہے، اور ان کے زمانے میں ہوا کرتی تھی، اور کرتے ہیں، اس میں کوئی بات نہیں ہے، سمجھانے پر بھی باز نہیں آتا، اس سے کہا گیا کہ اس قسم کی قوالی کو حضرت حرام فرماتے ہیں اور اس کو بہت زبردست گناہ ٹھہرایا ہے، تو وہ شخص اس بات کا قائل نہیں، اور یہ کہتا ہے: کہ حضرت کے پیر کے یہاں بھی یعنی امام ابوالحسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہاں ہوتی تھی، وہ سنتے تھے۔ تو وہ اب ہم سے کہتا ہے کہ بتاؤ تمہارا اس کے بارے میں کیا خیال ہے؟۔

حضرت کو معلوم ہوتے ہوئے بھی ان سے بیعت لی، کیا حضرت نے منع نہ فرمایا، اب تم بتاؤ کہ حضرت کے پیر ہی قوالی کراتے تھے، تو کیوں کر کراتے تھے؟ اس کی کیا وجہ ہے؟ تو ہم نے کہا ایسا نہیں ہوا ہوگا، لیکن وہ ہماری بات چلنے نہیں دیتا، اور کہتا ہے: اگر تم کو شک ہے، تو جا کر معلوم کرو، کہ یہ بات صحیح ہے یا غلط۔

اب امر طلب یہ ہے کہ کیا حضرت کے پیر کے یہاں قوالی ہوتی تھی؟ کس قسم کی ہوتی تھی؟ اور کیوں ہوتی تھی؟ جب کہ آپ قادری سلسلہ سے تھے، اور قادری سلسلہ میں جائز بھی نہیں ہے، قوالی کرانے والے پر کیا حکم ہے؟ اور سننے والے پر کیا حکم ہے؟ لہٰذا آپ سے گزارش ہے کہ اس کا تفصیل سے جواب دے کر ہم کو مطلع فرمائیں۔

فقط والسلام

چندا میاں محلہ اعظم نگر بریلی

الجواب

خالی قوالی جائز ہے، مع مزامیر قوالی سننا حرام ہے۔ حضور محبوب الٰہی سیدی ومولائی نظام الحق والدین سلطان الاولیا رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعنہم وعنا بہم "فوائد الفؤاد" شریف میں فرماتے ہیں:

مزامیر حرام است۔ مولانا فخر الدین رازی خلیفۂ حضور سیدنا محبوب الٰہی رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضور کے زمانہ مبارکہ میں خود حضور کے حکم احکم سے مسئلہ سماع میں رسالہ "کشف القناع عن اصول السماع" تحریر فرمایا۔

اسی میں صاف فرمایا کہ: ((أما سماع مشائخنا رضی اللّٰہ تعالیٰ عنهم فبريٌ عن هذه التهمة وهو مجرد صوت القوال مع الأشعار المعشر من كمال صفة اللّٰہ تعالیٰ))(۱)

---

(۱) [فوائد الفؤاد:]

ہمارے مشائخ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا سماع اس مزامیر کے بہتان سے بری ہے، وہ صرف قوال کی آواز ہے، ان اشعار کے ساتھ تو کمال صفت الٰہی سے خبر دیتے ہیں۔(مترجم)

للہ انصاف! اس امام جلیل کے خاندان عالی چشتیت کا یہ ارشاد مقبول ہوگا۔ یا آج کل کے مدعیان خام کار کی تہمت بے بنیاد، ظاہر الفساد۔ ولا حول ولا قوۃ إلا باللہ العلي العظیم۔

مروجہ قوالی حرام ہے، حاضرین سب گنہ گار ہیں، اور ان سب کا گناہ قوالی کرانے والوں پر ہے، اور قوالوں کا بھی گناہ اس قوالی کرانے والے پر، بغیر اس کے کہ قوالی کرنے والے کے ماتھے قوالوں کا گناہ جانے سے قوالوں پر گناہ کی کچھ کمی آئے، یا اس کے اور قوالوں کے ذمہ حاضرین کا وبال پڑنے سے حاضرین کے گناہ میں کچھ تخفیف ہو، نہیں، بلکہ حاضرین میں ہر ایک پر اپنا پورا گناہ الگ، اور قوالوں کے برابر جدا، اور سب حاضرین کے برابر علاحدہ۔ وجہ یہ ہے کہ حاضرین کو قوالی کرانے والے نے بلایا، ان کے لیے اس گناہ کا سامان پھیلایا، اور قوالوں نے اسے سنایا، اگر وہ سامان نہ کرتا، یہ ڈھول سارنگی نہ سناتے، تو حاضرین اس گناہ میں کیوں پڑتے، اس لیے ان سب کا گناہ ان دونوں پر ہوا۔ پھر قوالوں کے اس گناہ کا باعث وہ قوالی کرانے والا ہوا۔ وہ نہ کرتا، نہ بلاتا، تو کیوں کر آتے، سناتے، بجاتے۔ لہٰذا قوالوں کا بھی گناہ اس بلانے والے پر ہوا، اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اتباع شیطان سے بچائے، اور ان کو سچے محبوبان خدا کا سچا اتباع عطا فرمائے۔ آمین۔ آمین بجاھھم عندك آمین والحمد للہ رب العالمین۔ کلام یہاں طویل ہے، اور انصاف دوست کو اسی قدر کافی ہے۔ واللہ الھادی وھو تعالیٰ أعلم۔

کتبہ: محمد طاہر حسین پورنوی غفرلہ

الجواب صحیح: ۔قوالی مع مزامیر حرام ہے، اور اسے جائز بتانا اور اشد حرام، اور اسے جائز بتانے اور سننے کا اتہام بزرگوں پر رکھنا اور اشد حرام۔ وہ شخص اپنے اس گناہ سے، اور اسے جائز بتانے اور بزرگوں پر بہتان لگانے سے توبہ کرے۔ جھوٹ بولنا موجب لعنت ہے، اور افترا بہتان تو اور بھی اشد لعنت کا موجب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

فقیر مصطفیٰ رضا قادری غفرلہ

قرآن سے فال نکالنے کا حکم

(۴۸) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

ایک صاحب نے ایک گھڑے میں ڈھائی کلو چینی کا شربت بنا کر رکھا، اور اس پر ایک مٹی کا لوٹا خالی رکھا، پھر یٰسین شریف تلاوت کر کے قرآن پاک اس گھڑے پر لوٹے کے اوپر رکھ دیا، اور پھر فاتحہ

شریف پڑھ کر حضرت شیر خدا کی روح پاک پر بخش دیا، پھر بہت عورتوں اور مردوں نے اپنی اپنی مراد مانگی، اور اول تین مرتبہ درود شریف پڑھ کر باوضو سب اپنے اپنے ہاتھ ایک کے بعد ایک اپنے دونوں ہاتھ گھڑے کے پیٹ پر دونوں طرف دبا کر رکھ لیے، تو گھڑا خود بخود بہت لوگوں کے ہاتھ رکھنے سے گھوما، اور بہت سے لوگوں کے رکھنے سے بالکل نہیں گھوما، اور کہا کہ جس کی مراد پوری ہوگی تو وہ گھڑا گھومے گا، ورنہ نہیں گھومے گا، میں نے تین مرتبہ گھڑے پر ہاتھ رکھ کر دعا مانگی، ایک مرتبہ گھڑا بالکل نہیں ہلا، ایک مرتبہ تھوڑا گھوما، اور ایک مرتبہ بہت زیادہ گھوما، میں نے بخدا خود گھمانے کی بالکل کوشش نہیں کی، خود گھوما۔ یہ معاملہ کیا ہے؟ دوسرے ایک شخص نے کہا کہ ایسا کرنا ناجائز ہے، لہٰذا مہربانی فرما کر تحریر فرمایے کہ ایسا جائز ہے کہ نہیں؟ دوسرے ایسا ہو سکتا ہے کہ نہیں؟ مہربانی فرما کر جواب دیجیے۔

محمد انشاءاللہ خاں، ایٹہ محلہ کرہ برف والی کوٹھی اشوک بھون

الجواب

ہمارے علما کے نزدیک قرآن سے فال دیکھنا ناجائز و ممنوع ہے، قرآن عظیم اس لیے نہیں اتارا گیا۔

شرح فقہ اکبر میں ہے:

"قال القونوي: لا يجوز اتباع المنجم والرمّال ومن ادعى علم الحروف المهجات ؛لأنه في معنى الكاهن ، ومن جملة علم الحروف فأل المصحف حيث يفتحونه وينظرون في أول الصحيفة ۔ و كذا في سابع الورقة السابعة ملخصاً"(١)

ترجمہ: امام قونوی نے فرمایا کہ: نجوم اور رمال اور علم حروف کے مدعی کی پیروی جائز نہیں کہ وہ کاہن کے مثل ہیں۔ اس علم حروف میں سے وہ فال ہے کہ قرآن مجید کو کھول کر پہلا صفحہ اور ساتویں صفحہ کی ساتویں سطر۔ (مترجم)

حدیقۂ ندیہ وغیرہا میں ہے: "أخذ الفال من المصحف مكروه" ایسی فال قرآن مجید سے فال لینے میں داخل ہے۔ یہ بھی ممنوع ہے، اس سے بچنا لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد طاہر حسین پورنوی غفرلہ

الجواب: یہ عمل اور ایسے ہی چور کا نام نکالنے کا ہے، جو مسلمانوں میں رائج ہے، یوں ہی فال

---

(١) [شرح كتاب الفقه الأكبر: ٢٥٠]

نکالنا بھی اسی طرح عوام وخواص میں سب رائج ہے، لوگ ایسا عمل کریں، یا فال کھولیں، اور اس عمل، یا فال پر ایسا یقین رکھیں اس سے غیب کا حال معلوم ہو جانا یقین کریں، ان کے ایسے خیال خام کی بنیاد پر ان کے لیے ناجائز ہے۔ خصوصاً قرآن عظیم سے فال، اور زیادہ اشد ہے، کہ کبھی کچی سمجھ والے کا اس کے خلاف ہونے پر جو فال سے معلوم ہوا تھا اعتقاد ہی متزلزل ہو جائے، جو لوگ پختہ تحقیق رکھتے ہیں فال، یا ایسے اعمال سے یہ گمان اور یہ خیال بھی نہیں رکھتے کہ اس سے واقعی غیب کا حال دریافت ہو جاتا ہے، بطور استخارہ کرتے ہیں۔ کہ قرآن عظیم کی تلاوت اور اس کے ایصال ثواب کی برکت اور حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کی نذر کی برکت سے ان کی دعا سے یہ کام ہو جائے گا۔ تو ان کو اس سے ویسی ممانعت نہیں کی جائے گی، جیسی ان کم علم، کچی سمجھ والوں کو بزرگوں سے جو ایسے اعمال منوائیں، انہیں علی الاطلاق ممنوع نہیں کہا جا سکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

فقیر مصطفیٰ رضا قادری غفرلہ

جھوٹ سے احتراز لازم ہے

(۴۹) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

ایک شخص کے چار بیٹے تھے، ان میں سے تین کے لڑکے موجود ہیں اور ایک لڑکے کے کوئی اولاد نہیں ہے، اس کی بیوہ سکینہ بیگم اپنے شوہری حصہ کی وارث ہے، اس کی آراضی میں چوتھائی کی اپنے شوہری حصہ پر وارث ہے، اس کے جو شریک کھاتے آراضی میں ہے انھوں نے کچھ عرصہ دراز سے گھر سے نکال دیا تھا کہ تیرا کوئی حق نہیں ہے، تیرا شوہر مر گیا، میں نے اپنی عمر محنت مزدوری سے اوروں کا کام کاج کر کے اپنا پیٹ پالا، آراضی میں اب کہ میرا شوہری حصہ نام درج ہے، چک بندی آفیسرس اور صاحب نے مجھی کو طلب کیا، اب شریک کھاتہ میرے مجھ کو تہمت رکھتے ہیں کہ اس کا نام خارج ہونا چاہیے، اور درخواست دیتے ہیں، سکینہ بیگم نے نکاح کر لیا ہے، اس کا نام خارج کیا جائے، میں نے نکاح نہیں کیا۔ از روئے اللہ کہتی ہوں کہ میں نے نکاح نہیں کیا۔

معراج الدین خاں، کیوناسعدی پوری بریلی

الجواب

جو لوگ جھوٹ بولتے ہیں اور جھوٹ بول کر تمہارا قانونی حصہ سے تمھیں محروم کر دینا چاہتے ہیں

وہ گنہ گار ہیں، اگر یہ زمین تمہارے شوہر کی ملک نہیں، تو جس کی زمین ہے وہ مالک ہے، اس میں شرعاً تمہارا حصہ ہے نہ بیٹوں کا۔ زمین جس کی ہے وہ جسے جو تنے بونے کو دے تم سب کو دے، تو جتنی جتنی دے۔ وہ لوگ جھوٹ سے توبہ نہ کریں تو مسلمان ان سے سلام کلام چھوڑ دیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

ماں باپ کو ایذا دینے والے سے قطع تعلق کرو

مسئلہ: (۵۰)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

زید کا لڑکا اور اس کی بی بی زید کے ساتھ برا سلوک کرتے رہتے ہیں، کبھی داڑھی پکڑ کر مارتے ہیں، اور روزانہ گالی وغیرہ دیتے رہتے ہیں، جس سے زید کو بڑی تکلیف ہوتی ہے، یہاں تک کہ زید رونے لگتا ہے، اور صدمہ کی وجہ سے برا حال ہو جاتا ہے، اب مسئلہ زیر غور ہے کہ زید ایسے لڑکے اور اس کی بی بی سے تعلقات رکھے، یا نہیں؟ شرعی حکم کیا ہے؟ جواب مرحمت فرمایا جائے۔ فقط

سائل: فدا حسین، محلہ بیدی ٹولہ پرانہ شہر بریلی ۱۴/مارچ ۶۸ء

الجواب

وہ لڑکا اور اس کی بی بی دونوں اشد گنہ گار ہیں، ظلم وستم گار، جہنم کے سزاوار ہیں، ان پر توبہ فرض ہے، حق اللہ میں گرفتار ہیں، اور حق زید میں بھی، توبہ کریں اور زید سے معافی چاہیں، وہ توبہ نہ کریں تو زید ان سے قطع تعلق کرے، اور جو مسلمان ظالموں کے اس حال سے مطلع ہو اس پر بھی لازم ہے کہ جب تک توبہ نہ کریں، معافی نہ چاہیں ان سے سلام، کلام، ربط، ضبط، میل، جول موقوف رکھیں۔ حق اللہ تعالیٰ اعلم

کبیرہ گناہ کرنے والے کو کافر نہیں کہہ سکتے

مسئلہ: (۱)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ان مسائل میں کہ...

(۱) ایک مسلمان ہے جو چندہ کی رقم خود کھا جاتا ہے، خواہ وہ خود مظلوم ہو یا اور کوئی چندہ تو کیا چندہ کی رقم کھانے، یا چوری کرنے، یا زنا کرنے سے اسلام سے خارج ہو جاتا ہے؟

(۲) ایسے مسلمان کو جو چوری کرتا ہے، زنا کرتا ہے، اس کو کافر کہنے والا کون ہوا، اور اس پر کیا حکم شرعی ہے؟ تحریر کریں۔ محمد کلیم الدین حشمتی ایم۔ اے، بکڈپو طلاق محل کانپور

الجواب

(۱) اہل سنت وجماعت کے نزدیک مرتکب کبیرہ ایمان سے نہیں نکلتا ہے، شرح عقائد نسفی میں ہے: ((والکبیرۃ لا تخرج المؤمن من الإیمان لبقاء التصدیق الذي هو حقیقة الإیمان خلافا للخوارج)) الخ"(۱)

لہذا گناہ گار، ظالم، جفا کار شدید ہے، مگر کافر نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) مسلمان کو کافر کہنا حرام ہے، اور کثیر علمائے اعلام وفقہائے عظام کے نزدیک قائل کافر ہوجائے گا، مگر مذہب معتمد ومفتی بہ میں تفصیل ہے، کہ اگر بطور سب وشتم کافر کہا تو قائل کافر نہ ہوگا۔ گنہگار، مستحق عذاب نار، حق اللہ وحق العباد میں گرفتار ہوگا، ورنہ قائل کافر ہوجائے گا۔ (فتاوی رضویہ) بحوالہ ردالمحتار وغیرہا۔

صورت مسئولہ میں جس نے چور، یا زانی مسلمان کو کافر کہا اس پر توبہ واستغفار فرض ہے، اور تجدید ایمان بھی کرے، بی بی والا ہو تو بی بی سے دوبارہ نکاح بھی کرلے اگر وہ دوبارہ نکاح پر راضی ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: قاضی محمد عبدالرحیم بستوی غفرلہ

۷۸۶۔ فی الواقع چوری کرنے، زنا کرنے، چندہ کا روپیہ کھالینے سے اور کسی گناہ سے اسلام سے خارج نہیں ہوتا، اگر کسی نے کسی کو محض اس لیے کافر کہا، اسے خارج از اسلام جانا، تو بحکم حدیث وہ حکم کفر اسی پر لوٹا، اسے تجدید ایمان کرنا چاہیے، اور جسے ناحق کافر کہا تو اس سے معافی مانگنا چاہیے، اور شتماً بھی بعض لوگ کافر کہہ دیتے ہیں، جیسے بے ایمان۔ اس سے بھی توبہ کرنا چاہیے، اور معافی مانگنا چاہیے، ہر باخبر سنی مسلمان بھی یہی جانتا مانتا ہے کہ کسی گناہ سے کوئی کافر نہیں ہوتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

فقیر مصطفیٰ رضا قادری غفرلہ

کسی بھی مسلمان کو گالی دینا حرام ہے

(۵۱) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

ہم دونوں میں کس کو توبہ کرنا چاہیے، میں ڈاکٹر کے پاس بیٹھا تھا، اور آدمی بھی تھے، ان میں اور

---

(۱) [شرح العقائد للنسفي: ص۱۱٦]

ڈاکٹر میں غسل کے مسائل کی باتیں ہورہی تھیں، ڈاکٹر کا کہنا تھا کہ کھانے کے پہلے تقرباً الی اللہ تعالیٰ پڑھا جاتا ہے، میں نے سن کر کہا کہ کچھ نہیں پڑھا جاتا، مولوی صاحب موجود ہیں معلوم کر لیجیے، تو ڈاکٹر نے علما کی شان میں بہت گستاخانہ کلام کہے، میں نے کہا کہ مولویوں کو آپ گالی نہ دیں، اس لیے کہ عالم نائب رسول۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ ہیں، اور ولی ہوتے ہیں، تو انھوں نے مجھ کو اپنے یہاں سے اٹھادیا، میں نے شریعت میں اضافہ سمجھتے ہوئے کہا کہ تو اپنے دل سے مسئلہ گڑھتا ہے، اور نہ مولوی کو مانتا ہے، تو کافر ہوگیا۔ خادم عبدالکریم اور ڈاکٹر

وہابی دیوبندی کے کافر ہونے پر جو لوگ شک کرتے ہیں، اور ہم سے بھی منع کرتے ہیں کہ ان کو کافر مت کہو وہ کیسے ہیں؟

حرام کا پیشہ کرنے والے کی لڑکی کی شادی کیسی ہے؟ انوار حسین عرف چھدالال اشرفی رضوی

الجواب

مولوی تو مولوی ہے کسی مسلمان کو گالی دینا جائز نہیں ہے، مسلمان کی شان گالی بکنا نہیں ہے۔

حدیث میں ہے: ((سباب المسلم فسوق وقتاله كفر))(۱)

مولویوں کو نہ ماننا کفر نہیں، آپ اس سے توبہ کریں، ایسے بے ادب گستاخ کی صحبت سے دور رہنا لازم ہے۔

قرآن فرماتا ہے: ﴿وَإِذَا مَرُّوا بِاللَّغْوِ مَرُّوا كِرَاماً﴾(۲)

اور ارشاد فرماتا ہے: کھانے سے پہلے تقرباً الی اللہ پڑھنے کا معمول نہیں، مگر یہ بھی صحیح نہیں کہ کچھ نہیں پڑھا جاتا، بسم اللہ شریف تو پڑھی ہی جاتی ہے۔

(۲) اگر وہ وہابیوں، دیوبندیوں کے کفریات قطعیہ پر مطلع ہو کر واقف حال ہو کر کافر کہنے سے منع کرتے ہیں، تو وہ بھی انھیں جیسے ہیں، انھیں کی رسی میں گرفتار ہیں، وہی وبال ونکال ان کے لیے بھی ہے، ایسے لوگوں سے دور رہنا فرض ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

حدیث میں فرمایا: ((إياكم وإياهم لا يضلونكم ولا يفتنونكم))(۳)

(۳) جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: قاضی محمد عبدالرحیم بستوی غفرلہ ۴؍ذی قعدہ ۸۷ھ

---

(۱) [صحيح البخاري ،باب: خوف المؤمن۔ ۱/۱۹]

(۲) [سورة الفرقان: ۷۲]

(۳) [صحيح مسلم ،باب ٤: في الضعفاء والكذابين۔ ۱/۱۲]

۷۸۶۔حرام پیشہ کرنے سے لڑکی لڑکے کی شادی حرام نہ ہوگی۔اس میں جو کھایا کرے گا،اگر وہ پاک کمائی ہے،یا کسی سے پاک پیسہ قرض لے کر کرے،تو وہ پاک حلال وطیب ہی ہے،اگر ناپاک کمائی سے کرے تو اس کے حرام سمجھنے اور حرام کہنے کا موقع اسی وقت ہوگا جب کہ اشیا کی خریداری میں عقد ونقد جمع ہوتے ہوں۔کوئی چیز ایسی خریدی کہ زر حرام دیا کہ اس کے بدلے یہ چیز دے اس نے دی اور اس نے یہ زر حرام دیا،تو یہ چیز حرام ہوئی،ورنہ نہیں۔اس کے یہاں کھانا پینا بے اس سے میل جول کے نہ ہوگا۔اور حرام کار سے میل جول خود جائز نہیں۔اس لیے اس کے یہاں نہ کھائیں،نہ اس میں لڑکے،یا لڑکی شادی میں میل جول سے شریک ہوں،اور جو اس کے یہاں شادی کرے وہ بھی جب تک حرام کار ہے،اس سے ملے جلے نہیں،لڑکے،یا لڑکی سے شادی کرنا چاہیے کہ سنی مسلمان ان سے شادی نہ کریں گے،تو اس کا نتیجہ کیا ہوگا؟اس نتیجۂ بد کے اندیشہ سے،اور اس امکان سے کہ باپ حرام کار ہے،اور اولاد کا کیا قصور ہے کہ ان سے شادی ترک کی جائے،ان سے ضرور شادی کریں۔واللہ تعالیٰ اعلم۔ فقیر مصطفیٰ رضا قادری غفرلہ

بے تحقیق کبیرہ گناہ کی نسبت مسلمان کی طرف جائز نہیں

(۵۲) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

(۱) نبی بخش کے یہاں میلاد تھا اور آخری دن گیارہویں شریف کا تھا،ہم نے اپنے گھر امام صاحب کو بلوایا،جب فاتحہ سے فارغ ہو کر امام صاحب دوسرے شخص کے یہاں میلاد پڑھنے گئے تو آگے ایک لڑکی میلاد سننے کے لیے جارہی تھی،وہاں ایک پیڑ پکڑیا کا تھا اس کے نیچے لڑکی کو امام نے پکڑ لیا،لڑکی شور مچا کر گھر واپس آئی،اور گھر آن کر کہا مجھ کو امام صاحب نے پکڑ لیا،ہم لوگوں نے شکایت کی تو کچھ لوگوں نے کہا کہ یہ بات غلط ہے،لڑکی نے کوئی خواب دیکھا ہوگا،یا پکڑیا پیڑ کے ہوائی خبیث اثر نے اسے اٹھا لیا ہوگا۔

(۲) کہ بروز پیر کو وقت ۸/ بجے۔یا۔۹ بجے کا وقت تھا،رات کو لڑکی مسجد کی طرف سے گزری تو امام پنکھا کھڑے ہو کر جھل رہے تھے،تو اسی لڑکی سے کہا کہ یہ پنکھا حجرے کے اندر رکھ دے،میں بھی تمھارے گھر کھانا کھانے چل رہا ہوں،جب اندر حجرے کے لڑکی گئی تو امام صاحب پیچھے سے جاکر پکڑ لیا،لڑکی نے کہا کہ میں اپنے باپ سے کہوں گی تو لڑکی کو چھوڑا،یہ ہم نہیں کہہ سکتے کہ لڑکی سے برا فعل کیا یا نہیں،ہم نے تین شخصوں سے شکایت کی،مگر ان شخصوں نے یہ کہا کہ یہ مولوی صاحب کو بھگانا چاہتے ہیں،وہ شخص یہ ہیں جن کا نام تحریر ہے:مشتاق حسین جو کہ گاؤں کے چیرمین ہیں۔دوسرے سکندر

صاحب۔ تیسرے نبی بخش، ان تینوں نے امام صاحب سے کہا کہ عالم صاحب سے یہ شکایت ہے، ٹھیک ہے یا کہ غلط؟۔تو امام صاحب نے کہا کہ غلط ہے۔

(۳) مگر عالم سے عبد اللطیف نے گھر میں دن گیارہ بجے کچھ کہا کہ بھائی مجھ سے غلطی ہوئی ہے آپ اللہ و رسول کے واسطے معاف کردو، اس وقت میں اور امام صاحب ہی موجود تھے، مگر اللہ کو حاضر و ناظر جان کر صحیح کہتا ہوں جھوٹ نہیں کہتا اور مجھ کو اللہ کو منہ دکھانا ہے تو تمھارے اوپر کوئی حملہ یا کوئی فالتو کاروائی نہیں کروں گا، میں معاف کرتا ہوں۔مگر شریعت کی رو سے میں آپ کے پیچھے نماز نہیں پڑھ سکتا ہوں اور نہ آپ کو کھلا سکتا ہوں اور میں دس پانچ آدمیوں کو بلا کر سنایا کہ امام صاحب نے یہ حرکت کی ہے۔

(۴) مکھن سنگھ کے گھر پانچ چھ دن تک ان کے گرونا نک کا بنٹوارا تھا تو امام صاحب اور اختر موٹو دونوں صاحب وہاں جا کر گرونا نک کی جہاں تصویر وغیرہ موجود تھی وہاں جا کر اپنی شاعری کی اور کھانا بھی کھایا ،سب لوگ پنجابی کے یہاں کھانا کھانے سے پرہیز کرتے ہیں، امام صاحب نے کھالیا، ہمارے گاؤں میں ایک علی احمد دودھ والا ہے اس نے امام صاحب سے کہا کہ کھانا کھانا نہیں چاہیے، کیوں کہ اس جگہ تصویر وغیرہ ہیں اور ان کے پاس بیٹھنا اٹھنا منع فرمایا ہے، اور آپ کے لیے تو یہ کام مضر ہوگا تو اس کے کہنے پر انکار کیا۔

(۵) ایک شخص ایسا ہے جس کی عورت بغیر طلاق اور بغیر نکاح ہے، امام اس کے گھر کھانا اور اس آدمی سے تعلق رکھتے ہیں، ہم لوگوں نے کہا کہ آپ اس شخص کو سمجھا دیجیے کہ وہ اپنی عورت کو طلاق دے اور نکاح کرے، مگر امام صاحب نے اس پر کوئی توجہ نہ کی۔

(۶) ہم لوگوں نے عید کی نماز ایک سید صاحب تھے ان کے پیچھے نماز پڑھی تو امام صاحب نے کہا کہ بغیر میرے حکم کے نماز نہیں ہوئی اور کیوں پڑھائی، ہم لوگوں کے لیے یہ آواز ہوئی کہ ان لوگوں کے یہاں کھانا اور پینا مت کرو، اور نہ کوئی ان کو اپنے گھر آنے دے، امام صاحب نے اور سکندر شاہ نے یہی سنایا۔اگر یہ لوگ ان سوالات کو جھوٹ قرار دیں تو حلفیہ اور اولاد کی قسم کھا کر کہہ دیں کہ یہ بتائیں غلط ہے یا کہ سچ۔

عالم شید موضع گئو گھاٹ رتم نگر نیتی تال

الجواب

(۱) امام غزالی علیہ الرحمہ ''احیاء العلوم'' میں فرماتے ہیں:

"لا يجوز نسبة كبيرة إلى مسلم من غير تحقيق"(۱)

---

(۱) [إحياء علوم الدين للغزالي، كتاب: آفات اللسان۔ ۱۲۵/۳]

یعنی کسی مسلمان کی طرف بے تحقیق کسی کبیرہ کی نسبت کرنا جائز نہیں، [محض لڑکی کے قول پر اعتماد کر کے امام کو مجرم قرار دینا اور سزا مقرر کرنا جائز نہیں، بلکہ ظلم ہے، ہاں! گواہان شرعی شہادت سے امام کا اس لڑکی کو پکڑنا ثابت ہو جاتا، یا امام اقرار کرتا تو وہ مجرم ہوتا، تو امام توبہ اور اس لڑکی اور اس کے اعزا واقارب سے معافی کا حکم ہوتا، نہ گواہان شرعی کی شہادت شرعیہ ہے نہ اقرار، تو امام پر کوئی الزام نہیں، ہاں امام صاحب اس تہمت سے بری ہونے کے لیے یوں قسم کھائیں تو بہتر ہے کہ میں قسم کھاتا ہوں کہ میں نے وہ نہیں کیا جس کی نسبت وہ لڑکی میری طرف کر رہی ہے، اگر وہ اپنے قول میں سچی ہے اور آپ لوگ اس پر اعتماد کرتے ہیں تو میں توبہ کرتا ہوں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) اس سوال کا جواب بھی وہی جواب جو سوال اول کا ہے۔

(۳) اس شخص کا یہ دعویٰ جو سوال میں درج ہے کہ امام نے اس شخص سے کہا کہ بھائی مجھ سے غلطی ہوئی ہے محتاج ثبوت ہے، اس کا یہ دعویٰ قابل قبول نہیں، اگر امام حاکم شرع کے سامنے اقرار کرے "کہ ہاں! مجھ سے ایسا ہوا ہے، یا میں نے فلاں شخص کے سامنے ایسا اقرار کیا ہے تو وہ مستحق تعزیر ہوگا۔ ورنہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴) اگر واقعی امام نے گرونانک کے پنڈار میں شرکت کی ہے، غیر مسلموں کی برسی تہوار میں بے غرض شرعی گیا، وہاں شاعری کی تو گنہ گار ہے، اس پر فرض ہے کہ توبہ کرے ورنہ اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہوگی۔

(۵) اگر امام واقف حال ہو کر یعنی یہ جانتے ہوئے کہ فلاں کے گھر دوسرے کی منکوحہ جو عورت ہے اور وہ اسے بیوی کی طرح رکھ رہا ہے، اس کے گھر کھانا کھایا وہ مجرم ہے، اسے اس کے گھر کھانا کھانے سے احتراز کرنا تھا، ایسی صورت میں اس پر توبہ لازم ہے اور آئندہ احتراز کرے۔

(٦) امام صاحب نے جو کہا غلط ہے، ان سے اس کا ثبوت طلب کریں، اس نے کہاں سے کہا، شرع سے یا جیسے۔ کتبہ: محمد طاہر حسین پورنوی، ۵ر شال المکرم ۱۳۳۸ھ

گاؤں میں عید کی نماز صحیح نہیں، گاؤں کی مسجد کا امام سلطان اسلام کا قائم مقام نہیں، اگر سلطان اسلام یا اس کا قائم مقام ہوتا جب بھی گاؤں میں اس کی اقامت نماز عید صحیح نہ ہوتی، اس کی اجازت باطل ہوتی، ولا حول ولا قوة الا باللہ العلی العظیم۔ شہر میں جہاں نماز عید صحیح ہے وہ امام شہر کی کسی مسجد میں امام ہوتا اور ماذون ہوتا تو وہ خود عید یا جمعہ کی اقامت کرتا صحیح ہوتا، دوسرے کو اجازت دینا کیا؟ گاؤں تو گاؤں ہے اس کا وہ ادعا محض باطل۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ فقیر مصطفیٰ رضا قادری غفرلہ

محفل سماع کا حکم

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

مسئلہ: (۵۴)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

(۱) مزامیر یعنی ڈھول طبلہ، سارنگی وغیرہ کے ساتھ قوالی سننا جائز ہے یا ناجائز؟ زید کہتا ہے کہ صوفیوں کو مزامیر کے ساتھ سننا جائز ہے، اور بکر کہتا ہے کہ: اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد دین وملت مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کتاب ''احکام شریعت حصہ اول صفحہ ۳۳ و ۳۴'' پر مزامیر کے ساتھ قوالی کو حرام لکھا ہے، اور حضرت نظام الدین اولیا محبوب الٰہی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کتاب ''فوائد الفوائد'' کا بھی حوالہ دیا ہے۔ لہذا مزامیر کے ساتھ ہر شخص کو قوالی سننا ناجائز ہے تو زید کا کہنا درست ہے؟ یا بکر کا قول صحیح ہے؟

(۲) غیر محرم عورت کو بے پردہ مرید کرنا کیسا ہے؟ زید کہتا ہے: جائز ہے، کسی طرح حرج نہیں۔ پردہ سے بے ایمان لوگ مرید کیا کرتے ہیں۔ اور بکر کہتا ہے کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ''فتاویٰ رضویہ کتاب النکاح حصہ دوم صفحہ ۱۲'' پر تحریر کیا ہے کہ مریدہ کو اپنے پیر کے سامنے بے پردہ آنا ناجائز ہے۔ لہذا ناجائز ہے تو زید کا کہنا صحیح ہے یا بکر کا قول صحیح ہے؟۔

(۳) قادری سلسلے کا مرید چشتیہ میں طالب ہوسکتا ہے یا نہیں؟ زید کہتا ہے فقیر کو اختیار ہے، قادری سلسلے کے مرید کو چشتیہ میں طالب کرسکتا ہے۔ بکر کہتا ہے کہ حضرت باہو علیہ الرحمہ رسالہ ''تیغ برہنہ صفحہ ۹'' پر فرماتے ہیں کہ اگر قادری طریقے کا مرید کسی دوسرے طریقہ میں چلا جائے تو خواہ بانصیب ہی ہو تو بھی بے نصیب اور مردود ہوجاتا ہے۔ اور اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام اہل سنت مولانا احمد رضا خاں صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ''ملفوظات شریفہ حصہ دوم ص: ۳۷'' پر تحریر کرتے ہیں کہ عدی بن مسافر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میں کسی سلسلے کا آئے اس سے بیعت لے لیتا ہوں سوائے غلامان قادری کے، کہ بحر کو چھوڑ کر نہر کی طرف کوئی نہیں آتا۔ لہذا ان بزرگوں کے فرمانے سے قادری سلسلے کا مرید کسی دوسرے سلسلے میں طالب نہیں ہوسکتا۔ تو شریعت مطہرہ کے موافق تحریر فرمائیے کہ زید کا کہنا صحیح ہے یا بکر کا قول

درست؟۔بینوا بالکتاب توجروا یوم الحساب۔

مرسلہ جناب محمد نظام الدین صاحب قادری برکاتی نوری رسولی محلہ کھارا دار رواڑ متصل بالا پیر شہر سورت۔

الجواب

(۱) بکر کا قول صواب وصحیح ہے۔اور قول زید محض باطل وقبیح وفضیح ،بکر مصیب ومثاب،زید بے قید مستوجب غضب ومبتلائے قہر وعتاب،گرفتار عذاب ہے کہ وہ بے علم فتویٰ دیتا ہے اور بے علم فتویٰ دینا حرام حرام حرام ہے۔

قال تعالیٰ:﴿وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ۔اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْـُٔوْلًا﴾(۱)

وقال عزوجل من قائل سبحانه وتعالیٰ:

﴿وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ﴾(۲)

وقال تعالیٰ:

﴿أَمْ كُنْتُمْ شُهَدَاءَ إِذْ وَصّٰكُمُ اللّٰهُ بِهٰذَا﴾(۳)

﴿فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا﴾(۴)

﴿لِيُضِلَّ النَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ﴾(۵)

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

((من أفتىٰ بغير علم لعنته ملائكة السموات والأرض.))(٦)

---

(۱) [سورة الإسراء:٣٦]

(۲) [سورة النحل:١١٦]

(۳) [سورة الأنعام:١٦٤]

(٤) [سوره الكههف:١٥]

(٥) [سورة الأنعام:١٤٤]

(٦) [كنز العمال كتاب العلم حديث:٢٩٠١٤:١٠/٨٤]

مزامیر جنھیں مٹانے کے لیے حضور پر نور نبی اکرم سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے۔ کما في الحديث۔ مطلقاً حرام ہیں، نہ صوفی کو حلال نہ غیر صوفی کو۔ مزامیر نہ ہونا شرط اباحت سماع ہے جن کے لیے سماع حلال ومباح ہے۔

مجرد سماع چار قسم ہے: حلال۔ حرام۔ مکروہ۔ اور مباح۔

اگر صاحب وجد کا میلان جانب حق اکثر وبیش تر ہے اسے مباح ہے۔ اور اگر میل بہ مجاز زائد ہے تو اسے مکروہ ہے۔ اور جو بالکل مجاز کی طرف مائل ہو تو اس کے لیے حرام، اور جو بالکلیہ جانب حق مائل اور مجاز سے یکسر منقطع اس کے لیے حلال ہے۔ بعض متصوفہ خصوصاً مردان سلسلۂ عالیہ چشتیہ نے یہ ظلم ڈھایا اور نیا ستم برپا کیا ہے کہ زبردستی مزامیر کے جواز کا باطل دعویٰ کرلیا ہے اور ستم یہ کہ جو چشتی ہو جائے اسے مزامیر حلال۔ ولا حول ولا قوة إلا بالله العلي العظيم۔ گویا چشتیوں کی شریعت اور ہے۔ اور سلاسل کی شریعت اور۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

اس لیے مناسب کہ ہم حضور پر نور سیدنا سلطان المشائخ نظام الحق والشریعۃ والطریقۃ والدین محبوب الٰہی قدس سرہ العزیز کے ملفوظات کریمہ ''سیر الاولیا'' سے جس کے جامع حضور کے مرید وخلیفہ حضرت میر خورد مولانا سید کرمانی قدس سرہ النورانی ہیں، یہ ثبوت حرمت پیش کریں۔ اس وقت اگر وطن سے دور اور کتب سے مہجور نہ ہوتا تو اور بھی بعض سادات حضرات چشت سے ثبوت پیش کرسکتا۔ خصوصاً ''لطائف اشرفی''۔ مگر منصف کے لیے یہ بھی کافی اور ہٹ دھرم کو دفتر بھی ناوافی۔

حضور سلطان المشائخ ''سیر الاولیا'' میں فرماتے ہیں:

''سماع بر چہار قسم ست: حلال وحرام ومکروہ ومباح۔ اگر صاحب را میل بسوئے حق بیشتر ست آں مباح ست۔ واگر میل بہ مجاز بیشتر ست مکروہ است۔ واگر میل بہ کلی بطرف مجاز ست آں حرام ست۔ واگر میل بہ کلی بطرف حق ست آں حلال ست۔

اس کے بعد اس پر تفریع کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: ''پس می باید کہ صاحب ایں کار حلال وحرام ومکروہ ومباح بشناسد''

پھر فرماتے ہیں کہ اباحت سماع کے لیے چند چیزیں درکار:

مسمع، مستمع، مسموع وآلہ سماع، یعنی قوال پورا مرد ہو، امرد نہ ہو، عورت نہ ہو۔ مستمع سننے والا یاد خدا سے خالی نہ ہو۔ مسموع وہ چیز جو گائی جائے فحش ومسخری نہ ہو۔ اور آلہ سماع مزامیر جیسے چنگ ورباب وغیرہ، اس سے مجلس پاک ہو۔

ارشاد فرماتے ہیں:

چندیں چیزمی باید تا سماع مباح شود: مسمع ومستمع ومسموع وآلہ سماع، یعنی: گوئندہ مرد تمام باشد کودک نہ باشد وعورت نہ باشد، ومستمع آں کہ می شنود، از یاد حق خالی نہ باشد، ومسموع آں چہ بگویند، فحش مسخرگی نہ باشد، وآلہ سماع مزامیرست چو چنگ ورباب ومثل آں می باید کہ درمیان نہ باشد۔ ایں چنیں سماع حلال ست، وسماع صوتے ست موزوں، چرا حرام باشد۔

صوفیوں کو خصوصا چشتیوں کو حلت مزامیر کی باطل دستاویزیں دینے والے آنکھیں پھاڑ کر دیکھیں کہ حضور سلطان المشائخ سید الصوفیہ سردار چشتیاں نے کہیں صوفیوں، چشتیوں کا حکم علیٰحدہ بیان کیا کہ سماع کی اباحت کی جو یہ شرطیں ہیں وہ غیر صوفیہ کے لیے ہیں اور چشتیوں، صوفیوں کے لیے آزادی ہے۔ ان کے لیے مطلقا حلال ہے۔ اور یہ بھی بتائیں کہ صوفیوں کو مزامیر ہی حلال ہیں یا عورت وامرد کا گانا سننا بھی ۔فرق کیا ہے کہ ایک شی جو اوروں کے لیے شرط اباحت تھی ان کے حق میں نہ ہو۔ اور دوسری ان کے حق میں بھی ہو اور اوروں کے لیے بھی۔ جو علت صوفیوں کے لیے جواز کی ہوگی وہ مزامیر کے علاوہ عورت وامرد کی آواز کے لیے بھی ہوسکتی ہے۔ پھر وجہ فرق کیا ہے؟ ''اللہ اکبـــــر!'' چشتیت کا دعویٰ! اور حضور سلطان المشائخ کے خلاف فتویٰ ۔

آج کل کے متصوفہ کا تو ذکر کیا۔ حضور سلطان المشائخ کے زمانہ کے بعض آستانہ دار درویش جب اس بلا میں مبتلا ہوئے تو حضور میں شکایت گذری، جو سیر الاولیاء شریف میں یوں مذکور ہے:

بخدمت حضرت سلطان المشائخ عرض داشت کہ دریں روز ہا بعض از درویشاں آستانہ دار در مجمع کہ چنگ ورباب ومزامیر بود، رقص کردند، فرمود نیکو نہ کردہ اند، آنچہ نامشروع است ناپسندیدہ است۔

یعنی ایک صاحب نے خدمت سلطان المشائخ قدس سرہٗ میں گزارش کی کہ بعض وہ درویش جو آستانہ دار ہیں انھوں نے ایسے مجمع میں جہاں چنگ ورباب ومزامیر تھے، رقص کیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا ،انھوں نے اچھا نہ کیا کہ جو چیز نامشروع ہے، ناپسند ہے۔

اس سے بھی زیادہ اور کوئی نص درکار ہے۔ آنکھیں چیر کر دیکھو کہ سلطان المشائخ کس کو ناجائز فرما رہے ہیں۔ مزامیر و چنگ ورباب کو۔ اور خوب آنکھیں مل مل کر دیکھو کس کے لیے ناجائز فرما رہے ہیں۔ صوفیوں ہی کے لیے تو۔ اسی پر بس نہیں، اللہ عز جلالہٗ کی ہزاراں ہزار رحمتیں اور کروڑہا کروڑ برکتیں روح پر فتوح حضور سلطان المشائخ پر ہوں کہ ان متصوفہ کے لیے بالکل جائے دم زدن باقی اور ان کے عذر مقبول ومذبوح کی کوئی رگ پھڑکتی نہ چھوڑی۔

اسی سیر الاولیاء شریف میں ہے: کہ بعد ازاں گفت: چوں ایں طائفہ ازاں مقام بیرون آمدند بایشاں گفتند کہ شما چہ کردید دراں مجمع مزامیر بود، سماع چگونہ شنیدید ورقص کردید، ایشاں جواب دادند کہ ما چناں مستغرق سماع بودیم کہ ندانستیم کہ ایں جا مزامیر ہست یانہ۔ حضرت سلطان المشائخ فرمود: ایں جواب ہم چیزے نیست، ایں سخن درہمہ معصیتہا بیاید۔

یعنی بعد اس کے حضور کی خدمت میں شکایت گزری اور حضور نے اس کا وہ جواب فرمایا: ایک صاحب نے ان کا یہ عذر گزارش کیا کہ جب وہ طائفہ صوفیہ اس جگہ سے باہر آیا لوگوں نے ان سے کہا یہ کیا کیا؟ ایسے مجمع میں جہاں مزامیر تھے تم نے سماع کیسے سنا؟ اور کیوں کر رقص کیا؟ انھوں نے جواب دیا کہ ہم سماع میں ایسے مستغرق تھے کہ ہمیں خبر ہی نہیں تھی کہ یہاں مزامیر ہیں یا نہیں۔ حضور سلطان المشائخ نے ارشاد فرمایا: یہ جواب بھی کچھ نہیں کہ یہ عذر باطل تو تمام معصیتوں پر ہوسکتا ہے۔

یعنی آدمی شراب پیۓ اور کہہ دے مجھے خبر ہی نہ تھی کہ یہ شراب ہے یا شربت، ماں کے ساتھ زنا کرے اور کہہ دے میں تو ایسا ڈوبا ہوا تھا کہ معلوم ہی نہ کرسکا کہ یہ ماں ہے یا بیوی۔ "لاحول ولا قوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم"

نیز اسی سیر الاولیا میں ہے کہ حضور سلطان المشائخ کی مجلس شریف میں کسی نے حضور سے عرض کی کہ فلاں موضع میں اس وقت حضور کے مریدوں کا مجمع ہے۔ اس میں مزامیر ومحرمات ہیں، فرمایا: میں منع کر چکا ہوں کہ مزامیر ومحرمات درمیان نہ ہوں، انھوں نے اچھا نہیں کیا اور اس بارے میں بہت غلو فرمایا، یہاں تک کہ ارشاد کیا کہ اگر جماعت ہو رہی ہو اور جماعت میں عورتیں بھی ہوں اور امام کو سہو ہو تو مرد سبحان اللہ کہہ کر امام کو سہو سے آگاہ کرے، اور اگر عورت سہو پر وقوف پائے تو تسبیح نہ کہے کہ اس کی آواز غیر محرموں کو سننا جائز نہیں۔ پشت دست کف دست پر مارے اور ہتھیلی پر ہتھیلی نہ مارے کہ تالی ملاہی سے ہے۔ یہاں تک ملاہی وامثال ملاہی سے پرہیز وارد ہے، تو سماع میں بطریق اولیٰ ملاہی سے کچھ نہ ہونا چاہیے۔ جب دستک میں اس قدر احتیاط ہے، تو سماع میں مزامیر بطریق اولیٰ ممنوع ہیں۔

عبارت سیر الاولیاء یہ ہے: در مجلس حضرت سلطان المشائخ شخصے تقریر کرد کہ اکنوں در موضع فلاں یاران شما جمعیتے کردہ اند، ومزامیر ومحرمات درمیان ست، حضرت سلطان المشائخ فرمود کہ من منع کردہ ام کہ مزامیر ومحرمات درمیان نہ باشد، نیکو نہ کردہ اند ودریں باب بسیار غلو کرد تا بحدے کہ گفت کہ اگر امامے در نماز باشد وجماعت کہ در عقب او مقتدی شوند ودر آں جماعت عورات ہم باشند، پس اگر امام را سہو افتد مردانے کہ اقتدا کردہ باشند یکے بہ تسبیح اعلام دہد، بگوید: سبحان اللہ۔ پس چہ کند: او پشت بر کف دست زند، وکف دست بر کف دست نہ زند کہ آں بہ لہوی ماند۔ تا ایں غایت از ملاہی وامثال آں پرہیز آمدہ است

۔پس در سماع مزامیر بطریق اولیٰ منع ست۔

آنکھیں کھولو دیکھو تم کہاں جارہے ہو:

ترسم نہ رسی بکعبہ اے اعرابی کیں راہ کہ تو می روی بہ ترکستان ست

کیا اب بھی جواز مزامیر کا بے سرا راگ گائے جاؤ گے، کیا اب بھی وہی بے وقت کی راگنی الاپے جاؤ گے۔حضور سلطان المشائخ کے فرمان ذیشان کے آگے سر تسلیم جھکاؤ اور اپنے غلط و باطل کہے پر پشیمان ہو اور شرماؤ۔کیا حضور نے مزامیر کو نا جائز، حرام، ممنوع و معصیت نہ فرمایا۔کیا حضور نے ان کا معصیت ہونا غیر صوفیہ کے ساتھ خاص فرمادیا۔کیا خود صوفیہ کے لیے بار بار نہ فرمایا کہ میں منع کر چکا ہوں، انھوں نے برا کیا، نامشروع کام کیا، معصیت کی۔پھر یارب! اب وہ کون سے صوفی ہیں جو حضور سلطان المشائخ کے مریدوں سے بھی آگے ہیں اور ہوں بھی تو علی الاطلاق یہ کہنا کہ صوفیوں کے لیے مزامیر حلال ہیں کیوں کر برمحل ہوگا۔ولاحول ولاقوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم

ہاں جو مکلّف نہیں، یا مضطر ہیں، ان کے احکام ہمیشہ مکلّف و مختار سے جدا ہیں۔احکام اضطرار اور ہیں، احکام اختیار اور۔وہ ایک مزامیر کیا ہر امر میں علیحدہ ہیں۔پھر کیا کوئی یوں کہہ سکتا ہے کہ سوئر کا گوشت حلال ہے حالاں کہ خود قرآن عظیم میں مضطر کا استثناء: ﴿فمن اضطر غیر باغ ولاعاد﴾ موجود ہے۔غیر مکلّف پر تو احکام شرعیہ کا اجرا ہی نہیں کہ عقل شرط تکلیف ہے اور وہ اس میں مفقود ہے۔رہا مضطر، اسے اسی وقت اور اتنے ہی کی جس سے وہ نقصان عظیم سے محفوظ رہ سکے، رخصت ہے، بعض اجلۂ اکابر جو چنگ سنتے تھے، اسے کبیرہ فرماتے ہیں۔

اسی سیر الاولیاء میں ہے: مولینا برہان الدین بلخی را باوفور علم کمال صلاحیت ہم بودہ است چنانکہ بارہا گفتے کہ خدائے عزوجل مرا از ہیچ کبیرہ نہ خواہد پرسید۔آں گاہ حضرت سلطان المشائخ تبسم کرد و فرمود کہ ایں ہم گفتی مگر یکے از کبیرہا، از و پرسیدند کہ آں کبیرہ کدام ست، گفت سماع چنگ، کہ چنگ بسیار شنیدہ ام"

یہ مولینا برہان الدین بلخی ان اکابر سے ہیں جن کے فضل کے شاہد عدل حضور سلطان المشائخ قدس سرہٗ ہیں اور جن کے علامہ عصر ہونے اور ایسے عظیم درجہ پانے کی پیش گوئی حضور امام العصر برہان الملۃ والدین (صاحب ہدایہ مرغینانی قدس سرہٗ النورانی) نے فرمائی کہ "شاہان زماں ان کے در پر حاضر ہوں گے اور بار نہ پائیں گے۔

اسی سیر الاولیاء میں ہے: سخن در بزرگی مولینا برہان الدین بلخی افتاد، فرمود: کہ برہان الدین حکایت کرد کہ من خورد بودم بقیاس پنج شش سالہ کم وبیش برابر پدر خود در راہے می رفتم، مولینا برہان الدین

برہان الدین مرغینانی صاحب ہدایہ پیدا شد، پدر من از وے تحاشی کرد ودر کوچۂ دیگر رفت، مرا بر جائے گذاشت، چوں کوکبہ مولٰینا برہان الدین نزدیک رسید من بہ پیش رفتم وسلام کرد۔ در من تیز بدید ایں سخن تیز بگفت کہ من دریں کودک نور علم بینم، من ایں سخن شنیدم پیش رکابے اورواں شدم، باز مولٰینا برہان الدین بزبان مبارک ایں لفظ راند کہ مرا خدائے تعالیٰ چنیں می گویاند کہ ایں کودک در روزگار خود علامۂ عصر خواہد شد۔ مولٰینا برہان الدین می گوید کہ من ایں چنیں شنیدم وہم چناں من پیش می رفتم۔ باز مولٰینا برہان الدین مرغینانی فرمود: کہ خدائے تعالیٰ مرا چنیں می گویاند کہ ایں کودک چناں بزرگ شود کہ بادشاہاں بردراو بیایند وبار نیابند۔

ایسے عالی مرتبت جلیل القدر بزرگ علامۂ روزگار باوجود اس کے خود استماع فرماتے مگر اسے کبیرہ ہی فرماتے، ان کے یہ کلمات طیبہ کہ "خدائے عزوجل مرا از ہیچ کبیرہ نخواہد پرسید" اس کا اعلان کررہے ہیں کہ وہ ایسے حال میں ہیں کہ زیرِ قلم تکلیف ہی نہیں۔

نیز آگے ان کا یہ ارشاد کہ "ایں ساعت ہم بشنوم اگر باشد" اس کے بعد بھی بے وقت کی وہی شہنائی رہے گی کہ صوفیوں کو مزامیر حلال ہیں۔ والعیاذ باللّٰہ تعالیٰ واللّٰہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ أتم وأحکم۔

فوائد الفؤاد شریف ملفوظات حضور سلطان المشائخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عبارت دیکھ کر بھی جس کی یہ حالت ہے تو ایسے شخص سے کیا امید کہ سیر الاولیا کی یہ عبارت دیکھ کر اپنی غلطی تسلیم کرلے گا۔ مگر مولیٰ عزوجل کے فضل وکرم سے ہر آن امید ہے:

اسے فضل کرتے نہیں لگتی بار ۔۔۔ نہ ہو اس سے مایوس امیدوار

شاید اب وقت ہدایت آ گیا ہو اور یہ ثواب اس فقیر کے حصہ کا ہو۔ واللّٰہ عندہ حسن الثواب والیہ المرجع والمآب وھو تعالیٰ أعلم بالصواب۔

(۳) وہ خود بے ایمان ہے جو حکم شرع کو بے ایمانی اور اس پر عامل کو بے ایمان بتاتا ہے۔ بے شک ہر غیر محرم سے پردہ فرض ہے جس کا اللہ ورسول نے حکم فرمایا۔ جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ بے شک پیر مریدہ کا محرم نہیں ہوجاتا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بڑھ کرامت کا پیر کون ہوگا، وہ یقیناً ابوالروح ہوتا ہے، اگر پیر ہونے سے آدمی محرم ہوجایا کرتا تو چاہیے تھا کہ: نبی کا اس کی امت سے کسی عورت سے نکاح نہ ہوسکتا۔ حضور سرورعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بڑھ کر کون پیر ہوگا۔ پھر حضور نے اپنی امتی بی بیوں سے نکاح فرمایا یا نہیں؟ کیا معاذ اللہ جن کے محرم تھے ان سے نکاح فرمایا۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم۔

سبع سنابل شریف میں حضرت فلک ہدایت ومرکز دائرہ ولایت سند المحققین سید العلما العالمین

میر عبدالواحد بلگرامی قدس سرہ السامی فرماتے ہیں:

''باید دانست کہ در جہاں نہ ہمچو مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پیرے پیدا شد و نہ ہمچو ابوبکر مریدے ہویدا گشت۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا''۔

جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرید ہوئے تو حضرت سیدتنا عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مرید کی بیٹی۔ ان جہال بے خرد کے نزدیک معاذ اللہ پوتی اور پوتی سے نکاح حرام۔ ولا حول ولا قوة الا باللّٰہ۔

اللہ تعالیٰ جہل بد بلا سے محفوظ رکھے۔ احمق لفظ منہ سے نکال دیتے ہیں اور اس کے نتیجۂ بد کا لحاظ نہیں کرتے۔ فقیر اس مسئلہ پر ذرا اور تفصیل کرتا، اگر ضرورت سمجھتا۔ مگر چونکہ ''السواد الاعظم'' میں اس کا کافی جواب چھپ چکا ہے، اس لیے اسی پر اقتصار کرتا ہے، سمجھنے والا اسی سے سمجھ سکتا ہے، اور بد عقل بے سمجھ کے لیے دفتر بے کار۔ واللّٰہ تعالیٰ أعلم۔

(۳) جہاں تک فقیر سمجھتا ہے وہ یہ ہے: کہ بیعت جب ایک جامع شروط کے ہاتھ پر کرے۔ پھر دوسرے کے ہاتھ پر نہیں کرسکتا۔ کہ جو ایک کے ہاتھ بک چکا۔ اس کا غلام ہو چکا۔ جب تک آزاد نہ ہو غلامی نکال نہ دے دوسرا اس سے بیعت نہیں لے سکتا۔ یہ دوسرے کے ہاتھ بک نہیں سکتا۔ پریشان نظر در بدر پھرتا اور ذلیل وخوار ہوتا۔ در در سنتا اور کہیں سے فیضیاب نہیں ہوسکتا۔ جو کسی کے ہاتھ پر بیعت کرلے اور پھر پریشان نظری کرے وہ دھوبی کا کتا ہے۔ نہ گھر کا نہ گھاٹ کا۔ اور جو ایک کا ہو رہے وہ ضرور فیض یاب ہوتا ہے۔ اگر پیر جامع شروط ہو اگرچہ صاحب فیض نہ ہو۔ کہ اس سلسلہ میں جو صاحب فیض ہوگا اس کی اس پر نظر کرم ہوگی، اور وہ اس پر فیض ڈالے گا۔ بعض اکابر کے مشاہدات اس کے شاہد ہیں۔ طلب فیض میں حرج نہیں اور یہ بلانکیر تمام سلاسل میں جاری ہے۔

خود اعلیٰ حضرت قدس سرہ باوجودیکہ قادری تھے، اور سلاسل سے بھی فیض یاب تھے، چشتی، سہروردی، نقشبندی وغیرہ سلاسل کی بھی حضور پرفتوح کو اجازت تھی۔ یہ اجازت کیا فیض نہیں۔ مگر ''یک در گیر ومحکم گیر'' پر عمل کرنے والے انہیں بظاہر کہیں سے ملے، وہ یقین یہی کرتے ہیں کہ مجھے اسی در سے ملا ہے جس سے میں منتسب ہوں۔

ملفوظات اعلیٰ حضرت قدس سرہ میں آپ نے تین قلندروں کی حکایت ملاحظہ فرمائی ہوگی، جو خدمت حضور پرنور سلطان المشائخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ایک مردار بیل کھا کر حاضر ہوئے تھے الخ، اسے مریدی کہتے ہیں۔ فیض یقیناً حضور سلطان المشائخ سے پایا۔ مگر پیر کے قربان ہو رہے ہیں، کیوں کہ اگر پیر کی نظر کرم نہ ہوتی، تو حضرت سلطان المشائخ کیوں نظر رحم فرماتے، اور فیض عطا کرتے۔ یہ ہے ''یک در گیر محکم گیر''

حضرت سلطان باہو قدس سرہ کا مطلب تو واضح ہے کہ جو اس سلسلۂ عالیہ کو ترک کرے اور دوسرا

سلسلہ از روے بیعت اختیار کرے۔اور حضرت عدی بن مسافر کے ارشاد میں غالبًا بیعت سے مراد بیعت ارادت نہیں بلکہ یہ مطلب معلوم ہوتا ہے کہ کوئی طلب فیض کے لیے آئے۔میں ہر ایک کو فیض عطا کرتا ہوں۔مگر جو قادری ہو کہ بحر کو چھوڑ کر نہر کے پاس کون آتا ہے۔یا یہ کہ کسی سلسلے کا مرید اپنی بیعت توڑ کر آئے تو میں اس سے بیعت لے لیتا ہوں۔مگر قادریوں کی بیعت نہیں کرتا کہ وہ پریشان نظر نہیں ہوتے کہ وہ جانتے ہیں کہ:حضور غوث اعظم بحر ہیں اور میں نہر۔اور اوروں کے مرید جو پریشان نظر ہوتے ہیں،اپنے پیر پر کامل اعتقاد اور پورا اعتقاد نہیں رکھتے۔وہ اگر بیعت توڑ کر آتے ہیں۔تو میں بیعت لے لیتا ہوں۔هذا ما عندي والعلم بالحق عند ربي۔والله تعالیٰ أعلم۔

فقیر مصطفیٰ رضا القادری غفرلہ

☆صح الجواب.

خادم العلم والعلما محمد حسنین رضا خاں

☆ذلك كذلك .

محمد اسماعیل محمود آبادی حنفی ریاست جلال آباد۔ضلع فیروز پور

☆لقد أصاب المجيب.

رحم الٰہی قادری رضوی غفرلہ

☆الجواب صحيح والله تعالیٰ أعلم.

فقیر ابرار حسن صدیقی تلہری عفی اللہ عن ذنبه الجلي والخفي

☆أصاب المجيب وأجاد.

عبد العزیز عفی عنہ قادری رضوی مدرس مدرسہ اہل سنت

☆لله در المجيب .

فقیر سردار علی عفی عنہ

☆الجواب صحيح.

ابو الثمر محمد نور الہدی عفی عنہ

☆الجواب صحيح والله تعالیٰ أعلم.

فقیر احسان علی مظفر پوری مدرسہ منظر اسلام ۹/ ذیقعدہ ۴۶ھ

(۲) اباحت

یہ کہنا کہ جھوٹے پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو، جائز ہے

(۵۴) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

ایک شخص صریح جھوٹ بولا اور عام مجمع پر یہ بات ظاہر ہوگئی کہ وہ جھوٹا ہے، اس پر ایک شخص نے بلکہ عام مجمع نے لعنة اللّٰه علی الکاذبین کہا، اور نام اس کاذب کا نہ لیا، بلکہ مطلق کہا، اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ ایسا کہنا جائز ہے یا ناجائز، اور جس جس نے کہا اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں۔ اور جھوٹے کا نام لے کر اس کی اس کذب بیانی پر لعنة اللّٰه علی الکاذبین کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

لعنة اللّٰه علی الکاذبین کہا تو ان پر شخص خاص پر لعنت کرنے کا الزام نہیں۔

فتاویٰ حدیثیہ میں امام ابن حجر مکی فرماتے ہیں:

"لعن المسلم حرام بل لعن الكافر الغير الحربي بل لعن الحيوان كذلك؛ وسبب ذلك أن اللعن عبارة عن الطرد والإبعاد عن اللّٰه وذلك غير جائز إلا علىٰ من اتصف بصفة تبعده عن اللّٰه تعالىٰ وهو الكفر والبدعة والفسق، فيجوز لعن المتصف بواحدة من هذه باعتبار من الوصف الأعم، نحو لعنة اللّٰه على الكافرين، والمبتدعة، والفسقة، أو الوصف الأخص، نحو لعن اللّٰه اليهود، والنصارىٰ، والخوارج، والقدرية، والروافض، والزنادیقة، والظلمة، وآكل الربوا." واللّٰه تعالىٰ أعلم. (۱)

مسلمان پر لعنت بھیجنا حرام ہے بلکہ کافر غیر حربی یہاں تک کہ حیوان پر بھی لعنت بھیجنا حرام ہے، اس وجہ سے کہ لعنت نام ہے دھتکارنے اور اللہ عزوجل سے دور کرنے کا اور یہ صرف ان لوگوں پر درست ہوگا جو ان اوصاف سے متصف ہوں جو کہ ان کو اللہ عزوجل سے دور کردیں، مثلاً کفر، بدعت اور فسق وغیرہ،

(۱) [الفتاوی الحدیثیة: ص ۲۷۰]

لہٰذا جو شخص ان اوصاف سے متصف ہو اس پر وصف عام کے ساتھ لعنت بھیجنا جائز ہے مثلاً یوں کہا جائے: کافروں پر اللہ کی لعنت ہو، فاسقوں یا بدعتیوں پر اللہ کی لعنت ہو، اسی طرح وصف خاص کے ساتھ بھی لعنت بھیجنا درست ہے، مثلاً کہا جائے، یہود، نصاریٰ، خوارج، قدریہ، روافض، زنادقہ، ظالمین، اور سود خور پر اللہ عزوجل کی لعنت ہو۔ (مترجم)

گڑیوں میں کالے ڈورے سے جو نشان ہوتے ہیں وہ تصویر سازی نہیں

(۵۵) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

لڑکیاں جو کپڑے کی گڑیاں آدمی اور عورت کی شکل بنا کر کھیلتی ہیں تو یہ جائز ہے یا نہیں؟ زید کہتا ہے کہ جب تصویر بنانا ناجائز ہے تو گڑیوں کا کھیلنا بھی ناجائز ہوا۔ اور یہ بھی ثبوت ہے کہ بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بچپن میں گڑیاں کھیلتی تھیں۔

الجواب

تصویر کشی بے شک ناجائز ہے۔ بنی ہوئی گڑیا جس کے ناک نقشہ کچھ نہیں ہوتا محض کالے ڈورے سے کچھ نشان کردیے جاتے ہیں ان سے کھیلنے میں بچوں کے لیے حرج نہیں جیسا کہ حدیث ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ظاہر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

علما اور اولیا کی قدم بوسی جائز ہے

(۵۶) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

ایک شخص اپنے پیر کے قدموں پر سر رکھ کر قدم بوسی کرتا ہے اور دونوں ہاتھوں کی بڑی انگلیوں کے ناخن پر اپنے پیر صاحب کی صورت تصور کرتا ہے اور صورت دیکھتا ہے اور کہتا ہے: کہ وہ اللہ ہے اور لوگوں کو شامل کر کے ذکر جلی کرتا ہے اور حجرہ میں کھڑے ہو کر (وہ جگہ بہت تنگ ہے اس میں کافی جگہ نہیں ہے) نماز نہیں پڑھ سکتا اس گھر میں بیٹھ کر اپنے پیر صاحب کا دھیان کرتا اور نماز پڑھتا ہے۔ سر کے بال گردن کے نیچے تک ہیں اور کسی کو سلام نہ کرتا نہ لیتا ہے، اور باجہ بجا کر گانا گاتا ہے۔ اب اس کے ساتھ ملنا اور دعوت کھانا چاہیے یا نہیں، اور اس کے ہر کام میں شرکت کرنا کیسا ہے۔ اور جو اس کے مکان میں دعوت کھاتے اور اس کے فعل کو اچھا سمجھتے ہیں اور ہر کام میں شرکت کرتے ہیں ان کے لیے کیا حکم ہے اور ایسے

عقیدہ کے لوگوں پر کیا حکم جاری کرنا چاہیے، یہ عقیدہ ٹھیک ہے یا نہیں؟۔اور یہ لوگ علما کو برا بھی سمجھتے ہیں؟۔

از مولوی عبدالمنان عفی عنہ ساکن جٹو باڑا مپور ڈاک خانہ ٹھید ور دریا ضلع نیا گاؤں آسام۔

الجواب

قدم بوسی علما واولیا جائز ہے۔اور بزرگوں کی معمول بلکہ سنت ہے۔ جو پیر قدم بوسی کے لائق ہو اس کی قدم بوسی میں حرج نہیں،اور جو شخص پیری کے لائق نہ ہواس سے بیعت بھی نہیں چاہیے قدم بوسی کیسی؟ تصور شیخ جائز از پس عقیدت۔اور بزرگوں کا طریقہ ہے۔شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ''القول الجمیل'' میں لکھتے ہیں:

"قالوا: الركن الأعظم ربط القلب بالشيخ علىٰ وصف المحبة والتعظيم وملاحظة صورته قلت إن لله تعالىٰ مظاهر كثيرة الخ."

علما فرماتے ہیں: رکن اعظم، پیر کو تعظیم ومحبت کے ساتھ قبلۂ توجہ بنانا ہے،اور اس کی صورت کو دل میں جمالینا۔ میں کہتا ہوں: بے شک اللہ تعالیٰ کے مظاہر کثیر ہیں۔(مترجم)

یہاں تک کہ مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی لکھتے ہیں: جائز ست اکابر بہ نیت پاک ایں عمل کردہ اند بر قبلہ توجہ۔جیسے نماز میں توجہ الی القبلہ ہوتی ہے اور وہ مطلوب ہے یوں ہی پیر کو قبلۂ توجہ بنانا مرغوب ہے۔

پیر کو خدا کہنا یا اس کی صورت کو خدا بتانا کفر خالص اور شرک محض ہے،نری بت پرستی کی طرح ہے۔وہ جاہل ہرگز پیری کے قابل نہیں جو اس صورت کو خدا کہتا ہے جو اپنے ناخن پر خیال کرتا ہے۔ذکر جلی جائز ہے جب کہ کسی مصلی یا نائم یا کسی مریض کی تکلیف کا باعث آرام میں مخل نہ ہو۔تنگ وتاریک حجرہ میں بیٹھنا پیر کا تصور کرنا اس میں حرج نہیں۔بال کاندھوں تک ہوں تو حرج نہیں اس سے زائد ہوں تو زائد ہونا ناجائز ہے۔سلام نہ کرنا برا ہے۔سلام کا جواب واجب ہے۔اس کا ترک بے وجہ شرع گناہ ہے۔باجہ بجانا اور اس پر گانا حرام حرام ہے۔ایسے شخص سے میل جول ربط ضبط ناجائز جب تک وہ توبہ نہ کرے۔اس کے ناجائز امور کے مرتکب ہونے سے جو واقف ہوں اور پھر اس سے ملیں وہ گناہ گار ہیں اور جو اس کے ہم نوا ہیں وہ اسی رسی میں گرفتار۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

ذکر شہادت میں رقت طاری ہونا سوگ نہیں

(۵۷) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سوگ منانے کو مفتی شرع نے بتایا حرام ہے، زید کہتا ہے کہ جب ذکر شہادت ہوتا ہے تو لوگ روتے ہیں یہ کیوں کر؟ کیا سکوت کے عالم میں سننا چاہیے نہ خوشی کرے نہ رنج حکم فرمایا جاے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

سوگ منانا اور بات ہے اور ذکر شہادت میں رقت طاری ہونا اور بات ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

عربی اردو کی خستہ کتابیں جلا کے راکھ محفوظ گوشہ میں دفن کرنے میں حرج نہیں

(۵۸) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

عربی اور اردو کی خستہ کتابیں اور کاغذ یا پرچہ ادب کے خیال سے جلا کر ان کی راکھ کسی گوشہ میں جہاں پر نہ جاسکتے ہوں وہاں دفن کر دیں تو گناہ تو نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

کچھ گناہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

بیعت کے لیے شوہر کی اجازت درکار نہیں

(۵۹) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

(۱) عائشہ بغیر اجازت شوہر ایک پیر کامل کی مرید ہوگئی۔ کیا یہ عائشہ کا مرید ہونا بغیر اجازت شوہر کے درست ہے یا نہیں؟

(۲) زید نے کہا کہ ہولی ان کا پاک تیوہار ہے، مگر یہ اس میں چوری کرتے ہیں، یعنی چوری کے مال سے ہولی جلاتے ہیں۔ تو بکر نے جواب دیا کہ یہ ان کا ناپاک تیوہار ہے، لڑکی ابھی گوبر لیپ کر گئی ہے حکم فرمایا جاے زید مذکور خارج از ایمان تو نہ ہوا؟

(۳)صدیقہ اپنے شوہر کی خدمت چھوڑ کر نیک کمائی کرتی ہے اور کہتی ہے کہ میں اس کی مالک ہوں کیا یہ درست ہے؟

الجواب

بیعت کے لیے شوہر کی اجازت درکار نہیں، ہاں شوہر یا باپ یا برادر وغیرہ یہ دیکھیں کہ یہ شخص پیری کے لائق ہے؟ بے محرم عورت کا کہیں جانا درست نہیں، نہ کسی نامحرم کو اپنے گھر بلانا گھر کے ذمہ دار لوگوں کے علم واطلاع اوران کی تحقیق کے بعد کسی لائق کو پیر بنائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲)زید بے قید توبہ کرے، تجدید ایمان کرے جس نے مشرکوں کے تیوہار کی تعریف کی۔

(۳)صدیقہ جو پاک کمائی کرتی ہے بے شک وہی اس کی مالک ہے۔ شوہر کی واجب خدمت ترک کردی ہے تو گنہ گار ہے، ورنہ گنہ گار بھی نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

بیعت ایک جگہ ہو مگر طلب فیض دوسرے سے بھی کرے تو حرج نہیں

(۶۰) **مسئلہ:**

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

زید کہتا ہے کہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (۷۱) اکہتر جگہ مرید ہوئے ہیں، عمرو کہتا ہے کہ نہیں ایک کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر دوسرے کے دست در دست نہیں ہونا چاہیے؟

الجواب

بے شک ایک جامع الشروط کے ہاتھ پر بیعت صحیح کرے پھر دوسرے سے بیعت ٹھیک نہیں، طلب فیض کرسکتا ہے، (۷۱) اکہتر جگہ یا اس سے بھی زائد سے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حقے اور سگریٹ کا حکم

(۶۱) **مسئلہ:**

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

کیا حقہ پینا یا سگریٹ پینا جائز ہے یا نہیں؟ از روئے شرع کیا ہے جواب عنایت فرما کر مطمئن فرمائیں۔

سائل سید محمد اکبر علی

الجواب

حقہ سگریٹ پینا جائز ومباح ہے حرام نہیں، ہاں حقے کا ایسا دم لگانا جس سے حواس میں خلل آجائے جیسے بعض جاہل رمضان شریف میں کرتے ہیں حرام ہے، بغیر اس کے حقہ مباح ہے، ہاں بودار ہو تو خلاف اولیٰ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ مظفر حسین غفرلہ

الجواب صحیح: سگریٹ پینا نہیں چاہیے اور ایسا حقہ جو بدبو والا ہو جس سے منہ میں بو ہو جائے، اس سے بچنا چاہیے، جو سگریٹ اور حقہ بدبودار نہ ہو اس کے پینے میں کوئی حرج نہیں۔ سگریٹ یا حقہ ایسا پینا جس سے حواس میں خلل آجائے ناجائز ہے، اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا رسالہ مبارکہ حقہ کے بارے میں ''حقۃ المرجان'' ہے، تفصیل کے لیے اسے دیکھیے۔ والمولیٰ وهو تعالیٰ اعلم

داڑھی کے بارے میں شرعی حکم

(۶۲) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

(۱) ڈاڑھی کا رکھنا کیسا ہے، منڈوانا اور کتروانے میں کیا فرق ہے، حضور نے ڈاڑھی کے متعلق کیا فرمایا ہے؟۔ فقط

الجواب

(۱) داڑھی حضور علیہ الصلوۃ والسلام اور جمیع انبیائے کرام کی سنت ہے اور شعار اسلام ہے، داڑھی منڈوانا، حد شرع سے کم کرانا، دونوں ناجائز ہیں۔ داڑھی کا منڈوا دینا ایسا ہی ہے جیسے مسجد کو ڈھا دینا۔ حضور نے بار بار فرمایا ہے کہ داڑھیاں بڑھاؤ اور مونچھیں پست کرو۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا رسالہ مبارکہ ''لمعة الضحیٰ'' دیکھو، اس سے مفصل معلوم کرو، داڑھی بہ قدر ایک مشت رکھنا واجب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) الجواب: محض نیت سے فاتحہ نہ ہوگی، فاتحہ پڑھے گا تو فاتحہ کا ثواب ہوگا۔ ایصال ثواب کی نیت سے کچھ کسی کو دے گا، تو اس دینے کا ثواب ہوگا، فاتحہ پڑھنے کا ثواب جب ہی ہوگا جب فاتحہ پڑھے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بانگ دینے والی مرغی کو ذبح کرسکتے ہیں

مسئلہ: (۶۳)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ان مسائل میں کہ...

(۱) زید ایک مرغی پالے ہوئے ہے، اور شوق رکھتا ہے مرغی سے بوجہ انڈوں کے، لہذا وہ مرغی جو ہر روز بانگ دیتی ہے، بعض لوگوں کا کہنا ہے جلد از جلد اس کو ذبح کردے، یہ کیا ہے، اور زید یہ نہیں چاہتا کہ اس کے گردن پر چھری چلائی جائے، بجواز شرع فرمایا جائے۔

(۲) زید کے آگن میں دو پیڑ ہیں، ایک مہدی دوسرا انار، بعض کا قول ہے کہ دونوں نجس ہیں، اور اگر صحیح ہے تو کس طرح سے جائز ہے، دلیل شرع دی جائے، اور غلط کس صورت سے ہے، کہنا لوگوں کا صحیح ہے یا غلط، گھر میں پیڑ ہونا چاہیے یا نہیں؟۔

الجواب

(۱) اس مرغی کو فوراً ذبح کرنا محض بانگ دینے کی وجہ سے کوئی حکم شرع نہیں، زید پر لازم نہیں کہ اس مرغی کو ذبح کردے، یہ اس کی مرضی پر ہے کہ ذبح کرے نہ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) ان دونوں پیڑوں کا آنگن میں ہونا کوئی حرج شرعی نہیں رکھتا، اسے نجس سمجھنا جہالت ہے، اس خیال سے باز آنا لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ محمد طاہر حسین پورنوی غفرلہ

الجواب صحیح: فی الواقع نہ اس مرغی کو ذبح کرنا چاہیے، نہ ان پیڑوں کو دور کرنا چاہیے، اس کا نہ حکم شرع سے ہے نہ بزرگوں کا ارشاد ہے، معلوم نہیں عوام سے کس عورت یا کس جاہل مرد کی یہ ایجاد ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

فقیر مصطفےٰ رضا قادری غفرلہ

حسن معاشرت کا بیان

مسئلہ: (۶۴)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

خالد نے اپنی عزیزہ بی بی ہندہ کو گھریلو جھگڑے کی بنا پر گھر سے نکال دیا، مگر ہندہ کے والدین نے سمجھا کر واپس خالد کے پاس روانہ کردیا، ہندہ حاملہ تھی، خالد نے اس کو ہسپتال میں بھرتی کروادیا، وہاں پر

ہندہ کا بچہ پیدا ہوا، خالد نے ان پر زبردستی ہندہ کی خلاف مرضی ڈاکٹر سے کہہ کر بچہ دانی ہندہ کی نکلوادی، اور پھر ہندہ کو گھر سے نکال دیا، اور دوسری شادی کرلی، اور نہ ہندہ کے نان پارچہ کا کوئی انتظام کیا، ہندہ کی بچہ دانی نکلوا کر خلاف شرع فعل خالد نے کیا، اس کی کیا سزا ہے؟ از حکم شرع مطلع فرمانے کی تکلیف گوارہ فرمائیں۔

علی محمد

الجواب

زید ظالم، جفا کار، سیاہ کار، مستحق عذاب نار، مستوجب غضب جبار، حق اللہ اور بی بی کے حق میں گرفتار ہے۔ زید پر فرض ہے کہ بی بی سے اس کی معافی چاہے، اور اسے بھلائی کے ساتھ رکھے، یعنی نان ونفقہ وحق زوجہ ادا کرتا رہے، ورنہ بھلائی کے ساتھ طلاق دے کر آزاد کردے، اگر زید بی بی کو بھلائی کے ساتھ نہ رکھے، نہ طلاق ہی دے، تو اس سے واقف حال مسلمان ترک تعلق کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد طاہر حسین پورنوی ۷؍رجب ۱۴۹۰ھ

الجواب صحیح:

اس ظالم، جفا کار، ستم گار، بے حیا، بے شرم، بے غیرت، بدکار نے یہ بدترین حرام کام کیا، اس میں وہ ۲ حرام کا مرتکب ہوا، عورت کہ بچہ دانی نکلوانے پر راضی نہ تھی، اگر اس کو دھوکا دے کر بچہ دانی نکلوادی، تو اس پر کوئی الزام نہیں، مگر ڈاکٹر سے ایسی بے حیائی سے علاج کرایا اس کا وہ بھی مجرم ہے، وہ بے پردہ ڈاکٹر کے سامنے ہوئی، بے ستر ہوئی، ڈاکٹر کو ہاتھ لگانے دیا، یہ سب گناہ کیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

فقیر مصطفیٰ رضا قادری غفرلہ

ریڈیو سننے کا کیا حکم ہے

مسئلہ: (۶۵)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

(۱) ریڈیو سننا کیسا ہے؟ اور ریڈیو میں جو بات ہے اس کو ماننا چاہیے، یا نہیں، اگر مانیں تو کیوں مانیں؟ اور اگر نہ مانیں تو کیوں نہیں مانیں؟ اور ریڈیو میں جو گانا دیتا ہے وہ کیا ہے؟ اس کو سننا چاہیے یا نہیں؟۔

(۲) اگر کوئی مولانا کسی آدمی کو کہے کہ ایسے جی کیا خالی ہاتھ آتے ہو، لاٹھی لے کر آؤ، جب کہ ایک ہی بستی میں دو پارٹی ہے اور پارٹی مسلمانوں کی ہے، اور مولانا مسلمان ہی شخص کو کہہ رہے ہیں تو

اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے۔یا۔وہ جو چیز کہے اس کی بات پر اعتبار ہے یا نہیں،اور وہی ایک دوسرے مولانا ایک لڑکے کے ذریعہ رجسٹرڈ منگواتے ہیں اور رجسٹرڈ رکھ کر کہتے ہیں کہ آپ بھی لکھ کر دیں۔تب ہم رجسٹرڈ دیں گے،جب کہ دوسرے مولانا کو سکریٹری صاحب کہتے ہوتے تھے،رجسٹرڈ کسی کو نہیں دینے کے لیے اس میں پہلے مولانا کو کیا کہیں گے؟اور اس کے پیچھے نماز پڑھیں گے یا نہیں،اور ان کو جھوٹا کہنے لگے یا نہیں،اور ان پر اعتبار نہیں کریں گے یا کریں گے؟

(۳)اگر کوئی مولانا دوسرے مولانا کے پیچھے میں اس کی برائی کریں تو ایسے کو کیا کہیں؟

فقط:محمد مظہر حسین کلیم (عرف تاج الحق) ٹیٹی آئی

ریانی ماری پور پوسٹ مارک پور مظفر پور (بہار)

الجواب

جو گانا ناجائز ہے اس کا سننا ناجائز ومنع ہے،جیسے سامنے شخص سے سنے یوں ہی ریڈیو سے،ہاں نعت پاک بے مزامیر کے مرد تمام سے اور تلاوت قرآن مجید اور جائز خبریں سننے میں کوئی حرج نہیں،جو باتیں صحیح ہوں اسے سننا درست ہے،جو باتیں افواہ ہوں ان پر یقین نہ کریں،جو باتیں کسی سے خود سنیں جو ان کا حکم ہے وہی ریڈیو کے ذریعہ سے سننے کا خبر جو سامنے کسی شخص سے سنے وہ اس سے اقویٰ ہے،جو اس کے ذریعہ ریڈیو سنے،شہادت ریڈیو سے ناجائز ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲)سوال سمجھ میں نہیں آیا،پھر سے صاف سوال تحریر کریں تو جواب ملے گا۔

کسی مسلمان کے مقابلہ میں لاٹھی لے کر آنے کو کہنا بہت برا ہے،مولوی صاحب کو ایسا حکم نہیں کرنا چاہیے،مگر محض اس بنا پر ان کے پیچھے نماز پڑھنے سے احتراز کرنا ٹھیک نہیں،اگر دیگر شرائط امامت ان میں موجود ہوں۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳)کسی مسلمان کی غیبت کرنا اپنے بھائی کا گوشت کھانا ہے۔

قال اللہ تعالیٰ:﴿ أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَن يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتاً فَكَرِهْتُمُوهُ﴾(۱)

غیبت ناجائز وحرام ہے،غیبت کرنے والا احرام کار اشد گنہ گار ہے،اس پر توبہ واستغفار لازم ہے،اگر بطور غیبت نہ کہا،بلکہ ضرورت کے لیے کہا تو گنہ گار نہیں،بلکہ مامور ہونے کے لیے کہا تو مامور ہوگا،کسی بدمذہب کی بدمذہبی کسی فاسق کے فسق کی برائی اس لیے بیان کی کہ لوگ اس کی صحبت سے

---

(۱) [سورۃ الحجرات:۱۲]

بچیں، اگر وہ توبہ نہ کرے اس کا حکم حدیث میں فرمایا:((أذكروا الفاجر بما فيه متى يحذره الناس))(۱) فاسق وفاجر کا عیب بیان کرو، ورنہ اس سے لوگ کیسے بچیں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد طاہر حسین نوری غفرلہ ۲۴/ذی الحجہ ۱۳۸۷ھ

الجواب صحیح: واللہ تعالیٰ اعلم۔

اگر اپنی حفاظت کے لیے لاٹھی ہاتھ میں رکھنے کو کہا کسی پروار کے لیے نہیں تو کوئی الزام نہیں۔

فقیر مصطفیٰ رضا قادری غفرلہ

---

(۱) [تفسیر قرطبي، سورة الحجرات: ۱۲ـ۱۶/۳۳۹]

[روح البیان، سورة الحجرات ۱۱ـ۹/۸۱]

(۳) میلادومجالس

منبر پر بسلسلۂ ذکر رسول وہی حضرات بٹھائے جائیں جو عالم ہوں یا کم ازکم صحیح روایات پڑھنے والے

(۲۶) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

زید کہتا ہے کہ میلاد شریف میں منبر اقدس پر بیٹھنے کے لیے عالم ہونا چاہیے، کیوں کہ علمائے کرام نائب رسول اور پیشوائے دین ہیں۔ عوام الناس کے لیے بیٹھنا روا نہیں، کیوں کہ یہ منبر اقدس حضور سید الانبیا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے منبر کا نمونہ ہے اور اسی سے نسبت ہے۔ لہذا عالم ہونا چاہیے اور عام خواندگان کے لیے قالین یا اور کوئی بہتر بستر پڑھنے والوں کے لیے بچھوا دیا جائے منبر نہ ہونا چاہیے۔ اور بکر کہتا ہے کہ: عالم طور پر لوگ سمجھتے ہیں، لہذا کوئی حرج نہیں ہے اگر حرج ہوتا تو کیوں لوگ کرتے بلکہ بیٹھنا تو درکنار چائے پیتے ہیں اور پان بھی کھاتے ہیں۔ لہذا یہ بتا دیا جائے کہ زید کا فرمان حق ہے یا بکر کا اور ایسے شخص کے لیے جو ذکر پاک میں کوئی کام خلاف ادب کرے کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

منبر ذاکرین کے لیے بچھایا جاتا ہے۔ اس سے تعظیم ذکر مقصود ہوتی ہے، ذاکر علما بھی ہو سکتے ہیں اور وہ جاہل بھی جو علما کی مستند کتب سے پڑھیں، باقی وہ لوگ جو من گڑھت موضوعات بکتے ہیں اگرچہ وہ اپنے آپ کو عالم بتائیں ہرگز منبر کے مستحق نہیں، نہ وہ ان کی روایات کا ذبہ قابل ذکر نہ ان کا سننا جائز۔ ذاکرین میں بعض جماعتیں فساق وفجار پر بھی مشتمل ہوتی ہیں ان فواسق کو منبر نہ دیا جاوے کہ تعظیم ذکر کے ساتھ ان کی بھی تعظیم ہوگی، اور فاسق کی تعظیم ناجائز وگناہ "لو قدموا فاسقاً یاثمون." "اگر لوگوں نے فاسق کو امامت کے لیے مقدم کر دیا تو گنہ گار ہوں گے۔ (مترجم) وہ ذاکرین جو سنی صحیح العقیدہ غیر فاسق معلن ہوں اور کتب معتبرہ مستندہ سے روایات صحیحہ مقبولہ معتمدہ پڑھیں وہ علما کے اس وقت نائب ہیں، انہیں منبر پر بیٹھانے میں حرج نہیں۔ ذکر پاک کے آداب کے خلاف کوئی امر نہ کرنا چاہیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

عشرۂ محرم میں مجالس حسنین کریمین کا انعقاد طریقہ اہل سنت اور محمود ہے

(۶۷) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

از رنگون برما مغل اسٹریٹ ۲۱۰، مرسلہ محمد طیب صاحب سلمہ اواخر ذی القعدہ ۱۵ھ

محرم شریف میں حضرات حسنین کریمین ۔رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ کا ذکر شہادت صحیح روایتوں سے مسلمانوں کو سنانے کے لیے محفلیں منعقد کرنا یا حضرات اہل بیت ۔رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ کو ایصال ثواب کے لیے ان کی نیاز دلانا سنی مسلمانوں کے لیے مذہبی رسوم میں سے ہے یا نہیں، اور ایک سنی مسلمان اس کو اپنی مذہبی رسم کہہ سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

بے شک بے شبہہ حضرات امامین سیدین شہیدین حسنین کریمین ۔رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ کے پاک ذکر مبارک کی مجلس متبرکہ اہل سنت کا طریقہ رضیہ رسم محمودہ مرضیہ ہے۔ محبوبان خدا و پیشوایان دین حبیب کبریا علیہ ثم علیہم التحیۃ والثنا کا ذکر مسلمانوں کے دین میں ذکر خدا ہی ہے کہ:

دردان خدا خدانہ باشند لیکن زخدا جدانہ باشند

ظاہر ہے کہ مسلمانوں کا ان محبوبان الٰہی سے علاقہ ان کی ذوات کے لیے نہیں، اسی لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بزرگان خاص محبوبان بااختصاص ہیں ان کا ذکر وہ اسی لیے کرتے ہیں کہ وہ بارگاہ الٰہی کے خاص مقبول بندے ہیں۔ ان کا ذکر باعث رحمت وبرکت اور کار ثواب ہے، ان کا ذکر خدا کی عبادت اور خدا چاہے تو سبب نجات از عذاب ہے۔ امام سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں:

"عند ذكر الصالحين تنزل الرحمة."(۱)

بزرگوں کے ذکر کے وقت رحمت الٰہی کا نزول ہوتا ہے۔ (مترجم)

اور خاص کر یہ ذکر شہادت تو ارشاد الٰہی: ﴿وَذَكِّرْهُمْ بِأَيَّامِ اللّٰهِ﴾(۲)

---

(۱) [الزهد لأحمد بن حنبل : باب زهد محمد بن سيرين رحمه الله، ۱/۲۶۴]

[احياء علوم الدين للغزالى كتاب آداب العزلة: ۲/۲۳۱]

(۲) [سورة إبراهيم:۵]

اور انھیں اللہ کے دن یاد دلا۔ کے نیچے داخل۔ اس ذکر سے مسلمانوں کا مقصد اپنے ان اماموں کی دینی عظمت دکھانا، حق پر استقامت اور باطل سے نفرت کی ضرورت بتانا، فسق وفجور کی عداوت اور اپنے ان دینی پیشواؤں کی محبت کو جن سے ایمان کو قوت پہنچتی ہے اپنے دلوں کو تازہ کرنا اور دین ومذہب پر اپنی جان ومال عزت وآبرو سب کو نثار وقربان کردینے کا سبق، اپنے ان اماموں کے اس اسوۂ حسنہ سے حاصل کرنا اوروں کو ان کی ہدایت کرنا رغبت دلانا وغیرہ وغیرہ ہے۔

ان مجالس کی رسم بہترین رسم ہے، ان مجالس سے مسلمانوں کے بہت دینی فائدے ہیں، مگر وہابی اور دیوبندی محبوبان خدا کے دشمن ایسے دشمن ہیں کہ وہ ان کا ذکر بھی سننا نہیں چاہتے، بلکہ اتنا بھی نہیں سن سکتے کہ سال بھر میں ایک بار فلاں جگہ ان کا ذکر خیر ہو، اور کیوں چاہیں گے، جانتے ہیں کہ جب تک ان کا ذکر مسلمانوں میں رائج رہے گا مسلمانوں کو ان سے محبت رہے گی، اور جب تک محبوبان خدا۔ مسلمانوں کا علاقہ محبت رہے گا وہ ان کے دام تزویر میں آسانی سے نہ پھنس سکیں گے، ان مجالس مبارکہ اور اس ایصال ثواب کی رسم ایسی ہی رسم ہے جیسے مجلس میلاد مبارک اور گیارہویں شریف کی رسم مسلمانوں میں رائج ہے۔ کون نہیں جانتا کہ یہ دینی ومذہبی مصالح ہیں۔ وہابیوں کے نزدیک جیسے مجلس میلاد شریف وغیرہ ویسے ہی یہ مجالس متبرکہ۔ اصل علت تو وہی محبوبان خدا سے عداوت ہے مگر ہاتھی کے دانت کھانے کے اور، اور دکھانے کے اور ہوتے ہیں۔ لہذا عدم جواز کے لیے کچھ علتیں گڑھی ہیں، ان ہی میں سے ایک یہ ہے کہ چونکہ یہ رسم ہے لہذا حرام ہے، دیوبندیوں کے پیشوا اشرف علی تھانوی کی اصلاح الرسوم دیکھیے:

(۱) ”کھچڑا یا اور کچھ کھانا پکا کر احباب یا مساکین کو دینا اور ان کا ثواب حضرت امام حسین کو بخش دینا اس کی اصل وہی حدیث ہے کہ جو شخص اس دن میں اپنی عیال پر وسعت دے اللہ تعالیٰ سال بھر تک اس پر وسعت فرماتے ہیں، مگر چونکہ اس میں رسوم کی پابندی کر لی ہے اس کو تہوار قرار دیا ہے اس لیے رسم کے طور پر کرنے سے ممانعت کی جاے گی مختصراً۔

(۲) شربت پلانا یہ بھی اپنی ذات میں مباح تھا جب پانی پلانے میں ثواب ہے تو شربت میں کیا حرج تھا مگر وہی رسوم کی پابندی اس میں بھی ہے۔ مختصراً۔

(۳) شہادت کا قصہ بیان کرنا یہ بھی فی نفسہ چند روایات کا ذکر کر دینا ہے فی ذاتہ جائز تھا مگر“ الخ انہیں تو رسم سے چڑھ ہے۔ اس سے کچھ بحث نہیں کہ رسم اچھی ہے یا بری، ان کے نزدیک رسم ہے تو بری ہی ہے۔ نہیں نہیں بات وہی ہے کہ محبوبان خدا کی تعظیم ان کا ذکر، انھیں ایصال ثواب سے چڑھ ہے۔ محبوبان الٰہی کو ایصال ثواب، ان کا ذکر شریف معاذ اللہ اس کی رسم تو بری ہے، بوجہ رسم ہونے کے حرام

ہے، مگراب پیری مریدی کی رسم کیا خلاف کلیت ہے پہلے کچھ وہابیوں کے نزدیک تو وہ بھی شرک تھی مگر اب اس وقت کے وہابی اپنے ان اسلاف کو احمق سمجھتے ہیں کہ ایسے نفع کی بات کو بے وقوف شرک وبدعت بتاتے تھے۔ انھیں ہر وہ بات جس میں وہابی کا مالی فائدہ ہو بالکل حلال ہے۔ انہیں اگر مسلمانوں میں بجائے کھچڑا پکانے، لنگر کرنے، شربت یا سقے سبیل لگانے، مجالس ذکر میں خرچ کرنے کے یہ رسم ہوجائے کہ وہ جو روپیہ ان کاموں میں صرف کرتے ہیں وہابیوں کو مدرسہ یا کسی زر چندہ کے نام سے دے دیں پھر رسم نہایت خوب محبوب ومرغوب ومطلوب ٹھہرے گی۔ ولاحول ولا قوۃ إلاباللہ. واللہ تعالیٰ اعلم۔

نعت اور میلاد پاک وغیرہ کی محافل میں دف بجانا بے ادبی اور ناجائز ہے

مسئلہ: (۶۸)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ان مسائل میں کہ...

ماقولکم دام فضلکم

(۱) دف بجا کر قصائد، نعت، اور حالت قیام میلاد شریف میں صلاۃ وسلام پڑھنا جائز ہے یا ناجائز (دف مع جھانج ہو تو کیا حکم اور بلا جھانج ہو تو کیا حکم)؟

(۲) کسی بزرگ کے قدیم جھنڈے پر پھول چڑھانا، دف بجا کر قصائد، نعت وتوسل پڑھتے ہوئے اس کا جلوس نکالنا، پھر اس جھنڈے کو بہ نیت تبرک مجلس میلاد شریف میں رکھنا اور بعد ختم میلاد شریف ان پھولوں کو تبرک کے طور پر لوٹنا جائز ہے یا ناجائز؟

(۳) کسی درویش کے خیر مقدم میں ان کی راہ میں حسب ذیل کلمات کہتے ہوئے بکرا ذبح کرنا، اور اس بکرے کے خون پر ان بزرگ اور ان کے متبعین کا پیر رکھتے ہوئے چلنا، اور چند قدم آگے چل کر پھر وہی حسب ذیل کلمات کہتے ہوئے دوسرا بکرا ذبح کرنا، اور اس کے خون کو پھر اسی طرح عبور کرنا (نیت عبور وذبح معلوم نہیں) کلمات:

”اللھم منک وإلیک بسم اللہ اللہ أکبر اللھم اجعل صدقۃ إلیٰ روح عبد روس.“

(۴) مذکورہ بکروں اور ان بزرگ کا فوٹو لیا جانا جائز ہے یا ناجائز؟، مدلل بدلائل جواب عطا فرمایا جائے۔ رب العالمین آپ کو اجر عظیم عطا فرمائے۔

از میرٹھ محلّہ مشائخاں ۱۰ مرسلہ مولوی عبدالعلیم صاحب صدیقی ۱۲؍رمضان ۱۳۸۱ھ

الجواب

(۱) ہرگز نہ چاہیے، ظاہر ہے کہ یہ سخت سوے ادب ہے۔ اور اگر جھانج بھی ہوں یا اس طرح بجایا جائے کہ گت پیدا ہو فن کے قواعد پر، جب تو حرام اشد حرام ہے۔ حرام در حرام ہے۔ وهذا الظاهر أن يظهر۔ والله تعالىٰ أعلم۔

(۲) یہ بھی نہ چاہیے۔ جھنڈے پر پھول چڑھانا محض بے معنی۔ دف بجا کر نعت ومنقبت، پڑھنے کا حکم اوپر گزرا۔ ان پھولوں کو تبرک بنانا نری ہوس خام ہے۔ جھنڈے کی کسی بزرگ کی طرف نسبت ہی کے کیا معنی، یہ ایسا ہی ہے جیسے تعزیہ دار فتح نشان کی عظمت حضرت امام عالی مقام کی جانب فرضی نسبت سے کرتے ہیں، فرضی نسبت کیا کار آمد ہے۔ پھر اگر نسبت فرضی نہ ہو مثلاً کسی پیر کے مرید اس کی خانقاہ کے جھنڈے کی ایسی تعظیم کرتے ہوں اس پر پھول چڑھا کر انہیں لوٹتے ہوں جب بھی، کہ یہ غلو ہے۔ اور اللہ عزوجل غلو سے منع فرماتا ہے۔ ارشاد قرآن ہے: ﴿لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ﴾(۱) اپنے دین میں زیادتی نہ کرو۔ محض جھنڈے کا جلوس نکالنا بھی ایسا ہی ہے۔ والله تعالىٰ اعلم۔

(۳) ایسا کرنا بھی غلو ہے۔ اور اگر اس ذبح سے مقصود اس مخلوق کی تعظیم بھی ہے اور ظاہر یہی بتاتا ہے کہ راہ میں ذبح کرنا، اس کے خون پر قدم رکھواتے ہوے لے جانا، پھر اس منظر کا فوٹو لینا یہ سب اسی طرف ناظر۔ اس صورت میں اس کی حرمت میں کیا شبہہ ہے کہ اگر چہ اس میں اللہ تعالیٰ کے نام سے ذبح کئے مگر اس کا ذبح خالصاً للہ نہ ہوا۔ قدوم امیریوں ہی کسی اور معظم کے قدوم پر جو ذبح کیا جاے اس کا حکم فقہاے کرام نے یہی حرمت فرمایا ہے۔ اگر چہ اللہ ہی کے نام پر ذبح کرے۔

تنویر الابصار ودر مختار میں ہے:

"ذبح لقدوم الأمير ونحوه كواحد من العظماء يحرم ؛ لأنه أهلّ به لغير الله."(۲)

کسی امیر کی آمد پر اور اسی طرح کسی اور عظیم شخصیت کے آنے کے مواقع پر ان کی تعظیم کے اظہار کے لیے جانور ذبح کرنا حرام ہے، اس لیے کہ یہ " أهل به لغير الله "کے مفہوم میں ایک طرح سے شامل ہے۔

---

(۱) [سورة النساء:۱۷۱]

(۲) [در المختار، كتاب الذبائح:۹/۳۷۵]

تسمیہ کا مجرد وخالص ہونا شرط ہے اور اس صورت میں وہ مجرد نہیں۔ اس صورت میں اگر چہ ایسا کرنے والوں پر حکم کفر نہ دیا جائے مگر اس کی حرمت میں کوئی اختلاف نہیں۔

درمختار میں ہے:

”هل يكفر؟ قولان: بزازية وشرح وهبانية ـ قلت: وفي صيد المنية أنه يكره ولا يكفر ؛ لأنا لا نسيء الظن بالمسلم أنه يتقرب إلىٰ الآدمي بهذا النحر ـ ونحوه في شرح الوهبانية عن الذخيرة.“(۱)

کیا یہ کفر ہے؟ اس سلسلہ میں دو قول فتاویٰ بزازیہ اور شرح وہبانیہ میں مذکور ہیں۔ میں کہتا ہوں یہ مکروہ ہے کفر نہیں، اس لیے کہ ہم کسی مسلمان سے یہ بدگمانی قائم نہیں کر سکتے کہ وہ اس ذبیحہ سے کسی آدمی کا تقرب سے چاہتا ہو۔ ایسا ہی ذخیرہ سے شرح وہبانیہ میں منقول ہے۔

شامی میں ہے: ”قوله: إنه يتقرب إلىٰ الآدمي، أي : على وجه العبادة ؛ لأنه المكفر وهذا بعيد من حال المسلم ، فالظاهر أنه قصد الدنيا أو القبول عنده بإظهار المحبة بذبح فداء عنه لكن لما كان في ذلك تعظيم له لم تكن التسمية مجردة لله تعالىٰ حكماً كما لو قال بسم الله واسم فلان حرمت ولا ملازمة بين الحرمة والكفر.“(۲)

ترجمہ: انسان کے تقرب کے لیے، یعنی بطور عبادت، اس لیے کہ یہ کفر ہے، اور یہ مسلمان سے بعید ہے۔ لہذا ظاہر یہی ہے کہ اس کا مقصود دنیا ہے، یا اس آنے والے شخص سے اپنی محبت کا اظہار جانور ذبح کر کے کرنا چاہتا ہے، لہذا اس ذبیحہ میں اس کی تعظیم شامل ہے تو یہ خالص اللہ تعالیٰ کے نام ذبیحہ نہ ہوا، جیسے کوئی کہے: اللہ تعالیٰ اور فلاں کے نام پر ذبح کرتا ہوں تو حرام ہوگا۔ اور حرمت وکفر دونوں میں تلازم نہیں۔

اسی میں ہے: اور حرمت وکفر دونوں میں تلازم نہیں۔

”لا يقصد معها تعظيم مخلوق لما سيأتي أنه لو ذبح لقدوم أمير ونحوه يحرم ولو سمي.“(۳)

ذبیحہ سے مقصود کسی مخلوق کی تعظیم نہ ہو جیسا کہ عن قریب آرہا ہے کہ کسی نے کسی امیر وغیرہ کی آمد پر

---

(۱) [در المختار، كتاب الذبائح: ۳۷۵/۹]

(۲) [ردالمحتار على الدر المختار، كتاب الذبائح: ۳۷۵/۹-۳۷٦]

(۳) [ردالمحتار، كتاب الذبائح: ۳٦٤/۹]والله تعالىٰ اعلم۔

جانور ذبح کیا تو وہ حرام ہے، خواہ بوقت ذبح تسمیہ پڑھا ہو۔

اس کا مقصود اس کے ساتھ مخلوق کی تعظیم نہیں جو عنقریب آئے گا، کیوں کہ اگر قدومِ امیریوں ہی کسی اور معظم کے قدوم پر جو ذبح کیا جائے حرام ہے، اگر چہ اللہ ہی کے نام پر ذبح کرے۔ (مترجم)

(۴) جاندار کا فوٹو کھینچنا کھنچوانا حرام ہے۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم۔

میلاد شریف کی محفل میں بیان ہونے والی ایک روایت تحقیق طلب

(۶۹) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

نحمده و نصلی علیٰ رسوله الكريم۔

اکثر کتب میلاد شریف میں یہ روایت منقول ہے کہ جب آمنہ خاتون حاملہ ہوئیں تو تین سو عورتیں رشک وحسد سے مر گئیں یہ روایت صحیح ہے یا غلط؟ بینوا توجروا

از شہر محلہ گندہ نالہ پل قاضی مسئولہ سوداگر محمد خلیل صاحب رضوی ۱۸/ ج ۲،۴۵ھ

الجواب

میں نے کسی کتاب معتبر میں یہ روایت نہیں دیکھی، اتنا معلوم ہے کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کا نور کریم جب حضرت خلیل جلیل سیدنا ابراہیم علیہ الصلاۃ والتسلیم سے حضرت ہاجرہ کو ملا ہے تو حضرت سارہ کو رشک ہوا اور وہی رشک حضرت ہاجرہ کے مکہ معظّمہ کو ہجرت کا باعث ہوا۔ اور یہ بھی معلوم ہے کہ حضرت سیدنا عبداللہ والد ماجد حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اس نور کریم کے فیض حسن وجمال کے سبب بہت زنان قریش عاشق تھیں، ہر ایک کی دلی آرزو تھی کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے دام میں پھانسے، راہ میں بیٹھی آپ کا انتظار کیا کرتی تھیں مگر نور محمدی علیہ الصلاۃ والسلام کی برکت سے آپ ان میں سے کسی کے دام تزویر میں نہ آئے اور گناہ سے محفوظ رہے۔ كما في مدارج النبوة للشيخ المحقق عبد الحق المحدث الدهلوي قدس سره

تو ایسا ہونا کوئی تعجب خیز نہیں، ممکن ہے ایسا ہوا ہو، میرے سامنے جو چند کتابیں آئیں اور میں نے ان میں نہ پایا اس سے یہ لازم نہیں کہ یہ من گھڑت ہو۔ جو لوگ لکھتے ہیں انہوں نے کسی معتبر کتاب میں پایا ہوگا ان کی جانب بدگمانی کیوں کی جائے کہ گڑھ کر لکھ دیا، عدم وجدان وجدان عدم نہیں، ہاں ہم اس وقت تک اسے بیان بھی نہ کریں گے جب تک معتبر کتاب میں نہ پائیں۔ حاصل یہ کہ ہم نہ اس کا اقرار کرتے ہیں جب تک کسی معتبر کتاب سے نہ پائیں اور نہ انکار کہ مسلمان لکھتے ہیں اور ایسا ہونا ممکن۔ تو ان کی جانب

بدگمانی نہیں کر سکتے کہ دل سے گڑھ کر لکھ دی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

قیام مجلس میلاد وغیرہ مستحسن ہے

(۷۰) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

(۱) میلاد شریف میں قیام کرنا جائز ہے یا کہ نہیں؟

(۲) سامنے کھانا یا شیرینی وغیرہ رکھ کر فاتحہ کرنا جائز ہے یا کہ نہیں؟

از قصبہ مکھر محلّہ شیر پور ضلع بستی عبدالحامد قادری اشرفی ۱۶ر رمضان المبارک ۱۳۵۷ھ

الجواب

(۱) قیام۔ مجلس میلاد جائز ومندوب ومستحسن ہے اور اس زمانہ میں کہ اس کا انکار وہابیت کا شعار ہے قیام کرنا متا کد ہے۔ تفصیل اگر منظور ہو تو رسالۂ مبارکہ ''اقامۃ القیامہ'' تصنیف لطیف اعلیٰ حضرت سیدنا الوالد الماجد مجدد المأۃ الحاضرہ قدس سرہ ملاحظہ کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) جائز ہے۔

فتاویٰ عزیزیہ حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی قدس سرہ میں ہے:

''فاتحہ بر شیرینی یا طعام نمودہ تقسیم درمیان حاضراں نمایند ایں قسم معمول درزمانۂ پیغمبر خدا وخلفائے راشدین نہ بود، اگر کسے ایں طور بکند باک نیست، زیرا کہ دریں قسم ہیچ قبیح نیست بلکہ فائدہ احیا واموات را حاصل می شود۔''

لوگ شیرینی یا کھانے پر فاتحہ کر کے حاضرین کے درمیان تقسیم کرتے ہیں، یہ عمل حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے زمانۂ مبارکہ میں نہ تھا، کوئی شخص اس طرح کرتا ہے کوئی حرج کی بات نہیں، کہ اس طرح کے کاموں میں زندہ ومردہ دونوں کا فائدہ ہے۔ (مترجم)

اسی میں ہے:

''اگر مالیدہ وشیر برنج بنا بر فاتحہ بزرگ بقصد ایصال ثواب بروح ایشاں پختہ بخورانند مضائقہ نیست جائزست واگر فاتحہ بنام بزرگے دادہ شد پس اغنیا را ہم خوردن ازاں جائزست۔''

اگر کسی بزرگ کی فاتحہ کے لیے ان کی روح مبارک کو ایصال ثواب کے قصد سے ملیدہ اور کھیر پکائیں اور کھلائیں تو مضائقہ نہیں، جائز ہے۔ اور اگر کسی بزرگ کے نام کی فاتحہ دی جائے تو اس میں اغنیا کو

کھانا بھی جائز ہے۔(مترجم)

زیادہ تفصیل مطلوب ہو تو رسالہ مبارکہ ''الحجۃ الفائحہ'' تصنیف شریف اعلیٰ حضرت قدس سرہ مطالعہ کریں۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

عورتوں کا میلاد شریف پڑھنا کہ آواز گھر میں رہے غیر محرم نہ سنیں تو حرج نہیں

مسئلہ: (۷۱)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

مستورات کو میلاد شریف پڑھنا ایسی مجلس میں کہ جس میں صرف مستورات ہی ہوں جائز ہے یا نہیں؟ سعید احمد باغ بیراگی۔

الجواب

ہاں اگر غیر محرم تک آواز نہ جائے تو اتنی آواز سے کہ گھر کے اسی حصہ میں رہے جہاں عورتیں ہوں غیر محرم ان کی آواز نہ سنیں تو اتنی آواز سے پڑھیں اس میں حرج نہیں۔

وہابیوں سے میل جول رکھنے والے سے میلاد شریف نہ پڑھوائیں

مسئلہ: (۷۲)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

زید میلاد شریف پڑھتا ہے اور وہابیوں کی صحبت میں بیٹھتا ہے اور وہابیوں کی بنائی نثر بھی پڑھتا ہے۔زید نے روایت کی کہ: حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دفن کرنے کے وقت ایک صحابی نے خطاب کیا کہ اے قبر یہ بیٹی ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی۔زوجہ ہیں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی۔اور والدہ ہیں حسن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی۔تو قبر سے آواز آئی کہ یہ جگہ حسب ونسب بیان کرنے کی نہیں ہے یہاں عمل صالح کا ذکر کرو، چین اسی کو ملے جس کے عمل اچھے ہوں گے۔یہ روایت صحیح ہے یا غلط ہے۔اگر غلط ہے تو اس کے پڑھنے والے کو کیا حکم؟۔زید جو وہابیوں کی صحبت میں بیٹھتا ہے، وہابیوں سے میل جول رکھتا ہے اور ان کے پاس بیٹھ کر انہی کی سی گفتگو کرتا ہے، زید سے میلاد شریف پڑھوانا جائز ہے یا ناجائز ہے۔اور زید کے لیے کیا حکم ہے؟ ازشہر

الجواب

ایسا شخص جو وہابیوں سے میل جول رکھتا ہے، اتنا ہی نہیں بلکہ ان کے پاس بیٹھ کر ان کی ہاں میں

ہاں ملاتا ہے، اس سے ہرگز میلاد مبارک نہ پڑھوائیں، اسے واعظ مسلمین نہ بنائیں۔ یہ روایت میں نے کہیں نہ دیکھی جو بیان کرتا ہے، وہ کس کتاب معتبر کی بیان کرتا ہے ثبوت پیش کرے۔ اگر کسی معتبر کتاب کی روایت یہ ہو بھی جب بھی اس سے اس کا اگر یہ مطلب ہو کہ نسب نبوی قطعاً غیر نافع ہے تو یہ مطلب مردود ہے۔

حدیث میں ہے:

((مابال أقوام يزعمون أن قرابتي لا تنفع۔ كل سبب ونسب منقطع يوم القيامة إلا نسبي وسببي، فإنها موصولة في الدنيا والآخرة.))(۱)

کیا حال ہے ان لوگوں کا کہ زعم کرتے ہیں کہ میری قرابت نفع نہ دے گی، ہر علاقہ ورشتہ قیامت میں منقطع ہو جائے گا، مگر میرا رشتہ اور علاقہ کہ دنیا و آخرت میں جڑا ہوا ہے۔ (مترجم)

اس کے سوا، اور بھی احادیث ہیں۔ اور حضور علیہ الصلاۃ والسلام کا نسب کریم تو حضور کا نسب کریم ہے، حضور کے صدقہ میں اوروں کے نسب بھی نافع ہوتے ہیں۔ خود قرآن عظیم سے نفع نسب کا حال معلوم۔ انبیا و اولیا سے نسبت نسبی ہو یا سببی وہ نافع ہوئی ہے اور اس کا انکار نہ کرے گا مگر وہابی۔ وہ ایک آنکھ کھولتا ہے، اور ایسی حدیثیں دیکھ لیتا ہے، جو تفاخر بالانساب کے رد کی ہیں، اور دوسری پٹ کر لیتا ہے۔

حدیث میں جہاں یہ فرمایا ہے: "يابني هاشم لا يأتين الناس يوم القيامة بالآخرة يحملونها علىٰ ظهورهم وتاتون بالدنيا علىٰ ظهوركم، لا أغني عنكم من الله شيئاً."(۲)

اے بنی ہاشم! خبردار: ایسا نہ ہو کہ قیامت کے روز لوگ آخرت کو اٹھا کر لائیں اور تم رشتہ داری پر دنیا اٹھائے ہوئے آؤ، میں اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں تمھیں کسی چیز کا کوئی فائدہ نہیں دوں گا۔ (مترجم)

یہاں تک کہ حضرت سیدتنا فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت صفیہ بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو خطاب خاص فرمایا:

((يافاطمة بنت محمد! يا صفية بنت عبد المطلب! يابني عبد المطلب! لا أملك لكم من الله شيئاً غير أن لكم رحماً سأبلها ببلالها.))(۳)

---

(۱) [مجمع الزوائد، كتاب النبوة ،باب كرامة أصله:۸/۲۱۶]

(۲) [كنز العمال، كتاب المواعظ ولرقائق قسم الأقوال حديث:۴۳۷۴۴ـ ۹/۱۶]

(۳) [كنز العمال، كتاب المواعظ ولرقائق قسم الأقوال ،حديث:۴۳۶۹۳:۱۶/۵]

اے فاطمہ محمد کی بیٹی! اے صفیہ عبد المطلب کی بیٹی! اے عبد المطلب کی اولاد! میں اللہ کے مقابل تمہارے لیے کسی چیز کا مالک نہیں ہوں، سوا اس کے کہ تم سے رشتہ داری ہے جس کی تری کو میں تر رکھوگا۔ (مترجم)

وہابی ایک بھی پوری نہیں کھولتا کہ پوری کھولتا تو اسے یہ نظر آتا۔ ”غیر أن لکم رحماً سأبلها ببلالها.“ حضور مقام تخویف میں اپنے اہل بیت کو خشیۃ اللہ اور تقویٰ وطاعت پر ابھارنے کے لیے ایسا ارشاد فرماتے ہیں، اس کا یہ مطلب نہیں کہ نسب محض ضائع ہے اس سے کوئی نفع نہیں۔

امام ابن حجر مکی ہیتمی صواعق محرقہ میں فرماتے ہیں:

”تنبيه: علم مما ذكر في هذه الأحاديث عظيم نفع الانتساب إليه ـ صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ـ ولا ينافيه مافي أحاديث آخر من حثه لأهل بيته علىٰ خشية الله واتقائه وطاعته وأن القرب إليه يوم القيامة إنما هو بالتقوىٰ، ووجه عدم المنافاة كما قاله المحب الطبري وغيره من العلماء أنه ـ صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ـ لا يملك لأحد شيئاً لا نفعاً ولا ضراً لكن الله عزوجل يملكه نفع أقاربه بل وجميع أمته بالشفاعة والعامة والخاصة فهو لا يملك إلا ما يملكه له مولاه كما أشار إليه بقوله: غير أن لكم رحماً سأبلها ببلالها وكذا كذا ـ معنى قوله: لا أغنى عنكم من الله شيئاً أي: بمجرد نفسي من غير ما يكرمني به الله من نحو شفاعة أو مغفرة، وخاطبهم بذلك رعاية لمقام التخويف والحث علىٰ العمل والحرص علىٰ أن يكونوا أولىٰ الناس حظا في تقوىٰ الله وخشيته، ثم أوما إلىٰ حق رحمه إشارة إلىٰ إدخال نوع طمانينة عليهم، وقيل هذا قبل علمه بأن الانتساب إليه ينفع وبأنه يشفع في إدخال قوم الجنة بغير حساب ورفع درجات آخرين وإخراج قوم من النار ـ ولما خفي ذلك الجمع عن بعضهم حمل حديث كل سبب ونسب علىٰ أن المراد أن أمته ـ صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ـ يوم القيامة ينسبون إليه بخلاف أمم الأنبياء لا ينسبون إليه وهو بعيد وإن حكاه وجهاً في الروضة بل يرده ما مر من استناد عمر إليه في الحرص علىٰ تزوجه بأم كلثوم وإقرار علىٰ المهاجرين والأنصار له علىٰ ذلك، ويرده أيضاً ذكر الصهر والحسب مع السبب والنسب كما مر وغضبه ـ صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ـ لما قيل: إن قرابته لا تنفع الخ.“(۱)

---

(۱) [الصواعق المحرقہ: ۱۵۷، ۱۵۸]

اسی میں ص:۲۰۴ پر ہے:"لا ينافي هذه الأحاديث ما في الصحيحين وغيرهما أنه لما نزل قوله تعالىٰ:﴿وانذر عشيرتك الأقربين﴾خرج فجمع قومه ثم عم وخص بقوله: لا أغنى عنكم من الله شيئاً، حتى قال: يا فاطمة بنت محمد أما؛ لأن هذه الرواية محمولة علىٰ من مات كافراً أو أنها خرجت مخرج التغليظ والتنفير أو إنها قبل علمه بأنه يشفع عموماً وخصوصاً الخ."(۱)

یہ احادیث منافی نہیں ہیں ان احادیث کے جو صحیحین وغیرہ میں ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کا فرمان"وأنذر عشيرتک الأقربين"نازل ہوا تو آپ نے اپنی قوم کو جمع فرمایا پھر اپنے قول"لا أغني عنكم من الله شيئاً"کو عام وخاص دونوں طریقے سے بیان فرمایا کہ اے فاطمہ بنت محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) یا تو اس لیے کہ یہ روایت محمول ہے اس شخص پر جو کافر مرا، یا یہ کہ روایت تغلیظ وتنفیر کے طور پر بیان ہوئی، یا یہ کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس بات کے علم سے پہلے کی بات ہے کہ وہ شفاعت عامہ وخاصہ فرمائیں گے۔(مترجم)

اسی میں ص:۲۱۳/پر ہے:

"صلاح الذرية ينفع في الآخرة فقد صح عن ابن عباس -رضى الله تعالىٰ عنهما في قوله تعالىٰ:الحقنابهم ذريتهم أنه قال: إن الله يرفع ذرية المؤمن معه في درجته يوم القيامة وإن كانوا دونه في العمل وصحّ عنه أيضاً في قوله تعالىٰ:وكان أبوهما صالحاً أنه قال حفظا بصلاح أبويهما وما ذكر عنهما صلاحاً وقال سعيد بن جبير يدخل الرجل الجنة فيقول اين أبي اين أمي اين ولدي اين زوجي فيقال له إنهم لم يعملوا مثل عملك- فيقول: كنت أعمل لي ولهم، فيقال لهم: ادخلوا الجنة - ثم قرأ جنٰت عدن يدخلونها ومن صلح من آبائهم وأزواجهم وذريتهم فإذا نفع الأب الصالح مع أنه السابع كما قيل في الآية وعموم الذرية فما بألك بسيد الأنبياء والمرسلين بالنسبة إلىٰ ذريته الطيبة الطاهرة المطهرة، وقد قيل إن حمام الحرم إنما أكرم؛ لأنه من ذرية حمامتين عششتا علىٰ غار ثور الذي اختفى فيه -صلى الله تعالىٰ عليه وسلم- عن خروجه من مكة للهجرة الخ-والله تعالىٰ اعلم-"(۱)

---

(۱) [الصواعق المحرقه:۲۳۱] (۲) [الصواعق المحرقه:۲۴۲]

اولاد کی صلاح آخرت میں نفع بخشے گی۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما زیر آیت:
﴿أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ﴾ (۱) ہم نے ان کی اولاد ان سے ملادی۔
روایت کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ بروز قیامت مومن کی ذریت کو اس کے درجہ میں، اس کے پاس اٹھالے گا، اگر چہ وہ عمل میں اس سے کم ہو۔ نیز حضرت عبداللہ بن عباس زیر آیت: ﴿وَكَانَ أَبُوهُمَا صَالِحًا﴾ (۲) اور ان کا باپ نیک تھا۔
روایت کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کے باپ کی صلاح کا لحاظ فرمایا گیا، ان کی اپنی صلاح کا کوئی ذکر نہ فرمایا۔ حضرت سعید بن جبیر فرماتے ہیں: جب آدمی جنت میں جائے، اپنے ماں باپ، اور اہل وعیال کو پوچھے گا، ارشاد ہوگا: انھوں نے تیرے جیسا عمل نہیں کیا (اس لیے وہ تیرے درجے اور عمل کو نہ پہنچے) عرض کرے گا: میں نے اپنے اور ان سب کے نفع کے لیے اعمال کیے تھے۔ ان سب کو حکم ہوگا: جنت میں داخل ہو جاؤ۔ پھر آپ نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی:
﴿جَنّٰتُ عَدْنٍ يَدْخُلُونَهَا وَمَنْ صَلَحَ مِنْ آبَائِهِمْ وَأَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ﴾ (۳)
بسنے کے باغ جن میں وہ داخل ہوں گے اور جو لائق ہوں ان کے باپ دادا اور بی بیوں اور اولاد میں۔
تو جب ساتویں درجہ کا نیک باپ نافع ہو سکتا ہے، جیسا کہ آیت میں فرمایا گیا، اور یوں ہی عام ذریت تو پھر امام الانبیا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پاکیزہ پاک طینت نسل واولاد، جنھیں آپ سے عظیم نسبت حاصل ہے، کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟۔ کہا گیا ہے کہ: حرم شریف کے کبوتر قابل اکرام ہیں، کیوں کہ یہ ان دو کبوتروں کی نسل سے ہیں جنھوں نے غار ثور پر گھونسلا بنایا تھا، جس میں آپ ہجرت کے موقع پر مکۃ المکرمہ سے تشریف لاتے وقت روپوش ہوئے تھے۔ (مترجم)

شہادت نامہ جس میں روایات صحیح ہوں پڑھنا اچھا ہے

مسئلہ: (۷۳)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...
شہادت نامہ، جنگ نامہ، نور نامہ، داستان امیر حمزہ پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

---

(۱) [سورۃ الطور:] (۲) [سورۃ الکہف:۸۲]
(۳) [سورۃ الرعد:۲۳]

الجواب

شہادت نامہ جس میں تمام تر صحیح صحیح روایات ہوں اس کا پڑھنا اچھا ہے، جیسے آئینہ قیامت اور جو غلط وباطل روایات پر مشتمل ہو اس کا پڑھنا سخت برا، اور ناجائز ہے۔ جنگ نامہ، نورنامہ دیکھا نہیں وہ اگر غلط روایات افترات پر مشتمل ہوں تو ان کا حکم یہی ہے کہ ان کا پڑھنا جائز نہیں۔ داستان امیر حمزہ از سرتاپا کذب وبہتان افترا وطوفان محض دروغ بے فروغ ہے اور اتنا ہی نہیں چوں کہ اس کا مصنف رافضی تھا اس میں جابجا صحابۂ کرام پر تبرا ہے اس کا پڑھنا حرام حرام حرام ہے۔ **واللہ تعالیٰ اعلم۔**

(۴) فاتحہ وایصال ثواب

فاتحہ خاص مزار کے پاس ہی ضروری نہیں

(۷۴) **مسئلہ:**

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

بزرگوں کی فاتحہ مزار کے سامنے دلانا افضل ہے یا مزار سے علاحدہ؟ بینوا توجروا۔

الجواب

فاتحہ مستحب ہے چاہے جہاں ہو اور مزار کے پاس یوں اور بھی اچھا ہے کہ قریب مزار میں قرآن عظیم کی تلاوت بیک کرشمہ دو کار ہوگی۔ فاتحہ کا ایصال ثواب بھی اور وہاں تلاوت قرآن عظیم بھی جس سے میت کو فرح وسرور اور انس وانبساط ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ہندو کی لائی ہوئی شیرینی پر کس طرح فاتحہ پڑھے

(۷۵) **مسئلہ:**

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

ہندو اگر شیرینی لاے اور کہے فاتحہ دے دو کسی بزرگ کی یا پیغمبر علیہ السلام کی تو فاتحہ دینا درست ہے اور فاتحہ دے کر ہندو کو شیرینی دے دی جاوے یا مسلمانوں کو تقسیم کر دی جاوے۔

الجواب

ہندو سے شیرینی لے کر اپنی کر کے اپنے آپ فاتحہ دے کر اپنی سمجھ کر تقسیم کر دیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ ہندو کی چیز پر فاتحہ نہیں ہو سکتی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

فاتحہ جائز ومستحب ہے اور اصل اشیا میں اباحت ہے

(۷۶) **مسئلہ:**

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

فاتحہ مروجہ جائز ہے یا نہیں، اگر جائز ہے تو جواز کی دلیل کیا ہے؟ بعض لوگ جواز فاتحہ کی دلیل یہ

بیان کرتے ہیں کہ: ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سیدنا حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن حضور پرنور شافع یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے تیسرے روز اونٹنی کا دودھ اور جو کی روٹی اور کھجور لے کر دربار رسالت میں حاضر ہوئے اور حضور کے سامنے رکھ دیا، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دست اقدس اٹھا کر فاتحہ پڑھی۔ ایک بار الحمد شریف اور تین بر قل ہو اللہ شریف اور **اللھم صل علیٰ محمد انت بھا وھو بھا** تلاوت فرمائی پھر ان چیزوں کو تقسیم فرما دیا۔ کیا یہ حدیث صحیح ہے؟۔ مع دلائل واضح بیان فرمائیں۔

از پورنیہ ڈاک خانہ بائسی ہاٹ موضع منشی ٹولہ تارا باری
مرسلہ منشی محمد کرامت حسین قادری رشیدی سنی حنفی

الجواب

فاتحہ مروجہ ضرور جائز و مستحب ہے۔ جو نا جوازی کا مدعی ہو قاعدہ سے دلیل ان کے ذمہ ہے کہ

"الأصل في الأشياء الإباحة"

جب اباحت اصل ہے تو جائز کہنے والے کو یہی بس ہے، ناجائز بتانے والا بتائے کہ وہ کہاں سے اور کس دلیل سے اسے ناجائز کہتا ہے۔ کیا قرآن میں کسی طرح اس کی ناجوازی کا بیان ہے، یا حدیث نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم میں، یا کسی امام مجتہد نے اسے ناجائز بتایا ہے؟ فاتحہ نام ہے کچھ قرآن خوانی و درود خوانی کا اور برائے ایصال ثواب کوئی خوردنی یا نوشیدنی یا کسی کام کی کوئی شی دینے کا اور دعائے ایصال ثواب کا۔ کوئی مسلمان ہے جو قرآن خوانی کو جائز تو جائز مستحب نہیں مانتا، یوں ہی درود خوانی۔ کون مسلمان ہے جو صدقہ و بر و صلہ کو مستحب نہیں جانتا ہے۔ کون مسلمان ہے جو دعا کو مستحب نہیں جانتا۔ احاد سب مستحب ہوں، اور مجموع حرام و ناجائز و بدعت، یہ نجدیوں کی ہی مت ہے۔ احادیث شریفہ سے یہ بات روز روشن کی طرح آشکار ہے کہ عبادت بدنی اور مالی کا ثواب میت کو پہنچایا جا سکتا ہے۔ اور پہنچتا ہے اور میت اس سے خوش ہوتی ہے۔

حدیث میں ہے: ((عن انس رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه۔أنه سأل رسول اللّٰہ۔صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم۔فقال: یا رسول اللّٰہ ! إن نتصدق عن موتانا ونحج عنهم وندعولهم فهل یصل ذلك إلیهم ؟۔فقال: نعم ، إنه یصل ویفرحون به کما یفرح أحدکم بالطبق إذا اهدیٰ إلیه.))(۱)

---

(۱)[حاشیة الطحاوي علی مراقي الفلاح بشرح نور الإیضاح، کتاب الصلاة،فصل في زیارة القبور:۶۲۱]

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیا، عرض کیا: یارسول اللہ! اگر ہم اپنے مردوں کی طرف سے صدقہ کریں، حج کریں، اور ان کے لیے دعا کریں تو کیا ان چیزوں کا ثواب انھیں ملتا ہے۔ ارشاد فرمایا: ہاں، بے شک ثواب پہنچتا ہے، اور وہ اس سے ایسے ہی خوش ہوتے ہیں جس طرح ہدیہ ملنے کے وقت تم خوش ہوتے ہو۔ (مترجم)

دوسری حدیث میں ہے:

((عن عليّ -رضى الله تعالىٰ عنه- أن النبي- صلى الله تعالىٰ عليه وسلم- قال من مر على المقابر. فقرأ (قل هو الله أحد) إحدىٰ عشرة مرة ثم وهب أجره الأموات أعطى من الأجر بعدد الأموات.))(۱)

امیر المؤمنین حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس کا قبرستان سے گزر ہوا، اور اس نے گیارہ بار قل ھو اللہ شریف پڑھ کر اس کا ثواب مردوں کو ایصال کیا تو تمام مردوں کے برابر اس کو ثواب ملے گا۔ (مترجم)

ہمارے علما نے اسی بنا پر تصریح فرمائی کہ انسان اپنے عمل کا ثواب غیر کو پہنچا سکتا ہے۔ اہل سنت کا یہی مذہب ہے۔ وہ عمل نماز ہو یا روزہ، حج ہو یا صدقہ، قراءت قرآنی ہو یا اذکار، یا ان کے سوا انواع بر سے، اور وہ میت کو پہنچتا ہے اور اسے نفع بخشتا ہے مثلاً:

امام زیلعی سے مراقی الفلاح علامہ طحطاوی میں ہے:

"فللإنسان أن يجعل ثواب عمله لغيره عند أهل السنة والجماعة صلاة كان أو صوماً، أو حجاً، أو صدقةً، أو قرأة للقرآن، أو الأذكار أو غير ذلك من أنواع البر، ويصل ذلك إلىٰ الميت وينفعه."(۲)

انسان اپنے عمل کا ثواب غیر کو ایصال کرسکتا ہے، یہی اہل سنت وجماعت کا مذہب ہے، وہ عمل نماز ہو یا روزہ یا حج ہو یا صدقہ ہو یا قراءت قرآنی، یا اذکار یا ان کے سوا انواع بر سے، اور وہ میت کو پہنچتا ہے اور اسے نفع بخشتا ہے۔

فاتحہ میں قرأت قرآنی واذکار ودعا اور صدقات وغیرہ انواع بر کے سوا اور کیا ہے جس کے سبب

---

(۱) [كنز العمال، كتاب الموت: ٤٢٥٨٩ــــ ٢٧٦/١٥]

(۲) [حاشية الطحطاوي على المراقي: كتاب الصلاة، فصل في زيارة القبور: ٦٢٢٩:٦٢١]

اس کی حرمت وشرک وبدعت کا قول کیا جاتا ہے۔علامہ طحطاوی کی عبارت سے معلوم ہوا کہ اہل سنت تو اسے جائز ہی سمجھتے ہیں کہ آدمی نیک کام کرے اور اس کا ثواب دوسروں کو پہنچائے تو جو اسے نہیں مانتا وہ یقیناً اہل سنت کا خلاف کرتا ہے۔وہ حدیث جو سوال میں مذکور ہے میری نظر میں ثابت نہیں۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

تبارک ایصال ثواب ہے اور مستحب مستحسن

مسئلہ: (۷۷)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

لوگ تبارک کرتے ہیں، یہ فرض وواجب وسنت ہے یا نہیں؟۔رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا صحابہ کرام نے یا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کرنے کا حکم دیا ہے یا کیا ہے کہ نہیں؟

ازمحلہ ملوک پور۔مستفتی عبدالرحمٰن خاں معرفت بلد خاں۔

الجواب

تبارک ایصال ثواب ہے، ایصال ثواب مستحب و مستحسن ہے۔حضور نے بھی ایصال ثواب کیا ہے، صحابۂ کرام نے بھی، امام اعظم نے بھی ایصال ثواب کو اچھا مانا و کار ثواب جانا ہے۔اور پھر قیامت تک جو نیا طریقہ اچھا نکالے وہ اچھا ہی ہے اس کے نکالنے والے کے لیے خود اس کا ثواب ہے اور جتنے قیامت تک اس اچھے طریقہ کو برتیں ان سب کے ثواب کے برابر ثواب بھی۔

خود حدیث میں ارشاد ہوا:

((من سن في الإسلام سنة حسنة فله أجرها وأجر من عمل بها."(۱)

جس نے اسلام میں اچھا طریقہ ایجاد کیا تو اس سب پر عمل کرنے والوں کے برابر اس کو ثواب ملے گا۔(مترجم)

جو لوگ پکی مسجدیں بناتے ہیں، گنبد منارے تعمیر کرتے ہیں، مدرسہ انجمنیں بناتے ہیں، ان کے قواعد وضوابط تیار کرتے ہیں، مدرسہ میں طرح طرح کے فنون کی تعلیمیں مقرر کرتے ہیں اور تدریس کے ایام معین کرتے ہیں، مسجدوں میں امامت اور مؤذنی اور مدرسوں میں مدرسی وغیرہ پر اجرتیں ٹھہراتے ہیں، یہ سب امور فرض، واجب، سنت، مستحب ہیں، یا کیا؟۔حضور علیہ الصلاۃ والسلام اور صحابۂ کرام اور

(۱) [مشکاة المصابیح. کتاب العلم:۱/۳۳]

امام ابوحنیفہ اور ائمہ کرام نے ایسا کرنے کا حکم دیا ہے یا نہیں؟ بلکہ قربت پر اجرت سے خود حضور نے منع فرمایا ہے۔ متقدمین فقہا نے اس کی حرمت کا قول کیا ہے یا نہیں؟ تو اذان پر اجرت، امامت پر اجرت، مدرسی پر اجرت، وعظ کی اجرت باوجود ممانعت وہابیہ کیوں لیتے ہیں۔ جس کام سے حضور نے نہ منع فرمایا نہ اس کا حکم دیا اگرچہ نفس ایصال ثواب فرمایا اس کو تو حرام ٹھہراتے ہیں، اس کے کرنے والوں کو بدعتی اور کیا کیا بکتے ہیں اور جس سے حضور نے صاف صاف منع فرمایا، تمام ائمہ متقدمین نے اسے حرام جانا، وہ بے دریغ شیر مادر۔ ولا حول ولا قوة إلا باللّٰه۔ واللّٰه تعالیٰ اعلم۔

ایصال ثواب سنت ہے

مسئلہ: (۷۸)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ان مسائل میں کہ...

(۱) فاتحہ مروجہ سنت ہے، زید فاتحہ کو سنت کہتا ہے، اس کا کہنا ٹھیک ہے یا نہیں۔ بروے شرع فاتحہ کیا ہے؟

(۲) اگر کوئی شخص تمام عمر باوجود قدرت کے اپنے اجداد وآبا کی واولیائے کرام کی جناب غوث اعظم کی گیارہویں محفل میلا اقدس نہ کرائے اور تمام عمر یا رسول اللہ نہ کہے تو تمام امور مذکورہ کے نہ کرنے سے کفر واسلام کا سوال پیدا ہوتا ہے یا نہیں؟ شخص مذکور صوم وصلاۃ امر ونہی کا پابند ومتبع سنت ہے؟

(۳) مزار پر چادر چڑھانے کا کیا ثواب ہے اور اس سے صاحب مزار کو کیا فائدہ پہونچتا ہے؟

از بہیڑی ضلع بریلی مرسلہ مستری عبدالشکور ۱۲؍رمضان ۵۶ھ

الجواب

ایصال ثواب سنت ہے، صدقہ کرنا سنت ہے، قرآن عظیم کی تلاوت برائے ایصال ثواب سنت ہے، دعا سنت ہے۔ فاتحہ میں اور کیا ہوتا ہے۔ رہی تعیین وہ عرفی ہے شرعی نہیں، اور اس کی غرض صحیح ہے۔

فتاویٰ عزیزیہ میں ہے:

(۱) ایں طعن مبنی ست بر جہل باحوال مطعون علیہ، زیرا کہ غیر از فرائض شرعیہ مقررہ راہیچ کس فرض نمی داند، آرے زیارت وتبرک بقبور صالحین وامداد ایشان باہدائے ثواب وتلاوت قرآن ودعائے خیر وتقسیم طعام وشیرینی امور مستحسن وخوب ترست باجماع علما۔ وتعیین روز عرس برائے آنست کہ آن روز بذکر انتقال ایشاں می باشد از دار العمل بدار الثواب والا ہر روز کہ ایں عمل واقع شود موجب فلاح ونجات ست۔ وخلف

رالازم ست کہ سلف خودرا بایں نوع بر واحسان نماید چناں چہ دراحادیث مذکوراست کہ ’’ ولد صالح یدعو له‘‘ وتلاوت قرآن واہداے ثواب راعبادت قراردادن مبنی برکمال بلادت وافراط جهل ست۔(۱)

یہ طعن مطعون علیہ کے حالات سے بے خبری پرمبنی ہے،اس لیے کہ شریعت میں مقررہ فرائض کے سوا کسی کو کوئی فرض نہیں جانتا،ہاں قبور صالحین کی زیارت اور ان سے تحصیل برکت اور ایصال ثواب،تلاوت قرآن،دعائے خیراور تقسیم شیرینی وطعام کی جانب اسے ان کی امداد باجماع علما مستحسن اور اچھا عمل ہے،اورروزعرس کاتعین اس لیے ہے کہ وہ دن دارالعمل سے دارالثواب کی جانب ان کے انتقال فرمانے کی یاددہانی کرنے والا ہے،ورنہ جس دن بھی یہ کام ہوفلاح ونجات کا سبب ہے،اورخلف پرلازم ہے کہ اپنے سلف کے لیے اس طرح کی بھلائی اورنیکی کرتا رہے۔چناں چہ حدیث میں وارد ہوا ہے:’’ولد صـالـح یدعـو لـه‘‘(۲) نیک اولاد ماں باپ کے لیے دعا کرے۔تلاوت قرآن اورایصال ثواب کو عبادت قرار دینا کمال کم عقلی اورنری جہالت پرمبنی ہے۔(مترجم)

اسی میں ہے:دردرمنثورسیوطی مرقوم ست:((عن انس رضی اللّٰه تعالیٰ عنه۔أن رسول اللّٰه۔صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم۔كان یأتي أحداً كل عام ، فإذا تفوه الشعب سلم علیٰ قبور الشهداء فقال:سلام علیكم بما صبرتم فنعم عقبی الدار۔وأخرج ابن جریر عن محمد بن إبراهیم قال:كان النبي۔صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم۔یأتي قبور الشهداء علیٰ رأس كل حول فیقول: سلام علیكم بما صبرتم فنعم عقبیٰ الدار وأبوبكر وعمر وعثمان انتهی۔))(۳)

’’وفي التفسیر الكبیر عن رسول اللّٰه۔صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم۔ أنه كان یأتي قبور الشهداء رأس كل حول فیقول: السلام علیكم بما صبرتم فنعم عقبی الدار والخلفاء الأربعة.‘‘(٤)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں:رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہرسال احد تشریف لاتے ،جب درہ کوہ پرپہنچتے تو شہیدوں کی قبروں پرسلام کرتے ،اور فرماتے:تمھیں سلام ہو

---

(۱) [فتاوی عزیزیه:۵۹/۱]

(۲) [صحیح مسلم ما یلحق الانسان من الثواب بعد وفاته ۱۲۵۵/۳]

(۳) [الدر المنثور سورة الرعد الآیات۔۲۴۲۲ـ۱۰۹/٤]

(٤) [التفسیر الكبیر سورة الرعد۔۲۰۔۲٤:۳۷/۷]

تمہارے صبر پر کہ دار آخرت کیا ہی عمدہ گھر ہے، اور امام ابن جریر نے حضرت محمد بن ابراہیم سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر سال کے شروع میں شہدا کی خاک پر قدم رنجہ فرماتے اور کہتے: تم پر سلام ہو تمہارے صبر پر کہ دار آخرت کیا ہی عمدہ گھر ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ کے بعد حضرت ابو بکر صدیق، فاروق اور ذی النورین رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی ایسا ہی کرتے۔ اھ۔ تفسیر کبیر میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر سال کے شروع میں شہدا کی قبروں پر تشریف لاتے اور کہتے تم پر سلام ہو تمہارے صبر پر کہ دار آخرت کیا ہی عمدہ گھر ہے۔ حضور کے بعد خلفائے اربعہ (حضرت صدیق و فاروق اور ذی النورین و علی مرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہم) بھی ایسا ہی کرتے۔ (مترجم)

فتاویٰ عزیزیہ میں جہاں حضرت شاہ صاحب کا مجلس ذکر وفات شریف اور مجلس شہادت حسنین کرنا مذکور ہوا ہے اس کے ختم پر یہ عبارت ہے:

(۱) ''بعد ازاں ختم قرآن مجید و پنج آیت خوانده بر ماحضر فاتحہ نموده می آید و درین بین اگر شخصے خوش الحان سلام می خواند یا مرثیہ مشروع ایں اتفاق می شود ظاہر ست کہ درین اکثر حضار مجلس را وایں فقیر را ہم رقت و بکالاحق می شود، ایں ست قدرے کہ بعمل می آید۔ پس اگر چیز ہا نزد فقیر بہ ہمیں وضع کہ مذکور شد جائز نمی بود اقدام برآن اصلا نمی کرد. واللہ تعالیٰ اعلم''۔

فاتحہ مروجہ کے مستحسن ومستحب ہونے میں کچھ شک نہیں۔ **واللہ تعالیٰ اعلم۔**

(۲) اگر وہ یہ سعادت بجا نہیں لاتا اور یہ برکات حاصل نہیں کرتا مگر انکار بھی نہیں رکھتا تو بدمذہب تو نہیں، ناسعادت مند اور کم نصیب ضرور ہے۔ ابھی شاہ صاحب کی عبارت میں گذرا کہ خلف را لازم ست کہ سلف خود را بایں نوع بر و احسان نماید۔ اور جو بدمنش بدعقل امور مستحبہ مذکورہ کا انکار کرتا ہے انہیں ممنوع جانتا ہے وہ نئی شریعت دل سے گڑھتا ہے۔ حدیث محکم سے ملعون ملائکہ زمین وآسمان ہوتا ہے۔

((قال النبي۔صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم۔ من أفتیٰ بغیر علم لعنته ملائکة السموات والأرض.))(۱)

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے بغیر علم فتویٰ دیا اس پر ملائکہ سماوات وارض کی لعنت ہے۔ (مترجم)

وہ جری اللہ ورسول پر مفتری ہے۔ جس طرح کسی بات کو جائز اپنی طرف سے نہیں کہا

---

(۱) [کنز العمال. کتاب العلم، حدیث: ۲۹۰۱۴ــ۱۰/۸۴]

جاسکتا، قرآن وحدیث ہی کی رو سے کہا جائے گا۔ یوں ہی کسی بات کو ناجائز بھی اپنی طرف سے نہیں کہا جائے گا۔ بارشاد الٰہی وفرمان رسالت پناہی۔ جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ ہی کہا جائے گا۔ ہے کسی وہابی میں دم کہ وہ امور مذکورہ سے ممانعت کی کوئی آیت یا حدیث پیش کرسکے۔

﴿هَاتُوا بُرْهَٰنَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَٰدِقِينَ﴾ (۱)

اپنی دلیل لاؤ اگر تم سچے ہو۔

﴿قُلْ آللَّهُ أَذِنَ لَكُمْ أَمْ عَلَى اللَّهِ تَفْتَرُونَ﴾ (۲)

اے محبوب فرمادو! اللہ نے تمھیں حکم دیا، یا اللہ پر افترا کرتے ہو۔

ممنوع کہنے والا بد مذہب وہابی گمراہ ہے کہ آج کل وہابی کا ہی یہ شعار ہے۔ یہ تو محض انکار کا حکم ہے کہ وہ متبع غیر سبیل المؤمنین ہے، اور جن کا انکار بدتہذیبی اور توہین وتنقیض پر مشتمل ہے ان کا حکم اس سے زیادہ سخت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) مزارات اولیائے کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو قبور عوام سے ممتاز کرنا کہ لوگ وہاں حاضر ہوں، ان کے فیوض وبرکات سے متمتع ہوں اور نادانستگی کے سبب ان کی اہانت سے بچیں، چادریں ڈالنے سے یہ مقصود ہوتا ہے: مسلمانوں کو فیوض وبرکات اولیاے کرام سے بہرہ مند کرانا۔ اور ضرور توہین اولیاے کرام سے بچانا ضرور کار ثواب ہے، اور مستحسن ہے کہ نصیحت وخیر خواہی مسلمین ہے۔ صاحب مزار کو چادر کی حاجت نہیں مگر اتنا ضرور ہے کہ جب امتیاز قبور عوام سے ہوگا۔ تو وہاں لوگ حاضری دیں گے اور ایصال ثواب کا خاص اہتمام کریں گے۔ یوں ہی گذرتے ہوئے نہ چلے جائیں گے۔

شامی میں ہے: "إذا قصد به التعظيم في عيون العامة حتى لا يحتقروا صاحب القبر ولجلب الخشوع والأدب للغافلين الزائرين فهو جائز؛ لأن الأعمال بالنيات وإن كان بدعة فهو كقولهم بعد طواف الوداع يرجع القهقري حتى يخرج من المسجد إجلالاً للبيت حتى قال في منهاج السالكين: إنه ليس فيه سنة مروية ولا أثر محكي، وقد فعله أصحابنا انتهىٰ. واللّٰه تعالىٰ اعلم۔" (۳)

---

(۱) [سورة البقرة: ۱۱۱]

(۲) [سورة يونس: ۵۹]

(۳) [ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس: ۹/۴۴۲]

اگر مقصد یہ ہو کہ اس سے لوگوں کی نظروں میں تعظیم ہوگی، اور قبر والے کی تحقیر سے حفاظت ہوگی، نیز غافل زائروں کو وہاں خشوع کی طرف اور ادب کی طرف رغبت دلانا مقصد ہو تو یہ جائز ہے، کیوں کہ اعمال نیت کے ساتھ ہیں۔ اگر چہ یہ بدعت ہے۔ یہ ایسے ہی ہے جیسا کہ علما فرماتے ہیں: طواف رخصتی کے بعد الٹے پاؤں مسجد سے باہر آئے بیت اللہ کے احترام کے پیش نظر۔ منہاج السالکین میں تو یہاں تک فرمایا کہ: اس بارے میں نہ تو کوئی حدیث مروی ہے اور نہ کوئی اثر منقول، حالاں کہ ہمارے اصحاب نے اسے کیا ہے۔ (اس کا مطلب بدعت حسنہ ہے) اھ۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔ (مترجم)

(۵) معاملات

ہندوستان کے کفار سلطنت مغلیہ کے دور میں بھی حربی تھے

(۷۹) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

ہندوستان کے کفار کیا حربی کفار میں ہیں؟

از بڑا بازار دوکان نذر الحسن سوداگر مسئولہ محمد فاروق صاحب ۴؍ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۶ھ، متصل مسجد سنیچر شاہ۔

الجواب

ہاں یہ سب حربی کافر ہیں اور آج ہی نہیں جب کہ سلطنت اسلامیہ یہاں نہیں رہی بلکہ یہ اس وقت بھی حربی ہی تھے جب کہ سلطنت مغلیہ تھی۔

حضرت عارف باللہ ملا احمد جیون رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ استاذ سلطان عالمگیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"أنظروا يأيها المؤمنون ! هل في هذا الزمان ذمي ؟. وتفكروا ايأيها المسلمون!، إن هم إلا حربي وما يعقلها إلا العالمون ، وقد طال الكلام في زماننا في بيان الذمي والحربي بالإفراط والتفريط والحق ما بينه بعض مشايخنا سلمه اللّٰه تعالىٰ في بعض رسائله فطالعه إن شئت ، وقد ذكر في تحقيقهما الأعظم الثاني كلاماً لا مزيد عليه فليرجع إليه.واللّٰه تعالىٰ أعلم."(۱)

اے مسلمانو! اے مومنو! خوب غور وفکر کرو کہ اس زمانے میں کہیں ''ذمی'' ہیں؟ اور اے مسلمانو! اس پر بھی غور کرو کہ آج صرف اور صرف ''حربی'' موجود ہیں، اسے صرف علما ہی سمجھتے ہیں۔ ہمارے زمانے میں ذمی اور حربی کے بارے میں لمبی لمبی باتیں اور طویل گفتگو ہو رہی ہے جس میں ایک طرف تو نہایت زیادتی اور تنگ دلی کرنے والے ہیں اور دوسری طرف ایسے ہیں جو اس کی اہمیت گھٹانے پر تلے ہوئے

---

(۱) [التفسيرات الاحمديه: ۳۰۰]

ہیں، اور حق وہی ہے جسے ہمارے بعض مشائخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم نے اپنے بعض رسالہ جات میں تحریر فرمایا ہے، اگر تمھیں بھی اس کے بارے میں وافر اور صحیح معلومات حاصل کرنے کا شوق ہے تو پھر ان رسالہ جات کا مطالعہ کرو، اور ان دونوں کی تحقیق میں ''اعظم ثانی'' نے ایسی گفتگو کردی ہے جس سے زیادہ کی ضرورت نہیں، لہٰذا تمہیں اس کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ (مترجم)

مرتدین سے معاملات بھی حرام ہیں

(٨٠) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ان مسائل میں کہ...

(١) وہابی، نیچری، دیوبندی، قادیانی، رافضی، شیعہ وغیرہم معاملات میں ایک درجہ میں ہیں یا کچھ فرق ہے۔ ان کے ساتھ رسم رکھنا، کھانا پینا، ان کا حقہ پینا کیسا ہے؟ جو لوگ ان سے ایسے معاملات رکھتے ہیں ان کا حقہ پینا، ان کے یہاں کھانا پینا کیسا ہے۔ اگر ان سے قطع تعلق کرنے میں ان کی شرارتوں سے مبتلائے مصیبت ہونے کا ڈر ہو جن کا وہ متحمل نہ ہو سکے تو کیا کرے؟

(٢) ایک حنفی شخص ضرورت پر باقی تینوں اماموں میں سے کسی کا مسئلہ لے سکتا ہے یا نہیں؟

(٣) دو اشخاص ہندو مسلمان میں تنازع ہے۔ حق بجانب فیصلہ کرنے میں مسلمان کو نقصان پہنچتا ہے، کافر کا حق ضبط کرنے اور مسلمان کو بچانے پر قادر ہو کر اگر اس کو بری کر دیا جائے تو اس پر از روے شریعت گرفت ہے یا نہیں؟

الجواب

جو مرتدین ہیں نیچری، وہابی، دیوبندی، قادیانی، رافضی ان سے میل جول رسم و راہ کیسی۔ نری معاملت بھی حرام ہے، جو لوگ ان مرتدین کے عقائد کفریہ پر مطلع ہوتے ہوئے ان سے میل جول رکھتے ہیں حرام کار گنہ گار ہیں۔ جس بدمذہب کی بدمذہبی حد کفر کو نہ پہنچی ہو جب اس سے بھی میل جول ناجائز۔ تو ان مرتدین سے رسم راہ کے کیا معنی۔ بلکہ فاسق العقیدہ ہی نہیں فاسق العمل شخص کے پاس بیٹھنے کی اجازت نہیں۔ جب تک وہ توبہ نہ کرے۔

قال تعالیٰ: ﴿وَإِمَّا يُنسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴾ (١)

(١) [سورۃ الأنعام: ٦٨]

جو کہیں تجھے شیطان بھلادے تو یاد آنے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھو۔

تفسیرات احمدیہ میں حضرت سیدی عارف باللہ ملا احمد جیون قدس سرہ فرماتے ہیں:

"القوم الظالمين يعم المبتدع والفاسق والكافر والعقود مع كلهم ممتنع [وقال صاحب الهداية : إن دعوا بدعوة وكان ثمه لعب أو غنا فإن علم ذلك قبل حضور المجلس لايحضر، وإن لم يعلم ذلك قبل الحضور ، فإن قدر على المنع منع البتة ، وإن لم يقدر،فإن كان مقتدىً يخرج البتة ولا يأكل لئلا يقتدى الناس به ، وإن لم يكن مقتدىً فإن كان علىٰ رأس المائدة لا يقعد لقوله تعالىٰ : فلا تقعد بعد الذكرىٰ مع القوم الظّٰلمين."(۱)

ظالموں کی قوم سے مراد عام ہے، ہر مبتدع، فاسق اور کافر اس میں شامل ہے، صاحب ہدایہ لکھتے ہیں: اگر لوگوں کو کسی دعوت پر بلایا جائے اور وہاں لہو ولعب یا گانا بجانا ہو تو اگر اس بات کا علم مجلس میں حاضر ہونے سے قبل ہو جائے تو حاضری نہ دی جائے، اور اگر حاضر ہونے سے قبل معلوم نہ ہو سکا (اور آگیا) اب آجانے کے بعد اگر منع پر قادر ہے تو یقیناً منع کرنا لازم ہے۔ اور اگر منع کی قدرت نہیں اور خود وہ شخص "مقتدیٰ" ہے تو بھی فوراً نکل جائے اور اس دعوت کا کھانا نہ کھائے تا کہ لوگ اس کی اقتدا میں ایسا کرنے سے باز آجائیں، اور اگر وہ "مقتدیٰ" نہیں۔ اب اگر دستر خوان پر بیٹھا ہوا ہے تو اٹھ جائے کیوں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴾(۲)

جو کہیں شیطان بھلادے تو یاد آنے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔

مسلمان ایسوں سے قطع تعلق اور ان کا حقہ پانی بند کر سکتے ہیں۔ اگر ان کی شرارتوں سے فتنہ کا خوف کرتے ہیں تو معذور ہیں۔

تفسیرات احمدیہ میں ہے:

"وقد رخص بعض العلماء في أن يبدأ أهل الذمة بالسلام إذا دعت إلىٰ ذلك حادثة تحوج إليهم۔ ويروىٰ ذلك عن النخعي وعن أبي حنيفة لا ابتداء بالسلام في

---

(۱) [التفسيرات الاحمديه:۲۵۵]

(۲) [سورة الانعام:۶۸]

أهل كتاب ولا في غيره ـ وعن أبي يوسف لا تسلم عليهم ولا تصافحهم وإذا دخلت فقل السلام علىٰ من اتبع الهدىٰ." (۱)

بعض علما نے اس کی رخصت دی ہے کہ ابتداءً ذمی کو سلام کیا جا سکتا ہے جب کہ اس کی ضرورت پڑے اور کوئی ایسی بات ہو جائے جس میں اس کی طرف احتیاج پڑتی ہو۔ یہ امام نخعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے مروی ہے۔ اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ: ذمی کو نہ تو لکھ کر اور نہ کسی اور طریقے سے ابتداءً سلام کیا جائے، امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ: تم نہ تو انھیں سلام کرو اور نہ ہی ان سے مصافحہ کرو۔ اور اگر تم ان سے ملو تو "السلام علیٰ من اتبع الهدیٰ" کے الفاظ کہو۔ (مترجم)

جب وقت حاجت یہاں تک رخصت دی گئی ہے تو ایسے لوگ جو مرتدین سے میل جول ہی رکھتے ہوں ان کے فتنہ کے اندیشہ سے بھی رخصت بدرجۂ اولیٰ ہوگی۔

نیز حدیقہ ندیہ میں ہے:

"هذا كله إذا كان (بلا حاجة) للمسلم (عنده) أي الذمي (فإنه) أي: السلام حينئذٍ (مكروه) كراهة تحريم لما ذكرنا (وعندها) أي: الحاجة (لا باس به)

حكى القاضي عياض عن جماعة أنه يجوز ابتدائهم به للضرورة والحاجة أو سبب ـ وهو قول علقمة والنخعي ـ وعن الأوزاعي أنه قال: إن سلمت فقد سلم الصالحون ـ وإن تركت فقد ترك الصالحون ـ وروى (أصحابنا الحنفية ـ رحمهم الله تعالىٰ ـ أنه أي: الرجل الصالح لا يسلم علىٰ الرجل الفاسق المعلن أي: المظهر لفسقه إهانة وتحقيراً علىٰ فجوره.)" (۲)

یہ اس صورت میں ہے جب کہ مسلمان کو ذمی سے کوئی حاجت نہ ہو تو اس وقت سلام کرنا مکروہ تحریمی ہے، دلیلِ ماسبق کی وجہ سے۔ اور حاجت ہو تو حرج نہیں۔ قاضی عیاض نے ایک جماعت سے یہ بات نقل کی ہے کہ ذمیوں سے ابتدا بالسلام جائز ہے جب کہ کوئی ضرورت و حاجت یا کوئی اور سبب ہو، اسی بات کے قائل علقمہ و نخعی ہیں۔ امام اوزاعی سے مروی ہے انھوں نے فرمایا: اگر تم سلام کرو (تو کر سکتے ہو) کیوں کہ صالحین نے سلام کیا ہے۔ اور اگر نہ کرو (تو بھی ٹھیک ہے) کیوں کہ صالحین نے ترکِ سلام

---

(۱) [التفسيرات الاحمديه: ۱۹۴]

(۲) [الحديقة الندية [illegible]

بھی فرمایا ہے۔حنفیہ نے روایت فرمائی ہے: نیک آدمی فاسق معلن کو سلام نہ کرے،یعنی جو اپنے فسق کو ظاہر کرتا ہو،فاسقوں کی تحقیر کے لیے۔(مترجم)

بے ضرورت وحاجت ہرگز جائز نہیں یہاں تک کہ اگر کسی کافر یا مبتدع کو سنی مسلمان سمجھ کر سلام کیا پھر اس کا کافر یا مبتدع ہونا معلوم ہوا،تو کہہ دے کہ میں اپنے سلام سے باز آیا۔کافروں مبتدعوں کی تحقیر کے لیے۔

اسی میں ہے:

"لو سلم علیٰ من ظن أنه مسلم ثم ظهر أنه ذمي أو مبتدع يقول استرجعت عن سلامي تحقيراً لهم۔"(۱)

اگر کسی کو سنی مسلمان سمجھ کر سلام کیا پھر اس کا کافر ہونا یا مبتدع ہونا معلوم ہوا تو کہہ دے کہ میں اپنے سلام سے باز آیا،کافروں اور مبتدعوں کی تحقیر کے لیے۔(مترجم)

فتاویٰ بزازیہ میں ہے:

"في السير لا بأس برد سلام أهل الذمة والنهي عن البداءة إلا إذا كان محتاجاً إليه فلا بأس بها أيضاً ولكن يكره مصافحتهم."(۲)

فتاویٰ بزازیہ کے کتاب السیر میں ہے: ذمیوں کے سلام کا جواب دینے میں کوئی حرج نہیں، ہاں سلام کی ابتدا کرنا ممنوع ہے،مگر جب اسے حاجت ہو تو سلام کی ابتدا کرنے میں بھی حرج نہیں،البتہ مصافحہ مکروہ ہے۔(مترجم)

پھر بھی انہیں مرتدوں سے میل جول کی ممانعت کی تبلیغ اس انداز سے کرتے رہیں کہ وہ برا نہ مانیں۔جوش غضب میں آکر انہیں کسی مصیبت میں نہ پھانس دیں۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) ہاں عند الضرورۃ الملجئہ ایسا کرسکتا ہے کہ اس وقت وہ حکم خود اس کے مذہب کا حکم ہے کما بيناه في فتاوٰنا بحمد الله تعالىٰ وعونه وحسن توفيقه۔وهو تعالىٰ أعلم۔

---

(۱) [الحديقة الندية:۲۵۸]

(۲) [الفتاوىٰ البزازية:۳۵۵/۶]

مسلم لیگ کے احوال

(۸۱) مسئلہ:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

عالم جلیل فاضل نبیل حضرت مولانا المکرم والمعظم دامت برکاتہم العالیہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ بصد ادب واحترام خدمت والا میں التماس ہے کہ حسب ذیل امور کو ملحوظ فرماتے ہوئے کہ:

(الف) کانگریس کو جو برائے نام اقوام ہند کی مجموعی اور حقیقت میں اہل ہند کی خالص جماعت ہے، گورنمنٹ برطانیہ نے عارضی یا مستقل طور پر کچھ اختیارات تفویض کردیے ہیں جن سے ناجائز فائدہ اٹھا کر وہ (اہل ہنود) اپنی قوم کو فروغ اور سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غلاموں کو زک دینا چاہتے ہیں؟

(ب) کانگریس کے مقابلہ میں اہل اسلام کی جس قدر جماعتیں کام کررہی ہیں ان میں مسلم لیگ اولاً باعتبار اس حقیقت کے کہ یہ مسلمانوں کو ہنود سے علاحدہ رکھنا چاہتی ہے، اور ان کو جداگانہ طور پر ترقی دینے کی مدعی ہے۔ اور ثانیاً اس لحاظ سے کہ اس کا دائرہ لیگ وسیع ہے۔ لیگ زیادہ کامیاب اور سربر آوردہ ہے جس کی اہمیت کا اندازہ مزید طور پر ان حقائق سے بھی ہوتا ہے کہ کانگریس ہر مسلم جماعت کو نظر انداز کرتے ہوئے مسلم لیگ اور صرف مسلم لیگ کے اشتراک عمل اور تعاون کا مطالبہ اور خواہش کررہی ہے؟

(س) ہم لوگ اول تو خود مشرکین کی اس روز افزوں ترقی اور ہنگامہ آرائی کو بری نظر سے دیکھتے ہیں۔ دوسرے ہم جس حلقہ میں آباد ہیں وہ مسلم رؤسا ئے زیر آئین ہے، حضرات رؤسا بھی ان کی حرکتوں سے نافرو بے زار ہیں، ان کی جانب سے ہمیں پورے طور پر اجازت ہے، کہ اگر ہم چاہیں تو مسلم لیگ کی مقامی شاخ سے علاقہ قائم کرسکتے ہیں؟

(د) بعض حضرات قطعاً غیر جانبدار رہنے کی تاکید کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ: کانگریس اور مسلم لیگ دونوں جماعتیں ایک ہی مقصد کو لے کر آئی ہیں، اور عنقریب متحد و متفق ہوجائیں گی، عندالشریعت یہ دونوں مذموم ہیں اور دونوں کا حکم ایک ہے؟

(ی) جب ان حضرات سے: جو غیر جانبداری کے علم بردار ہیں دریافت کیا جاتا ہے کہ: ہماری

خاموشی تو اور مخالفین کی حوصلہ افزائی کا باعث ہوگی۔تو جواب دیتے ہیں کہ: جدوجہد تم کیا کرو لیکن نہ مسلم لیگ کی معیت اور قیادت میں بلکہ کسی شرعی نظام کے ماتحت۔اور جب کہا جاتا ہے کہ وہ شرعی نظام کیا ہوسکتا ہے،تو مشورہ دیتے ہیں کہ اہل سنت والجماعت کے امام حضور انور قبلہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد دین و ملت حکیم الامت حجۃ الاسلام عبد المصطفیٰ شاہ احمد رضا خاں صاحب قدس سرہ کے آستانۂ عالیہ سے استفتا کرو،انشاء اللہ تعالیٰ ہر ہر استفتا کا مکمل جواب اور ہر مشکل کا حل ہوجائے گا۔لہذا فتویٰ صادر فرما کر عند اللہ ماجور ہوں کہ شرعی حیثیت سے مسلم لیگ میں شرکت کرنا جائز ہے یا نہیں؟اور اگر نہیں تو مدلل طور پر بیان فرمایا جاوے کہ کیوں۔نیز جو لوگ غیر جانبدار ہیں ان کے لیے اسلامی حیثیت سے کس انجمن یا جماعت کی رکنیت موزوں ہوسکتی ہے،مولیٰ تعالیٰ حبیب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طفیل ہمیں ہلاکت سے بچائے اور اسلام کا حافظ و ناصر ہو۔نیز علمائے اہل سنت اور بالخصوص امام اہل سنت حجۃ الاسلام مفتی عالم فقیہ اعظم ناظم دارالافتا آستانہ عالیہ رضویہ کا سایہ ہمارے سروں پر قائم و دائم رکھے آمین ثم آمین۔فقط والسلام۔

از موضع دھنساری ڈاک خانہ چھرا ضلع علی گڑھ مرسلہ عبد المجید خیاط و جناب حافظ رفعت علی صاحب و مسلمان موضع ۲۵؍شوال ۶۵ھ

الجواب

مسلم لیگ جہاں تک ہمیں معلوم ہے وہ اب چند روز سے کانگریس سے جدا ہوئی ہے۔جب کہ کانگریس اپنے نشۂ کامیابی سے مخمور تھی اور اس نے نہایت بری طرح ان بعض افراد کے جنھوں نے مسلم لیگ نام رکھ لیا ہے بعض مطالبات کو ٹھکرا دیا اور ان کی ایک نہ سنی،ذرا بھی التفات نہیں کیا۔اور گمان غالب ہے کہ جب کانگریس کا نشہ ہرن ہوگا اور وہ مسلم لیگ کے ان مطالبات کو مان لے گی تو مسلم لیگ پھر کانگریس میں منضم و مدغم ہوجائے گی،آج یہ افراد جنھوں نے مسلم لیگ ایک گویا مردہ جماعت کا نام جو بھول بسر ہو چکا تھا رکھ لیا ہے ان کہی کہہ رہے ہیں۔خیر اب بعد خرابی بسیار اب اگر آنکھیں کھلی ہیں مبارک ہو، اور خدا کرے کھلی رہیں،مگر جب کہ وہ ایسی جماعت ہے جو غیر سنی ہی نہیں ایسے لوگوں پر مشتمل تھے جو نام اسلام ہی رکھتے ہیں،تو اس کی رکنیت و شرکت کی تو شرعاً اجازت نہیں ہوسکتی۔لقولہ تعالیٰ:﴿وَإِمَّا يُنسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴾(۱)

---

(۱) [سورة الأنعام:٦٨]

اور جو کہیں تجھے شیطان بھلادے تو یاد آنے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔

وقولہ عزوجل: ﴿وَلَا تَرْكَنُوٓا إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ﴾(۱)

وقولہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم:((ولا تجالسوھم.))(۲)

اور ظالموں کی طرف نہ جھکو کہ تمھیں آگ چھوئے گی۔ اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: گم راہوں کے پاس نہ بیٹھو۔

ہاں اس کی اس بارے میں مخالفت بھی نہ کی جائے۔ کہ: کانگریس کی شرکت حرام ہے۔ کانگریس سے بچنا مسلمانوں پر لازم ہے۔ کانگریس اسلام و مسلمین کی دشمن ہے۔ کانگریس سے کبھی مسلمانوں کو کائی فائدہ نہ ہوگا۔

مسلم لیگ یہ جو کچھ کہہ رہی ہے وہی ہے جو اہل سنت علما کے ارشاد ہیں۔ خصوصاً اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد دین وملت شیخ الاسلام والمسلمین رضی اللہ تعالیٰ عنہ [۱۳۴۰ھ] آج مسلم لیگ ہماری ہمنوا ہوئی ہے بعد مدت اسے اتنی ہدایت ہوئی ہے۔ خدا کرے کہ وہ اس ہدایت پر قائم رہے اور پوری ہدایت نصیب ہو یعنی خالص اہل سنت کی جماعت ہو جائے۔ آمین

مسلم لیگ کا سنی نمائندہ مسلمانوں کی ہم دردی کا مستحق ہے، بمقابلہ کانگریسی شخص کے مسلم لیگ کے سنی نمائندہ کی معاونت کی جائے۔ اس کی بھی مخالفت اس لیے کہ وہ مسلم لیگ کا نمائندہ ہے نہ کی جائے۔ ہاں مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ خالص اہل سنت کی اس جمعیت کے رکن بنیں اور اسے ہر طرح قوت پہنچائیں، اس کی ہر ممکن اعانت کریں جس کے مقاصد میں تمام مسلمانوں کے حقوق کی حفاظت وصیانت کا انتظام کرنا اور فوائد مسلمین کے متعلق صحیح مشرح حالات ہر قسم سے گورنمنٹ وممبران اسمبلی کو آگاہ کرنا اور قانون نافذ الوقت موجودہ وآئندہ میں بغرض فوائد مسلمین ترمیم وتنسیخ وتبدیل کی کوشش کرنا ہے۔

خدا مسلمانوں کو کامیاب کرے اور دشمنوں کے مکائد سے بچائے آمین۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ہندوستان دار الاسلام ہے

(۸۲) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

بعض لوگ کہتے ہیں ہندوستان دار الحرب ہے دار الاسلام نہیں۔ لہذا یہاں جمعہ ادا نہیں ہوتا ہے ظہر

---

(۱) سورۃ ھود:۱۱۳] (۲)[الدار المنثور في التفسیر:۴/۲۶۶]

پڑھنا چاہیے، کیا ایسا ہی حکم شریعت شریف میں ہے؟ از راے بریلی مرسلہ چھدا صاحب، ۲؍محرم الحرام ۵۸ھ

الجواب

ہندوستان دارالاسلام ہے دارالحرب نہیں، یہاں جمعہ شہر وقصبات میں فرض ہے، گاؤں میں جمعہ وعیدین کی نماز نہیں ہوسکتی کہ جمعہ وعیدین کی نماز کے لیے مصر ضروری ہے۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم۔

(۸۳) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

فلم یعنی بائس کوپ دیکھنا جائز ہے یا ناجائز۔ کیوں کہ ان دنوں ایک حج فلم تیار ہوکر کلکتہ میں آیا ہے جس کو بتایا گیا ہے کہ علمائے عرب ومصر نے جائز قرار دیا ہے، اور شاہان عرب مصر نے خود دیکھا ہے اور پسند کیا ہے، دنیاے اسلام کو بڑی اہمیت کے ساتھ دیکھنے کا شوق دلایا ہے، اس لیے عام مسلمانوں میں اس کی شورش پیدا ہے کہ جب علمائے عرب ومصر نے جائز کیا ہے تو پھر اس فلم کا دیکھنا کیسے ناجائز ہوسکتا ہے، امیدوار ہیں کہ احکام خداوند جل وعلا وفرمان مصطفیٰ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ سے ہم مسلمانوں کو آگاہ فرماکر فعل نامشروع سے بچائیں گے؟

از پوسٹ بالی ضلع ہوڑہ مرسلہ امام بخش صاحب قوال ۲۰؍ربیع الاول ۵۸ھ

الجواب

اللّٰھم ھدایۃ الحق والصواب ﴿رَّبِّ أَعُوذُ بِكَ مِنْ هَمَزَٰتِ الشَّيَٰطِينِ . وَأَعُوذُ بِكَ رَبِّ أَن يَحْضُرُونِ﴾(۱)

اللہ اللہ کیا زمانہ ہے۔ آج سے پہلے کسے یہ وہم تھا کہ مسلمانوں کو سینما جیسی چیز کے حرام وگناہ ہونے میں شک ہوگا، کسے خطرہ تھا کہ اس تماشہ کے جواز کا خواب انہیں نظر آے گا، یہ وہم جاگے گا، کسے اندیشہ تھا کہ ایسے بدکام جسے خواص وعوام مطلقاً گناہ وحرام جانتے مانتے ہیں کبھی اسے اگر چہ اس میں کہیں کے خواص بھی مبتلا ہوجائیں جنہیں مبتلا سنیں ہی نہیں خود اپنی آنکھوں دیکھیں۔ جائز سمجھا جاے گا، کسے یہ خیال تھا کہ کوئی بدلگام اس گانے بجانے اور تصاویر نچانے کا تماشہ دیکھنے دکھانے کو جائز سمجھے سمجھاے گا، وہ بھی اس دلیل ذلیل سے کہ فلاں جگہ کے عوام ہی نہیں خواص بھی اس میں مبتلا بتاے جاتے ہیں، کسے یہ گمان تھا کہ کوئی ادنیٰ سے ادنیٰ سمجھ والا بھی شریعت کہیں کے مولوی کہلانے والے حاکموں بادشاہوں کے

---

(۱) [سورۃ المومنون:۹۷،۲۳]

قول وفعل کا نام رکھے گا، کہ وہ جو کہیں کریں جائز وحلال ہوگا، کیسے ناجائز وحرام ہوگا۔

اب تک تو مسلمان یہی سمجھتے تھے کہ جاہل سے زیادہ عالم، عوام سے زیادہ خواص پر ارتکاب گناہ سے اشد الزام ہوتا ہے، رذیل سے زیادہ شریف ارتکاب گناہ پر مورد الزام ومطعون وملام ہوا کرتا تھا، یہ نہ جانتے تھے کہ اب زمانہ ایسا آگیا ہے کہ لوگ مولوی کہلانے والوں اور بادشاہوں کے ایسے ناجائز قول وفعل کو سن کر بجاے اس کے کہ انہیں اشد ملزم سمجھیں، ان پر اشد طعن کریں، انہیں سخت مطعون ملام ٹھہرائیں، ان کے اس قول وفعل کو دلیل جواز بنالیں گے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ وہ بھی ایسا نجس قول جس سے مسلمانوں کے دین کو ہنسی کھیل بنالینے والوں کی امداد واعانت ہو۔ حج مسلمانوں کے دین مقدس کا رکن ہے اس کا تماشا بنانا دین کو ہنسی کھیل بنالینا نہیں تو کیا ہے۔ فانا لله وإنا إليه راجعون. ولاحول ولا قوة إلا بالله العلي العظيم ۔سنیما دیکھنا تو ویسے بھی حرام ہے اور حج فلم کا تماشہ دیکھنا حرام درحرام اشد اخبث کام ہے، حج فلم کے ساتھ راضی ہونا اپنے دین کو ہنسی کھیل بنالینے پر راضی ہونا ہے، اس سے اخبث اور اشد نجس بدتر کام اور کیا ہوگا۔ گانے بجانے کی حرمت اور تصاویر کی ناجوازی کے متعلق اگر تفصیل دیکھنا ہو تو "عطایا القدیر" اور "التحبیر بباب التدبیر" رسائل اعلیٰ حضرت قدس سرہ ملاحظہ کریں۔

بعض لوگ خوشامد میں بادشاہوں حاکموں کے سامنے ایسے ہوجاتے ہیں کہ: وہ دن کو رات کہیں تو یہ بھی ان کی ہاں میں ہاں ملانا ضروری خیال کرتے ہیں، جو وہ کریں ان کی خوشامد میں یہ بھی ویسا ہی کرگذرتے ہیں، جنہیں فرمایا گیا:

"الناس علیٰ دین ملوکھم."(۱)

لوگ اپنے بادشاہوں کے دین پر چلتے ہیں۔ (مترجم)

بادشاہ کے دین کا لوگوں پر اثر ہوتا ہے، لوگ بادشاہ کے دین کے رنگ میں رنگ جاتے ہیں، مگر یہ آج تک غالبًا نہ ہوا تھا کہ محض ان کے قول وفعل کو دلیل جواز ٹھہرایا گیا ہو، اور شریعت ان کے ہاتھ میں یا ان کے قول وفعل کے تابع سمجھی گئی ہو۔ اب جو نہ ہو کم ہے۔ پھر اخباری اشتہاری پروپیگنڈا کسے معلوم نہیں، عرب ومصر کے علما کا نام بدنام کیا جاتا ہے، ہرگز علما ایسی خبیث بات نہیں کہہ سکتے، ہرگز ایسے شنیع امر سے راضی نہیں ہوسکتے، ہرگز ایسے نجس کام کو پسند نہیں کرسکتے۔ علما کو بدنام کرنے والے "بدنام کنندۂ نکونام چند" ہندوستان ہی میں نہیں ہیں ہر جگہ ہیں یہاں ہندوستان ہی میں دیکھو ایسے لوگ برساتی حشرات الارض کی

---

(۱)[مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح: باب الكتاب الى الكفار ودعائهم، ٦/٢٥٢٥]

طرح پھیلے ہوئے ہیں۔ کیسے کیسے اجہل آج کل مولانا اور علامہ بنے ہوئے ہیں ہر لگے نہ پھٹکری رنگ چوکھا پہلے تو فریب دہی کو بڑے بڑے عمامے اور لانبے چوڑے جبے درکار ہوتے تھے اب تو چورن والوں کی طرح زبان کھول لی یا تھیٹروں میں نوکری کر لی اور وہاں سے تقریر میں کچھ مہارت اور گانے کی مشق پیدا کر لی اور مولانا ہوا، اور بڑے سے بڑا مولانا ہونا ہوا تو جیل کی ہوا کھالی، اور علامہ کی ڈگری کے لیے تو اتنا بھی نہیں گھر بیٹھے علامہ بن جاتا ہے اخباروں میں اوندھے سیدھے مضمون لکھنے اور اپنے نام کے ساتھ علامہ کا لفظ خود ہی لکھ دے اپنے آدمی سے لکھوایا کرے دو چار آدمی ایسے بنالیے جو علامہ علامہ کہا کریں، ہندوستان بھر میں علامہ مشہور ہوجائے گا۔ ولا حول ولا قوۃ إلا باللّٰہ۔

اگر یہ واقعہ ہے کہ مصر کے کچھ لوگوں نے حج فلم کے ساتھ اظہار رضا کیا اسے جائز بتایا ہے تو وہ ایسے ہی مولانا اور ایسے ہی علامہ ہیں۔ ہرگز کسی عالم دین کی یہ ناپاک حرکت، یہ نجس قول نہیں ہوسکتا۔ یہاں دلی کے ایک مشہور عام رسوا بین الخواص والعوام ہستی بھی تو سنیما کی فلموں کو دیکھتی اور اس کی تعریفیں لکھتی اور چھاپتی ہے۔ ایسے ہی مصر کے بعض عبدالدینار والدرہم دین سے آزاد جاہلوں نے حج فلم کو پسند کیا اور دیکھا دکھایا ہوگا، اور بالفرض اگر دنیا بھر کے خواص وعوام کسی ایسے حرام کا ارتکاب اور اسے پسند کریں تو کیا اس سے وہ حرام جائز ہوجائے گا، ہرگز نہیں۔ لا واللّٰہ ان الحکم إلا للّٰہ ولا حول ولا قوۃ إلا باللّٰہ۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم۔

(۶) ماکولات

سرکہ کھانا اچھا ہے

(۸۴) **مسئلہ:**

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

بعض کہتے ہیں سرکہ کھانا منع ہے۔

الجواب

سرکہ کھانا بہت اچھا ہے۔حدیث میں فرمایا:

((نعم الادام الخل))(۱)

سرکہ کیا ہی اچھا سالن ہے(مترجم)

جو کہتا ہے!منع ہے۔جھوٹا ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

کھڑے ہوکر کون سا پانی پیئیں

(۸۵) **مسئلہ:**

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

کس طرح کا پانی کھڑے ہوکر پینا درست ہے۔مثلاً جھوٹا پانی،سبیل کا پانی،وضو کا بچا پانی،آب زم زم۔یہ پانی کھڑے ہوکر پینا درست ہیں یا نہیں؟بینوا توجروا۔

الجواب

آب زم زم اور وضو کا بقیہ پانی کھڑے ہوکر پی سکتے ہیں۔سبیل کا پانی لوگوں نے اس لیے لگایا ہے کہ اکثر سبیل کے نیچے کیچڑ ہوتی ہے۔بیٹھنے کا موقع نہیں ہوتا۔مسلمان کا جھوٹا پانی کھڑے ہوکر نہ پیئیں۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱) [مشکاۃ المصابیح، کتاب الأطعمۃ:۴۱۸۳___۲/۱۵۲]

(۷) حقوق

اولاد پر والدین کا نفقہ کب واجب ہے

(۸٦) **مسئله:**

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ان مسائل میں کہ...

(۱) والدین اگر بے دین ہوں یا مرتد تو ان کا نفقہ لڑکے پر واجب ہے یا نہیں۔

(۲) والدین مرتدین کے ساتھ حسن سلوک اور ان کی اطاعت ضروری ہے یا نہیں؟

بینوا توجروا۔ مسئولہ زین الدین صاحب ۶/ذی الحجہ ۱۳۵۷ھ

الجواب

والدین اگر کافر ذمی ہوں تو ان کا نفقہ ذمہ ولد مسلم موسر قضاء بھی واجب ہوگا، جب کہ وہ کسب پر قادر نہ ہوں۔ اور اگر ولد معسر ہو تو صرف دیانۃً بقدر طاقت۔ یوں ہی اور حسن سلوک غیر کفر ومعاصی میں ان کی اطاعت بعض صور میں واجب، بعض میں جائز۔

لقولہ تعالیٰ: ﴿وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا﴾(۱)

اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو۔

وقوله عزوجل:

﴿وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفاً﴾(۲)

اور دنیا میں اچھی طرح ان کا ساتھ دے۔

کفر ومعاصی میں ان کی اطاعت کفر وشرک وحرام ہے۔

قال تعالیٰ:

﴿وَإِن جَاهَدَاكَ لِتُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا﴾(۳)

---

(۱) [سورۃ البقرۃ:۸۳]

(۲) [سورۃ لقمان:۱۵]

(۳) [سورۃ العنکبوت:۸]

اور اگر وہ دونوں تجھ سے کوشش کریں کہ میرا شریک ٹھہرائے ایسی چیز کو جس کا تجھے علم نہیں تو ان کا کہنا نہ مان۔

وقال عليه الصلاة والسلام:((لاطاعة لمخلوق في معصية الخالق)) .(۱)

وقال عليه الصلاة والسلام:((انما الطاعة في المعروف))(۲)

اللہ کی نہ فرمانی میں مخلوق کی اطاعت جائز نہیں ، بے شک اطاعت نیکی اور بھلائی میں ہے۔ (مترجم)

اگر اس امر میں جس کا حکم والدین وغیرہما ایسے شخص نے دیا جس کی اطاعت چاہیے اور اس کی نصیحت ،اس کا نفع ،اس کے نقصان کا دفع ،اور اس کی تکمیل وتربیت احوال ہے،تو اطاعت واجب ہے۔ اور اگر ایسے ایک امر مباح کام کا امر ہے کہ اس کے حق میں اس کا عدم اور جود برابر ہے تو اطاعت مباح ہے،واجب نہیں۔

غرض جو بات شرعاً پسندیدہ ومقتضائے تکریم ہو اس میں اطاعت لازم یا جائز ہے۔معصیت میں ہرگز ہرگز اطاعت نہ کی جائے،اگرچہ والدین مسلمان ہوں۔

حدیقہ ندیہ میں ہے:

”الحاصل إن كل من لزمته طاعة غيره كالابن يجب عليه طاعة أبويه فيما هو طاعة ،والرعية يجب عليهم طاعة السلطان فيما هو طاعة، والزوجة يجب عليها طاعة الزوج فيما هو طاعة ،والعبد يجب عليه طاعة مولاه فيما هو طاعة، كما إذا صدر الأمر من الآمرين إلى المأمورين فيما هو نصح في حقهم، ونفع لهم، وتربية لأحوالهم، وتكميل لنقصانهم يجب طاعتهم في ذلك، وأما في الأمر بالمباح الذي وجوده في حق المأمورين وعدم وجوده سواء، ولا انتفاع لهم به، ولا دفع ضرربه عنهم، فإن طاعتهم فيه جائزة مباحة غير واجبة، كما قررناه وحررناه في حق أمر السلطان في غير هذا الكتاب.“(۳)

---

(۱) [مشكاة المصابيح : الفصل الثاني، ۲/۱۰۹۲]

(۲) [مشكاة المصابيح. كتاب الإمارة والقضاء،حديث:۳۶۶۵-۲/۵۹]

(۳) [[الحديقة الندية:۲۵۸]

خلاصہ کلام یہ ہے کہ جس پر غیر کی اطاعت ضروری ہو، جیسے اولاد کے قابل اطاعت امر میں اس ماں باپ کی اطاعت واجب ہے۔ اور رعایہ جس پر مباح چیز میں بادشاہ کی اطاعت ضروری ہے، اور بیوی پر مشروع شی میں اپنے شوہر کی اطاعت ضروری ہے اسی طرح غلام پر اپنے آقا کی اطاعت ضروری ہے۔ مثلاً حکام کی طرف سے محکومین کے لیے کوئی حکم صادر ہو، اس سلسلے میں ان کی بھلائی، اور ان کا نفع ہو، اور ان کے حالات کی اصلاح ہو اور ان کے نقصان کی تکمیل ہو تو محکومین پر ان کی اطاعت ضروری ہے، اگر حکم مباح چیز کے سلسلے میں ہو جس کا ہونا اور نا ہونا مامورین کے حق میں برابر ہے، اور اس سے نہ ان کا کوئی فائدہ ہے اور نا ہی اس سے ان کے کسی ضرر کا دفعیہ ہو، تو اس میں ان کی اطاعت جائز ومباح ہوگی نہ کہ واجب، ہم اسے امر سلطان کے حق میں دوسری کتاب میں تحریر کر چکے ہیں۔ (مترجم)

یوں ہی جس میں آمرین کا وہ امر جس کے کرنے میں مامور کا نفع۔ یا اس سے دفع ضرر نہ ہو مگر آمر کا نفع جائز نیز اس کا دفع ضرر؟ ہو، جس کے کرنے میں کوئی شرعی ممانعت نہ ہو، وہ بھی واجب ہونا چاہیے جب کہ مامور کا امکان ہو، اور جس میں ان کا نفع اور ان کے ضرر کا دفع نہ ہوگا، وہ مباح ہوگا۔

اختلاف دین سے سوا والدین واجداد اور جدات از قبل اب وام وفروع وزوجہ جب کہ یہ ذمی ہوں اور لوگوں کا نفع ساقط ہوتا ہے۔ اور اگر اصول وفروع وزوجہ حربی ہوں، تو ان کا نفقہ بھی ساقط ہو جاتا ہے۔

حدیقہ ندیہ میں ہے: "یجب علی الولد المسلم نفقة الوالدین الکافرین إذا عجزا عن الکسب." (۱)

مسلم لڑکے پر کافر والدین کا نفقہ ضروری ہے جب کہ وہ کمانے پر قادر نہ ہوں۔ (مترجم)

اسی میں شرح درر سے ہے:

"لا نفقة مع الاختلاف دینا إلا لزوجة، والأصول، والفروع الذمیین لقوله تعالیٰ: ﴿صاحبهما في الدنیا معروفا.﴾ وفسرها النبي صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم بحسن العشرة والأجداد والجدات کالأبوین، ولا یجبر المسلم علی إنفاق أبویه الحربیین، ولا لحربي علی إنفاق أبیه المسلم أو الذمي، لأن الاستحقاق بطریق الصلة لنهي عنه برّهم. لقوله تعالیٰ: ﴿إنما ینهٰکم اللّٰه عن الذین قاتلوکم في الدین﴾ ولهذا لایجبر الإرث

---

(۱) [الحدیقة الندیة: ۲۵۸]

بين من هو في دارنا وبينهم وإن اتحذت ملتهم، وقيدنا بالذميين احترازاً عن الحربي والمستأمن، أما الأول فلأنا نهينا عن الباقي حق من يقاتلنا، وأما الثاني فلعرضيه، إذ يلحق بلا صادق وجب على المسلم خدمتهما .أي: الوالدين الكافرين يجب عليه أيضاً برهما، أي: الإحسان إليهما بقدر، وزيارتهما في بعض الأحيان إلا أن يخاف الوالدان يتجلباه أي: أبواه الكافرين على الكفر والتديين بدينهما، فيجوز له أن لا يزور حينئذٍ، ولهذاذكر في تنوير الأخبار وغيره من الحضانة عليها تجب للذمية كالمسلمة مالم يعقل الصغير دينا وأن يألف الكفر كذا في الخلاصة. ولا يجوز ان ولد المسلم يقودهما أي الوالدين الكافرين إذاعميا إلى البيعة والكنيسة لإعانته لهما على الكفر هو لا يجوز، إنما يقودهما أي: والديه منهما علىٰ المنزل۔ قال الوالد رحمة اللّٰه تعالىٰ عليه في المسائل المتفرقة من شرحه على الدرر معزيًا على القدسي: لا يقاد الأعمىٰ على البيعه ويقادمنهما ونحوه في البزازية وغيرها۔"(۱)

اختلاف دین کے ساتھ نفقہ نہیں ہے مگر بیوی کا، اور اصول وفروع کا، اور معروف کی تفسیر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حسنِ معاشرت سے فرمائی ہے، دادا، دادیاں، والدین کا حکم رکھتے ہیں، اور مسلمان کو اپنے حربی والدین کے نفقہ پر مجبور نہ کیا جائے گا، اس لیے کہ استحقاق صلہ رحمی کے طریقہ پر ہوتا ہے اور اس سے نہی وارد ہے، کیوں کہ اللہ عزّوجل فرماتا ہے: اللہ تمہیں انہی سے منع کرتا ہے جو تم سے دین میں لڑے، اسی وجہ سے وراثت جاری نہ ہوگی ہمارے ملک میں رہنے والے شخص اور ان کے درمیان اگر چہ دونوں کا دین ایک ہو، اور ہم نے ذمی کی قید حربی اور مستامن سے احتراز کے لیے لگائی۔

عالمگیریہ میں ہے: "يجبر الولد الموسر على نفقة الوالدين المعسرين، مسلمين كانا أو ذميين قدرا على الكسب أولم يقدرا بخلاف الحربيين المستامنين، ولا يشارك الوالد الموسر أحداً في نفقة أبويه المعسرين كذا في العتابية."(۲)

مالدار لڑکے پر اپنے تنگ دست والدین کا نفقہ واجب ہے مسلم ہوں یا ذمی، کسب پر قادر ہوں یا نہ ہوں برخلاف حربی مستامن کے۔ (مترجم)

---

(۱) [الحديقة الندية:۲۵۸]

(۲) [الفتاوىٰ الهنديه . كتاب الطلاق،باب السابع عشر في النفقات ،الفصل الخامس:۱/۶۶۹]

اسی میں ہے:

”لا تجب النفقة مع في اختلاف الدين إلا للزوجة والأبوين والأجداد والجدات والولد وولد الولد.“(۱)

دین کے اختلاف کے ساتھ نفقہ واجب نہ ہوگا مگر بیوی اور والدین کا، اسی طرح دادا اور دادیوں کا، اور بیٹے کے بیٹے کا۔ (مترجم)

اسی میں ہے:

”لا يجبر المسلم والذمي علىٰ نفقة والديه من أهل الحرب إن كانا مستأمنين في دارالإسلام، وكذلك الحربي الذي دخل علينا بأمان لا يجب علىٰ والديه النفقة إذا كان مسلمين أو كانا من أهل الذمة كذا في المحيط.“(۲)

مسلم اور ذمی کو ان کے حربی والدین کے نفقہ پر مجبور نہ کیا جائے گا اگر وہ متامن ہوں، اسی طرح وہ حربی جو ہمارے پاس امان کے ساتھ آئے اس کے والدین پر اس کا نفقہ واجب نہ ہوگا جب کہ وہ مسلم ہوں یا ذمی ہوں، اسی طرح محیط میں ہے۔ (مترجم)

تفسیرات احمدیہ میں ہے:

”أما إطاعتهما في غير المعاصي فواجب بقدر ما أمكن، ولهذا قال عليه السلام في إطاعة الوالدين، ((وإن أمراك أن تخرج من أهلك ومالك)) بهذا شرع الإحسان والنفقة عليهما على الولد، ويحرم عليه ابتداء قتلهما وإن كانا كافرين علىٰ ما يدل عليه قوله:﴿ وصاحبهما في الدنيا معروفاً﴾ يرتضيه الشرع ويقتضيه الكرم، وإلىٰ كله يشير كلام صاحب الهداية حيث قال في باب النفقة: وعلىٰ أبويه وأجداده وجداته إذا كانوا فقراء وإن خالفوا في دينه، أما الوالدان فلقوله تعالىٰ:﴿وصاحبهما في الدنيا معروفاً﴾ نزلت في الأبوين الكافرين، وليس من المعروف أن يعيش في نعم الله تعالىٰ ويتركهما يموتان جوعاً، وأما الأجداد والجدات فلأنهم من الآباء والأمهات، وبه أيضاً تمسك في كتاب الجهاد: إن الابن إن وجد أباه في صف

---

(۱) [الفتاویٰ الهنديه. كتاب الطلاق،باب السابع عشر في النفقات :۱/۶۷۲]

(۲) [الفتاویٰ الهنديه. كتاب الطلاق،باب السابع عشر في النفقات :/۶۷۲]

المشركين لا يقتل ابتداء،وإن قصد الأب قتله بحيث لايمكن دفعه إلا بقتله لا بأس به، لأنه دافع حينئذٍ لا قاصد.“(۱)

غیر معاصی میں ان کی اطاعت حتی المقدور واجب ہے، اسی وجہ سے سرکار نے فرمایا: والدین کی اطاعت کے حوالہ سے کہ اگر چہ وہ تجھے تیری بیوی اور تیرے مال کو چھوڑنے کا حکم دیں، اس کے ذریعہ احسان کی شرح فرمائی، اور بیٹے پر ان کا نفقہ واجب ہے، نیز ابتداءً ان سے قتال کرنا بھی حرام ہے اگر چہ وہ کافر ہوں، کیوں کہ اس پر رب تعالیٰ کا ارشاد دال ہے، کہ دنیاوی زندگی میں ان کے ساتھ بھلائی سے پیش آؤ، شرع اس کو پسند کرتی ہے اور کرم اس کا مقتضی ہے اور اسی کی طرف صاحب ہدایہ کا کلام مشیر ہے، انہوں نے باب نفقہ میں فرمایا ہے: کہ والدین کے حکم میں اجداد وجدات (دادا دادیاں) ہیں جب کہ وہ فقیر ہوں گو کہ وہ دین میں بیٹے کے مخالف ہوں، والدین کے تعلق سے تو خود رب کا ارشاد ہے، دنیا میں ان کے ساتھ بھلائی سے پیش آؤ، یہ آیتیں کافر والدین کے بارے میں نازل ہوئیں، بھلائی یہ نہیں ہے کہ خود تو وہ خوش حال زندگی گذارے اور والدین کو بھوکا مرتا چھوڑ دے، اور اجداد وجدات اس حکم میں اس لیے داخل ہیں کہ یہ (والدین) اپنے ماں باپ سے ہی وجود میں آئے۔ اور اسی سے کتاب الجہاد میں استدلال کیا ہے، کہ اگر بیٹا اپنے والد کو مشرکین کی صف میں پائے تو ابتداء قتل نہ کرے، اور اگر والد اس کے قتل کا قصد کرے اس طور پر کہ اس سے بچنے کی صورت قتل کے علاوہ نہ ہو، تو اب قتل کرسکتا ہے، کیوں کہ وہ دفاع کرنے والا ہے، قصداً قتل کرنے والا نہیں۔ (مترجم)

ان عبارات سے یہ ظاہر و باہر ہے کہ معصیت میں ماں باپ اور سلطان کی اطاعت نہیں ہے۔ اور غیر معصیت میں بعض سے مطلق وجوب معلوم ہوا کہ بعض میں یہ ہے کہ بعض امور میں اطاعت واجب بعض میں مباح۔ اور قضیہ نظر فقہی یہی ہے کہ مطلقاً وجوب نہیں۔ اللہ اور رسول سے زائد اطاعت کس کی، حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے اوامر میں بعضیت ہے۔ بعض وجوب کے لیے اور بعض ارسال میں۔ یوں ہی تفصیلات ہونا ضرور کہ جس مباح کی ماں باپ، سلطان تاکید فرمائیں، امر برائے وجوب کریں، یعنی اس کام کو مامور پر لازم کریں، وہ واجب ہوگا۔ اور اگر امر بطور امر ارشادی ہو تو مباح ہی رہے گا۔ هذا ما عندي والعلم بالحق عند ربي۔

مرتد کا کوئی نفقہ نہیں۔ جیسے حربی کا یوں ہی مرتد کا، بلکہ اس سے زیادہ کہ مرتد سے تو نرمی معاملت

(۱) [التفسيرات الاحمديه: ۶۰۵]

بھی ناجائز ہے، کہ اس کے ساتھ صلہ، حسن سلوک، اس کی اطاعت شعاری، فرماں برداری۔ مرتد کے لیے نہیں مگر توبہ، ورنہ تلوار۔ مرتد والدین حربی والدین سے بدتر ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

جو کام شریعت کے خلاف نہ ہو اس میں باپ کی اطاعت لازم ہے

مسئلہ: (۸۷)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ان مسائل میں کہ...

(۱) زید کا والد افعال حرام کا ارتکاب کرتا ہے تو زید اس سے بوجہ ارتکاب افعال حرام ناراض رہتا ہے، اسی وجہ سے دنیاوی امور میں اس کی اطاعت وفرماں برداری بھی نہیں کرتا ہے۔ تو کیا اس وجہ سے گناہ گار مرتکب عقوق والد ہوا یا نہیں؟

(۲) زید کی والدہ اگر کوئی حکم زید کو دے اور اس حکم کے خلاف اس کا والد حکم دے تو زید کو کس کا حکم ماننا واجب ہے۔ بینوا توجروا۔

از آنولہ ضلع بریلی مسئولہ از مولوی عبد اللطیف صاحب۔ تاریخ ۲۴ر مارچ ۳۷ء

الجواب

(۱) ضرور۔ جو امر خلاف شرع نہ ہو اس میں باپ کی اطاعت لازم ہے اور نہیں کرتا تو ضرور عاق ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) ماں باپ دونوں کی اطاعت لازم ہے اور جہاں دونوں کی نہ ہو سکے وہاں والد کی اطاعت مرجح ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اہل سنت کے حقوق کی حفاظت کے لیے فرق باطلہ کے ساتھ مجالست جائز ہے

مسئلہ: (۸۸) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

ریاست بڑودہ کے اندر مسلمانان بڑودہ راج کانفرنس نامی ایک انجمن واسطے حقوق طلبی وتحفظ اسلام قائم کی ہوئی ہے، یہ انجمن بیچ کوئی مذہبی امور کے دخل کرنے کے واسطے نہیں ہے صرف یہاں کے ہنود راجہ وہندو رعایا کے سامنے مسلمانوں کے حقوق کی حفاظت کا کام کرنے والی ہے، اس لیے اس میں بلا قید ہر فرقے کے کلمہ گو شامل ہو سکتے ہیں۔ کیا اس انجمن میں سنی حنفی مسلمانوں کو شریک ہونا جائز ہے؟ بینوا

توجروا۔ ازپادرا گجرات۔مرسلہ جمال بھائی قاسم بھائی۔

الجواب

اس کانفرنس میں شرکت برائے تحفظ حقوق اہل سنت بمقابلہ فرق باطلہ بتحفظ حقوق اسلام بمقابلہ اعدائے اسلام ضروری ہے۔فرق باطلہ کے ساتھ وہ مجالست ناجائز وحرام ہے جو بربنائے محبت وموالات ہو،نیز وہ جو بے ضرورت وحاجت ومصلحت شرعیہ ہو،نہ وہ جو برائے تبلیغ وردہو۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

شرعی جرم اور حقوق الٰہی کی خلاف ورزی میں توبہ لازم مسلمانوں کی معافی سے معاف نہیں ہوگا

مسئلہ: (۸۹)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

ایک آدمی نے اپنے گھر میں کونڈوں کی نیاز کروائی اور سب لوگوں کو بلاکر شریک دعوت کیا،اسی دوران لوگوں کے ہمراہ زید جوکہ غیر مقلد خیال رکھتا ہے شریک دعوت ہوا،لیکن جب وہ کھاچکا تب اثنائے مجلس میں سے سنی خیال کے ایک آدمی (نے) اس سے سوال کیا کہ:تم نیاز کو حرام کہتے ہو پھر حرام چیز کو کیوں کھایا؟ تب اس نے جواب دیا کہ:اس میں کیا حرج ہے؟لوگ شراب جوکہ بالکل ناجائز ہے پی لیتے ہیں؟خیر اس کے بعد وہ چلا گیا۔اور دوسرے دن فجر کی نماز میں اس ہی کے عقائد کے لوگوں نے اس سے دریافت کیا کہ:تم نے کتنی جگہ نیاز کونڈا کھائی،اس نے جواب دیا کہ مجھ سے صرف ایک جگہ ایسی غلطی ہوئی ہے،اس پر عمرو نے چند لوگوں کے روبرو جوکہ سنی عقائد کے تھے کہا کہ:تم کو بہتر ہوتا کہ شراب پی لیتے مگر کونڈوں کا نیاز نہ کھاتے۔سنی لوگوں نے زید وعمرو کا یہ کلام سن کر محلّہ کے سب کو بلاکر زید عمرو کے ساتھ میل جول،اٹھنا بیٹھنا،حقہ پانی،کلام کرنا بند کردیا۔اب زید وعمرو مجبور ہوکر سنی لوگوں سے کہتے ہیں کہ ہم دونوں کو معاف کردیجیے۔دریافت طلب یہ ہے کہ:شریعت کے مطابق،زید وعمرو کو معاف کرنے کی کیا صورت ہوسکتی ہے۔بینوا بالدلیل معہ بحوالہ کتب فقہ۔ المستفتی:محمد عبداللطیف فرید پوری۔

الجواب

زید وعمرو وہابی ہیں تو ماعلیٰ مثلہ یعد الخطاء ان کی ایسی شناعتوں کا کیا پوچھنا۔ان سے میل جول،ان سے سلام کلام،اس سے پہلے بھی ان کی وہابیت کی بناپر حرام تھا جب تک وہ وہابیت سے اور اپنی اپنی اس تازہ بدکلامی بدلگامی سے توبہ نہ کریں ہرگز ان سے میل جول،ان کے پاس بیٹھنے اٹھنے کی اجازت

نہیں۔ قال تعالیٰ:

﴿وَإِمَّا يُنسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرَى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴾(۱)

اور جو کہیں تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔

سنیوں سے معافی مانگتے ہیں مگر توبہ نصیب نہیں۔ سنیوں سے کیا اس کی معافی چاہی جاسکتی ہے اور اس کی معافی سے الزام شرعی ان کے سر سے اٹھ سکتا ہے، جو مواخذہ الٰہیہ ان پر ہے بے توبہ ورجوع محض سنیوں سے معافی مانگنے سے انہیں اس سے رستگاری ہوسکتی ہے؟ توبہ کرتے شرم آتی ہے، توبہ سے اپنی ذلت سمجھی جاتی ہے اس کی طرح جسے قرآن عزیز نے فرمایا:

﴿وَإِذَا قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ أَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْإِثْمِ﴾(۲)

اور جب اس سے کہا جائے کہ اللہ سے ڈرو تو اسے اور ضد چڑھے گناہ کی۔

زید وعمرو دونوں نے ایسی شنیع بات کہی کہ خود وہابی پر بھی ان دونوں سے بے توبہ میل جول کونا جائز۔ ناروا کہیں گے اگر مذہبی روش پر چلنا چاہیں گے اور سیاسی فریب کاری اگر نہ کریں گے جو آج کل ان کے اکثر نے مذہب پر مقدم کر رکھی ہے، زید نے بکا کیا حرج ہے لوگ الخ یعنی حرام خواری میں کوئی حرج نہیں، عمرو نے زید سے بھی بدتر کلمہ بکا کہ تم کو بہتر کہ شراب پی لیتے۔ شراب پینے کو بہتر کہا اور نیاز کے کھانے سے بہتر کہا۔ ولاحول ولا قوۃ إلا باللّٰہ العلي العظیم۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم۔

ماں باپ کی نافرن اولاد فاسق فاجر حرام کار مستحق نار مستوجب غضب قہار ہے

مسئلہ: (۹۰)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

میرا لڑکا بحالت ثبات عقل ہے لیکن میرے ساتھ میں اس طرح پیش آتا ہے کہ تخمیناً عرصہ بیس سال سے مجھ سے بات نہیں کرتا ہے، نیز توہین کرتا ہے عزت کا خواہاں ہے، چیں بر جبیں سخت کلامی سے مقابلہ پر آنے میں یہ ثابت ہوتا تھا کہ میرے مارنے پر تیار ہے، میں نے اس کی حرکات بیجاؤں پر غور کر کے یہ تجویز کیا ہے کہ میری زمینداری وسیر وغیرہ غرضکہ جو چیز میری ہے بعد میرے مسمی مذکور کو عاق نامہ

---

(۱) [سورۃ الأنعام:۶۸]

(۲) [سورۃ البقرۃ:۲۰۶]

لکھنے سے خصہ نہ پہنچے شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

ازنگریا سادات مسئولہ معرفت جناب سید نوشہ حسن صاحب ۳رجب ۵۶ھ

الجواب

وہ لڑکا سخت فاسق، فاجر، شدید حرام کار، اشد گنہ گار، مستحق نار، مستوجب غضب جبار، مبتلائے قہر قہار، حق اللہ وحق اب میں گرفتار ہے۔ اس پر اپنی اس خبیث نہایت شنیع حرکت سے توبہ لازم ہے اور اپنے والد سے معافی چاہنا نہایت عاجزی، پورے انکسار، انتہائی تذلل کے اظہار کے ساتھ۔ یہاں تک معافی چاہتا رہے کہ باپ معاف کردے اور دل سے راضی ہو جائے۔ باپ کے ساتھ گستاخی کو ہلکا نہ جانے۔ سخت قہر اور عظیم وزر کی بات ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ گستاخی تو بہت سخت ہے محض نافرمانی بھی جس سے انہیں ایذا ہو عقوق ہے۔ اور عقوق حرام وکبیرہ ہے۔ حدیث میں ارشاد فرماتے ہیں:

" ألا أنبئكم بأكبر الكبائر (۳بار)"

کیا میں تمہیں سب کبیروں سے بڑے کبیرہ کی خبر نہ دوں۔ صحابہ کی عرض پر فرمایا:

۔((الاشراك بالله و عقوق الوالدين الخ))

خدا کا شریک کرنا۔ اور ماں باپ کو ستانا۔ عقوق والدین جنت سے محرومی کا باعث ہے اور بالکل محرومی کا سبب ہوسکتا ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ عقوق والدین کی نحوست سے خوف کرنا چاہیے کہ کلمۂ اسلام پر خاتمہ نصیب نہ ہو۔ یا معاذ اللہ ایمان ہی پر موت سے محروم رہے۔

عقوق والدین لعنت کا سبب ہے۔

حدیث میں ہے:

((ثلثة لا يدخلون الجنة العاق لوالديه، والديوث، ورجلة النساء.)) (۱)

تین شخص جنت میں نہ جائیں گے، ماں باپ کو ستانے والا۔ اور دیوث۔ اور مردوں کی وضع بنانے والی عورت۔ (مترجم)

عقوق والدین ایسی خبیث ہولناک شی ہے، کہ شرک کے بعد اسی کو فرمایا۔ عقوق والدین ایسا شنیع کام ہے کہ حدیث میں دیوثی سے بھی پہلے اس کو ذکر فرمایا، دیوثی سے بھی بدتر ٹھہرا۔ عقوق والدین ایسی ناپاکی ہے کہ اس کے ساتھ نہ فرض قبول نہ نفل۔ حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

---

(۱) [السلسلة الصحيحة للألباني۔حديث:۱۳۹۷ - ۳۸۷/۳]

ماں باپ کے ساتھ گستاخی ملعون کا کام ہے۔

حدیث میں ہے:

((لعن اللّٰہ من سب والدیہ))(۱)

جس نے ماں باپ کے ساتھ گستاخی کی اس پر اللہ کی لعنت ہے۔(مترجم)

ماں باپ کا حق ماننا ان کا شکر گزار رہنا ایسا فرض ہے کہ اسے قرآن عظیم نے اللہ عزوجل کے حق کے بعد ہی ذکر فرمایا۔

کہ فرمایا:

﴿اَنِ اشْكُرْ لِیْ وَ لِوَالِدَیْكَ﴾(۲)

یہ کہ حق مان میرا اور اپنے ماں باپ کا۔

ماں باپ کو گالی دینا نہیں اف کہنا بھی حرام ہے۔

قرآن عظیم کا ارشاد ہے:

﴿وَلَا تَقُلْ لَّهُمَاۤ اُفٍّ﴾(۱)

تو ان سے ہوں نہ کہنا۔

وہ شخص اگر توبہ نہ کرے مسلمان اس سے میل جول، ربط ضبط، نشست برخاست، سلام وکلام چھوڑ دیں، یہاں تک کہ وہ توبہ کرے اور اپنے اس شدید جرم، نافرمانی، ایذا رسانی، گستاخی کی معافی والد سے چاہے۔ والد تو والد ہے کسی مسلمان کو ناحق ستانا ایذا دینا اللہ جل جلالہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایذا دینا ہے کما فی الحدیث۔

مگر جب تک وہ مسلمان ہے اس وقت تک یہ نہیں ہوسکتا کہ: وہ اپنے والد کا وارث بعد والد نہ ہو۔ وارث بنانا والد کا کام نہیں کہ وہ جسے لکھ جائے وہ وارث ہو، اور جس کو لکھ دے کہ یہ وارث نہ ہو وہ وارث نہ ہو۔ عاق نامہ لکھ دینا لغو ہے۔ عاق کرنے سے عاق نہیں ہوتا۔ عاق تو وہ خود ہی ہے یہ عاق کرے یا نہ کرے عاق نامہ لکھے یا نہ لکھے۔ اگر عاق نہ سمجھے نہ کہے نہ لکھے تو اس کی غلط فہمی سے اس کا عقوق نہ جاتا

---

(۱) [الترغیب والترہیب، الترہیب من اللواطۃ۔ حدیث:۵ ۔ ۳/۲۸۷]

(۲) [سورۃ لقمان:۱٤]

(۳) [سورۃ الاسراء:۲۳]

رہے گا۔ یوں ہی اگر غیر عاق کو یہ لکھ دے یا کہہ دے تو اس کے کہنے سے وہ عاق نہ ہوجائے گا۔ جو عاق ہے وہ اس عقوق کی بناپر وراثت سے محروم نہ ہوگا اور وہ گناہ کرتا ہے تو اس کے گناہ سے اس کے والد کو گناہ کی اجازت نہ ہوجائے گی، میراث سے بھاگنا گناہ ہے، بعض علمانے تو اسے کبیرہ فرمایا۔

حدیث میں ہے:

((من فرمن میراث وارثه قطع الله میراثه من الجنة یوم القیامة.))(۱)

جو اپنے وارث کی میراث سے بھاگے اللہ تعالیٰ روز قیامت جنت سے اس کی میراث قطع فرمادے گا۔(مترجم)

تیسیر شرح جامع صغیر میں اس حدیث کے نیچے فرمایا:

"أفاد أن حرمان الوارث حرام وعده بعضهم من الكبائر. والله تعالیٰ اعلم۔"(۲)

اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ وارث کو وراثت سے محروم کرنا حرام ہے، اور بعض علمانے اسے گناہ کبیرہ میں شمار کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔(مترجم)

---

(۱) [سنن ابن ماجه، كتاب الوصايا، باب الحيف في الوصية۔حديث:۲۷۰۳۔۳/۱۹۶]

(۲) [التيسير بشرح الجامع الصغير، حرف الميم:۲/۴۳۳]

(٨) فضائل ومناقب

حضرت صدیق اکبر پورے قرآن کے حافظ تھے

(٩١) **مسئلہ:**

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

حضرت صدیق اکبر، قرآن مجید جوفی زمانا مروج ہے اس سارے قرآن مجید کے حامل تھے یعنی حافظ تھے یا کہ اس قرآن مجید کے حافظ تھے جو پہلے حضرت عثمان غنی نے جمع کیا تھا کہ سورۂ بقر تا سورۂ آل عمران یا اور سورہ کے حافظ تھے؟

الجواب

حضرت خلیفۂ رسول اللہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پورے قرآن عظیم کے حافظ تھے۔ قرآن تو ایک ہی ہے، اس کے کیا معنی کہ جو آج کل مروج ہے یا وہ جسے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جمع فرمایا تھا۔ یہ وہی قرآن ہے جو آج بفضلہٖ تعالیٰ ہمارے ہاتھوں ہمارے سینوں اور ہماری زبانوں پر ہے۔ جو اللہ عزوجل نے حضور علیہ الصلاۃ والسلام پر نازل فرمایا اور جسے پہلے حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دولوح میں جمع فرمایا، جس کے جمع کرنے کا بلیغ مشورہ حضرت سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیا تھا، پھر حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی ترتیب پر۔

صواعق محرقہ میں تہذیب امام نووی سے ہے:

"أنه أحد الذين حفظوا القرآن كله."(١)

یہ ان نفوس قدسیہ میں سے ایک ہیں جنھیں پورا قرآن مجید حفظ تھا۔ (مترجم)

امام ابن حجر مکی صواعق میں فرماتے ہیں:

"ومن فضائله العظيمة جمعه للقرآن۔ فقد أخرج أبو يعلىٰ عن علي قال: أعظم الناس أجراً في المصاحف أبو بكر۔ أن أبا بكر كان أول من جمع القرآن بين اللوحين. وأخرج البخاري عن زيد بن ثابت قال: أرسل إلى أبو بكر مقتل أهل اليمامة

---

(١) [الصواعق المحرقة: ص٨٦]

وعنده عمر فقال أبو بكر: إن عمر أتاني فقال:إن القتل قد استحر يوم اليمامة وإني لأخشى أن يستحر القتل بالقراء في المواطن ، فيذهب كثير من القرآن إلا أن تجمعوه وإني لأرىٰ أن تجمع القرآن."(۱)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عظیم فضائل میں جمع قرآن بھی ہے۔ابویعلی نے حضرت علی سے حدیث نقل کی فرمایا: قرآن مجید جمع کرنے کے بارے میں اجر وثواب کے لحاظ سے حضرت ابوبکر صدیق عظیم ترین شخصیت ہیں۔حضرت ابوبکر صدیق سب سے پہلے شخص ہیں جنھوں نے اللہ عز وجل کی کتاب مبارک قرآن پاک کو دولوحوں میں یکجا کیا، امام بخاری نے حضرت زید بن ثابت سے یہ حدیث نقل کی، فرمایا: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اہل یمامہ کے وقت قتل کے موقع پر میری طرف کسی شخص کو بھیجا (میں ان کے پاس پہنچ گیا)، ان کے پاس اس وقت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تشریف فرماتھے، حضرت ابوبکر نے فرمایا کہ: بے شک عمر میرے پاس آئے ہیں اور کہا ہے کہ جنگ یمامہ کے دن قرآن پاک کے بہت سے قاری بڑی تعداد میں قتل ہو گئے ہیں اور بے شک مجھے ڈر ہے کہ مختلف مقامات میں قاریوں کے قتل کا بازار اسی طرح گرم رہا، تو بہت سا قرآن ضائع ہو جائے گا۔اور بے شک میں خیال کرتا ہوں کہ آپ قرآن پاک کے جمع کرنے کا حکم صادر فرمائیں۔(مترجم)

"قال أبوبكر: فقلت لعمر : كيف افعل شيئاً لم يفعله رسول اللّٰه۔صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم؟ فقال عمر: وهو واللّٰه خير ۔ فلم يزل عمر يراجعني فيه حتى شرح اللّٰه لذلك صدري فرأيت الذي رأى عمر.قال زيد وعمر عنده جالس لا يتكلم.فقال أبوبكر: إنك شاب عاقل، ولانتهمك وقد كنت تكتب الوحي لرسول اللّٰه۔صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم۔ فتتبع القرآن فاجمعه ۔ فواللّٰه لو كلفني نقل جبل من الجبال ما كان أثقل عليّ مما أمرني به من جمع القرآن۔ فقلت: كيف تفعلان شيئاً لم يفعله النبي ۔صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم۔ فقال أبو بكر: هو واللّٰه خير۔ فلم أزل أراجعه حتى شرح اللّٰه صدري للذي شرح اللّٰه له صدر أبي بكر وعمر۔ فتتبعت القرآن أجمعه من الرقاع والأكتاف والعسب أي : العصي من الجريد.وصدور الرجال حتى وجدت من سورة التوبة آيتين مع خزيمة بن ثابت لم أجدهما مع غيره.لقد جاء كم رسول إلىٰ آخرها

(۱) [الصواعق المحرقة:ص۸۶]

فكانت الصحف التي جمع فيها القرآن عند أبي بكر حتي توفاه الله ثم عند عمرحتى توفاه الله ثم عند حفصة بنت عمر رضى الله تعالىٰ عنها.والله تعالىٰ أعلم."(۱)

حضرت ابوبکر نے فرمایا: میں نے عمر سے کہا: میں وہ کام کیسے کروں جسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہیں کیا، اس پر حضرت عمر نے فرمایا: اللہ کی قسم یہ کام خیر اور اچھا ہے، حضرت عمر مسلسل اس کام کے لیے مجھ سے رجوع کرتے رہے اور مجھے بار بار کہتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس کام کے لیے میرے سینے کو کھول دیا، اور میں نے اس چیز میں خیر و مصلحت کو پالیا جسے حضرت عمر نے پایا تھا۔ حضرت زید فرماتے ہیں: اور حضرت عمر ان کے پاس خاموش بیٹھے ہوئے تھے، کہ حضرت ابوبکر نے فرمایا: اے زید! تو جوان اور عقل مند آدمی ہے، میں تجھ پر خیانت اور غفلت کی تہمت نہیں لگا سکتا، اور بے شک تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے وحی کو لکھا کرتا تھا، لہذا تو قرآن پاک کو تلاش کر، پھر اسے ایک کتاب کی شکل میں جمع کر، (اس پر حضرت زید بن ثابت نے فرمایا) اللہ کی قسم! اگر لوگ مجھے پہاڑوں میں سے کسی پہاڑ کو اِدھر اُدھر کرنے کا حکم دیتے وہ میرے لیے اتنا بھاری نہیں تھا جتنا کہ مجھے انھوں نے یہ حکم دیا کہ میں قرآن کو جمع کروں۔ حضرت زید بن ثابت فرماتے ہیں: میں نے حضرت ابوبکر سے کہا: آپ حضرات ایسا کام کس طرح کر سکتے ہیں جسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہیں کیا، حضرت ابوبکر صدیق نے فرمایا: خدا کی قسم یہ کام خیر ہے، تو حضرت ابوبکر بار بار مجھ سے اس کام کے لیے رجوع فرماتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے میرے سینے کو بھی اس کام کے لیے کھول دیا جس کام کے لیے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے سینے کو کھولا تھا۔ تو میں نے قرآن پاک کو تلاش کرنا شروع کیا، میں نے اسے چمڑے اور کاغذ کے ٹکڑوں سے، اونٹوں کے شانوں پر سے، کھجور کی شاخوں سے اور مردوں کے سینوں میں سے اکٹھا کیا، یہاں تک کہ میں نے سورۂ توبہ کے آخری حصے کو حضرت خزیمہ بن ثابت کے پاس پایا، سورۂ توبہ کا یہ آخری حصہ میں نے کسی اور کے پاس نہ پایا، سورۂ توبہ کا آخری حصہ یہ ہے: ﴿لقد جاء کم رسول﴾ سے سورہ کے آخر تک، تو قرآن پاک کے جمع شدہ یہ صحیفے حضرت ابوبکر صدیق کے پاس رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں وفات دے دی، پھر حضرت عمر کی زندگی میں ان کے پاس رہے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں وفات دے دی، پھر حضرت عمر کی صاحب زادی حضرت حفصہ کے پاس رہے۔ اللہ تعالیٰ زیادہ بہتر جاننے والا ہے۔ (مترجم)

---

(۱) [الصواعق المحرقة: ص۸۶]

لفظ ''اعلیٰ حضرت'' کے معنی ومطلب

مسئلہ: (۹۲)

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

''اعلیٰ حضرت'' کے معنی کیا ہیں مع دلیل کے بیان کیجیے؟

الجواب

اعلیٰ حضرت کے معنی ہیں اعلیٰ پیش گاہ۔اور محاورے میں مجازاًاس کا اطلاق معظم ترشخص پر شائع ہے، جیسے معظمین کوحضرت کہا جاتا ہے۔یوں ہی جیسے جناب کہا جاتا ہے۔سرکار بولا جاتا ہے اورراجپوتانہ کے محاورہ میں معظم شخص پر دربار کا اطلاق کیا جاتا ہے۔یوں ہی عام محاورے میں معظم ترکو جناب عالی۔عالی جناب،عالی سرکار،سرکار عالی کہا جاتا ہے۔یوں ہی حضرت اعلیٰ،اعلیٰ حضرت ،عالی حضرت،حضرت عالی بھی۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

قبر کے پاس ذکر خدااوررسول سبب نزول رحمت ہے

مسئلہ: (۹۳)

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

ایک شخص کسی قبر پر جاکر جوکہ شہر سے تقریباًایک میل کے فاصلہ پر ہے میلاد کرے ہر جمعہ کے روز اور یہ چیز پہلے کبھی نہ ہوتی ہواور جس میں نوجوان عورتیں بھی کثرت سے صبح سویرے سے شہر سے نکل کروہاں جاتی ہوں،اور وہاں جاکر کے گنبد کے اندرداخل ہوکر جس کا بالکل تنگ دروازہ ہواس سے اندر داخل ہوکراور وہاں روشنی وغیرہ کا کچھ انتظام نہ ہواور جب سے یہ کام شروع ہوا ہے بہت سے ناجائز طریق سے عورتوں کا آنا جانا ثابت بھی ہو چکا ہے،چنانچہ بعض آدمیوں نے اپنی عورتوں کوطلاقیں بھی دی ہیں،جوآدمی کرانے والا ہے اس نے کئی دفعہ یہ لفظ کہے ہیں اورعام مجمع میں کہے ہیں کہ:خانۂ کعبہ میں بھی زناوغیرہ ہوتا ہے،شرابیں پی جاتی ہیں۔الغرض تمام بدمعاشیاں وہاں ہوتی رہتی ہیں۔

جونعت خواں ساتھ لے کر جاتا ہے وہ سارے تقریباًصورتاًسیرتاًشریعت کے خلاف ہوتے ہیں اورعشقیہ اشعار پڑھے جاتے ہیں اوراہل شہراس بات کو بہت براسمجھتے ہیں،چنانچہ روکنے کی کوشش بھی کی اوراس نے وعدہ بھی مسجد میں بیٹھ کرکیا کہ آئندہ میں اکیلا ہی جاؤں گااورعورتوں کو بند کردوں گا،اگرعورتیں نہ رکیں تو میں جانا بند کردوں گا،لیکن اس کے بھی خلاف کرتا ہے اور کہتا ہے کہ:خواب میں حضور نے فرمایا

ہے کہ عورتیں جہاں چاہیں جانے دو کیوں روکتے ہو۔لہذا ہم اہل سنت والجماعت حنفی ہیں ہم آپ سے اس کا فتویٰ قرآن وحدیث اور فقہ حنفی کی مدد سے طلب کرتے ہیں، آپ فقہ حنفی کی عبارتیں مہربانی کر کے نقل فرمادیں، تاکہ آج کل کے علما کی ذاتی رائے سے بچ کر فقہ حنفی اور امام ابوحنیفہ کے مقلد ہوجائیں اور کبھی کبھی نوجوان لڑکیاں بھی وہاں بلند آواز سے نعتیں پڑھتی ہیں مہربانی فرما کر ہر ایک جزیہ کا قرآن وحدیث وفقہ سے جواب عنایت فرمادیں۔ از ۲۸؍ جمادی الآخرہ ۵۸ھ

الجواب

نزدقبر ذکر خدا اور سول۔جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔بہتر ہے،سبب نزول رحمت ہے، ودفع زحمت ہے، مردہ ذکر سے انس پاتا اور وحشت دفع ہوتی ہے،میلا د مبارک میں ذکر اللہ وذکر حضور پرنور رسالت پناہی ہوتا ہے۔اس طرح وہاں عورتوں کی شرکت نہ چاہیے مگر اس سے وہ فعل ناجائز نہیں۔عورتوں کو روکا جاے۔کوئی اچھا کام پہلے نہ ہوا،اب شروع کیا جاے اس سے وہ برا نہیں ہوسکتا،اچھا کام جب ہوگا اچھا ہی ہوگا۔

حدیث میں ہے:((من سن في الإسلام سنة حسنة الخ.))(۱)

جس نے اسلام میں اچھا طریقہ ایجاد کیا۔(مترجم)

اس سے یہ امر ظاہر اور اصل عوارض سے باطل نہ ہونا بالکل واضح وباہر۔کیا مساجد میں جمعہ کو یا کسی دن عورتیں آئیں،اور ایسی بے حیائی اوڑھ لیں کہ مردوں کے ساتھ کھڑی ہوں دروازے سے مردوں کے ہجوم میں آئیں جائیں تو ان کی اس ناجائز حرکت سے مسجد ہی کو خیر باد کہہ دیا جاے گا،اور جمعہ ہی کو ناجائز بتادیا جاے گا، جہاں جمعہ ہوتا رہا ہے وہاں جمعہ کو نہ سہی آج کسی مسجد میں نیا جمعہ قائم ہوا سی کو سہی۔عورتوں کو وہاں حاضری سے خصوصاً اس بے حیائی کے ساتھ اس سے روکا جاے۔وہ عورتیں اور جو اس بے حیائی سے راضی ہوں وہ سب گنہ گار حرام کار مستحق نار ہیں۔

میلا د مبارک کی نسبت وہ حکم لکھا گیا ہے جو اوپر مذکور ہوا۔میلا د مبارک کا نام کر کے وہاں بجاے میلا د مبارک عشقیہ اشعار گانا گوانا نوجوان عورتوں کے جذبات کو ابھارنا مقصود ہو تو اس کے حرام ہونے میں کیا کلام۔وہ شخص نہایت بدلگام ہے جس نے ایسا بکا۔کعبہ معظمہ کا نام لے کر مگر مکہ معظمہ کو بھی عوام کعبہ ہی کہتے ہیں۔اس سے بظاہر اس کا مقصود بھی نفس کعبہ نہیں بلکہ شہر مکہ ہی ہے اور ان لوگوں پر رد جو میلا د مقدس

---

(۱) [کنز العمال، کتاب المواعظ، حدیث: ۴۳۷۱ - ۱۵/۳۳۰]

کو اس حیلہ سے روکتے ہیں۔ پھر بھی اسے ایسا نہ کہنا چاہیے تھا، اس کا انداز کلام بہت برا ہے۔ میلاد مبارک اگر وہ حسن نیت سے کرتا ہے تو عورتوں کی بے پردگی کو روکے اس طرح بے حیائی سے انہیں شرکت سے مانع ہو، نہ روکیں تو حسب وعدہ خود رکے۔ مردے کے استیناس اور اسے ایصال ثواب کے لیے اگر وہ یہ کرتا ہے اس طرح کرے۔ عورتیں نہ شریک ہوں چند روز بعد جب ان کی اس بے حیائی سے حاضری کا سد باب ہو جائے تو جیسا چاہے کرے۔ میلاد مبارک نیک لوگوں سے وہ میسر نہ ہوں تو مستور الحال اصحاب جو بظاہر متشرع ہوں ان سے پڑھوائے، فساق سے نہ پڑھوائے۔

اس نے اگر یہ جھوٹ بکا ہے کہ: خواب میں حضور نے ایسا فرمایا۔ حضور پر افترا کیا ہے جب تو اس نے اپنا ٹھکانہ جہنم بنالیا، توبہ کرے اور اللہ سے ڈرے۔ حضور پر افترا کی لعنت اس کے عظیم وبال ونکال کو ہلکا نہ جانے۔ اور اگر اس نے افترا نہیں کیا تو یقین جانے کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام پاک ہیں اس سے کہ اپنی شریعت طاہرہ کے خلاف خواب میں حکم فرمائیں۔ یقین کرے کہ حضور نے فرمایا ہوگا کہ عورتیں جہاں چاہیں نہ جانے دو تم کیوں نہیں روکتے ہو۔ اس کے سننے میں غلطی ہوئی پھر کوئی حکم خواب سے سچ ہو جائے تو پھر اوروں کے خوابوں کو وہ بھی جھوٹا نہ کہہ سکے گا۔ اگر کوئی اس کی طرح یہ ادعا کرے کہ مجھے خواب میں ایسا حکم ہوا ہے کہ عورتوں کو مزار پر نہ آنے دو اور جو اس میں مزاحم ہو اس کی گردن ماردو، جو مزار پر بیٹھ کر عشقیہ اشعار پڑھے پڑھوائے عورتوں کا مجمع کرے ان کے جذبات ابھارے اسے مار ڈالو، یا یہ سزا دو، یا فلاں شخص کی بی بی، ماں، بہن وغیرہ سے نکاح کرلو وغیرہ وغیرہ تو وہ اس کو مان لے گا اور اس حکم کی پابندی کرے گا اور اسے جائز جانے گا۔ **لا الہ إلا اللہ محمد رسول اللہ۔** جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

اگر وہ شخص جھوٹ بکتا ہے کہ اس نے حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی زیارت نہ کی یوں ہی خواب دل سے گڑھا اور حضور پر وہ ناپاک افترا کیا جب تو اس پر اشد الزام ہے جلد توبہ کرنا فرض ہے، اور اگر فی الواقع وہ اس دولت بے دار دیدار پر انوار سرکار سرہر کار سے مشرف ہوا تو یقین کرے کہ: حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے ہرگز وہ نہ فرمایا جو اس کے سننے میں آیا۔ شیطان نے آواز وکلام میں تلبیس کی اس کے کان میں کلام ابلیس پہونچا۔ حاشا کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے وہ فرمایا ہو جو خلاف شرع مقدس ہے۔ فتاویٰ عزیزیہ میں حضور شاہ عبد العزیز قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:

اما در قسم سوم شیطان گاہے آوازے وکلامے تلبیس می کند ووسوسہ می اندازد چوں بشہادت بعض روایات کہ در وقت قرأت سورۂ نجم وقت سکوت آنجناب شیطان حرف وسوسہ گفتہ بعض سامعین مشرکین را

مشتبہ ساخت درحین حیات ایں معنی ممکن باشد درخواب چرا ممکن نیست، لہذا در شریعت غرا احکام خواب را صحت نمی شمارند الخ۔(۱)

جو لڑکیاں وہاں بلند آواز سے نعت پڑھتی ہیں وہ گنہ گار بدکردار مستحق نار ہیں۔ نیز وہ مرد بھی جوان کی آواز پر کان دھرتے اور ان کی اس حرکت پر راضی ہوتے ہیں۔ عورت کی آواز بھی عورت ہے یہاں تک کہ اگر جماعت میں شامل ہو اور امام کو سہو ہو تو سبحان اللہ نہیں کہہ سکتی امام کو سہو سے یوں آگاہ کرے کہ: پشت دست پر ہاتھ مارے جیسا سیدنا محبوب الٰہی قدس سرہ العزیز کے ملفوظات طیبات سیر الاولیا شریف میں ہے، نماز میں تکبیر وقرأت کچھ بآواز بلند نہیں پڑھ سکتی۔

فتاویٰ عزیزیہ: رسالہ نماز زناں میں ہے:

بآواز بلند ہیچ وقت قرأت نخوانند ونہ تکبیرات بآواز گویند ہمہ را آہستہ گویند ہیچ جا آواز بلند تا سلام ہمیں طور آہستہ ہر وقت ہر چیز را گفتہ باشد۔(۲)

ان عورتوں کو وہاں جانا ہی نہ چاہیے، نہ کہ وہاں بآواز بلند پڑھنا۔

غنیۃ میں کفایہ شعبی سے ہے: "سئل القاضي عن جواز خروج النساء إلىٰ المقابر فقال لا يسئل عن الجواز والفساد في مثل هذا وإنما يسئل عن مقدار ما يلحقها من اللعن فيه۔ واعلم أنها كلما قصدت الخروج كانت في لعنة الله وملائكته، وإذا خرجت تحفها الشياطين من كل جانب، وإذا أتت القبور يلعنها روح الميت، وإذا رجعت كانت في لعنة الله۔ ذكره في التاتارخانيه. والله تعالىٰ اعلم۔"(۳)

امام قاضی سے استفتا ہوا کہ عورتوں کا مقابر کو جانا جائز ہے یا نہیں؟ فرمایا: ایسی جگہ جواز وعدم جواز نہیں پوچھتے، یہ پوچھو کہ اس میں عورت پر کتنی لعنت پڑتی ہے، جب گھر سے قبور کی طرف چلنے کا ارادہ کرتی ہے، اللہ اور فرشتوں کی لعنت میں ہوتی ہے، جب گھر سے باہر نکلتی ہے سب طرفوں سے شیطان اسے گھیر لیتے ہیں جب قبر تک پہنچتی ہے میت کی روح اس پر لعنت کرتی ہے جب واپس آتی ہے، اللہ کی لعنت میں ہوتی ہے۔ یہ تاتارخانیہ میں مذکور ہے۔ اللہ بہتر جانتا ہے۔(مترجم)

---

(۱) [فتاویٰ عزیزیه:۱/۱۵۳]

(۲) [فتاویٰ عزیزیه:۱/۲۵]

(۳) [غنية المستملى شرح منية المصلى:۵۹۴]

ذکر حضور ذکر خدا ہے لہذا یاد حضور کی قسم درست ہے

مسئلہ: (۹۴)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

اعلیٰ حضرت رضی المولیٰ تعالیٰ عنہ کے اس شعر پر:

یاد حضور کی قسم غفلت عیش ہے ستم الخ

بظاہر یہ شبہ ہوتا ہے کہ اس میں غیر ذات وصفات عز وجل کے ساتھ قسم کھائی گئی ہے جو شرعاً مکروہ ہے۔

(۲) اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دستخط فتاویٰ کے آخر میں اس طور پر ہوتے ہیں: کتبہ: احمد رضا عفی عنہ، بمحمد ن المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ بعض اشخاص کا خیال ہے کہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کمال ادب اس ترتیب کے عکس کا مقتضی تھا یعنی اپنا اسم گرامی نیچے اور سرکار دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام پاک اوپر تحریر فرماتے۔ معلوم ہوتا ہے یہ ترتیب کاتب کی تراشیدہ ہے۔

از میرٹھ مرسلہ جناب مولوی غلام جیلانی صاحب مدرس مدرسہ ۱۰ / جمادی الاولیٰ ۵۸ھ

الجواب

یہاں جواب یہ خیال میں آتا ہے کہ سارے حلف بغیر اللہ مکروہ وحرام نہیں۔ اور حرام ومکروہ، حرمت وکراہت میں متساویة الأقدام نہیں۔ بعض تو اس قدر اشد حرام ہیں جیسے طواغی وانداد کفار کے ساتھ حلف کہ ایک صورت میں کفر یقینی۔ ایک میں پھر وہ حلف جو طواغی وانداد کے ساتھ خاص ہو، جیسے امانت کے ساتھ حلف کہ اہل کتاب کا حلف تھا، پھر حلف بالآباء وغیرہ

لمعات میں زیر حدیث:

"من حلف فقال في حلفه باللات والعزىٰ فليقل: لا إله إلا الله،يحتمل أن يكون معناه أنه سبق لسانه فليتداركه بكلمة التوحيد؛ لأنه صورة الكفر وإلا فإن كان علىٰ قصد التعظيم فهو كفر وارتداد يجب العود عنه بالدخول في الإسلام."(۱)

جس نے قسم کھائی اور کہا: مجھے لات وعزیٰ کی قسم تو اسے چاہیے کہ کلمۂ طیبہ پڑھے، احتمال ہے کہ

(۱) [اشعة اللمعات، کتاب العتق، باب الأيمان والنذر: ۳/ ۲۱۱]

اس کا مطلب یہ ہو کہ وہ جملہ اس کی زبان سے غیر ارادی طور پر نکل گیا ہو، تو اسے چاہیے کہ کلمہ توحید پڑھ کر تلافی کرے، اس لیے کہ یہ قسم صورت کے لحاظ سے کفر ہے، ورنہ بتوں کی تعظیم کے ارادے سے قسم کھائی تو یہ کفر وارتداد ہے اور اس کا دوبارہ اسلام میں داخل ہونا واجب ہے۔ (مترجم)

مرقات میں ہے: "من حلف بالأصنام فقد أشركها بالله في التعظيم فوجب تداركها بكلمة التوحيد." (۱)

جس نے بتوں کے نام کا حلف اٹھایا یقیناً اس نے تعظیم میں اللہ کا شریک ٹھہرایا، فوراً کلمہ توحید کہہ کر تلافی وتدارک واجب ہوگا۔ (مترجم)

نیز مرقات میں زیر حدیث:

"إن الله ينهاكم أن تحلفوا بآبائكم من كان حالفاً فليحلف بالله أو ليصمت متفق عليه . يكره الحلف بغير أسماء الله تعالىٰ وصفاته سواء في ذلك النبي۔ صلى الله تعالىٰ عليه وسلم۔ والكعبة والملائكة والأمانة والحياة والروح وغيرها ومن أشدها كراهة الحلف بالأمانة." (۲)

بے شک اللہ تعالیٰ تمھیں آباواجداد کی قسم کھانے سے منع فرماتا ہے، جو شخص قسم کھائے وہ اللہ تعالیٰ کی قسم کھائے یا چپ رہے، اللہ تعالیٰ کے اسما وصفات مبارکہ کے علاوہ کی قسم کھانا مکروہ ہے اور اس سلسلے میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، کعبۂ معظمہ، ملائکہ، امانت، حیات اور روح وغیرہ سب کا ایک حکم ہے، اور ان سب میں سخت تر مکروہ امانت کی قسم کھانا ہے۔ (مترجم)

اشعۃ اللمعات میں ہے:

باید کہ توبہ کند وتدارک نماید بکلمۂ توحید اگر این سوگند خوردن بلات وعزیٰ بطریق سبق لسان وعادت جاہلیت ست، پس تدارک بکلمۂ توحید بجہت بودن اوست صورت کفر وامرے مستحسن ست ظاہر آنست کہ مراد ہمیں ست والا اگر بقصد تعظیم بود کفر وارتداد صریح ست وواجب ست عود ازاں بدر آمدن دراسلام۔ (۳)

---

(۱) [مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، باب الأيمان والنذر: ۶/۲۲۳۵]

(۲) [مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، باب الأيمان والنذر۔ حديث: ۳۴۰۷۔ ۶/۲۲۳۴]

(۳) [اشعة اللمعات، كتاب العتق، باب الأيمان والنذور: ۳/۲۱۱]

اسے چاہیے کہ توبہ کرے اور کلمۂ توحید پڑھ کر تدارک کرے۔ اگر دورِ جاہلیت کی عادت کے مطابق اور غیر ارادی طور پر لات وعزیٰ کی قسم زبان پر آ گئی ہو تو کلمۂ توحید کے ساتھ تلافی اس لیے مستحسن ہے کہ یہ قسم صورت کے لحاظ سے کفر ہے اور ظاہر یہ ہے کہ یہی مراد ہے ورنہ اگر بتوں کی تعظیم کے ارادے سے قسم کھائی تو یہ صراحۃً کفر وارتداد ہے اور اس کا دوبارہ اسلام میں داخل ہونا واجب ہے۔ (مترجم)

اسی میں زیرِ حدیث: ((من حلف بالأمانة فليس منا.))(۱) ہے:

جس نے امانت کی قسم کھائی وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ (مترجم)

گفت آں حضرت کسے کہ سوگند خورد بامانت پس نیست آں کس از ما و بر طریقۂ ما بلکہ از متشبہین بغیر ماست زیرا کہ آں از عادت اہل کتاب ست واز جہت نابودن او از اسما و صفات الٰہی تعالیٰ۔ (۲)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے امانت کی قسم کھائی وہ ہم میں سے نہیں اور ہمارے طریقے پر نہیں بلکہ ہمارے غیر کے ساتھ مشابہت اختیار کرنے والا ہے، کیوں کہ یہ اہل کتاب کی عادت ہے اور نیز اس لیے کہ امانت اللہ تعالیٰ کے اسما اور صفات میں سے نہیں ہے۔ (مترجم)

بعض وہ کہ صورتاً حلف مگر یمین مراد نہیں مجرد تقریر وتاکید مقصود ہو جیسے کبھی صیغۂ ندا کلام میں بے قصد ندا محض برائے اختصاص زیادہ کیا جاتا ہے۔ یہ ناجائز وحرام نہیں۔ حدیث میں خود حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا: "أفلح و أبيه."

مرقات میں زیرِ حدیث: ((إن الله ينهاكم أن تحلفوا بآبائكم متفق عليه:))(۳)

اللہ تعالیٰ تم کو تمہارے آبا کی قسم کھانے سے منع فرماتا ہے۔ (مترجم)

"قال القاضي: فإن قيل هذا الحديث مخالف لقوله۔صلى الله تعالىٰ عليه وسلم۔ أفلح و أبيه، فجوابه أن هذه كلمة تجري على اللسان لا يقصد بها اليمين بل هو من جملة ما يزاد في الكلام لمجرد التقرير والتاكيد ولا يراد به القسم، كما يراد بصيغة النداء مجرد الاختصاص دون القصد إلىٰ النداء انتهىٰ."(٤)

---

(۱) [سنن ابو داؤد، باب: في كراهية الحلف بالأمانة۔ ۳/۲۲۳]

(۲) [اشعة اللمعات، كتاب العتق، باب الأيمان والنذور: ۳/۲۱٤]

(۳) [مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، باب الايمان والنذور۔ ٦/۲۲۳٤]

(٤) [مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، باب الأيمان والنذر: ٦/۲۲۳٤]

قاضی نے کہا: اگر اعتراض کیا جائے کہ یہ حدیث تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمان (أفلح و أبیه۔ اس کے باپ کی قسم! یہ کامیاب ہوگیا) کے خلاف ہے۔ جواب یہ ہے کہ یہ ایسا کلمہ ہے جو اہل عرب کی زبان پر بلا قصد جاری ہوتا ہے، وہ اس سے قسم کا قصد نہیں کرتے، بلکہ اس لفظ کو کلام میں محض تاکید وتقریر کے لیے ذکر کیا جاتا ہے، اس سے قسم کا ارادہ نہیں کیا جاتا۔ جس طرح صیغۂ ندا سے محض اختصاص مراد ہوتا ہے، ندا کا قصد نہیں کیا جاتا۔ اھ۔ (مترجم)

نیز امام نووی شرح مسلم میں فرماتے ہیں:

”فإن قیل الحدیث مخالف لقوله۔ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم۔ أفلح و أبیه إن صدق فجوابه أن هذه کلمة تجري علی اللسان لا تقصدبها الیمین.“(۱)

اگر اعتراض کیا جائے کہ یہ حدیث تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمان: (أفلح و أبیه إن صدق۔ اس کے باپ کی قسم! اگر سچا ہے تو کامیاب ہوگیا) کے خلاف ہے، جواب یہ ہے کہ: یہ ایسا کلمہ ہے جو اہل عرب کی زبان پر بلا قصد جاری ہوتا ہے، وہ اس سے قسم کا قصد نہیں کرتے۔ (مترجم)

پھر علی قاری لکھتے ہیں:

”والأظهر أن هذا وقع قبل ورود النهي أو بعده لبیان الجواز لیدل علیٰ أن النهي لیس للتحریم.“(۲)

زیادہ ظاہر یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ”أفلح و أبیه“ کے الفاظ سے قسم کھانا ورود نہی سے پہلے ہے یا ورود نہی کے بعد ہے تو جواز کے لیے تا کہ اس بات پر دلیل ہو جائے کہ نہی تحریمی نہیں ہے۔ (مترجم)

تو ہر حلف بغیر اللہ پر حکم کراہت تحریم نہیں۔ یاد حضور کی قسم میں بھی یا تو قسم مراد نہیں مجرد تقریر و تاکید مقصود ہے نہ قسم۔ یا قسم مقصود ہو تو یا تو وہ غیر خدا کی قسم ہی نہیں یا غیر خدا کی قسم ہے مگر نا جائز نہیں۔ یاد حضور یاد الٰہی ہی ہے۔

حدیث میں ہے: ((جعلتك ذکراً من ذکري، فمن ذکرك فقد ذکرني.))(۳)

---

(۱) [صحیح مسلم بشرح النووي، کتاب الأیمان، باب النهي عن الحلف، ۲: ۱۰۵]

(۲) [مرقاة المفاتیح شرح مشکاة المصابیح، باب الأیمان والنذور۔ ۶/ ۲۲۳۴]

(۳) [نسیم الریاض: ۱/ ۱۲۵]

میں نے تمھیں اپنے ذکر میں سے ایک ذکر بنایا، تو جس نے تمھیں یاد کیا مجھے یاد کیا۔(مترجم)

تو ذکر الٰہی کی قسم غیر خدا کی قسم ہی نہیں۔ اگر کوئی کہے یوں تو حضور بھی ذات خدا سے جدا نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ بے شک۔ مگر حضور خدا بھی نہیں نہ اس کی صفت۔ لہٰذا ذات حضور کی قسم نہ چاہیے اور ذکر حضور ذکر خدا ہی ہے لہٰذا اس میں حرج نہیں۔

ایک مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یاد حضور کی قسم میں یاد سے مراد وہ یاد جو ان کی ان کا رب عزوجل فرماتا ہے۔ یا یاد حضور سے یہ مراد کہ وہ یاد الٰہی جو حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے قلب اقدس میں ہر آن جلوہ فرما ہے۔ وہ ذکر خداوندی جس میں حضور مشغول ہر آن اور جس سے حضور جان نور کا پر نور رواں دواں ہے۔ یا یاد حضور میں لفظ حضور مرادف شہود ہے، ضد غیب منافی غفل۔ یعنی شہود وشاہد ومشاہد ومشہود حقیقی عز جلالہ کے ذکر یاد کی قسم کہ غفلت عیش ستم ہے۔ یا یاد حضور کا یہ مطلب کہ وہ یاد جو ولادت اقدس پھر جب سے لے کر وفات اقدس تک بلکہ اس کے بعد بھی آج تک اور تا قیام قیامت دنیا و برزخ وحشر میں جوامت مرحومہ کی فرمائی فرما رہے ہیں فرماتے رہیں گے۔ اس یاد کی قسم اس حیثیت سے کہ وہ وحی خدا ہے کہ فرمایا:

﴿وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ﴾ (۱)

اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے وہ تو نہیں مگر وحی جو انھیں کی جاتی ہے۔(مترجم)

یعنی اس خاص وحی الٰہی کی قسم جسے یاد حضور سے تعبیر کیا ہے۔

اور وہ جو حدیث میں فرمایا: ((من حلف بغير الله فقد أشرك.))(۲)

جس نے غیر اللہ کے نام کی قسم اٹھائی وہ واقعی مشرک ہے۔(مترجم)

اس سے مراد یہی ہے کہ جو مشرکوں کی طرح کہ جس اعتقاد سے وہ مشرکین بتوں کی قسمیں کھاتے تھے غیر خدا کی قسم کھائے۔ شراح حدیث نے اس کا مطلب یہ فرمادیا کہ غیر خدا کی قسم باعتقاد تعظیم آن غیر کھائے تو شرک ہوگا۔ اشعۃ اللمعات میں اس حدیث کا ترجمہ فرمایا: کسے کہ سوگند خورد بغیر خدا باعتقاد تعظیم آن غیر پس بہ تحقیق شریک گردانید آں غیر را بخدا در تعظیم اگر یہ مطلب نہ ہوتو معاذ اللہ کیا وہابی کی طرح کوئی احمق یہ کہے گا کہ خود حضور نے اسے شرک قرار دیا، اور خود غیر خدا کے ساتھ حلف زبان مبارک سے ادا فرمایا۔ یہاں تو یا غیر ذات وصفات خدا کی قسم ہی نہیں یا یمین مراد نہیں۔ مجرد تقریر و تاکید مراد ہے۔ اور اس

---

(۱) [سورۃ النجم: ۳-۴]

(۲) [مشكاة المصابيح، كتاب الأيمان والنذر، حديث: ۳۴۱۹-۲/۱۳]

میں اصلاً محذور نہیں۔حدیث میں مراد علی الاطلاق حکم شرک نہیں۔اوپر مرقات کی عبارت سے معلوم ہو چکا کہ خود حضور نے:أفلح و أبيه فرمایا۔غیر خدا کے ساتھ حلف کی نہی سے پہلے فرمایا ہے،یابعد کہ صدور شرک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ہر نبی سے محال ہے اور تھا،وہابی تو گنگوہی کی طرح اسے صاف شرک کہہ دے گا۔جیسے گنگوہی نے تقدیس القدیر میں صاف کہہ دیا کہ صدور شرک آنجناب سے لامحالہ ممکن، حبط اعمال بدرجہ اولیٰ ممکن۔بلکہ اسی کے ص:۲۴؍ پر حضور سے معاذ اللہ شرک کا وقوع ثابت کیا کہ شرک کے افراد مباح تک ہیں (تا) خود فخر عالم آپ ہی تو شرک ثابت کرتے ہیں اور خود اس کے.......... کہہ دے گا کہ خود حضور نے حلف بغیر اللہ کو شرک کہا اور خود أفلح و أبيه فرما کر (معاذ اللہ) شرک کیا۔ولا حول ولا قوة إلا بالله العلي العظيم۔

(۲) اعلیٰ حضرت قدس سرہ فتویٰ کے آخر میں اکثر یوں اپنا نام نامی تحریر فرماتے تھے: کتبہ:عبدہ المذنب الفقیر احمد رضا عفی عنہ بمحمدن المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ۔اور کبھی اس طرح:فقیر احمد رضا غفرلہ۔جس طرح سوال میں نقل کیے ہیں یہ طرز حضور قدس سرہ کا نہ تھا،کاتب کا ایجاد ہے اور یہ بھی سوئے ادب نہیں کہ جہاں مہر نبوت سے یہ ادب معلوم ہوا کہ اسم جلالت بالا مکتوب تھا اس ترتیب پر مہر اقدس پشت مقدس پر تھی محمد رسول الله وہاں قرآن عظیم میں یوں بھی ہے:محمد رسول الله تو معلوم ہوا کہ یہ بھی سوئے ادب نہیں۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

صالحین کے جوار میں بخشش کی امید زیادہ ہوتی ہے

(۹۵) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

(۱) اللہ تعالیٰ کی بخشش ہر جگہ ہوتی ہے یا کسی خاص خاص جگہ پر۔

(۲) اولیا اللہ کا سایہ اپنی اولاد پر یا عام طور پر بصورت اعتقاد صوفیاے کرام ہر جگہ رہتا ہے یا اپنی خانقاہ یا مقبرے کی چار دیواری تک محدود رہا ہے۔

الجواب

(۱) وہ جہاں چاہے اپنی بخشش اپنی رحمت اپنی برکت نازل فرمائے مگر بعض جگہ امید بخشش زائد ہوتی ہے کسی جوار صالح میں اس صالح کی برکت سے۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) اولیا کے مراتب متفاوت ہیں اولیا سے فیض ان کے مزار ہی پر نہیں ملتا دور سے بھی ملتا ہے مگر دور رہنے اور نزدیک حاضر ہونے میں زیادت توجہ کا فرق ہو سکتا ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۹) تقلید

امام اعظم کے تلامذہ کے اقوال بھی امام اعظم ہی کے اقوال ہیں

(۹۶) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

زید جو حنفی المذہب ہے اختلافی مسائل میں اگر قول امام ابوحنیفہ کے سوا امام ابو یوسف کا قول مانے تو حنفی المذہب رہے گا یا نہیں۔ اگر نہیں رہے گا تو مسائل اختلافی میں صدہا جگہ قول امام ابوحنیفہ کو چھوڑ کر قول امام ابو یوسف کو علما نے کیوں اختیار کیا ہے؟

ازشہر۔محلہ کسگران مسئولہ جناب مولوی حکیم عزیز غوث صاحب۔۱۲؍جمادی الاولیٰ ۵۴ھ

الجواب

قول امام ابو یوسف یا قول امام محمد یا ان کے سوا امام زفر وغیرہ تلامذۂ حضور امام الائمہ کاشف الغمہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر عمل سے حنفی، یوسفی یا زفری وغیرہ نہ ہو جائے گا کہ مذہب نہیں مگر امام اعظم کا۔ ان کے اقوال امام اعظم ہی کے اقوال ہیں۔ جو جس سے مروی ہوا اس کی طرف منسوب ہوا۔ جس مسئلہ میں امام کا کوئی قول نہیں ملتا امام ابو یوسف مضطرب ہوتے اور حیران رہتے، خود ان سے یہ منقول ہوا۔

علامہ محقق ابن نجیم مصری، بحرالرائق شرح کنزالدقائق میں فتاویٰ ظہیریہ سے ناقل:

”کل مالم یرو عن أبي حنیفة رحمه اللّٰہ تعالیٰ فیه قول بقي کذلك مضطرباً إلیٰ یوم القیامة۔ وحکي عن أبي یوسف۔رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه۔ أنه کان یضطرب في بعض المسائل و کان یقول کل مسئلة لیس لشیخنا فیها قول فنحن فیها هکذا.“(۱)

ہر وہ امر جس میں امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے کوئی قول مروی نہ ہو قیامت تک مضطرب ہی رہے گا۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے حکایت ہوا کہ وہ بعض مسائل میں مضطرب حیران وپریشان ہوتے اور فرمایا کرتے: ہر وہ مسئلہ جس میں ہمارے شیخ کا کوئی قول نہیں ہمارا اس میں یہی حال ہے۔(م)

ایسی جگہ کبھی یہ امام ابو یوسف یا امام کے اصحاب سے کوئی صاحب جو فرمائیں وہ بھی امام ہی کا

---

(۱) [البحر الرائق شرح کنز الدقائق: باب الأکل والشرب في الصلاة، ۱٤/۲]

ارشاد ہے کہ جو کچھ فرماتے ہیں آخر انہی اصول وقواعد سے جن پر امام اعظم کے مذہب کی بنا ہے۔ یہ حادثہ اگر امام اعظم کے عہد میں حدوث پاتا، امام کے حضور پیش ہوتا، انہی اصول سے امام کا بھی یہی ارشاد ہوتا۔

قول دو طرح کا ہوتا ہے: صوری وضروری۔ صوری وہ جو منقول ہو، ضروری وہ جس کا قائل نصا قائل نہیں لیکن ضمناً ضرور قائل ہے۔ جیسے: کوئی اپنے خدام کو کسی شخص صالح کے اکرام کا حکم دے اور بار بار بہ تکرار اس سے کہے کہ: ان کی تعظیم کیا کرو، اور تعظیم فاسق سے انہیں روکے کہ کسی فاسق کی تعظیم کبھی ہرگز نہ کرنا۔ پھر وہی شخص جو صالح تھا معاذ اللہ فاسق ہوکر آئے تو خدام پر اس کی تعظیم ان کے آقا کے اس ممانعت عام سے ممنوع ہے، اگرچہ ان کے آقا نے اس شخص کے اکرام پر نص کی تھی اور یہاں اس کے ترک تعظیم پر نص نہیں، خدام پر اس عام ممانعت کی بنا پر اس خاص کی ترک تعظیم لازم۔ اگر وہ باوجود اس ممانعت کے اس کی تعظیم کریں گے اپنے آقا کی اطاعت نہیں۔ نافرمانی کریں گے۔ خدام اس ممانعت کی بنا پر اس کا اکرام وتعظیم نہ کریں تو کون عاقل ہے جو یہ کہے گا کہ اس کے خدام نے اس کی نافرمانی کی۔ ظاہر ہوا کہ قول وہی نہیں جو مقول ہو نصا بلکہ قول وہ بھی ہے جو ضمنی ہو۔

العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ میں اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

”القول قولان: صوري وضروري ـ فالصوري: هو المقول المنقول ـ والضروري: مالم يقله القائل نصاً بالخصوص، لكنه قائل به في ضمن العموم الحاكم ضرورة بأن لو تكلم في هذ الخصوص لتكلم كذا ـ وربما يخالف الحكم الضروري ـ الحكم الصوري وحينئذٍ يقضي عليه الضروري ـ حتى أن الأخذ بالصوري يعد مخالفة للقائل، والعدول عنه إلىٰ الضروري موافقة أو اتباعاً له ـ كما كان زيد صالحاً فأمر عمر وخدامه بإكرامه نصاً جهاراً وكرر ذلك عليهم مراراً وقد كان قال لهم إياكم أن تكرموا فاسقاً أبداً ـ فبعد زمان فسق زيد علانية فإن أكرمه بعد خدامه عملاً بنصه المكرر المقرر لكانوا عاصين وإن تركوا إكرامه كانوا مطيعين.“(۱)

قول کی دو قسمیں ہیں: (۱) قول صوری۔ (۲) قول ضروری۔

قول صوری وہ جو کسی نے صراحۃً کہا اور اس سے نقل ہوا، اور قول ضروری وہ ہے جسے قائل نے

(۱) [الفتاویٰ الرضویہ قدیم، کتاب الطہارۃ، باب المیاہ: ۱/۳۸۵]

صراحۃ اور خاص طور پر نہ کہا ہو مگر وہ کسی ایسے عموم کے ضمن میں اس کا قائل ہو جس سے ضروری طور پر یہ حکم برآمد ہوتا ہے کہ اگر وہ اس خصوص میں کلام کرتا تو اس کا کلام ایسا ہی ہوتا، کبھی حکم ضروری حکم صوری کے خلاف بھی ہوتا ہے، ایسی صورت میں حکم صوری کے خلاف حکم ضروری راجح وحاکم ہوتا ہے، یہاں تک کہ صوری کو لینا قائل کی مخالفت شمار ہوتا ہے، اور حکم صوری چھوڑ کر حکم ضروری کی طرف رجوع کو قائل کی موافقت یا اس کی پیروی کہا جاتا ہے، مثلاً زید نیک اور صالح تھا تو عمرو نے اپنے خادموں کو صراحۃ علانیہ زید کی تعظیم کا حکم دیا اور بار باران کے سامنے اس حکم کی تکرار بھی کی اور اس سے ایک زمانہ پہلے ان خدام کو ہمیشہ کے لیے کسی فاسق کی تکریم سے ممانعت بھی کر چکا تھا، پھر کچھ دنوں بعد زید فاسق معلن ہو گیا، اب اگر عمرو کے خدام اس کے مکرر ثابت شدہ صریح حکم پر عمل کرتے ہوئے زید کی تعظیم کریں تو عمرو کے نافرمان شمار ہوں گے، اور اگر اس کی تعظیم ترک کر دیں تو اطاعت گزار ٹھہریں گے۔ (مترجم)

اس تقریر سے ظاہر ہو گیا کہ ایسے حوادث جن میں امام کا کوئی قول مقول منقول نہیں، حضرت امام ابو یوسف یا کسی اور امام اصحاب امام الائمہ کا قول ہے تو وہ مقول ان کا ہے صوری اور قول امام ہے ضمنی ضروری۔

دررالحکام میں ہے:

"إذا حكم الحنفي بما ذهب إليه أبو يوسف أو محمد ونحوهما من أصحاب الإمام فليس حكماً بخلاف رأيه."(۱)

جب حنفی امام ابو یوسف، امام محمد ودیگر اصحابِ امام کے مذہب پر حکم کرے تو وہ اس کے مذہب حنفی ہی کا حکم ہے۔ (مترجم)

علامہ شامی درر سے عبارت مذکورۂ "ردالمحتار" میں نقل کر کے فرماتے ہیں:

"أفاد أن أقوال أصحاب الإمام غير خارجة عن مذهبه. فقد نقلوا منهم أنهم ما قالوا قولاً إلا هو روي عن الإمام، كما أوضحت ذلك في شرح منظومتي في رسم المفتي"(۲)

اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ تلامذۂ امام کے اقوال آپ کے مذہب سے باہر نہیں، علما نے ان

---

(۱) [درر الحكام شرح غرر الأحكام: باب ما تقضي فيه المرأة، ۲/۴۱۰]

(۱) [ردالمحتار: كتاب القضاء، مطلب حكم الحنفي بمذهب أبي يوسف أو محمد حكم بمذهبه: ۸۹/۸]

سے روایتیں نقل کیں، وہ حضرات جو مسئلہ بھی بیان کریں تو وہ امام ہی سے مروی ہوتا ہے، جیسا کہ میں نے اپنی منظوم شرح رسم المفتی میں، اس کی وضاحت کی ہے۔ (م)

نیز جلد چہارم ردالمحتار میں بھی ایسا ہی فرمایا کہ حنفی، مذہب ابو یوسف یا مذہب امام محمد پر جو حکم کرے وہ اس کے مذہب حنفی ہی کا حکم ہے۔

اگر یہ صوری وضروری اقوال مختلف ہوں تو یہ مطلب نہ ہوگا کہ: امام کا مذہب کچھ ہے اور ان کے اصحاب سے اس قائل کا مذہب کچھ ہے۔ بلکہ ویسا ہی ہے جیسے خود اقوال مقولات امام میں اختلاف۔ اختلاف عصر وزمان اختلاف ہی نہیں، ایسے وقت جو یہ فرمارہے ہیں امام بھی یہی فرماتے ہیں۔ تو ان کا یہ قول امام ہی کا ارشاد ہے، جیسے احادیث میں عورتوں کو مساجد سے روکنے کی حضور نے ممانعت فرمائی:

((لاتمنعوا إماء الله مساجد الله.))(۱)

اللہ کی باندیوں کو مسجد میں آنے سے نہ روکو۔ (مترجم)

عورتوں کو حاضری کا حکم تھا یہاں تک کہ حائضات کو بھی کہ وہ عیدگاہ میں علیحدہ حاضر رہیں اور دعا میں شریک ہوں۔ یہاں تک کہ بعض نے عرض کیا کہ ہمارے پاس جلباب (چادر) نہیں۔ ارشاد ہوا چادر والی اپنی ساتھی کو بھی اپنی چادر میں لے لے۔ أو كما قال عليه الصلاة و السلام۔

مگر باوجود ایسے حکم اور اس نہی کے حضرت سیدنا عمر امیر المومنین فاروق اعظم نے عورتوں کو مسجد سے نکالا اور انہیں روک دیا۔ وہ شکایت لیکر حاضر خدمت حضرت ام المومنین صدیقہ ہوئیں۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام ہم میں اگر وہ ملاحظہ فرماتے جو ہم دیکھتے ہیں تو وہ بھی عورتوں کو مسجد سے روک دیتے جیسے بنی اسرائیل نے اپنی عورتوں کو مسجد سے روک دیا تھا۔ کیا معاذ اللہ حضرت صدیقہ اور حضرت سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضور کے ارشاد کے خلاف کیا۔ لا واللہ بلکہ وہی کیا جو حضور فرماتے۔ تو ان کا یہ قول وفعل حضور ہی کا قول وفعل ہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

العطایا النبویہ میں عبارت منقولہ بالا سے آگے فرمایا:

”و مثل ذلك يقع في أقوا ل الأئمة ، إما لحدوث ضرورة،أو حرج، أو عرف،أو تعامل،أو مصلحة مهمة تجلب، أو مفسدة مسلمة تسلب ،وذلك ؛ لأن

---

(۱) [سنن أبي داؤد، كتاب الصلاة ،باب ماجاء في خروج النساء إلى المسجد:۵۶۵ــ۱/۱۵۵]

استثناء الضرورات، و دفع الحرج، و مراعات المصالح الدينية الخالية عن مفسدة تربو عليها، ودرء المفاسد، والأخذ بالعرف، والعمل بالتعامل، كل ذلك قواعد كلية معلومة من الشرع، ليس أحد من الأئمة إلا ما ئلاً إليها و قا ئلاً بها و معمولاً عليها، فإذا كان في مسئلة نص للإمام ثم حدث أحد تلك المغيرات علمنا قطعاً أن لو حدث على عهده لكان قوله على مقتضاه لا علىٰ خلافه ورده۔ فالعمل حينئذبقوله الضروري الغير المنقول عنه هو العمل بقوله، لا الجمود على المأثور من لفظه۔ وقد عد في العقود مسائل كثيرة من هذا الجنس ثم أحال بيان كثير آخرعلى الأشباه، ثم قال: فهٰذه كلها قد تغيرت أحكا مها لتغير الزمان ، إماللضرورة و إما للعرف، و إما للقرائن الأحوال۔ قال: و كل ذلك غير خارج عن المذهب ؛ لأن صاحب المذهب لو كان في هذا الزمان لقال بها ، ولو حدث هذا التغير في زمانه لم ينص علىٰ خلافها ۔ قال: وهذا الذي جرألمجتهدين في المذهب وأهل النظر الصحيح من المتأخرين على مخالفة المنصوص عليه من صاحب المذهب في كتب ظا هر الرواية بناء علىٰ ما كان في زمنه كما مر تصر يحهم به الخ "(۱)

اوراس قسم کی چیزیں اقوال ائمہ میں ہوتی ہیں،اوران کے اسباب یہ ہوسکتے ہیں:

(۱)ضرورت(۲)حرج(۳)عرف(۴)تعامل(۵)اہم مصلحت(۶)فساد،

اور یہ اس لیے کہ ضرر توں کا استثنا حرج کا دفع کرنا اور مصالح دینیہ کی رعایت جو زیادہ مفاسد سے خالی ہوں اور مفاسد کو دور کرنا،عرف کو اختیار کرنا،اور تعامل پر عمل کرنا۔یہ ایسے شرعی قواعد کلیہ ہیں جو سب کو معلوم ہیں،اور ائمہ یا توان کی طرف مائل ہیں یاان کے قائل ہیں،یاان پر اعتماد کرتے ہیں۔اگر کسی مسئلے میں امام کی نص موجود ہواور پھر یہ مغیرات پائے جائیں تو ہم قطعی طور پر یہ جان لیں گے کہ اگر یہ امور حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے عہد میں ہوتے تو آپ کا قول ان کے مقتضا پر ہوتا،نہ کہ ان کے خلاف،تو ایسی صورت میں ان کے ضروری قول پر عمل جو آپ سے منقول نہ ہو یہ آپ ہی کے قول پر عمل ہے،نہ یہ کہ آپ کے منقول قول پر جمود ہے،اور عقود میں اس طرح کے بہت سے مسائل گنائے ہیں اور بہت سے مسائل کے لیے اشباہ کا حوالہ دیا ہے اور فرمایا ہے کہ ان تمام کے احکام زمانہ کے تغیرات کی وجہ

---

(۱) [الفتاوی الرضویہ طبع قدیم، کتاب الطهارة،باب المياه: ۱/ ۳۸۵-۳۸۶]

سے بدل گئے ہیں، یا تو صرف ضرورت کی وجہ سے یا عرف کی وجہ سے اور یا احوال کے قرائن کے باعث۔اور فرمایا کہ: ان میں سے کوئی چیز مذہب سے خارج نہیں، کیوں کہ اگر صاحب مذہب خود اس زمانے میں ہوتے تو یہی قول کرتے،اور اگر یہ تغیر آپ کے زمانے میں واقع ہوتا تو وہ اس کے خلاف تصریح نہ کرتے۔فرمایا: اسی نے مجتہدین فی المذہب کو جرأت دی ہے،اور متاخرین صائب الرائے نے ظاہر مذہب کی کتب سے ثابت شدہ مذہب کی جو مخالفت کی ہے،وہ اپنے زمانے کے اعتبار سے ہے،جیسے کہ خود انھوں نے اس کی تصریح کی ہے۔(مترجم)

"أقول : بل ربما يقع نظير ذلك في نص الشارع صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فقد قال صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: إذا استأذنت أحدكم امرأته إلى المسجد فلا يمنعها. وفي لفظ :لا تمنعوا إماء الله مساجد الله ـ وقد أمر صلى الله تعالىٰ عليه وسلم بإخراج الحيض وذوات الخدور يوم العيدين فيشهدن جماعة المسلمين ودعوتهم وتعتزل الحيض المصلى،قالت امراة: يا رسول الله ! إحدانا ليس لها جلباب، قال صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: لتلبسها صاحبتها من جلبابها،ومع ذلك نهى الأئمة الشواب مطلقاً والعجائز نهاراً ، ثم عمموا النهي عملاً بقوله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم : الضروري المستفاد من قول أم المؤمنين الصديقة رضى الله تعالىٰ عنها : لو أن رسول الله صلى تعالىٰ عليه وسلم رأى من النساء مارأينا لمنعهن من المسجد كما منعت بنو إسرائيل نسائها۔"(۱)

میں کہتا ہوں: اس کے نظائر خود شارع کے نصوص میں موجود ہیں،حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کی عورت مسجد میں جانے کی اجازت مانگے تو تم اس کو منع نہ کرو،اور ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ: "تم اللہ کی بندیوں کو اللہ کی مساجد سے نہ روکو"۔اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حائض عورتوں اور پردہ نشین عورتوں کو عیدین کے دن نکلنے کا حکم دیا ہے، تاکہ وہ مسلمانوں کی جماعت میں حاضر ہوں اور حائض عورتیں نماز پڑھنے کی جگہ سے دور رہیں،ایک عورت نے عرض کی: یا رسول اللہ! اگر ہم میں سے کسی عورت کے پاس چادر نہ ہو تو؟ آپ نے فرمایا: اس کو اس کی سہیلی اپنی چادر اڑھادے۔اس کے باوجود ائمہ نے جوان عورتوں کو مطلقاً اور بوڑھیوں کو دن میں مسجد میں آنے سے منع کیا

(۱) [الفتاوىٰ الرضويه طبع قديم:۱/۳۸٦]

ہے پھر نہی کو عام کر دیا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قول ضروری پر عمل کرتے ہوئے جوام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اس قول سے مستفاد ہے کہ اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عورتوں کی وہ حالت دیکھ لیتے جو ہم نے دیکھی ہے تو ان کو مسجد میں آنے سے اس طرح روک دیتے جیسے بنی اسرائیل کی عورتیں روک دی گئی تھیں۔ (مترجم)

پھر خود یہی مسئلہ خروج نساء الی المساجد لیجیے۔ اب مذہب یہی ہے کہ مطلقاً عورتوں کا خروج ممنوع ہے، شواب ہوں یا عجائز، جماعت سے نماز کے لئے حاضر ہونا چاہیں اگر چہ جمعہ کی یا عید کی یا وعظ کے مجمع میں۔ حالانکہ صاحبین عجائز کے لئے حضور مطلقا مباح فرماتے تھے اور امام غیر ظہر وعصر و جمعہ میں ان کا حضور جائز رکھتے تھے۔ کون عاقل کہہ سکتا ہے کہ یہ امام و صاحبین کے خلاف ہے اور ان کا مذہب اب بھی اباحت حضور نسا ہے اور ان علما کا مذہب وہ ہے جو امام کا مذہب نہیں؟، بلکہ علما نے جو کہا وہ امام ہی کا قول ہے، انہی کے قول سے ماخوذ ہے۔

العطایا النبویہ میں فرمایا:

”قال في التنوير والدر (يكره حضورهن الجماعة) ولو لجمعة وعيد ووعظ (مطلقاً) ولو عجوزاً ليلاً (على المذهب) المفتى به لفساد الزمان۔ واستثنى الكمال بحثا العجائز المتفانية اه والمراد بالمذهب مذهب المتاخرين۔ و لما رد عليه البحر بأن هذه الفتوىٰ مخالفة لمذهب الإمام وصاحبيه جميعاً ، فإنهما أباحا للعجائز الحضور مطلقاً والإمام في غير الظهر والعصر والجمعة ، فالافتاء بمنع الكل في الكل مخالف للكل . فالمعتمد مذهب الإمام اه بمعناه أجاب عنه في النهر قائلاً :فيه نظر بل هو ماخوذ من قول الإمام ، وذلك أنه إنما منعها لقيام الحامل وهو فرط الشهوة بناء علىٰ أن الفسقة لا ينتشرون في المغرب؛ لأنهم بالطعام مشغولون وفي الفجر و العشاء نائمون ، فإذافرض انتشارهم في هذه الأوقات لغلبة فسقهم كما في زماننا بل تحريهم إيا ها كان المنع فيها أظهر من الظهر اه۔“(۱)

تنویر اور در میں ہے: (عورتوں کا جماعت میں آنا مکروہ ہے) اگر چہ جمعہ، عید یا وعظ کے لیے ہو (مطلقاً) خواہ بوڑھی ہوں، رات میں (مذہب) مفتی بہ کے مطابق، کیوں کہ زمانہ خراب ہو چکا ہے، اور

(۱) [الفتاویٰ الرضویہ طبع قدیم، کتاب الطھارۃ: ۱/۳۸۶]

کمال نے بحث کرتے ہوئے بوڑھیوں کا استثنا کیا ہے جو بہت زیادہ بوڑھی ہوں۔اھ۔اور مذہب سے مراد متاخرین کا مذہب ہے،اور جب اس پر بحر نے رد کیا کہ یہ فتویٰ مذہب امام اور مذہب صاحبین سب کے خلاف ہے، کیوں کہ صاحبین نے بڑھیوں کو مطلقاً اجازت دی ہے،اور امام اعظم نے ظہر وعصر وجمعہ کے علاوہ نمازوں میں اجازت دی ہے،تو ہر نماز میں ہر عورت کو منع کرنا ان تمام حضرات کی مخالفت ہے،تو قابلِ اعتماد مذہب امام ہے۔اھ۔یہ روایت بالمعنی ہے۔اس کا جواب نہر میں یہ ہے کہ اس میں نظر ہے، بلکہ تمام نمازوں میں منع امام صاحب کے قول سے ماخوذ ہے، وہ یوں کہ ظہر وعصر میں روکنے کا سبب فاسق لوگوں کا غلبہ شہوت ہے، جب کہ مغرب میں کھانے میں مشغول اور عشا اور فجر میں سونے میں مصروف ہونے کی وجہ سے باہر نہیں گھومتے ،اور جب فرض کیا جائے کہ غلبہ فسق کی وجہ سے باقی اوقات میں بھی گھومتے ہوں جیسا کہ ہمارے زمانے میں ان اوقات کو وہ اپنے فسق کے لیے موزوں سمجھتے ہیں،تو ان اوقات میں ممانعت کا حکم بدرجۂ اولیٰ ہونا چاہیے۔اھ۔(مترجم)

علمائے کرام نے جہاں کہیں قول ظاہر امام سے عدول کیا اور قول صاحبین اختیار کیا اس کے وجوہ فتاویٰ رضویہ کی عبارت منقولہ بالا میں گزرے (۱)ضرورت (۲)دفع حرج (۳)عرف (۴)تعامل (۵) کسی دینی ضرورت مصلحت کے حامل یا کسی فساد موجود یا مظنون بظن غالب کے زائل کرنے کے لیے۔ نیز ضعف دلیل نظر آنا۔ان وجوہ سے قول ظاہر امام سے عدول جائز ہے۔اگر اختلاف صوری نہیں واقعی ہو اور وجوہ مذکورہ سے کوئی وجہ نہ پائی جائے،تو بے وجہ امام کے قول ظاہر سے عدول ناجائز ہے۔ کما نصوا علیه قاطبة۔جیسا کہ تمام علما نے اس کی صراحت فرمائی ہے۔(مترجم)

بحرالرائق میں ہے:"قد صححوا أن الإفتاء بقول الإمام ، فينتج من هذا أنه يجب علينا الإفتاء بقول الإمام وإن أفتى المشايخ بخلافه."(۱)

علمانے تصحیح فرمائی ہے کہ:فتویٰ قولِ امام پر ہی دیا جائے،اس سے یہ نتیجہ اخذ ہوا کہ ہمارے لیے قولِ امام پر ہی فتویٰ دینا واجب ہے اگر چہ مشائخ اس کے خلاف فتویٰ دیں۔(مترجم)

خیریہ میں ہے:"المقرر أيضاً عندنا أنه لا يفتى ولا يعمل إلا بقول الإمام الأعظم ، ولا يعدل عنه إلىٰ قولهما أو قول أحدهما أو قول غيرهما إلا لضرورة من ضعف دليل أو تعامل بخلافه."(۲)

(۱) [البحر الرائق، كتاب القضاء:۶/۴۵۳]

(۲) [مجمع الأنهر شرح ملتقى الأبحر:باب وقت العشاء والوتر،۱/۷۰]

ہمارے نزدیک یہ بات طے شدہ ہے کہ قولِ امام اعظم پر ہی فتویٰ دیا جائے اور وہی قابل عمل ہے، لہذا قولِ امام سے صاحبین یا کسی ایک یا ان کے علاوہ حضرات کے قول کی طرف عدول نہیں کیا جائے گا، ہاں اگر کوئی ضرورت ہو، مثلاً: ضعف دلیل نظر آنا، یا آپ کے قول کے برخلاف تعامل پایا جائے تو اب عدول جائز ہوگا۔ (مترجم)

امام العلما مقدام الفقہا شیخ الاسلام برہان الدین مرغینانی صاحب ہدایہ "تجنیس" میں فرماتے ہیں:

"الواجب عندي أن يفتى بقول أبي حنيفة علىٰ كل حال."

میرے نزدیک بہر حال قولِ امام پر ہی فتویٰ دینا ضروری ہے۔ (مترجم)

علامہ طحطاوی علامہ نوح افندی سے ناقل:

"لا يرجح قولهما علىٰ قوله إلا بموجب من ضعف دليل أو ضرورة أو تعامل أو اختلاف زمان ، وإن لم يوجد شيء من ذلك فالعمل علىٰ قوله. والله تعالىٰ أعلم."

قولِ امام پر صاحبین کے قول کو ترجیح نہ دی جائے گی، ہاں اگر کوئی ضرورت ہو، مثلاً: ضعف دلیل نظر آنا، ضرورت شرعیہ، تعامل یا اختلاف زمانہ پایا جائے تو صاحبین کے قول کو ترجیح دی جائے گی۔ اور جب اس میں سے کچھ نہ پایا جائے تو عمل قولِ امام پر ہی ہوگا۔ اللہ بہتر جانتا ہے۔ (مترجم)

(۱۰) متفرق

مسلمان ہونا عزت اور کافر ہونا ذلت ہے

(۹۷) **مسئلہ:**

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسائل میں کہ...

(۱) مسلمانوں کی کون کون قومیں رذیل ہیں۔ جواب بحوالۂ کتب اور مدلل مرحمت ہو؟

(۲) اصل اور کم اصل کی تعریف کیا، اور ان کی شناخت کیا ہے؟

(۳) محمد بن عبد الوہاب نجدی۔ مولوی نذیر حسین۔ مولوی اسماعیل مقتول۔ رشید احمد گنگوہی۔ خلیل احمد انبیٹھی۔ اشرف علی تھانوی۔ ثناء اللہ امرتسری۔ عبد اللہ چکڑالوی۔ سر سید احمد خاں نیچری۔ مرزا غلام احمد قادیانی۔ مرزا حیرت دہلوی۔ عبد المجید خاں وغیرہم جنہوں نے فرق باطلہ کی بنیادیں ڈالیں۔ یا ان کی تبلیغ کی۔ دعویٰ نبوت کیا۔ یہ سب اور ان کی قومیں رذیل ہیں یا نہیں؟۔

(۴) اصل طیب کے اکثر یا چند افراد بد مذہب ہو جائیں، تو وہ اور ان کی ساری قومیں رذیل کہلانے کی مستحق ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔ جواب مدلل مع کتب مرحمت ہو۔

از پیلی بھیت مرسلہ حبیب احمد صاحب رضوی قادری پیلی بھیتی۔ ۲۸/ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ۔

الجواب

الجواب:۔ مسلمان سب بہ عزت اسلام معزز ہیں۔

قال اللہ تعالیٰ:

﴿ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ (۱)

عزت تو اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں کے لیے ہے۔

اسلام عزت ہے۔ کفر ذلت۔ کافر ذلیل بلکہ ذلیل تر ہیں۔

قال اللہ تعالیٰ: ﴿ اولٰئِكَ فِي الْأَذَلِّيْنَ ﴾ (۲)

---

(۱) [سورۃ المنافقون: ۸]

(۲) [سورۃ المجادلۃ: ۲۰]

وہ سب سے زیادہ ذلیلوں میں ہیں۔
پھر تقویٰ وطہارت، عزت وکرامت ہے۔ اور فسق وفجور ذلت وحقارت ورذالت۔
قال تعالیٰ:
﴿إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ﴾ (۱)
بے شک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ جو تم میں زیادہ پرہیز گار ہے۔
اس خالص دینی عزت اسلام پھر عزت تقویٰ میں سب برابر نہیں، جو اتقی از روے ایمان اتوی ہے، وہ زیادہ معزز اعز المؤمنین اکرم المتقین ہے۔ جس کو ایمان وتقوی سے جس قدر حصہ ملا ہے اتنا ہی وہ عزت والا ہے۔ یوں ہی دنیوی عزت میں چھٹائی بڑائی ہے، خدا نے بادشاہ کو عزت دی، اس کی دولت اس کی عزت اس کی حکومت۔ فقیر محتاج اس عزت، دولت، کرامت سے بے نصیب ہے۔ بیچ میں جو جتنی دولت وحکومت وامارت رکھتا ہے اتنا ہی معزز ہے۔ اس میں چھٹائی بڑائی ہے۔ یوں ہی باعتبار اخلاق فرق مراتب ہے۔ یوں ہی باعتبار انساب۔ یہ ہوسکتا ہے اور ہوا ہے، اور ہوگا کہ ایک فقیر جو عزت دنیا سے بالکل بے نصیب ہو وہ بہ عزت دینی وقوت ایمانی وکرامت تقویٰ سے عند اللہ بادشاہ وغیرہ معززین سے اعز ہو۔
پھر ایک عزت وشرافت شخصی ہے، ایک نوعی، ایک جنسی وصنفی۔ تو اگر کوئی نوعی یا جنسی شرافت نہیں رکھتا تو شخصی سے بے نصیب ہونا کیا ضرور ہوسکتا ہے کہ شخصی شرافت کے اعتبار سے اعز ہو، اگر چہ دوسری قسم کی شرافت اور عزت سے خالی ہو۔ سوائے عزت وشرافت وکرامت ایمانی ودینی اور اقسام عزت وشرافت وکرامت کا انکار عقل ونقل سب کو پیٹھ دینا ہے۔ اس کی کیا ضرورت ہے، کہ تعیین سے کہلوایا جائے کہ مسلمانوں کی کون کون سی قومیں رذیل ہیں، اس قسم کے سوال کا جواب حضور پرنور قاسم عزت وہر نعمت سرکار عالی شان شہنشاہ نبوت ورسالت کے کلام معجز نظام: ''خیار کم خیار کم في الجاهلية.'' سے روشن۔
قرآن وحدیث وفقہ کے خدام پر تو ظاہر ہی ہے مگر ہر ذی عقل پر یہ روشن ہے کہ ''خدا پنج انگشت یکساں نکرد''۔
﴿فَلَا أَنسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ﴾ (۲)
تو نہ ان میں رشتے رہیں گے اور نہ ایکا۔

---

(۱) [سورۃ الحجرات:۱۳]
(۲) [سورۃ المؤمنون:۱۰۱]

﴿وَاتَّبَعَكَ الْأَرْذَلُوْنَ﴾(۱)

اور تمہارے ساتھ کمینے ہوتے ہیں۔

اور ﴿اِنَّا جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَائِلَ﴾(۲)

اور تمہیں شاخیں اور قبیلہ کیا کہ آپس میں۔

اس کی تفاسیر اور حدیث:

((عن أنس ابن مالك قال:قيل يا رسول الله! متى نترك الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر؟ قال:إذا ظهرفيكم ما ظهر في الأمم قبلكم قالوا: يا رسول الله! وماظهرفي الأمم قبلنا؟ قال:الملك في صغاركم، والفاحشة في كباركم، والعلم في رذالتكم.(۳)

حضرت انس بن مالک سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا، کہ ہم امر بالمعروف (نیکی کا حکم دینا) اور نہی عن المنکر (برائی سے روکنا) کب ترک کریں؟۔آپ نے فرمایا: جب تم میں وہ امور ظاہر ہو جائیں جو تم سے پہلی قوموں میں ظاہر ہوئے، ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اگلی امتوں میں کون سے امور ظاہر ہوئے، آپ نے ارشاد فرمایا: اقتدار وحکومت چھوٹوں میں اور برائی تمہارے بڑوں میں اور علم تمہارے ذلیل لوگوں میں پہنچ جائے۔(مترجم)

اور حدیث:((إذا كان الحفاة العراة رؤس الناس فذلك من أشراطها))(٤)

جب ننگے پیر، ننگے بدن (گھٹیا اور کم درجہ والے) لوگوں کے سردار بن جائیں، تو یہ قیامت کی علامتوں میں سے ہے۔(مترجم)

وغیرہ کثیر احادیث واقوال صحابہ وعلما سے ظاہر۔

اصل طیب وہ جو فضائل کی حامل اور اخلاق حسنہ طیبہ رکھتی ہو۔کم اصل وہ جو اس سے خالی ہو۔یہ ہوسکتا ہے کہ ایک شخص جو باعتبار نسب کم اصل ہو، مگر خود فضائل اور عمدہ خصائل کا حامل ہو، کہ شخصی عزت سے

---

(۱) [سورة الشعراء:۱۱۱] (۲)[سورة الحجرات:۱۳]

(۳) [سنن ابن ماجة: باب قوله تعالىٰ يآيها الذين آمنوا عليكم أنفسكم، سورة لمائدة: ١٠٥، ١٣٣١/٢]

(٤) [السنن لابن ماجه. كتاب الفتن. باب الاشراط الساعة، حديث: ٤٠١٥: ٦٣٠/٤]

اعلیٰ درجہ کا معزز ہو۔ مگر یوں معزز ہو کر جنسی ونوعی عزت کا اگر منکر ہوگا تو عقل ونقل سب سے روگرداں ہوگا۔ پان باعتبار اپنی نوع کے معزز ہے اگرچہ کسی عارض سے کوئی پان کڑوا ہو۔ اس کی کڑواہٹ کو دیکھ کر کوئی کہے کہ پان کی نوع اچھی نہیں ہوتی۔ اس میں اور نیم میں کیا فرق ہے؟ تو ایسا شخص عقل سے عاری کہا جائے گا، یا معاند۔ کھٹے آم کے درخت میں کوئی پھل خوشبودار خوش مزہ ہو اس سے کوئی عاقل اس درخت کو شیریں آموں کے درخت کے برابر نہ ٹھہرائے گا۔ یہ ہوا، اور ہے اور ہوگا کہ اصل طیب کے بعض افراد بگڑ کر کسی اور عزت کے مستحق نہ رہے ہوں، اور ان کی وہ عزت نسبی وغیرہ لائق اعتبار نہ رہی ہو۔ یوں ہی کم اصل کے بعض افراد فضائل سے آراستہ، عمدہ خصائل، اچھے اطوار، بہتر شمائل کے حامل ہوں اور ان فضائل کو دیکھتے ان کی کم اصلی، ان کے آفتاب فضائل کی تجلی میں گم ہو جائے۔ شرافت نسبی وغیرہ کا اعتبار عقلاً وشرعاً ہر طرح بہت جگہ ہوتا ہے، اور بعض مواقع پر نہیں کیا جاتا۔

امام فخر الرازی زیر آیۂ کریمہ: ﴿إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ﴾(۱)

فرماتے ہیں: ”فإن قيل: هذا مبني على عدم اعتبار النسب، وليس كذلك، فإن للنسب اع تباراً عرفاً وشرعاً حتى لايجوز تجويز الشريف بالنبطي، فنقول: إذا جاء الأمر العظيم لا يبقى الأمر الحقير معتبرًا ،وذلك في الحس والشرع والعرف۔ أما في الحس فلأن الكواكب لا ترى عند طلوع الشمس، ولجناح الذباب دوي ولا يسمع عند مايكون رعد قوي ۔ وأما في العرف فلأن ماجاء مع الملك لا يبقى له اعتبار، ولا إليه التفات۔ إذا علمت هذا فيهما ففي الشرع كذلك إذا جاء الشرف الديني الالٰهي لا يبقى الأمر هناك اعتبار، لا نسب ولا نصب، ألاترى أن الكافر وإن كان من اعلىٰ الناس نسباً والمؤمن وإن كان من أدنهم نسباً لا يقاس أحدهما بالآخر، وكذلك ماهو من الدين مع غيره ،لهذا يصلح للمناصب الدينية كالقضاء والشهادة كل شريف وضيع إذا كان ديِّناً صالحاً عالماً، ولا يصلح لشيء منها فاسق وإن كان قرشي النسب وفاروقي النسب، ولكن إذا اجتمع في اثنين الدين المتين وأحدهما نسيب ترجح بالنسب عند الناس لا عند الله، لأن الله تعالىٰ يقول: ﴿وان ليس للانسان الا ما سعى﴾ وشرف النسب ليس مكتسباً ولا يحصل بسعي“(۲)

---

(۱) [سورة الحجرات: ۱۳]	(۲) [التفسير الكبير: ۱۰/۱۱۳]

اگر یہ کہا جائے کہ یہ تو اس امر پر مبنی ہے کہ نسب کا اعتبار ہی نہیں، حالاں کہ معاملہ ایسا نہیں ہے، اس لیے کہ عرف وشرع میں نسب کا اعتبار ہے، یہی وجہ ہے شریف سید کا نکاح نبطی سے جائز نہیں، تو ہم اس کا جواب دیں گے کہ جب عظیم شی آگئی تو اب امر حقیر باقی نہ رہے گا، اور یہ چیز عرف شرع اور حس وعقل سب میں پائی جاتی ہے، جس کی مثال یہ ہے کہ طلوع شمس کے وقت ستارے نظر نہیں آتے، اسی طرح مکھی کے پیروں میں آواز ہوتی ہے، لیکن بجلی کی سخت کڑک کے وقت سنائی نہیں دیتی، اور عرف کی مثال یہ ہے کہ جب کوئی بادشاہ کے ساتھ آئے تو اس دوسرے شخص کی طرف کوئی توجہ نہیں دیتا، اور نہ اس کا کوئی اعتبار ہوتا ہے، جب یہ بات تم نے محسوسات اور عرف میں سمجھ لی تو یہ بھی جان لو کہ شریعت کا معاملہ بھی ایسا ہی ہے کہ جب کسی کو دینی شرافت حاصل ہوگی، تو اب دوسری چیز کا اعتبار ہی نہ ہوگا، نہ نسب کا اور نہ پیشہ کا، جیسا کہ یہ بات بالکل عیاں ہے کہ کافر اگر چہ نسب کے اعتبار سے لوگوں میں اعلیٰ ہو اور مومن نسب کے حساب بالکل ادنیٰ ہو لیکن ایک کو دوسرے پر قیاس نہیں کیا جاسکتا، یہی حال دینی شی کا غیر دینی کے ساتھ ہے، لہٰذا دینی مناصب اور عہدوں کا مثلاً قضا، شہادت وغیرہ کا ہر شریف، (سید) اور نچلی ذات کا شخص اہل ہوسکتا ہے جب کہ وہ دین دار اور صالح ہو، اور ان مناصب کا اہل فاسق نہ ہوگا، اگر چہ وہ نسب میں قریشی، اور فاروقی ہو، لیکن اگر دو شخصوں میں دین پایا جائے لیکن ایک کا نسب اعلیٰ ہو تو عندالناس اعلیٰ نسب والے کو ترجیح ہوگی نا کہ عنداللہ، اس لیے کہ رب تعالیٰ فرماتا ہے: کہ انسان کے لیے صرف اس کی کوشش ہے، اور نسبی شرافت ایسی نہیں کہ محنت ومشقت سے حاصل ہوسکے۔ (مترجم)

ملا علی قاری مکی لکھتے ہیں:

"المدار على العلم والتقوىٰ لا على مجرد النسب المعتبر في الدنيا لا العقبى."

مدار علم وتقویٰ پر ہے محض نسب پر نہیں، کیوں کہ اس کا اعتبار صرف دنیا میں ہے آخرت میں نہیں۔ (مترجم)

مواہب لدنیہ کی شرح زرقانی میں ہے: "إنما ينظر الأصل والعنصر عند التجلي بالفضائل والتخلي عن الرذائل." (۱)

بے شک فضائل کے ظہور اور برائیوں سے کنارہ کشی کے وقت اصل اور عنصر (مادہ) کو دیکھا جاے گا۔ (مترجم)

اشخاص مذکورین فی السوال اگر چہ نسباً اور مال ودولت کے اعتبار سے کیسے ہی زیادہ گنے جاتے

---

(۱) [فیض القدیر: حرف الهمزة، ۱٤/۳]

ہوں، مگر جب وہ کفر وارتداد وغیرہ ذلتوں کے گڑھے میں گرے، اور نجاسات فسق وابتداع وکفر وارتداد سے ملوث ہوئے، تو ان کی وہ فانی عزتیں ساقط اور بے اعتبار ہوگئیں، مگر ان اشخاص کے اپنی عزت پھونک دینے سے ان کی قومی عزتیں نہ جاتی رہیں۔ اصل طیب کے بعض افراد اگر گمراہ یا بد مذہب ہو جائیں، یا معاذ اللہ یوں ہی فرض کیجیے کہ سب ایسے ہو جائیں تو اس سے ان کی اصل میں خرابی نہ ہوگی۔ **وھذا ظاھر واللہ تعالیٰ اعلم۔** قیامت کے قریب جب کوئی **لا إلٰہ إلا اللہ** کہنے والا نہ رہے گا، تو کیا ان سب افراد کے کفر کے سبب شرافت انسانیت وکرامت آدمیت ہی جاتی رہے گی، اس وقت بھی جو کفار رہیں گے، اگر چہ وہ اپنے کفر کے سبب اذلین میں ہیں مگر شرافت انسانیت وعزت آدمیت رکھتے ہیں، اگر چہ کفر کے سبب کہیں وہ اعتبار نہیں کی جاتی اور کہیں اس حال میں بھی اس کا اعتبار موجود۔ **واللہ تعالیٰ اعلم۔**

آیت سلام کا مطلب اور چند مبہم سوالات کے جواب

(۹۸) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین کہ...

چند امور مندرجہ ذیل سوالات پر عمل کرنے والا کافر ہوگا یا نہیں؟

قرآن حکیم آیت کریمہ: ﴿**ولا تقولوا لمن القیٰ الیکم لست مؤمنا**﴾(۱) کا صحیح مطلب کیا ہے؟ مفسرین کی اس آیت کے متعلق کیا رائے ہے، اور حدیث شریف سے کیا شہادت ہے؟ مفصل اور مدلل جواب کی ضرورت ہے۔

(۲) کسی مسلمان کے خلاف نہ ہونا اور اپنے بڑے کا کہنا ماننا۔

(۳) سب ہمسایہ طاقتوں سے رواداری رکھنا۔

(۴) مجاہدانہ اور سپاہیانہ قابلیتیں پیدا کرنا اور ورزش کرنا۔

(۵) اللہ اور اسلام کی راہ میں ہر وقت اپنا مال وجان حتی کہ فرزندوں کو قربان کرنے کی طاقت پیدا کرنا۔

(۶) پابندی وقت کرنا۔

(۷) خدا کے سوا کسی طاقت سے خوف نہ کھانا۔

(۸) روے زمین کی بادشاہت اور اسلام کا اجتماعی غلبہ پیش نظر رکھنا۔

(۹) روحانی جذبات کو پیدا کرنا، شیطانی اور نفسانی جذبات کو کچل دینا۔

---

(۱) [سورۃ النساء: ۹۴]

(۱۰) خدمت خلق بغیر کسی اجرت کرنا۔

(۱۱) نماز پر قائم رہنا اور باقی ارکان اسلام پر جمار ہنا۔

(۱۲) صف میں برابر کھڑے ہوکر مسلمانوں کی اونچ نیچ کو برابر کرنا۔

(۱۳) تمام غفلتوں اور سستیوں کو دور کرنا۔

(۱۴) ہر مسلمان کو ایک لڑی میں پروکر بنیان مرصوص بنانے کی سعی کرنا۔

(۱۵) سننے والا اور عامل ہونا کہنے والا اور نہ کرنے والا نہ ہونا۔

(۱۶) حتی الوسع مسلمانوں سے سودا خریدنا۔

از بریلی محلہ، مسئولہ، ۱۶ رصفر مظفر ۱۳۵۸ھ

الجواب

آیت میں سلام یا بمعنی انقیاد ہے۔ یا سلام سے مراد سلام تحیۃ اسلام ہے۔ شان نزول آیت یہ ہے: کہ مرداس بن نہیک رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلام لائے، ان کی قوم مسلمان نہ ہوئی۔ اس قوم پر غازیان اسلام کو روانہ فرمایا گیا، وہ ان کے آنے کی خبر سن کر بھاگ گئے اور مرداس رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں باقی رہ گئے کہ اپنے اسلام سے اپنے آپ کو قتل سے بچالیں گے۔ جب غازیان اسلام کو دیکھا، بایں خیال کہ یہ کوئی اور قوم ہو، اپنی بکریاں لے کر پہاڑ پر چڑھ گئے۔ جب غازی وہاں تک پہنچے اور تکبیر کہی تو انھوں نے تکبیر کہی، اور پہاڑی سے اترے اور کلمۂ شہادت پڑھا، اور وعلیکم السلام کہا۔ اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں قتل کر دیا۔ یہ خبر حضور پر نور علیہ الصلاۃ والسلام کو پہنچائی گئی۔ حضور نے فرمایا: تم نے انہیں مال غنیمت کے لیے قتل کیا، پھر یہ آیت تلاوت فرمائی۔ آیت کا مطلب یہ ہوا کہ جو شخص (ایسا جس کے اصرار علی الکفر سے تم ناواقف ہو) اظہار اسلام کرے اسے قتل نہ کرو۔ اس کے قتل سے رکو، یہاں تک کہ اس کے حال کی تفتیش کر کے اس پر وقوف پاؤ۔ اگر محض زبانی ہو جیسے منافقوں کا اظہار اسلام اور وہ سچے دل سے اسلام نہ لائے، قابل قتل ہوگا۔ اگر جزیہ نہ دے گا۔ اور اگر بعد تفحص یہ کھلے کہ وہ سچے دل سے اسلام لایا ہے تو مسلمان ہے۔ ناحق اس کا قتل حرام، اشد کبیرہ ہوگا۔

سیاق وسباق آیت دیکھو فرماتا ہے: ﴿يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ إِذَا ضَرَبْتُمْ فِى سَبِيلِ ٱللَّهِ فَتَبَيَّنُوا۟ وَلَا تَقُولُوا۟ لِمَنْ أَلْقَىٰٓ إِلَيْكُمُ ٱلسَّلَـٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا تَبْتَغُونَ عَرَضَ ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا فَعِندَ ٱللَّهِ مَغَانِمُ كَثِيرَةٌ ۚ كَذَٰلِكَ كُنتُم مِّن قَبْلُ فَمَنَّ ٱللَّهُ عَلَيْكُمْ فَتَبَيَّنُوٓا۟ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا﴾ (۱)

---

(۱) [سورة النساء: ۹۴]

اے ایمان والو! جب تم جہاد کو چلو تو تحقیق کرلو۔اور جو تمہیں سلام کہے اس سے یہ نہ کہو کہ تو مسلمان نہیں۔(یعنی جس میں اسلام کی کوئی علامت پاؤ اس سے ہاتھ روکو،اس کے قتل میں جلدی نہ کرو۔جب تک اس کا کفر ثابت نہ ہو جائے)تم جیتی دنیا کا اسباب چاہتے ہو،تو اللہ کے پاس بکثرت غنیمتیں ہیں۔پہلے تم بھی ایسے ہی تھے۔(یعنی جب تم اسلام لائے تھے تو تمہاری زبان سے کلمۂ شہادت ہی نے تمہاری جان مال محفوظ کردیے تھے۔تمہارا یہ اظہار اسلام نالائق اعتبار نہ ٹھہرایا گیا تھا) پھر اللہ نے تم پر احسان کیا،تو تم پر تحقیق کرنا لازم۔بے شک اللہ تمہارے کرتوت سے خبر دار ہے۔

تفسیرات احمدیہ میں حضرت عارف باللہ ملا احمد جیون قدس سرہ استاذ سلطان عالم گیر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"معنى الآية ﴿يايها الذين آمنوا اذا ضربتم﴾ أي سرت ﴿فى سبيل الله﴾ في طريق الغز ﴿وفتبينوا﴾ أي : اطلبوا بيان الأمر وثباته،﴿ ولا تقولوا لمن القىٰ السلام اليكم لست مؤمنا﴾ والسلام هو الانقياد، أو التسليم الذي هو تحية أهل الاسلام حال كونكم﴿ تبتغون﴾ بهذا القول﴿ عرض الحيٰوة الدنيا﴾ أعني: المال والغنيمة التي هي سريع النفاد،﴿ فعند الله مغانم كثيرة﴾ تغنيكم عن قتل رجل يظهر الإسلام ويتعوذ به من التعرض، يعني: أن رجلا إذا ألقىٰ إليكم السلام ويدعى الإسلام فلا تقبلونه، بل تقتلونه لأجل متاع الدنيا وهو الغنيمة، فلا تفعلوا كذلك، بل توقفوا حتى تعلموا إيمانه۔ وقال۔ أغناكم الله تعالىٰ بالغنائم الكثيرة لا احتياج لكم إلىٰ غنيمة رجل مسلم، وإن تدعوا أنه لا يوافق لسانه قلبه ﴿كذلك كنتم من قبل﴾ أي: أول ما دخلتم في الإسلام سمعت م ن أقوالكم كلمة الشهادة، فحصنت دمائكم وأموالكم من غير اطلاع على مواطاة قلوبكم لألسنتكم﴿ فمن الله عليكم﴾ بالاستقامة والاستشهاد بالإيمان، فافعلوا بالداخلين في الإسلام كما فعل بكم،﴿ فتبينوا﴾ في ذلك ولا تهافتوا في القتل، وهذا مضمون الآية بحسب ماذكره في المدارك ،وقال هو في نزوله روي مرداس بن نهيك أسلم ولم يسلم من قومه غيره، فغزتهم سرية رسول الله۔ صلى الله تعالىٰ عليه وسلم۔ فهربوا وبقي مرداس ليتقه بإسلامه، فلما رأى الخيل ألجاء غنيمته إلىٰ مسوح من الجبل وصعد، فلما تلاحقوا وكبر واكبر ونزل وقال: لاإله إلا الله محمد رسول الله.عليكم السلام،

فقتله أسامة بن زيد واستاق غنيمته.فأخبروا رسول اللّٰه صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم فوجد وجدا شديداً وقال: قتلتموه إرادة مامعه ثم قرأ الآية."(۱)

آیت کا معنی یہ ہے کہ اے ایمان والو! جب جنگ کے لیے نکلو تو تحقیق کرلو، یعنی معاملہ کی خوب چھان بین کرلو، اور جو تمہیں سلام کہے اس سے یہ نہ کہو کہ تو مسلمان نہیں، اور سلام کے معنی فرماں برداری، مسلمانوں کا سا سلام کرنا، جب کہ تم اس قول سے، تم جیتی دنیا کے اسباب چاہو یعنی مال غنیمت، جو کہ جلد ہی ختم ہو جاتا ہے، بے شک اللہ کے یہاں بکثرت غنیمتیں ہیں، جو تم کو اسلام ظاہر کرنے والے شخص کے قتل سے بے نیازی کردیں گی جو اس کے ذریعہ جنگ وجدال سے بچنا چاہتا ہے، مطلب یہ ہے کہ جب تم کو کوئی سلام کرے اور اسلام کا دعویٰ کرے تو تم اس کی بات نہ مانو بل کہ دنیاوی مال ومتاع یعنی غنیمت کی وجہ سے قتل کرڈالو تو ایسا نہ کرو، بل کہ توقف کرو یہاں تک کہ اس کے ایمان کا پتہ نکالو، اور فرمایا کہ اللہ عزوجل تمہیں بہت ساری غنیمتوں (مال ودولت) سے تمہیں بے نیاز کردے گا، تمہیں مسلمان شخص کے مال غنیمت کی حاجت ہے اگر چہ تمہارا دعویٰ یہ ہو کہ اس کے دل اور زبان میں مطابقت نہیں یعنی ظاہر و باطن یکساں نہیں، تو تم بھی ابتدا میں ایسے ہی تھے، تمہارے زبان ومنہ سے کلمہ شہادت سنا گیا، تو تمہارے خون اور مال (جان ومال) محفوظ ہوگئے دل وزبان میں موافقت دیکھے بغیر۔ تو اللہ عزوجل کی طرف سے تم پر استقامت اور ایمان کی شہادت لازم ہے، لہذا اسلام میں داخل ہونے والوں کے ساتھ تم بھی ویسا ہی سلوک کرو جو تمہارے ساتھ کیا گیا، پس اس سلسلے میں تحقیق کرلو، اور قتل کے درپے نہ ہو۔ آیت کا یہ مفہوم مدارک کے بیان کے مطابق ہے، اور صاحب مدارک نے اس کے نزول کے تعلق سے فرمایا:

روایت کیا گیا ہے کہ مرداس بن نہیک تنہا ایمان لے آئے جب کہ ان کی قوم کے دوسرے لوگوں نے اسلام قبول نہ کیا تھا، لشکر اسلام نے ان کے قبیلے والوں سے جہاد کیا، تو وہ سب بھاگ گئے صرف مرداس رہ گئے اس امید پر کہ وہ اسلام کی وجہ سے بچ جائیں گے، لہٰذا جب انہوں نے گھوڑسواروں کو دیکھا تو اپنا مال پہاڑ کے دامن میں چھپا دیا، اور خود اس پہاڑ پر چڑھ گئے، جب فوج والوں نے پہنچ کر تکبیر کہی تو انہوں نے بھی تکبیر کہی اور نیچے اتر آئے، اور کلمہ شہادت پڑھتے ہوئے، لوگوں کو سلام کیا لیکن اسامہ بن زید نے ان کو قتل کردیا اور مال غنیمت لے لیا، پس اس واقعہ کی خبر سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دی گئی تو آپ بہت رنجیدہ ہوئے اور فرمایا: کہ تم نے ان کے مال کی خاطر انہیں قتل کرڈالا اس کے بعد یہ

(۱) [التفسيرات الأحمدية.۳۰۸]

آیت کریمہ تلاوت فرمائی۔ (مترجم)

حدیث میں ہے کہ حضور جب لشکر روانہ فرماتے، فرمادیتے اگر تم مسجد دیکھو، یا اذان سنو تو قتل نہ کرنا۔ آیت کا سباق وسیاق بتارہا ہے اور حدیث وفقہ سب شاہد ہیں کہ آیت کا یہ مطلب نہیں کہ جو کوئی اسلام کا اظہار کرے، تم پر سلام کرے وہ مسلمان ہے۔ لا إله إلا الله محمد رسول الله ۔ یہود ونصرانی کوئی اہل کتاب اگر کہے کہ میں مومن ہوں، تو اس کا اعتبار نہ کیا جائے گا، کہ وہ اپنے دین ہی کو ایمان سمجھتا ہے۔ نہ کہ صرف ''السلام علیکم'' کہنے پر اسے مسلمان سمجھ لیا جائے، بلکہ اگر کلمۂ شہادت بھی پڑھے تو بھی اسے صرف اتنا نفع نہ دے گا جب تک اپنے دین باطل کو باطل نہ کہے، اور اس سے اظہار بے زاری نہ کرے۔ یوں ہی مدعیان اسلام سب اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں، بلکہ اپنے آپ ہی کو مسلمان کہتے ہیں، تو ان کا ''السلام علیکم'' کہنا، کلمۂ شہادت پڑھنا، اور طرح طرح اظہار اسلام کرنا انہیں کیوں کر نافع ہوسکتا ہے۔ باجود ان کے ان کفروں کے جنہیں انھوں نے اسلام سمجھا ہے۔

آج بہت ہندو جب مسلمانوں سے ملتے ہیں ''السلام علیکم'' کہتے ہیں۔ کیا وہ اس سے مسلمان ہو جاتے ہیں؟ تحریف کلام مسلمان کا کام نہیں۔ خصوصاً کلام الٰہی میں۔ یہ تو یہود کی صفت ہے۔

قرآن عظیم میں فرمایا: ﴿يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَن مَّوَاضِعِهِ﴾ (۱)

بات کو اس کے محل اس کے موضع سے پھیرتے، کہیں سے توڑ کر کہیں جوڑتے ہیں۔ ولا حول ولا قوة إلا بالله ۔ آیت کے یہ معنی ہوں تو جو کوئی بھی کسی مسلمان پر سلام کرے مسلمان ہو جائے۔ حاشانہ یہ دین اسلام کا حکم ہے نہ عقل ہی کا مقتضی۔ بت پرست بتوں کو پوجتا رہے۔ مجوسی آگ کی پرستش میں مبتلا رہے۔ نصرانی تین خدا اور عیسیٰ کو خدا کا بیٹا کہتا رہے۔ یہودی حضرت عزیز کو ابن اللہ کہتا رہے۔ اور کفریات کرتا رہے۔ بس مسلمان پر سلام عرض کرے اور پکا مسلمان۔ ولا حول ولا قوة إلا بالله۔

یوں ہی رافضی قرآن کو قرآن نہ مانے، بیاض عثمانی کہتا رہے۔ تغیر وتبدیل اور کمی بیشی کا قائل رہے۔ مولیٰ علی واہل بیت کرام کو سوائے حضور علیہ الصلاۃ والسلام تمام انبیائے عظام سے افضل واعلیٰ، بلند وبالا بتاتا رہے۔ مولیٰ علی میں خدا کا معاذ اللہ حلول مانتا رہے۔ مولیٰ علی کو خدا جانتا رہے۔ جبرئیل امین کو نبوت ورسالت پہنچانے میں خاطی وغلط ٹھہراتا رہے، کہ خدا نے نبوت بھیجی مولیٰ علی کے لیے تھی جبرئیل نے (معاذ اللہ) غلطی کی کہ حضور کو دے گئے۔ دنیا میں رجعت اموات کا قائل رہے۔ خدا کو کہتا رہے کہ

---

(۱) [سورة المائدة: ۱۳]

خدا ایک حکم دیتا ہے پھر معاذ اللہ پچھتا تا رہتا ہے، وغیرہ وغیرہ ہذیانات۔

وہابی، دیوبندی اللہ ورسول۔ جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ کی توہین وتنقیص کرتا رہے، امکان کذب باری ہی نہیں معاذ اللہ وقوع کذب کا قائل رہے۔ حضور کے علم کو شیطان کے علم سے کم بتاتا رہے۔ حضور کے علم کو زید وعمرو بلکہ ہر صبی ومجنون بلکہ جمیع حیوانات وبہائم جن میں کتا سور بھی داخل، کی طرح کہے، اور علم ناپاک سے تشبیہ دیتا رہے۔ حضور کے لیے کہتا رہے کہ انہیں دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں۔ بلکہ اپنے خاتمہ کا بھی حال معلوم نہیں۔ وہ (معاذ اللہ) مر کر مٹی میں مل گئے، وغیرہ وغیرہ خباثات۔

قادیانی مرزا کو نبی اور مجدد مانتا رہے۔ قادیانی عیسیٰ کلمۃ اللہ علیٰ نبینا وعلیہ السلام کی طرح طرح توہین کرتا رہے۔ قادیانی کہتا رہے، ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو اس سے بہتر غلام احمد ہے۔ قادیانی قرآن کو جھٹلاتا رہے۔ نبی کی تکذیب کرتا رہے، قادیانی اور دوسرے رسل۔ علیہم الصلاۃ والسلام۔ کی توہین کرتا رہے، وغیرہ وغیرہ خرافات۔

یوں ہی مشرقی اور اس کے اقوال بدتر از ابوال کو ماننے والا بکتا رہے کہ مشرقی نبائے عظیم لایا جسے تذکرہ ص:۵ پر سچی نبوت کہا۔ وہ بکتا رہے تذکرہ ص:۹ ''لوگ انبیا کی وساطت سے قانون خدا کی تعمیل کرنے اور ان کو ذریعہ علم سمجھنے کے بجائے ان کے پیچھے لگ گئے، فرقہ بند بن گئے۔ خدا کو تسلیم کرنے اور مسلم بننے کے بجائے (تا) محمدی بن گئے۔ ان کو سراہنا اور اپنے افعال، اعمال میں بت بنالینا جزو دین جانا''۔ اس کا صاف کھلا مطلب ظاہر کہ جو مسلمان کہے جاتے ہیں یہ مسلمان نہیں ہیں، یہ خدا کو تسلیم نہیں کرتے۔ مسلمان نہیں بنے۔ انہوں نے خدا کو ماننے اور مسلمان ہونے کے بجائے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سراہنا، اپنا جزو دین اور انہیں بت بنالیا، یہ ان کے متبع ہوئے۔ محمدی بن گئے تو مسلم نہیں، مشرک ہوئے۔ **ولاحول ولا قوۃ الا باللہ۔**

حضور کی اتباع اور حضور کے سراہنے اور حضور کے سنن پر عمل کرنے کو کفر وشرک بتایا، اور خدا کو نہ ماننا ٹھہرایا۔ نماز، روزے، حج، زکاۃ، ارکان اسلام، اور شعائر دین اور سنن سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ استہزا کرتا رہے۔ نماز وغیرہ فرائض کے عبادت ہونے کا انکار کرتا رہے۔ ہنود کی پوجاؤں سے انہیں ملاتا رہے۔ انہیں بے نتیجہ بے مطلب رسم بتاتا رہے۔ نماز کو اسلام نہ مانے۔ پتھر کی پرستش کو کفر نہ جانے۔ تذکرہ ص:۹ ''مسلمانوں نے داڑھیوں، تہمدوں، مسواکوں، کو اسلام سمجھ لیا''۔ ص:۹ ''حج جاتری نماز، زکاۃ، روزے برت وغیرہ وغیرہ سب کے سب بے مطلب رسوم اور بے نتیجہ شعار ہو گئے''۔ اگر آج اسلام کسی بڑی بڑی پگڑیوں والے مولوی حضرات، یا گز گز بھر لمبی داڑھی والے فقیہوں کی کم نگہی کے

باعث مسواکوں، ڈھیلوں، استنجاؤں، پائجاموں، عماموں اور داڑھیوں کے اندر گھس چکا ہے، اگر اس کی اشد شدید حکمت اور مبلغ علم حیض ونفاس کے مسئلوں، گردن مروڑی مرغیوں کی تشریحوں، آمین بالجہر، رفع یدین کی بحثوں پر ختم ہو چکے ہیں'' ص:۹۱، قرآن کی الصلاۃ صرف نوکر کا پنج وقتہ سلام ہے۔ مگر عبادت قطعاً نہیں۔'' ص:۹۹/ اصل دین میرے نزدیک توحید ہے، اور توحید قلوب کے اندر پیہم بت شکنی کرتے رہنا ہے۔ یہی عبادت خدا ہے۔ صوم وصلاۃ، حج وزکاۃ، کورسما عادتاً تعظیماً ادا کر لینا، یا کلمۂ شہادت کو بصحت تمام پڑھ لینا میرے نزدیک قطعاً کوئی عبادت نہیں'' ص:۹۹/ پتھر کی رسمی پرستش، یا خدا کے آگے رسمی سجدہ کر لینے سے کسی قوم یا فرد کے عابد یا عابد ماسوا ہونے کا فیصلہ نہیں ہو سکتا، اس کے مشرک یا موحد ہونے کا معاملہ طے نہیں ہو سکتا''۔ وغیرہ ابلیسات بکتا رہے۔ بس مسلمان پر عرض سلام کرلے پکا مسلمان۔ إنا لله وإنا إليه راجعون. ولاحول ولاقوة إلا بالله العلي العظيم۔

سلام نہیں! اگر دن رات کلمۂ اسلام رٹتا ہے، اور سارے ارکان اسلام بجالاتا رہے، جب تک ان اقوال اور ان جیسے ہادم دین بیخ کن اسلام، اقوال بدتر از ابوال سے توبہ نہ کرے ہرگز مسلمان نہ ہوگا۔ پھر کس نے مشرقی اور اس کے متبعوں کی تکفیر ان سولہ (۱۶) باتوں پر، جو سوال میں مذکور ہیں کہ جس کے لیے فتویٰ طلب کیا جاتا ہے؟ یہ بھی وہی تحریف کلام ہے۔ مشرقی کے ان ہولناک نجس ناپاک اقوال پر تکفیر ہے۔ اور اس کے ماننے والوں پر اس شرط پر کہ اس کے ان اقوال بدتر از ابوال پر مطلع ہوکر اسے مسلمان جانیں، نہ اس سولہ پر، ان سولہ (۱۶) امور (چوبیس سے سائل نے دکھائے آٹھ بچائے ہیں) کے ۲/ کا کیا مطلب ہے؟ ''کسی مسلمان کے خلاف نہ ہونا''۔ مسلمان سے واقعی مسلمان مراد ہے، یا ہر مدعی اسلام قادیانی رافضی، وہابی، دیوبندی، نیچری وغیرہ۔

بہر حال یہ ایک بے ہودہ محض لغو ولایعنی باطل معنی بات ہے۔ شرعاً عقلاً ہر طرح، کہ ہر اختلاف سے تحرز ناممکن۔ یہ جن کا اصول ہے وہ خود اس پر کبھی کاربند نہ ہیں نہ ہو سکتے ہیں۔ جو مسلمان واقعی ہو اس سے بھی اختلاف کبھی شرعاً عقلاً ضروری ہوتا ہے۔ نہ کہ غیر واقعی اور محض نام کے مسلمان سے۔ نام کے مسلمان سے واقعی مسلمان کا اختلاف تو ہر وقت ہے۔ اس وقت تک جب تک کہ وہ نام کا مسلمان سچا مسلمان نہیں۔ اس کے خلاف نہ ہونا کیا معنی؟ سنی مسلمان سے ہزار اختلاف ہو سکتے ہیں۔ عقائد میں نہیں اعمال میں۔ امر بالمعروف نہی عن المنکر جو فرض ہے، اس فرض کا ادا کرنے والا بے شمار بار بداعمال لوگوں، بددینوں بد مذہبوں کے خلاف ہوگا۔ سیکڑوں، اختلاف دنیوی ہوتے ہیں۔ ہزاروں دعویٰ محض باطل ہوتے ہیں، تو اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ باطل سے باطل بات کہنے والے مسلمان اور مدعی اسلام سے کبھی

اختلاف نہ کیا جاے گا، ہر باطل وناحق کوحق، غلط کوصواب۔کذب کوصدق مانا جاے گا، کہ ایسا نہ ہوگا تو مسلمان (اور مدعی اسلام نام کے مسلمان) کے خلاف ہوگا،اور نہ خلاف ضا،بطہ خلاف قاعدہ، خلاف اصول ہوگا۔پھر مسلمان کے مسلمان سے ہزار ہا اختلاف موجود ہیں۔اور مسلمان اور نام کے مسلمان سے تو دینی اختلاف ہے۔اور اصول ٹھہرایا کہ کسی مسلمان کے خلاف نہ ہوگا۔تو بتایا جاے کہ کس طرح سب سے اتفاق ہوگا، کسی سے اختلاف نہ ہوگا؟۔

مشرقی کے متبعین پر اپنے اس اصول سے بھی لازم کہ وہ مسلمانوں سے خلاف نہ ہوں۔مشرقی کے ہادم اساس دین وایمان، بیخ کن مسلمانان یقین کرنے میں مسلمانوں کے ساتھ اتفاق کریں۔نیز اپنی یہ خاکساری چھوڑیں۔اور ہر وہ بات جو اس کے متعلق مسلمان کہتے ہیں اسے مانیں،عمر میں اپنے سے چھوٹے اور برابر والے کا بحیثیت اس کے کہ وہ مسلمان ہیں،اور عمر یا علم وفضل یا مال ودولت کسی طرح مسلمان بڑے کا بحیثیت اس کے بھی کہ وہ بڑا ہے، بڑے کا ہر کہا ماننا چاہیے۔

حدیث میں ہے:

((لا طاعة لمخلوق في معصية الخالق))(۱)

خالق کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت جائز نہیں۔(مترجم)

اگر یہ عبارت یوں ہوتی کہ ''کسی سنی مسلمان کے بے سبب معقول اور بے وجہ مقبول خلاف نہ ہونا اور اپنے بڑے کا ہر جائز کہا ماننا'' تو کوئی خرابی نہ ہوتی۔

اگر عبارت یوں ہوتی تو سائل کا مطلب نہ بنتا کہ سادہ لوح مجیب سے اسے عبارت کے اس طرح ہوتے ہوے جواب اپنے حسب مرضی ملنے پر اسے تو اپنی دستاویز بنانے کی امید تھی کہ مشرقی پر ڈھال سکے، کہ فلاں مفتی صاحب نے فتویٰ دے دیا ہے۔ہم ان کے فتویٰ سے مشرقی کا کہنا مانتے،اس کے خلاف نہیں ہوتے ہیں۔انہوں نے ہمارے اس اصول (۲) کو پسند کیا، مسلمان کے خلاف نہ ہونا اچھی بات ہے۔بڑے کا کہنا ماننا عمدہ بات ہے۔ولاحول ولا قوة إلا بالله العلي العظيم. لطف یہ کہ مشرقی کے طور پر اسلام کفر ہے،اور سارے مسلمان کافر۔اور اس کے قول سے خود وہ بھی مسلمان نہیں ٹھہرتا،تو یہ اصول بے معنی ہے۔ہاں وہ جو اس نے یورپی اقوام کے لیے کہا کہ وہ متقی اور محبوب خدا ہیں، اگر ان کے خلاف نہ ہونا مراد ہے تو اس صورت میں بے معنی تو نہ ہوگا۔

---

(۱) [مشکاۃ المصابیح، کتاب الامارۃ والقضاء، حدیث:۳۶۶۵۔۲/۵۹]

(۲) اصول ۲ کا کیا مطلب ہے۔یعنی جو کچھ وہ کریں کرنے دینا، چاہے الٹی چھری سے اسلام کو ذبح کریں، اور کرتے رہیں۔ بابائے خلافت کی طرح صاف کہہ دینا کہ میں ہندو بھائی سے نہ لڑوں گا چاہے وہ میری ماں کو بے عزت کریں۔ چاہے وہ میرے قرآن کو پھاڑ ڈالیں۔ پھر ۳ میں مجاہدانہ اور سپاہیانہ قابلیتیں پیدا کرنا کس لیے؟ ہاں اگر ہم سایہ طاقتوں سے رواداری رکھی جائے اور یہ قابلیتیں اس لیے بہم کی جائیں کہ مسولینی اور ہٹلر کے ساتھ لندن واسپین وغیرہ پر گولے برسائے جائیں۔ بم پھینکے جائیں۔ یا ملک سے باہر کہیں اور اپنے ہم سایہ طاقت کانگریس کے ساتھ افغانستان وترکستان وعراق وغیرہ پر، یا ہندوستانی ریاستوں پر جہاد کرنے کا خیال ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ ہم سایہ طاقتوں سے رواداری برتی جائے گی، وہ اسلام کے ساتھ کیسی ہی کچھ عداوتیں ظاہر کریں، اس کی بیخ کنی میں دقیقہ اٹھا نہ رکھیں، پھر بھی ہر وقت اپنا مال وجان حتی کہ فرزندوں کو قربان کرنے کا موقع۔ اللہ اور اسلام کی راہ میں کب ہوگا؟ کیا وہی مشرقی کے متقی اور محبوب خدا لوگوں اور اس کے گڑھے ہوئے اسلام کی راہ میں؟ کہ ہمارے اسلام کو تو اس کے اقوال کفر بتاتے ہیں۔

جزیہ کفر کی سزا ہے کہ دارالاسلام میں رہتے ہوئے قتل سے امان کا بدلہ ہے

(۹۹) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

جزیہ جو اسلامی حکومت میں غیر مسلم اقوام سے لیا جاتا تھا وہ کیا تھا اور کیوں لیا جاتا تھا۔ جزیہ ایک قسم کا فوجی ٹیکس تھا جو کسی قوم سے لڑنے کے بعد لڑائی کا نقصان پورا کرنے کی غرض سے لیا جاتا تھا، یا وہ ایک ایسا محصول تھا جو غیر مسلم اقوام سے محض اس لیے کہ وہ اسلامی حکومت میں رہتی تھیں لیا جاتا تھا۔ ازراہ مراحم عالمانہ اس مسئلہ کا جواب پوری تفصیل اور دلائل کے ساتھ عنایت فرمایا جاوے۔ اور اگر کوئی کتاب جس میں جزیہ کے متعلق کافی دلائل اور شرح ہو، تو براہ مہربانی اس کا نام بھی تحریر فرمایا جاوے۔ فقط۔ بینوا توجروا۔

مرسلہ پروفیسر سید شاہد علی میرٹھ کالج۔

الجواب

جزیہ عقوبت علی الکفر ہے۔ کفر پر رہتے ہوئے دارالاسلام میں رہنے پر ہے، قتل سے چھٹکارے کا بدلہ ہے کہ یا اسلام لاؤ یا قتل کیے جاؤ گے۔ یا ذلت سے رہو کہ ذلت کے ساتھ حاضر ہو کر جزیہ حاضر کرو، جو ہر کافر پر واجب ہے، مگر مرتد پر اور عربی مشرک بت پرست پر۔ ان سے جزیہ نہ لیا جائے گا اسلام نہ لائیں

گے تو قتل کیے جائیں گے،ان سے قتل ساقط نہ ہوگا۔ اور فقیر جو کسی وجہ سے عمل پر قادر نہیں اور اپاہج ،مفلوج،لولا،لنگڑا،بہت بوڑھا جو بالکل عاجز ہو چکا ہے،اندھا اور راہب جو لوگوں سے انقطاع رکھتا ہو کسی سے ملتا جلتا نہ ہو،اور بچہ اور غلام اور نسا۔مگر بنی تغلب کی عورتیں کہ ان پر جزیہ ہے۔بات یہ ہے کہ جزیہ نہیں مگر وجہ اسقاط قتل اور فقیر اپاہج وغیرہ مذکورین قتل سے حکماً مامون۔غلام میں مکاتب ومدبر وابن ام ولد سب داخل۔ہاں اگر ان مذکورین سے کوئی ذی رائے ہو،اپنی رائے سے کافروں کی اعانت کرتا یا مال دار ہو اپنے مال سے انہیں مدد پہنچاتا ہو تو وہ قتل کیا جائے گا،ورنہ اس پر اسقاط قتل کے سبب جزیہ مقرر ہوگا۔

جزیہ دو قسم ہے:ایک وہ جو صلح سے وضع کیا جائے۔یہ من جانب الشرع معین نہیں،جتنے پر صلح واقع ہوگی وہ لیا جائے گا،اور اس میں تغیر نہ ہوگا،کچھ کم وبیش نہ ہو سکے گا۔اور ایک وہ جو بعد غلبہ وفتح مقرر کیا جائے گا اس کی تین صورتیں ہیں،حسب حال ناس ہوں گی۔فقیر معتمل جو کسی طرح کسب پر قادر ہو اس سے سال میں بارہ درہم،ایک درہم ماہوار،اور متوسط الحال سے سال میں ۲۴/درہم،ہر مہینہ دو درہم،اور غنی مال دار رئیس پر سال پر ۴۸/درہم،ہر ماہ چار۔چاہے سال پر لیا جائے یا ہر ہر ماہ دے دے۔کم از کم دس ہزار درہم کا مالک غنی اور دو سو درہم کا متوسط الحال اور جو کسی چیز کا مالک نہ ہو فقیر ہے۔یوں ہی وہ جو دو سو درہم سے کم کا مالک ہو۔اور جہاں عرف میں دس ہزار درہم سے کم کے مالک کو مکثر کہا جاتا ہو وہاں کے اعتبار سے وہ ہی مکثر ٹھہرنا چاہیے۔بعض ائمہ نے اس میں عرف کا اعتبار فرمایا۔

اور جب ظاہر الروایۃ میں کوئی تحدید نہیں بیان ہوئی ہے تو رائے امام وسلطان کی جانب تفویض کرنا چاہیے کہ وہ جسے جیسا سمجھے اس پر اس کے حسب حال مقرر فرمائے۔ان اوصاف کا لحاظ آخر سال ہوگا کہ:وہی وقت وجوب ادا ہے اور اہلیت وعدم اہلیت میں وقت وضع معتبر ہوگا کہ اگر مثلاً وقت وضع نابالغ تھا یا مجنون تھا بعد وضع الامام اسی سال بالغ ہو گیا،مجنون صحیح ہو گیا،تو ان پر جزیہ مقرر نہ فرمایا جائے گا۔آئندہ سال اگر یہ اہل ہوں گے تو وضع کیا جائے گا،مگر فقیر کہ وہ اگر وقت وضع فقیر غیر معتمل تھا پھر موسر ہو گیا۔تو اس پر وضع فرما دیا جائے گا،اگر ابھی اکثر حول باقی ہے۔امام ہر سال تجدید وضع فرماتا رہے گا۔یہ غلط ہے کہ جزیہ فوجی ٹیکس تھا جو لڑائی کا نقصان پورا کرنے کی غرض سے لیا جاتا تھا۔جزیہ کے کچھ مسائل تو یہاں ذکر ہوئے،انہی سے روشن کہ وہ ہرگز فوجی ٹیکس کسی طرح نہیں۔خاص جزیہ کے متعلق تمام مسائل کی کتاب اردو فارسی میں ہماری نظر میں نہیں۔

در مختار میں فرمایا:

"الموضوع من الجزية بصلح لا يقدر ولا يغير تحرزاً عن الغدر ، وما وضع

بعدما قهروا وأقروا علىٰ أملاكهم يقدر في كل سنة علىٰ فقير معتمل يقدر علىٰ تحصيل النقدين بأي وجه كان، إثنا عشر درهماً في كل شهر درهم، وعلىٰ وسط الحال ضعفه في كل شهر درهمان، وعلى المكثر ضعفه في كل شهر أربعة دراهم، وهذا للتسهيل لا لبيان الوجوب؛ لأنه بأول الحول بناية، ومن ملك عشرة آلاف درهم فصاعداً غني، ومن ملك مائتي درهم فصاعداً متوسط، ومن ملك ما دون المأتين أو لا يملك شيئاً فقير، قاله الكرخي وهو أحسن الأقوال وعليه الاعتماد، واعتبر أبو جعفر العرف وهو الأصح، ويعتبر وجود هذه الصفات في آخر السنة، فتح؛ لأنه وقت وجوب الأداء. وتوضع علىٰ كتابي ومجوسي ولو عربياً ووثني عجمي لجواز استرقاقه، فجاز ضرب الجزية عليه لا علىٰ وثني عربي: لأن المعجزة في حقه أظهر فلم يعذر، ومرتد فلا يقبل منهما إلا الإسلام أو السيف، وصبي وامرأة وعبد ومكاتب ومدبر وابن أم ولد وزمن نقص بعض أعضائه أو تعطل قواه فدخل المفلوج والشيخ والعاجز أعمىٰ وفقير غير معتمل وراهب لا يخالط؛ لأنه لا يقتل والجزية لإسقاطه، والمعتبر في الأهلية وعدمها وقت الوضع، فمن أفاق أو عتق أو بلغ أو برئ بعد وضع الإمام لم توضع عليه بخلاف الفقير إذا أيسر بعد الوضع حيث توضع عليه؛ لأن سقوطها لعجزه، وقد زال۔ وهي أي: الجزية ليست رضاً منا بكفرهم كما طعن الملحدة بل إنما هي عقوبة لهم علىٰ إقامتهم علىٰ الكفر. فإذا جاز إمهالهم للاستدعاء إلى الإيمان بدونها فبها أولىٰ"(۱)

وقال تعالىٰ: ﴿حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ﴾(۲)

ایک جزیہ وہ ہے جو صلح سے وضع کیا جائے، یہ شریعت کی طرف سے معین نہیں (کہ کتنے پر صلح واقع ہو) اور اس میں تغیر نہ ہوگا، عہد شکنی سے بچنے کے لیے۔ اور ایک جزیہ وہ جو غلبہ و فتح کے بعد مقرر کیا جائے، یہ شرع کی جانب سے معین ہے، فقیر معتمل پر جو کسی طرح کسبِ مال پر قادر ہو، سال میں بارہ درہم، ہر ماہ ایک درہم۔ متوسط الحال پر اس کا دوگنا، ہر ماہ دو درہم۔ اور غنی مالدار رئیس پر اس کا دوگنا ہر ماہ

(۱) [الدر المختار، كتاب الجهاد، فصل، في الجزية: ٦/٢٣٩-٢٤٤]

(۲) [سورة التوبة: ٢٩]

چار درہم و دینار مقرر ہیں۔ یہ آسانی پیدا کرنے کے لیے ہے بیان وجوب کے لیے نہیں، کہ اس کا تعلق آغاز سال سے ہے۔ جو دس ہزار یا زیادہ کا مالک ہو غنی ہے۔ دو سو درہم یا اس سے زیادہ کا مالک متوسط اور جو دو سو درہم سے کم یا کسی چیز کا مالک نہ ہو فقیر ہے۔ اسی بات کو امام کرخی نے کہا ہے اور یہ عمدہ اور بہتر بات ہے اور یہی معتمد علیہ ہے۔ امام ابو جعفر نے عرف کا اعتبار کیا ہے اور یہ اصح ہے۔ ان اوصاف کا لحاظ آخر سال میں ہوگا۔ فتح۔ کہ یہی وجوبِ ادا کا وقت ہے۔ کتابی، مجوسی اگرچہ عربی ہو اور عجمی بت پرست پر جزیہ مقرر ہوگا کہ اسے غلام بنانا ممکن ہے تو اس پر جزیہ بھی مقرر کیا جا سکتا ہے، ہاں عربی بت پرست پر جزیہ مقرر نہ ہوگا، کیوں کہ معجزہ یعنی نزول قرآن نے اس کے حق میں حق کو واضح کر دیا ہے تو اب یہ معذور نہیں سمجھا جائے گا، اسی طرح مرتد پر بھی جزیہ نہ ہوگا، یہ دونوں یا تو اسلام قبول کریں یا پھر تلوار فیصلہ کرے گی۔ اسی طرح بچہ، عورت، غلام، مکاتب، مدبر، ابن ام ولد اور زَمِن پر بھی جزیہ نہ ہوگا، زَمِن وہ شخص ہے جس کے کسی عضو میں کمی ہو۔ یا قوئ بے کار ہو کر رہ گئے ہوں، لہٰذا فالج زدہ، بوڑھا، عاجز اور نابینا کا زَمِن میں شمار ہوگا۔ فقیر غیر معتمل (جو کسی وجہ سے عمل پر قادر نہیں) اور راہب، جو لوگوں سے انقطاع رکھتا ہو کسی سے ملتا جلتا نہ ہو، ان تمام سے جزیہ نہ لیا جائے گا، کیوں کہ یہ قتل سے مامون ہیں، اور جزیہ وجہ اسقاط قتل ہے۔ اہلیت وعدم اہلیت میں اعتبار وقت وضع ہوگا، لہٰذا امام کے جزیہ مقرر کرنے کے بعد مجنون کو افاقہ ہو گیا، غلام آزاد ہو گیا، نابالغ بالغ ہو گیا، بیمار شفایاب ہو گیا، تو ان پر جزیہ مقرر نہیں کیا جائے گا، ہاں فقیر کہ وقت وضع غیر معتمل تھا پھر بعد وضع موسر ہو گیا تو اس پر جزیہ وضع کیا جائے گا، کہ جزیہ کا سقوط ادائیگی سے عجز کی بنیاد پر تھا اور اب وہ زائل ہو گیا، جزیہ لینا ہماری طرف سے کفار کے کفر پر رضا مندی نہیں ہے، جیسا کہ بعض ملحدین نے اعتراض کیا ہے بلکہ ان کے کفر پر قائم رہنے کی سزا ہے، دلیل یہ ہے کہ دعوت۔ إلی الإیمان ۔ کے مقصد کے پیش نظر بدوں جزیہ انھیں تاخیر و ڈھیل دینا جائز و درست ہے، تو پھر جزیہ کے ساتھ تو یہ مقصد (دعوت إلی الإیمان) بدرجہ اولیٰ حاصل ہوتا ہے (تو جزیہ لینا ان کے کفر پر رضا مندی کیوں کر ہو سکتا ہے)۔ (مترجم)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿حَتّٰی یُعْطُوا الْجِزْیَةَ عَنْ یَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ﴾ (۱)

جب تک اپنے ہاتھ سے جزیہ نہ دیں ذلیل ہو کر۔ (مترجم)

---

(۱) [سورة التوبة: ۲۹]

ردالمحتار میں ہے:

”قوله : لا يقدر ولا يغير أي : لا يكون له تقدير من الشارع بل كل مايقع الصلح عليه يتعين ولا يغير بزيادة ولا نقص ـ قوله: واعتبر أبو جعفر العرف، حيث قال ينظر إلىٰ عادة كل بلد في ذلك، ألا ترىٰ أن صاحب خمسين ألفاً ببلخ يعد من المكثرين، وفي البصرة وبغداد لا يعد مكثراً.قوله: وهو الأصح، صححه في الولوالجية أيضاً۔ قال : في الدر المنتقي: والصحيح في معرفة هؤلاء عرفهم كما في الكرماني، وهو المختار كما في الاختيار وذكره القهستاني واعترف في المنح تبعاً للبحر بأنه أي : التحديد لم يذكر في ظاهر الرواية ـ ولا يخفىٰ أن الأول أي : اعتبار العرف أقرب لرأى صاحب المذهب وأقره في الشرنبلالية وفي شرح المجمع وغيره ينبغي تفويضه للإمام أي : كما هو رأي الإمام ـ وفي التاتر خانية أنه الأصح فتبصر اه.يعني أن رأى الإمام أن المقدرات التي لم يردبها نص لا تثبت بالرأى بل تفوض إلى رأى المبتلى ـ قوله :؛ لأنه لا يقتل، الأصل أن الجزية لإسقاط القتل فمن لا يجب قتله لا توضع عليه الجزية إلا إذا أعانوا برأى أو مال فتجب الجزية۔ قوله: لم توضع عليه ؛ لأن وقت الوجوب أول السنة عند وضع الإمام، فإن الإمام يجدد الوضع عند رأس كل سنة لتغير أحوالهم ببلوغ الصبي وعتق العبد وغيرهما ـ فإذا احتلم وعتق العبد بعد الوضع فقد مضى وقت الوجوب فلم يكونا أهلا للوجوب ـ قوله: بخلاف الفقير، أي : غير المعتمل إذا أيسر بالعمل فإنها توضع عليه ـ قوله: لأن سقوطها لعجزه ؛ لأن الفقير أهل لوضع الجزية لكونه حراً مكلفاً لكنه معذور بالفقر، فإذا زال أخذت منه لكن إن بقي من الحول أكثره.واللّٰہ تعالیٰ اعلم.“(۱)

”قوله : لا يقدر ولا يغير“

یعنی جزیہ کی شرع کی طرف سے کوئی تعیین نہیں بلکہ جتنے پر صلح ہوجائے گا وہی متعین ہوگا، اس میں زیادتی وکمی نہ ہوگی۔ ”قوله:واعتبر أبو جعفر العرف “انھوں نے فرمایا:اس سلسلے میں ہر شہر کا عرف

---

(۱)[ردالمحتار على الدر المختار، كتاب الجهاد ،فصل الجزية،مطلب الزنديق إذا أخذ قبل الوتبة يقتل ولا تؤخذ منه الجزية:٦/٢٣٩-٢٤٤]

دیکھا جائے گا، کیا آپ نے نہ دیکھا کہ: پچاس ہزار کا مالک ''بلخ'' میں مکثر مانا جاتا ہے، جب کہ بصرہ وبغداد میں نہیں۔

"قوله وهو الأصح"

''ولوالجیہ'' میں بھی اسے صحیح قرار دیا ہے۔ ''الدر المنتقی'' میں فرمایا: یہ لوگ مکثر ہیں یا غیر مکثر اس بات کی معرفت صحیح طور پر عرف سے ہی ہوگی، جیسا کہ کرمانی میں ہے۔ یہی مختار ہے جیسا کہ اختیار میں ہے، اور اس بات کو قہستانی نے ذکر فرمایا ہے، اور بحر کی اتباع میں ''منح'' میں اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ یہ تحدید ظاہر روایت میں مذکور نہیں ہے، واضح رہے کہ اول یعنی عرف کا اعتبار صاحب مذہب کی رائے کے زیادہ قریب ہے، اور شرنبلالیہ میں اسے برقرار رکھا، شرح المجمع وغیرہ میں ہے: اسے رائے امام کی جانب تفویض کر دینا چاہیے، تاتر خانیہ میں ہے: یہی اصح ہے، یعنی رائے امام، کہ وہ جسے جیسا سمجھے اس پر اس کے حسب حال مقرر فرمائے، کیوں کہ وہ تحدیدات جن پر نص وارد نہیں تو وہ رائے سے ثابت نہیں ہوں گی، بلکہ مبتلی کے رائے کے سپرد کر دینا چاہیے۔ (مترجم)

"قوله:لأنه لا يقتل" اصل یہ ہے کہ جزیہ اسقاط قتل کی وجہ سے ہے، تو جو قتل سے مامون ہے اس سے جزیہ نہیں لیا جائے گا، ہاں اگر ان میں سے کوئی ذی رائے ہو، اپنی رائے سے یا مال دار ہو، اپنے مال سے کافروں کی اعانت کرتا ہو تو اس پر اسقاط قتل کے سبب جزیہ مقرر ہوگا۔ (مترجم)

"قوله:لم توضع عليه" کیوں کہ وجوب جزیہ کا وقت آغاز سال ہے، جس وقت سے امام وضع کرے گا، امام ہر سال تجدید وضع کرتا رہے گا کیوں کہ احوال بدلتے رہتے ہیں، نابالغ بالغ اور غلام آزاد ہو جاتا ہے۔ بعد وضع الامام بچہ بالغ ہو گیا، غلام آزاد ہو گیا تو اب وقت وجوب ختم ہو گیا، لہذا یہ دونوں وجوب جزیہ کے اہل نہ ہوں گے۔ (مترجم)

"قوله:بخلاف الفقير" یعنی وہ فقیر جو کسی وجہ سے عمل پر قادر نہیں، پھر بعد وضع موسر ہو جائے تو اس پر جزیہ وضع کیا جائے گا۔ "قوله: لأن سقوطها لعجزه" کیوں کہ فقیر وضع جزیہ کا اہل ہے۔ ظاہر ہے کہ وہ آزاد و مکلّف ہے لیکن فقر کی وجہ سے معذور سمجھا گیا، تو جب فقر نہیں رہا تو اب جزیہ لیا جائے گا، لیکن شرط یہ ہے کہ اکثر حول باقی ہو۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔ (مترجم)

چندہ کا روپیہ چندہ دینے والوں کی ملک ہے جب تک اسی کام میں جس کے لیے دیا خرچ نہ ہو

(۱۰۰) **مسئلہ:**

بخدمت اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت، رفیع الدرجت، موید الملت، حضرت مولانا مولوی مصطفے رضا خاں صاحب دام مجدہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ان مسائل میں کہ...

(۱) کسی اسلامی رفاہ عام مثلاً کتب خانہ ہسپتال وغیرہ کے لئے چار چار آنہ کی رسیدوں کے ذریعہ امدادی چندہ حاصل کیا جائے اور حاصل شدہ رقم میں سے نصف چندہ دینے دلوانے کی ایک معینہ تعداد پر بذریعہ قرعہ تقسیم کردیا جائے اور چندہ دینے دلوانے کو پیشتر سے پہلے معلوم بھی ہو کہ نصف تقسیم کردیا جائے گا تو کیا عندالشرع اس میں کچھ قباحت ہے۔

(۲) اگر مذکورہ صورت میں کچھ قباحت ہے تو ایسی حالت میں جبکہ غیر مسلم قومیں اس طرح سرمایہ اکٹھا کرتی ہیں اور مسلمان بھی اس میں حصہ لیتے ہیں نیز مسلمانوں کے رفاہ عام کے کام سرمایہ نہ ہونے کی وجہ سے ناکام ہوتے رہتے ہیں مسلمانوں کو اس صورت سے فائدہ حاصل کرنا جائز نہ ہوگا۔ بینوا توجروا۔

الجواب

یہ ہرگز جائز نہیں۔ چندہ کا روپیہ چندہ دینے والوں کا ہے۔ یہ امین ہے جس نیک کام کے لئے انہوں نے دیا ہے دیانت کے ساتھ اسے اس میں صرف کرے اور صرف نہ ہو تو لازم جس جس سے جتنا جتنا لیا ہے ہر ایک کو اتنا اتنا واپس دے یا ان کی اجازت ہو تو کسی اور جائز کام میں صرف کرے۔ اگر کسی کام کے لئے چند لوگوں سے چندہ لیا اس میں صرف کر کے کچھ بچ رہا اور کام ختم ہوگیا تو حساب کر کے حصہ رسد واپس دے اور اگر آگے پیچھے لیا ہو، تو جن جن کا روپیہ پورا پورا صرف ہوگیا ان کا پورہ صرف ہولیا، جن کا آدھا تہائی چوتھائی صرف ہوا انھیں آدھا یا دوثلث یا تین ربع واپس دے۔ اور جس کا بالکل صرف نہ ہو سکا اس کا پورا واپس کرے۔ صورت مستفسرہ یقیناً ناجائز ناروا کھلا جوا ہے۔ خدا مسلمانوں کی آنکھیں کھولے، نیک کام کرنا چاہتے ہیں تو وہ بھی بذریعۂ حرام۔ ولا حول ولا قوۃ إلا باللہ العلي العظیم۔ یہ نصف چندہ کا روپیہ جو امین کے پاس نیک کام میں لگانے کے لئے تھا امین اسے اس میں نہ

صرف کرنے والا اور بذریعہ قرعہ گیا کا بچھیا تلے اور بچھیا کا گیا کے نیچے لگانے والا کون۔

چندہ مختلف ہوگا مثلاً کسی کے دو پیسے، کسی کے دو آنے، کسی کے چار کسی کے آٹھ، کسی کا روپیہ کسی کے دو روپیہ، کسی کے دس کسی کے بیس، کسی کے پچاس کسی کے سو۔ سب مثلاً ہزار روپیہ چندہ ہوا، اب پانچ سو روپیہ مثلاً پانچ آدمی کی معین تعداد پر بذریعہ قرعہ روکے گئے تو کچھ ضرور نہیں کہ یہ پانچ قرعہ سے وہی نکلیں جنہوں نے سو سو روپیہ دیئے تھے، کہ ہر ایک کو سو روپیہ اس کے مل جائیں۔ بسا اوقات یہ ہوگا کہ وہ پانچ نکلیں جنہوں نے ٭/ ۱/ ۲/ ۴/ ۸/ دیئے تو ٭/ سے لے کر زیادہ سے زیادہ آٹھ آنے خرچ کرنے والے کو سو روپیہ مل گئے اور (کیا) جوے کے سر سینگ ہوتے ہیں؟ واپس کرتا تو مالک کو کرتا کسی کی ملک کسی کو دینا کیوں کر روا ہوسکتا ہے۔ رہا اس کو اس کا علم ہونا کہ ایسا ہوگا تو کیا سود دینے والے رشوت دینے والے جوا کھیلنے والے کو یہ معلوم نہیں ہوتا کہ میرا اتنا اتنا روپیہ اس صورت میں جائے گا، بلکہ اگر یہ صورت بھی ہو کہ چندہ مختلف نہ ہو ہر کسی سے مثلاً ۸/ یا عہ روپیہ لیا گیا اور ہزار روپئے ہوئے تو بھی یہی صورت ہوگی۔ اس صورت میں تو یہ بھی ممکن تھا کہ پانچ شخص وہ ہی نکل آتے جن سے سو روپیہ لیے گئے تھے، اور اس صورت میں یہ بھی ممکن نہیں یہاں ۸/ یا عہ روپئے والے ہی سب ہیں اور ۸/ یا عہ روپئے ہی میں سو سو روپئے ملتے ہیں۔

پھر جس صورت میں سو سو روپئے والے پانچ قرعہ سے نکلے اس میں بھی نہ امین انہیں ان کا روپیہ واپس دے رہا ہے نہ انہی کے خیال میں یہ ہے کہ ہم اپنا روپیہ لے رہے ہیں، بلکہ اتفاقیہ یہ صورت ہوگئی، انہوں نے جتنا روپیہ دیا تھا اتنا انھیں پہونچ گیا وہ مگن ہیں کہ: ''ہلدی لگی نہ پھٹکری اور رنگ چوکھا آیا۔ سو سو روپے ہمارے نیک کام میں لگے ہوے ہیں اور ہمیں گھر بیٹھے سو سو مل بھی گئے ہمارے نیک کام میں گئے اوروں کے ہمیں مل گئے اور سب کو یہ حال معلوم ہی ہے۔ لہذا اس میں کوئی حرج نہیں'' پھر در حقیقت یہ دینا اس نیک کام کے لیے نہیں کام کا نام ہی نام ہے، وہ تو محض برائے نام ہے دینے والوں کی اصل غرض یہی جوا ہے والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ کہ ۸/ یا ایک روپیہ سو روپیہ کے ملنے کے امید پر دیا جاتا ہے قسمت سے مل گئے تو پو بارے ورنہ سمجھ لئے کہ ۸/ یا روپیہ نیک کام میں صرف ہوجائے گا۔

مگر قسمت کہ وہ بھی کچھ ضرور نہیں کہ ممکن کہ اس کا روپیہ اس نیک کام میں صرف ہی نہ ہو، اس نصف چندے میں ان پانچ کے پاس پہنچ جائے تو اولاً وہ امید ہے اور ثانیاً یہ امید ثواب۔ جیسے کسی بڑھیا کی روٹیاں کوئی جانور لے بھاگا اس نے اول تو بہت کوشش کی کہ اس سے چھین لے جب دور پہنچ گیا اس کا کوئی قابو نہ رہا تو بولی جا میں نے خدا کی راہ میں دیں، پھر تقرب کو خلوص نیت درکار، یہاں خلوص کہاں۔

اول ہی سے نیت بد ہے، اسے نیک کام سمجھنا حرام حرام حرام ہے۔ اے عزیز یہ پوچھتا ہے کہ یہاں اس میں کچھ قباحت ہے، یہ پوچھ کہ عین قباحت کی کس قدر عظیم شامت ہے۔ ولا حول ولا قوة إلا بالله العلي العظيم۔

(۲) ہرگز نہیں، ہرگز نہیں۔ غیر مسلم قومیں سود کے منافع تبلیغ وغیرہ امور میں جنہیں وہ کار خیر جانتی ہیں صرف کرتی ہیں، یہ پوچھنا ایسا ہی ہے کہ کوئی یہ پوچھے کہ غیر قومیں سود سے جو نفع اکٹھا کرتی ہیں اور مسلمان بھی اس میں حصہ لیتے ہیں تو کیا مسلمانوں کو جائز نہ ہوگا کہ وہ سود کا روپیہ جمع کر کے دینی کاموں میں صرف کریں؟۔ اے عزیز قرآن کا ارشاد سن: ﴿وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ﴾(۱)
شیطان کے قدموں پر نہ چلو۔

اسلام قبول کرنے والوں نے اس کو حق جان کر ہی قبول کیا نہ کہ محض تلوار کے خوف سے

(۱۰۱) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

حکیم عبدالستار صاحب عفی عنہ ۲۵/نومبر ۱۹۳۲ء

بخدمت المکرّم ذوالمجد والکرم جناب مولوی صاحب قبلہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ: مزاج شریف!

بعد سلام مسنون یہ تحریر بغرض تجویز فیصلہ ارسال خدمت ہے کہ بریلی کے دو شعرا میں اس امر کی بحث ہے کہ زید کہتا ہے: کہ اسلام بسبب اپنی حقانیت اور اخلاقیت کے دنیا میں پھیلا۔ اور بکر کہتا ہے کہ: اسلام تلوار سے پھیلا اگر آج تلوار مسلمانوں کے ہاتھ میں ہو اسلام روز افزوں ترقی کرے، آیا جناب کے نزدیک ان دونوں مسلم شاعروں کے حق میں کیا فیصلہ ہے اور زید وبکر میں کون صحیح الرائے پر ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

اسلام اللہ کا پسندیدہ دین ہے، اسلام کی روشن وپاک تعلیم اور اس کے بہتر سے بہتر صحیح اصول نے عاقلوں کو اس کا بندہ بنایا۔ جو ذرا بھی سمجھ رکھتے تھے اور مرض عناد میں گرفتار نہ تھے انہوں نے بصدق دل نہایت شوق ورغبت سے اس کا کلمہ پڑھا۔ ہاں جو احمق مرض عناد میں گرفتار تھے باوجودے کہ اس کی

(۱) [سورة البقرة:۱۶۸]

حقانیت ان کے دل پر آشکار ہو چکی تھی وہ جب کسی طرح اسلام کی ضرررسانی سے باز نہ آئے تو اسلام نے اپنے حلقہ بگوشوں کے ہاتھوں تلوار دی۔ جن کے حق میں اس طریقہ سے ہدایت ہونا تھی اور کسی طرح نہ سمجھ سکتے تھے تو وہ اس ذریعہ سے حق سمجھے کہ اگر یہ مذہب حق نہ ہوتا تو اس کے مٹھی بھر آدمی دنیا بھر کو فتح نہ کر لیتے۔ ان کا عناد یوں تلوار کے گھاٹ اترا اور وہ سچے دل سے اسلام کے حلقہ بگوش ہوے۔ اور جن کے حق میں ہدایت نہ تھی وہ یوں بھی نہ مانے اگرچہ دل سے اس کی حقانیت کے معترف ہوے۔ تو یہ غلط ہے، کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا اسلام یقیناً اپنی حقانیت ہی سے پھیلا۔ اس کی مثال نہ ملے گی کہ تلوار کے ڈر سے اسلام قبول کیا ہو تلوار دیکھ کر بھی جس نے اسلام قبول کیا اس نے اسلام کو حق جان کر ہی قبول کیا۔ اسلام کی تلوار ہی اس کے لیے اسلام کی حقانیت کا روشن ثبوت بنی۔

ہاں ابتدا میں منافقین بھی جو بظاہر کلمہ پڑھتے تھے اور باطن میں کافر تھے انہیں اسلام قبول ہی نہ ہوا وہ ویسے ہی کافر رہے تو ان میں اسلام کہاں پھیلا۔ وہ انہیں معاندین میں تھے جنہیں کسی طرح اسلام قبول نہ ہوا، اگرچہ طرح طرح اسلام کی حقانیت ان پر روشن ہوئی۔ منافقین کو اسی زمانہ میں چھانٹ چھانٹ کر جماعت مسلمین سے نکال دیا گیا، جنہوں نے براہ چالاکی یہ راہ اختیار کی تھی کہ مسلمانوں کی غنیمت میں شریک، ادھر کافروں سے حصہ بانٹ، ان سے ملتے تو ان کی کہتے، ان میں جاتے تو ان کی کہتے کہ دونوں طرف سے حصہ پائیں۔ اس شخص کو اپنے اس قول سے رجوع لازم کہ یہ آریہ بکا کرتے ہیں، اور اس سے بے وقوف لوگوں کو بہکاتے ہیں۔ اسلام آج بھی ترقی کر رہا ہے، جب کہ ان کے ہاتھ میں نہ تلوار ہے نہ پنہاں کوئی اور زور۔ اول کفار سے اس کی ترقی پوچھو جو کروڑوں روپیہ اور ہزاروں عورتیں لالچ میں دیتے اور اپنے مذہب باطل کی تبلیغ میں اندھادھند صرف کرتے اور بعض تلوار کا زور بھی رکھتے ہیں۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ یہ اس کا خیال ہے کہ اسلام کے ہاتھ مین جب تلوار ہوگی جب ترقی کرے گا۔ اسلام تو اس وقت بھی باعتبار تعداد ترقی پر ہے، ہاں جب تلوار ہاتھ میں ہوگی تو آج کی سی حالت مسلمانوں کی نہ ہوگی ان کو دنیوی عزت اس سے زائد ہوگی اور ان کی شوکت وحشمت بھی کچھ بڑھ جائے گی، وہ شخص جو دل سے مسلمان نہ ہو مسلمانوں کے ڈر سے تلوار کے خوف سے اسلام ظاہر کرے اسلام اسے مسلمان کب ٹھہراتا ہے؟ اسلام تو اسے منافق کافر فرماتا ہے۔ تو اسلام کی ترقی ہرگز تلوار سے نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مداریوں کے سلسلہ سوخت کے بارے میں سوال کی اصلاح

(١٠٢) **مسئلہ:**

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

خاندان مداریہ کے سلسلہ جاری ہیں یا سوخت ہیں؟ **بینوا بالدلیل وتوجروا۔**

جوگیان ڈاک خانہ ایجنٹ نگر مرسلہ مسلمانان قصبہ مذکورہ۔ ١١رجمادی الثانیہ ٥٢ھ۔

الجواب

بے کار سوال کیے جاتے ہیں، نماز روزے وغیرہ ضروری مسائل تو پوچھے نہیں جاتے، یہ بے کار باتیں دریافت کی جاتی ہیں اور پھر ایک بار نہیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتنی بار یہ سوال آیا ہے۔ لوگ برابر اس سلسلہ میں بیعت کرتے مرید ہوتے ہیں، انہیں یہ ثابت نہیں کہ یہ سلسلہ سوخت ہو چکا ہے۔ جن بزرگوں کو اس کی اطلاع ہے انہوں نے ایسا تحریر فرمایا ہے۔ اس میں اس درجہ جاہلوں کو پڑنا کہ ایک دوسرے کا دشمن ہو جائے، تکفیر وتفسیق تک نوبت پہنچ جائے ہرگز جائز نہیں۔ جو مداری سلسلہ میں ہوتے ہیں ان سے تعرض نہ کریں کہ اس بے کار بحث کا نتیجہ سوا فساد اور کچھ نہیں۔ **واللہ تعالیٰ اعلم۔**

حضرت امام حسن مجتبیٰ کے قتل کی نسبت آپ کی بیوی جعدہ کی طرف بے سروپا حکایت نہیں

(١٠٣) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

حضور والا دامت برکاتہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ ایک استفتا حاضر کرتا ہوں اس کی وجہ سے یہاں سخت بے چینی ہے کہ: حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قاتلہ آپ کی زوجہ جعدہ ہے، کیا اس کا ثبوت ہے؟۔ یہاں علما کی جماعت میں دو گروہ ہو گئے ہیں: ایک وہ جس کے چند افراد کہتے ہیں کہ: جعدہ کا زہر دینا ثابت نہیں اس لیے خواہ مخواہ الزام نہیں لگا سکتے، اور ثبوت میں سوانح کربلا پیش کرتے ہیں۔ جس میں لکھا ہے کہ: یہ روایت غیر معتبر ہے اور اس کی بنا پر امام کے قتل کا الزام جعدہ کے سر نہیں لگا سکتے۔ یہ بھی لکھا ہے کہ خارجی گروہ کا اس سے بڑھ کر کیا تبرا ہوگا۔ امام کی (قرین) کے ذمہ الزام لگا کر خود گالی دیں اور سنیوں سے دلوائیں ملخصاً۔ دوسرا گروہ جس میں بمبئی کے تمام مولوی خواہ شہادت نامہ پڑھنے والے ہوں یا

فاضل سب کہتے ہیں کہ: بلا شک جعدہ اور ثبوت میں وہی مؤرخین کی روایات ..... جب کہا گیا کہ قتل مومن بالعمد کا الزام بغیر ثبوت کسی پر لگانا کب درست ہے؟ تو جواب دیا کہ: پھر تو معلوم ہوا کہ امام کو زہر دیا ہی نہیں گیا آپ کی شہادت ہی نہیں ہوئی، ورنہ قاتل کا نام بتاؤ۔

غرض کہ ایسی ہی باتیں ہو رہی ہیں، ارشاد فرمائیں کہ جعدہ نے زہر دیا ہے یا نہیں؟ شرعاً جعدہ کو قاتلہ امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟ **بینوا بالکتاب توجروا یوم الحساب۔**

از بمبئی کھوکھہ بازار مکان ۲۴، دوسرا مالہ پوسٹ ۳، مرسلہ جناب حافظ سید نور الحق صاحب قاسمی برکاتی قادری ۲۹ محرم الحرام ۵۳ھ

الجواب

عزیز محترم وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میں مکان پر موجود نہ تھا واپسی کے بعد اب جواب حاضر کرتا ہوں، تکلیف انتظار ہوئی۔ جعدہ کی طرف قتل امام عالی مقام کی نسبت کو علماے اعلام اور ائمہ کرام نے مقرر رکھا ہے تو وہ محض بے سر و پا حکایت نہیں کہ کسی مؤرخ نے یوں ہی اپنے ظن و تخمین سے اختراع کی ہو اور قیاسی ڈھکوسلوں سے گڑھ لی ہو، اور پھر عوام میں مشہور ہوئی ہو کہ اگر ایسا ہوتا تو علما و ائمہ ہرگز اسے مقبول نہ ٹھہراتے مقرر نہ رکھتے۔ اپنی تصانیف میں خود جعدہ کی جانب نسبت نہ کرتے۔ بلکہ وہ یقیناً اسی زمانہ سے مشہور و مستفیض خبر کی حیثیت سے منقول ہوئی۔ اس لیے علما و ائمہ نے اس کا اعتبار فرمایا۔ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے استفسار کہ کس نے آپ کو زہر دیا اس کے کچھ منافی نہیں، شہرت و استفاضہ کے لیے کچھ وقت درکار ہوتا ہے اسی وقت شہرت ہو جانا ضرور نہیں خصوصاً ایسا معاملہ جس کے اخفا کی شدید کوشش کی جائے، ہوسکتا ہے کہ اس وقت تک حضرت امام حسین کو اس کی اطلاع نہ ہو پھر ہوئی ہو۔ یا یہ کہ حضرت کو اطلاع ہوگئی ہو مگر مزید اطمینان کے لیے دریافت فرماتے ہوں۔ یا یہ کہ: یہ استفسار محض دریافت منشا کے لیے ہو کہ حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اس میں کیا منشا ہے معاملہ سخت نازک تھا۔

ادھر برادر محترم کی جان ادھر جعدہ زوجۂ امام تھی۔ اگر قصاصاً قتل کی جائے تو اپنے برادر محترم اور خود اپنی اور گھر بھر کی عزت۔ ممکن کہ قاتل معلوم ہوتے ہوئے بھی حضرت کا منشا اس نازک مسئلہ میں دریافت کرنا ہو۔ اس لیے یہ ذکر یوں چھیڑا کہ استفسار فرمایا کہ: آپ کو کس نے زہر دیا۔ حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جواب پر اگر نظر کی جائے تو اس سے ظاہر ہے کہ حضرت کے خیال مبارک میں زہر دینے والا ہے اور حضرت کسی مصلحت سے اس سے بدلہ لیے جانے پر رضامند نہیں ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت نے جواب فرمایا:

الله أشد نقمة إن كان الذي أظن وإلا فلا يقتل بي والله بريئ."(۱)

اگر وہ ہے جسے گمان کرتا ہوں تو اللہ عزوجل اس سے بڑا انتقام لینے والا ہے، اور اگر وہ نہیں تو میرے خون بہا میں بری کیوں قتل ہو۔ (مترجم)

دوسری روایت میں ہے کہ فرمایا:

"یاأخي! حضرت وفاتي ودنا فراقي لك، وإني لاحق بربي وأجد كبدي تقطع وإني لعارف من أين دهيت فإنا أخاصمه إلى الله تعالىٰ فبحقي عليك لا تكلمت في ذلك بشيء وأقسم عليك بالله أن لا تريق في أمري محجة دم."(۲)

برادرم! میری وفات قریب آ گئی اور جلد ہی تم سے جدا ہو کر اپنے پروردگار کے پاس پہنچ جاؤں گا۔ میرا جگر ٹکڑے ٹکڑے ہو رہا ہے، میں اس آفت کے پرکالے کو بے شک خوب پہچانتا ہوں، میں اس سے اللہ کے حضور مخاصمہ کروں گا، تمھیں میرے حق کی قسم! اس بارے میں کوئی کلمہ زبان سے نہ نکالنا، اور میں تمھیں خدا کی قسم دیتا ہوں کہ میرے معاملہ میں کوئی قطرہ خون نہ بہانا۔ (مترجم)

نیز ایک روایت میں ہے:

"یا أخي! سقیت السم ثلاث مرات لم أسقه مثل هذه المرة، فقال: من سقاك قال: ما سؤالك عن هذا ترید أن تقاتلهم، أكل أمرهم إلى الله(۳)

برادرم! مجھے تین بار تک زہر دیا گیا ہے، اس جیسی تلخ چیز اس سے پہلے مجھے نہیں دی گئی (نہیں پلائی گئی) امام حسین نے عرض کیا: کس نے آپ کو زہر دیا؟ آپ نے جواب دیا: کیا تم اس بارے میں پوچھ کر ان کو قتل کرنا چاہتے ہو؟ میں نے ان کا معاملہ خدا کے سپرد کر دیا ہے۔ (صواعق محرقہ) (مترجم)

پہلی روایت سے ظاہر ہے کہ حضرت کو کسی کی طرف گمان ہے، لہذا محض گمان پر نہیں فرمانا چاہتے کہ فلاں نے زہر دیا، فرماتے ہیں: اگر وہ ہے جسے میں گمان کرتا ہوں تو اللہ عزوجل اس سے بڑا انتقام لینے والا ہے۔ اور اگر وہ نہیں تو میرے خون بہا میں بری کیوں قتل ہو۔ دوسری اور تیسری روایت سے ظاہر ہے کہ حضرت کو معلوم ہے کہ قاتل کون ہے، زہر کس نے دیا ہے؟ زہر بھی ایک بار نہیں تین بار دیا گیا، کہاں

---

(۱) [الصواعق المحرقة. ص۱٤۱] (۲) [الصواعق المحرقة. ص۱٤۱]

(۳) [الصواعق المحرقة. ص۱٤۱]

تک زہر دینے والا ایسی صورت میں پوشیدہ رہ سکتا، فرماتے ہیں: برادرم میں اس آفت کے پرکالے کو بے شک خوب پہچانتا ہوں۔ میں اس سے اللہ کے حضور مخاصمہ کروں گا۔ تمہیں میرے حق کی قسم اس بارے میں کوئی کلمہ زبان سے نہ نکالنا اور میں تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں کہ میرے معاملہ میں کوئی قطرہ خون نہ بہانا۔

اور دونوں روایتوں میں توفیق کی صورت ایک ہی ہے وہ یہ ہے کہ: ہر روایت کو ایک ایک وقت پر محمول کیا جائے کہ جس وقت تک یقین نہ تھا محض گمان تھا وہ فرمایا، اور جب یقین ہو گیا تو یہ فرمایا کہ: میں خوب پہچانتا ہوں۔ حضرت کا قسمیں دے دے کر انتقام سے روکنا بلکہ اس بارے میں کوئی کلمہ زبان سے نکالنے کو قسم دے کر منع فرمانا جو کچھ کہہ رہا ہے ظاہر ہے، حضرت جانتے ہیں کہ برادر خورد کے علم میں بھی قاتل ہے، یہ سوال محض دریافت منشا کے لیے ہے، یا یہ کہ یہ بات چھپی رہنے والی ہیں، اگر برادر خورد کو اس وقت اس کا علم نہیں تو اب ہوا، اور اب ہوا۔ لہذا قسمیں دے کر ارادۂ انتقام سے روکا۔ اگر جعدہ قاتلہ نہ ہوتی تو قسمیں دینے کی حاجت نہ ہوتی، اتنا بلیغ اہتمام منع نہ فرمایا جاتا، اگر کوئی اور قاتل ہوتا جو اہل بیت سے نہ ہوتا اور حضرت اس سے دنیا میں انتقام نہ چاہتے، تو بس اتنا فرماتے:

"اللّٰہ أشد نقمة أكل أمره إلى اللّٰه."

اللہ عزوجل اس سے بڑا انتقام لینے والا ہے، میں نے ان کا معاملہ خدا کے سپرد کر دیا ہے۔ (مترجم)

یہ قسمیں نہ دی جاتیں۔ یہ قسم دے کر اس معاملہ میں کوئی کلمہ زبان سے نکالنے ہی کو منع نہ فرماتے۔ جو علما جعدہ کی جانب قتل امام کی نسبت سے راضی نہ ہوں، نہ ہوں، نہ نسبت کنندہ علما کو ان پر کسی طعن کا موقع ہے، نہ انہیں ان پر۔ جو جعدہ کی جانب نسبت نہیں کرتے وہ اپنے زعم میں اسے احتیاط جانتے ہیں کہ قتل وہ بھی قتل امام حسن جرم اشد واعظم ہے، اور بے قطع کسی مسلم کی جانب ایسے جرم کی نسبت جائز نہیں۔

اور جو نسبت کرتے ہیں وہ کہتے ہیں یہ صحیح ہے مگر شہرت اور علما وائمہ کا قبول ایسی چیز نہیں جو نظر انداز کی جا سکے، وہ ائمہ بھی یہ جانتے تھے کہ بے قطع کسی جرم کی نسبت کسی مسلم کی جانب نہیں کی جا سکتی تھی، انہوں نے اس نسبت کو قبول کیا، برقرار رکھا، خود اپنی تصانیف میں یہ جرم جعدہ سے منسوب کیا، ہمارے لیے وہ قدوہ ہیں۔ آج تیرہ سو برس بعد ہم اس کی تحقیقات نہیں کر رہے ہیں کہ کوئی قطعی بات معلوم ہو۔ جب تو نسبت کرنا جائز جانیں۔ ورنہ حرام۔ یوں تو یزید ہی کی طرف امام حسن کے قتل کرانے اور امام

حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر مظالم وقتل وغارت کی نسبت نہ کریں۔ ابن زیاد بدنہاد اور شمر مردود اور نحس ابن سعد اور ان کے ہم راہیان کسی پر کوئی الزام نہ رکھا جاسکے سب کو یہی کہہ دیا جائے کہ خارجیوں کا یہ پروپیگنڈا ہے، انھوں نے خود قتل کیا اور بادشاہ اور اس کے حکام عمال سے منسوب کردیا۔ یا کوفی روافض نے خود دھوکے دے کر بلایا اور قتل وغارت کیا، اور ان لوگوں سے منسوب کردیا۔ سوانح کربلا میں جو یہ لکھا کہ یہ روایت غیر معتبر ہے اپنا عندیہ لکھا۔ اور یہ لکھا کہ اس کی بنا پر امام کے قتل کا الزام جعدہ کے سر نہیں لگا سکتے یہ بھی اپنا عندیہ ہے اور وہ اسی میں احتیاط سمجھے۔ رہا یہ کلمہ کہ: خارجی گروہ کا اس سے بڑھ کر کیا تبرا ہوگا الخ: بہت گراں ہے۔ ہمارے ائمہ وعلما یہی فرماتے آئے، اپنی تصانیف میں اسی کو ذکر فرمایا۔ یہ خارجیوں کا تبرا ہو تو ان علما پر (ان کے) عدم اعتنا وقلت تدبر کا الزام ہوگا ہی۔ ہمارے سامنے خارجیوں کی کوئی تصنیف نہیں، ہمارے پیش نظر تو ائمہ وعلمائے اہل سنت کی تصانیف ہیں، جن میں جعدہ ہی کی طرف اسے منسوب کیا ہے، اور اس طرح کہ اسی روایت پر اقتصار کیا ہے، کوئی دوسرا قول لکھا ہی نہیں۔

صواعق محرقہ امام علامہ ابن حجر الہیتمی دیکھیے وہ لکھتے ہیں: ”كان سبب موته أن زوجته جعدة بنت الأشعث بن قيس الكندي دس إليها يزيد إن تسمه يتزوجها وبذل لها مائة ألف درهم ، ففعلت فمرض أربعين يوماً ، فلما مات بعثت إلىٰ يزيد تسأله الوفاء بما وعدها فقال لها: أنا لم نرضك للحسن أفنرضاك لأنفسنا.“(۱)

امام کی موت کا سبب آپ کی زوجہ جعدہ بنت اشعث بن قیس کندی ہے۔ یزید نے سازش رچی اگر وہ امام کو زہر دے دے تو وہ اس سے نکاح کرلے گا، اور اس کے لیے ایک لاکھ درہم صرف کرے گا، جعدہ نے ایسا کر ڈالا، امام چالیس روز تک مرض میں مبتلا رہے، جب آپ وفات فرما گئے تو جعدہ نے یزید کے پاس قاصد بھیجا اور اس سے ایفائے وعدہ کا مطالبہ کیا یزید نے جواب دیا: میں حسن کے بارے میں تجھ سے راضی نہیں تو اپنے لیے کیوں کر رضا مند ہوسکتا ہوں۔ (مترجم)

تاریخ الخلفا امام جلال الدین سیوطی میں ہے: ”توفي الحسن۔رضي الله تعالىٰ عنه۔بالمدينة مسموماً سمته زوجته جعدة بنت الأشعث بن قيس دس إليها يزيد بن معاوية إن تسمه فيتزوجها ففعلت فلما مات الحسن بعثت إلىٰ يزيد تسأله الوفاء بما وعدها فقال : أنا لم نرضك للحسن أفنرضاك لأنفسنا.“(۱)

---

(۱) [الصواعق المحرقة. ص۱٤۱] (۲) [تاريخ الخلفاء. ص۱۹۲]

حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مدینے شریف میں زہر کے اثر سے وفات پائی، آپ کی زوجہ جعدہ بنت اشعث بن قیس نے آپ کو زہر دیا، یزید بن معاویہ نے چال چلی، اگر وہ امام کو زہر دے دے تو وہ اس سے نکاح کر لے گا، تو جعدہ نے ایسا کر ڈالا، جب امام حسن وفات پا گئے تو جعدہ نے یزید کے پاس قاصد بھیج کر ایفائے وعد کا مطالبہ کیا، یزید نے جواب دیا: میں حسن کے بارے میں تجھے پسند نہیں کرتا تو اپنے لیے کیوں کر پسند کر سکتا ہوں۔ (مترجم)

سر الشہادتین جناب شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی میں ہے: "سبب موته أن زوجته جعدة بنت الأشعث بن قيس سمته بإغواء يزيد بن معاوية وكان يزيد ضمن لها أن يتزوجها ففعلت فمرض الحسن۔رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه۔أربعين يوماً ثم مات فبعثت جعدة إلىٰ يزيد تسأله الوفاء بما وعدها فقال: إنا لم نكن نرضاك للحسن أفنرضاك لأنفسنا."

انھوں نے تو اس کے بعد یہاں تک لکھا: "فصارت ممن خسر الدنيا والآخرة . ذلك هو الخسران المبين."

امام کی موت کا سبب آپ کی زوجہ جعدہ بنت اشعث بن قیس ہے، اس نے یزید کے ورغلانے سے امام کو زہر دیا، اور یزید نے اس بات کی یقین دہانی کرائی کہ وہ اس سے نکاح کرے گا، جعدہ نے ویسا ہی کر ڈالا، اس کے نتیجے میں امام چالیس روز تک بیمار رہ کر انتقال فرما گئے، اس کے بعد جعدہ نے یزید کے پاس قاصد بھیج کر ایفائے وعدہ کا مطالبہ کیا اس نے جواب دیا: میں حسن کے بارے میں تجھے پسند نہیں کرتا تو اپنے لیے کیوں کر پسند کر سکتا ہوں۔ تو یہ دنیا و آخرت دونوں کا گھاٹا اٹھانے والوں میں سے ہو گئی، یہی ہے صریح نقصان۔ (مترجم)

آئینہ قیامت تصنیف حضرت عمی جناب استاذ زمن مولانا حسن رضا خاں صاحب حسنؔ۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ میں بھی یہی لکھا۔ یہ کتاب اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی دیکھی اور مجالس میں کتنے ہی بار سنی ہوئی ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

ہجرت اچھی چیز ہے مگر بوقت ضرورت ومناسب حال

(۱۰۴) **مسئلہ:**

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

زید کے پاس کچھ جائداد ہے جو اس کے والدین کے ترکہ سے پہنچی ہے اس کے کرایہ سے اس کی

گذر اوقات ہوتی ہے۔اب اس کے ایک خاندانی بزرگ نے یہ مشورہ دیا ہے کہ تم اپنی جائداد فروخت کر کے حج کو چلو اور وہاں ہی اپنی سکونت اختیار کرو۔یہ امر بھی ظاہر کرنا ضروری ہے کہ حکومت حجاز ان لوگوں سے جو وہاں سکونت اختیار کرتے ہیں اور مالدار بھی ہوتے ہیں بطور قرضہ روپیہ حاصل کرتی ہے جس کی واپسی مشکل ہوجاتی ہے۔زید کے پاس بجز جائداد کے اور کوئی ذریعہ خورد ونوش کا نہیں ہے اور شادی اس کی ابھی نہیں ہوئی ہے۔نوجوان ۱۶۔۱۷ سال کی عمر ہے اور فراز ونشیب زمانہ سے ہنوز ناواقف ہے۔ اس صورت میں اعزا کے مشورہ سے بھی محروم ہوجائے گا۔زید کی ہمشیرگان ودیگر عزیز وقریب وہمدردان پر جدائی کا خاص اثر ہے۔بجز مشورہ دہندہ کے اور کوئی عزیز زید کے اس فعل میں مؤید نہیں ہے اور مشورہ دہندہ ہی زید کے ساتھ رہے گا۔کیا صورت مذکورہ بالا میں زید کو اس خاندانی بزرگ کے مشورہ پر عمل کرنا چاہیے؟

ازشہر محلہ گڑھیا۔مسئولہ سوداگر محمد خلیل صاحب۔۱۵ر جمادی الاولیٰ ۵۳ھ

الجواب

خدا دن خیر سے ہجرت کا لائے مدینہ ترسی آنکھوں کو دکھائے

ہجرت خدا نصیب فرمائے۔سبحان اللہ۔اس پاک ارادۂ ہجرت کا کیا کہنا مگر ہر کام کا ایک وقت ہوتا ہے۔اچھا کام تو اچھا کام ہے مگر وقت برا نہ ہونا ضرور ہے۔نماز وقت مکروہ میں پڑھنا برا ہے اگرچہ نماز بہترین عبادت ہے۔روزہ کیسی عظیم عبادت ہے مگر ایام ممنوعہ میں۔مسجد میں نماز باجماعت پڑھنا کار ثواب عظیم ہے مگر جب مسجد کے چار طرف دشمن ہوں، خود نفس مسجد میں ڈاکوؤں نے ڈیرے ڈال رکھے ہوں، ایسے وقت اگر کوئی اپنی متاع لے کر مسجد میں باجماعت نماز ادا کرنے کی نیت سے جائے تو اس کا جو حال ہوگا ظاہر ہے۔اور عندالشرع بھی اس کا یہ فعل محمود نہ ہوگا۔

۱۶۔۱۷ سالہ بچے کا اپنے ذریعۂ معاش کو فروخت کر کے اپنی ساری پونجی لے کر وہاں جانا جہاں نہ صرف مال کے لٹیرے پڑے ہیں بلکہ دین وایمان کے ڈاکو اطلے گہلے ہر وقت ہر گھڑی پھر رہے ہیں جیسا ہے ظاہر ہے: ع عاقلاں نیک مردانند

جو لوگ اس بچے کو اس سے روکتے ہیں درحقیقت وہ مطلقاً ہجرت سے نہیں روکتے۔ہجرت کو برا نہیں جانتے بلکہ وہ اس کی خیر خواہی کر رہے ہیں کہ یہ وقت ایسا نہیں ہے کہ تو بچپن سے طفلانہ ضد اور ہٹ کے سبب اپنی پونجی فروخت کردے اور کسی کے بھروں میں آکر بے سوچے سمجھے وہ کام کر بیٹھے جس سے عمر بھر پچھتائے، اور پھر کچھ بنائے نہ بنے۔بے وقوف سے اپنا مطلب کبھی اچھی راہ دکھا کر بھی نکالا جاتا ہے۔ہرگز یہ وقت ہجرت کا نہیں وہ بھی اس طرح کہ اپنا ذریعۂ معاش ختم کر کے۔جب تک وہاں وہ موذی

جو مال ہی کے لٹیرے نہیں دین وایمان پر چھاپہ مارنے والے ہیں موجود ہیں، آہ یہ تو ایسا وقت ہے کہ خود وہاں کے مسلمان اس پرنور بقعۂ طاہرہ کو باہزاروں ہزار افسوس چھوڑنے پر مجبور ہو کر چھوڑ آئے، اور شہر بشہر کوچہ بکوچہ گلی درگلی خاک چھانتے پھرتے ہیں۔ یہ تکالیف اور گوناگوں مصائب سفر کیا انہوں نے بے مجبوری اختیار کیے ہیں؟ حاشا آہ حرمین محترمین کی ایک کثیر آبادی مجبورانہ اس ارض حرم کو چھوڑ چکی ہے اور گھڑیاں گن رہی ہے کہ کب یہ دین وایمان کے لٹیرے وہاں سے دفع ہوں۔ مولیٰ عزوجل جلد تر ان کو دفع کرے اور ان مسلمانوں کو جو فراق کے مصائب جھیل رہے ہیں اس محبوب ترین وطن میں پہنچائے۔ آمین۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسلمان کو اسلام نے مسلح رہنے کا حکم دیا، اس کی تفصیل فتوے میں مذکور

مسئلہ: (۰۵)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

حضرت سراپا برکت دامت برکاتہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

باعث تصدیق یہ امر ہے کہ بواپسی ڈاک قرآن کریم احادیث مبارکہ وغیرہ ہم سے یہ امر ثابت فرمادیجیے کہ تلوار رکھنا مسلم کے لیے ضروری ہے؟ ایک انگریزی اخبار نے چھاپا ہے کہ تلوار رکھنا مسلمانوں کا مذہبی شعار نہیں، لفظ تلوار صاف صاف آنا چاہیے۔

از لاہور دفتر ایسٹرن ٹائمز مرسلہ عنایت محمد خاں صاحب غوری۔ ۳ رجمادی الآخرہ ۵۴ھ

الجواب

عزیز محترم وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بخیر وعافیت ہوں والحمد للہ تعالیٰ

آپ کا عافیت خواہ محبت نامہ ملا۔ اپنے دشمنوں سے محفوظی، دین کے لیے قوت رکھنا، اپنے دین اپنی جان مال کی دفاع کے لیے تیار رہنا اور سامان رکھنا مسلمانوں کا دین ہے۔ امر بالمعروف ونہی عن المنکر اور خدا کی راہ میں کوشش کرنا۔ آہ مسلمانوں نے جہاں اپنے اور فرائض چھوڑے وہاں یہ بھی، جو مجبوری چھوٹے تھے وہ تو چھوٹے ہی تھے سخت افسوس کی بات یہ ہے کہ اپنے اختیار سے بھی چھوڑ بیٹھے ہیں، کتنے مسلمان ہیں جو نماز نہیں پڑھتے، روزہ نہیں رکھتے، زکاۃ نہیں دیتے، حج نہیں کرتے، داڑھی سنت ہی نہیں شعار دین ہے کتنے مسلمان اسے مونڈتے کترتے ہیں۔

قرآن عظیم کا ارشاد ہے:

﴿وَأَعِدُّوا لَهُم مَّا اسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍ وَمِن رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ﴾ (۱)

اور ان کے لیے تیار رکھو جو قوت تمھیں بن پڑے اور جتنے گھوڑے باندھ سکو کہ ان سے ان کے دلوں میں دھاک بٹھاؤ جو اللہ کے دشمن اور تمہارے دشمن ہیں۔

یہ خدا کی رحمت ہے کہ اس نے کسی خاص چیز کا رکھنا فرض نہ فرمایا۔ قوت کی جو چیز رکھنے کی قدرت ہو اس کے رکھنے کا حکم فرمایا۔ تلوار رکھنا اگر شعار نہیں ہے تو ممکن قوۃ جس کی استطاعت ہو اس کا رکھنا تو قرآن عظیم وحدیث نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم سے ثابت ہے، اس کا تو دینی حکم ہے، خاص کر رمی کہ تیر وکمان اور گولی بندوق سے ہوتی ہے۔

حدیث میں ہے:

((ألا إن القوة الرمي، ألا إن القوة الرمي ،ألا إن القوة الرمي.))(۲)

خبردار! قوت تیراندازی، خبردار! قوت تیراندازی۔ خبردار! قوت تیراندازی ہے۔(مترجم)

اشعۃ اللمعات شرح مشکاۃ میں شیخ علامہ عبدالحق دہلوی قدس سرہ حدیث:

((عن عقبة بن عامر قال سمعت رسول الله۔صلى الله تعالىٰ عليه وسلم۔ وهو على المنبر يقول:ألا إن القوة الرمي الحديث.))

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو برسر منبر فرماتے ہوئے سنا: خبردار! قوت تیراندازی ہے۔(مترجم)

کے نیچے لکھتے ہیں:

گفت شنیدم آں حضرت را وحالانکہ آں حضرت بر منبر می گفت ومی خواند ایں آیت را:

﴿وَأَعِدُّوا لَهُم مَّا اسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍ﴾ (۳)

وآمادہ سازید مر جنگ کافراں را آں چہ توانید از قوت وزور وتوانائی، ومی گفت مکرر سہ بار ایں کلام

(۱) [سورة الأنفال: ٦٠]

(۲) [مشكاة شريف، كتاب الجهاد ،باب احداد آلة الجهاد، حديث: ٣٨٦١۔۔٢/ ٩٣]

(۳) [سورة الأنفال: ٦٠]

را. ألاإن القوة الرمي، ألاإن القوة الرمي، ألا إن القوة الرمي. داناوآگاہ باشید مراد بقوت درین آیت کہ امر کردہ اند باعداد آں تیراندازی سے مکرر گفت سہ بار۔ رواہ مسلم

وزمخشری وبیضاوی تفسیر کردہ اند قوت را بہر چہ قوت یافتہ شود بدان درحرب، وبیضاوی گفتہ شاید کہ تخصیص آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رمی را بذکر بجہت بودن اوست اقوی۔(۱)

راوی کہتے ہیں: کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو برسر منبر فرماتے ہوئے سنا اور آپ نے یہ آیت مبارکہ پڑھی۔

﴿وَأَعِدُّوا لَهُم مَّا اسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍ﴾(۲) اوران کے لیے تیار رکھو جو قوت تمھیں بن پڑے۔

کافروں سے جنگ کرنے کے لیے وہ قوت تیار کرو جس کی تم طاقت رکھتے ہو، اور تین بار فرمایا: خبردار! قوت تیراندازی ہے۔ جاننا چاہیے کہ مراد قوت سے جس کے تیار کرنے کا تمھیں آیت میں حکم دیا گیا، تیراندازی ہے۔ جسے آپ نے تین بار ارشاد فرمایا۔ اسے امام مسلم نے روایت فرمایا۔ زمخشری اور بیضاوی نے قوت کی تفسیر کرتے ہوئے کہا کہ: ہر وہ چیز جس سے جنگ میں طاقت حاصل کی جائے۔ امام بیضاوی نے کہا: ہوسکتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خاص طور پر تیراندازی کا ذکر اس لیے فرمایا ہو کہ یہ زیادہ قوت والا عمل ہے۔ (مترجم)

دوسری حدیث میں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: ((ستفتح عليكم الروم ويكفيكم الله فلا يعجز أحدكم أن يلهو باسهمه.))(۳)

عنقریب تم پر روم فتح کیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ تمھیں کفایت کرے گا، لہذا چاہیے کہ تم میں سے ایک شخص اپنے تیروں کے ساتھ کھیلنے سے عاجز نہ ہو۔ (مترجم)

اشعۃ اللمعات میں زیر حدیث مذکور ہے: باید کہ عاجز نیاید یکے از شما از بازی کردن تیر ہائے خود یعنی عادت کنید شما بہ تیراندازی وبیاموز آں را واہتمام نمائید بہ شان آن وبعضے گفتہ اند کہ ترک نہ کنید تیراندازی را واعتنیا دآں را ومداومت نمائید برآن بعد از فتح نیز ومغرور نہ شوید کہ احتیاج بہ تیراندازی دائم ست الخ مختصراً۔(۴)

---

(۱) [اشعة اللمعات ترجمة المشكاة:۳/۳٦۲]

(۲) [سورة الانفال:٦۰]

(۳) [مشكاة شريف كتاب الجهاد باب اعداد آلة الجهاد، حديث:۳۸٦۲:۲/۹۳]

(٤) [اشعة اللمعات، كتاب الجهاد ،باب اعداد آلة الجهاد، الفصل الأول:۳/۳٦۲]

تم میں سے ایک شخص اپنے تیروں کے ساتھ کھیلنے سے عاجز نہ ہو، اس لیے تمھیں تیراندازی سیکھنا چاہیے، اس کی تیاری اور مشق کرو۔ بعض شارحین نے کہا کہ مطلب یہ ہے کہ: روم کی فتح کے باوجود تیر اندازی ترک نہ کرو، اور اس کی مشق مسلسل جاری رکھو، اور اس بات پر مغرور نہ ہو جاؤ کہ روم فتح ہو لیا ہے، اب تیراندازی کی حاجت نہیں ہے، کیوں کہ اس کی حاجت دائمی ہے۔ عبارت اختصار کے ساتھ ختم ہوئی۔ (مترجم)

اس حدیث میں تو فتح روم ہی کا ذکر ہے کوئی کہنے والا کہہ دے کہ شراح حدیث نے مداومت بتائی ہم شراح کی نہیں مانتے۔ لہذا ہم وہ حدیثیں کیوں نہ پیش کر دیں جن میں فتح دنیا کا مژدہ دیا گیا اور پھر بھی ارشاد ہوا ہے کہ تیراندازی کی مشق سے کوئی عاجز نہ آے۔

حدیث میں فرماتے ہیں: صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

((ستفتح عليكم الروم ويكفيكم الله فلا يعجز أحدكم أن يلهو باسهمه.))(١)

عنقریب تم پر روم فتح کیا جائے گا اور اللہ تمھیں کفایت کرے گا، لہذا چاہیے کہ تم میں سے کوئی شخص اپنے تیروں کے ساتھ کھیلنے سے عاجز نہ ہو۔ (مترجم)

ایک حدیث میں:

((ستفتح مشارق الأرض ومغاربها علىٰ أمتي.))(٢)

ارشاد ہوا۔

عنقریب پوری روئے زمین، مشرق ومغرب میری امت پر فتح کی جائے گی۔ (مترجم)

حدیث میں ہے:

((ستفتحون منابت الشيح.)) (٣)

عنقریب تم منابت الشیخ (اقطار بعیدہ) کو فتح کرلو گے۔ (مترجم)

ایک حدیث میں: ((سفتتح عليكم الدنيا.))(٤)

---

(١) [مشكاة شريف كتاب الجهاد باب اعداد آلة الجهاد، حديث:٣٨٦٢:٢/٩٣]

(٢) [التيسير بشرح الجامع الصغير:٥٦/٢]

(٣) [التيسير بشرح الجامع الصغير:٥٦/٢]

(٤) [التيسير بشرح الجامع الصغير:٥٦/٢]

عنقریب تم پر پوری دنیا فتح کی جائے گی۔(مترجم)

فرمایا گیا۔

منابت الشیخ سے مراد اقطار بعیدہ ہیں۔

تیسیر شرح جامع صغیر میں سیدی علامہ عبدالرؤف مناوی قدس سرہ فرماتے ہیں:

"أشار به إلیٰ أنه یفتح لهم الأقطار البعیدة مما یظهر به الدین ویشرح صدور المؤمنین."(۱)

اس سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ان کے لیے اقطار بعیدہ فتح ہو جائیں گے جس سے دین کو غلبہ ہو جائے گا اور مسلمانوں کے دل مطمئن اور خوش ہو جائیں گے۔(مترجم)

آیۂ کریمہ سے ہر قوۃ کے رکھنے کا دینی حکم معلوم ہوا، ایک تلوار ہی نہیں۔ یوں ہی علمائے مفسرین ومحدثین وشراح حدیث کے ارشادات سے حدیثوں میں خاص کر رمی کا حکم معلوم ہوا، اور رمی تیر اندازی اور بندوق چلانے دونوں کو شامل۔ تو تیر کمان، گولی بندوق، تمنچہ سب کچھ رکھنے کا حکم معلوم ہوا۔

نیز قرآن عظیم کا ارشاد کریم ہے:

﴿یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوا خُذُوا حِذْرَكُمْ فَانْفِرُوا ثُبَاتٍ اَوِ انْفِرُوا جَمِیْعاً﴾(۲)

اے ایمان والو! ہوشیاری سے کام لو پھر دشمن کی طرف تھوڑے تھوڑے ہو کر نکلو یا اکٹھے چلو۔

تفسیرات احمدیہ میں ہے:

"قالوا: إن الحذرو الحرز بمعنی التحرز، فالمعنی احذروا واحترزوا من العدو..وقیل الحرز ما یحرز به کالحزم والسلاح أي : خذوا سلاحکم."(۳)

علمانے فرمایا ہے کہ: آیت کریمہ کے لفظ "حذر" اور لفظ "حرز" دونوں بچاؤ کے معنی رکھتے ہیں۔ لہذا معنی یہ ہوگا: اے مومنو! دشمن سے احتراز کرو، دشمن سے بچو، اور کہا گیا ہے کہ: "حرز" اسے کہتے ہیں جس سے بچاؤ ہو سکے، جیسا کہ احتیاط اور ہتھیار وغیرہ، یعنی اپنے اسلحہ جات کو پکڑو۔(مترجم)

کیا جب کہ قرآن وحدیث وقول علما سے سلاح رکھنے کا حکم دینی ہے گورنمنٹ پنجاب کے

(۱) [التیسیر بشرح الجامع الصغیر:۲/۵۶]

(۲) [سورة النساء:۷۱]

(۳) [التفسیرات الاحمدیه:۱۹۳]

مسلمانوں کوتلوار کے لئے بھی آزادی نہ دے گی، خصوصاً اس صورت میں کہ یوپی وغیرہ میں تلوار بھالا چھڑی کی آزادی دے چکی ہے۔خصوصاً اس حالت میں کہ پنجاب کی ایک قوم کوکرپان رکھنے کی اجازت دے چکی ہے،سکھوں کوکرپانیں رکھنے کی اجازت ان کے مذہبی حکم کے ادعاہی پرہم نے سنی ہے، پھرکیاوجہ ہے کہ ایک قوم کواس کے ادعا کے بنا پرکرپانیں دی جائیں اور مسلمانوں کوقرآن وحدیث کاواضح حکم ہوتے ہوئے تلوار بھی نہ دی جائے۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

جس کا کل مال خبیث ہے وہ کسی سے قرض لے کے خیرات کرے تو اس کا لینا درست

(۱۰۶) **مسئلہ:** کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

ایک رنڈی جوکہ دودوپیسہ میں حرام کراتی ہے،وہ اپنے یہاں کوئی کارخیرکرے یعنی ختنہ یابزرگ کی فاتحہ یانکاح وغیرہ وغیرہ تووہ اس وقت دس روپیہ قرض لےکراپنا کام کرائے اور بعد میں اپنی خرچی سے وہ اس کودس روپیہ دے دےتوایساپیسہ کوئی نمازی آدمی یاطالب علم کھائےتوجائزہےیاناجائز؟

ازبریلی متصل سرائے خام مرسلہ حشمت اللہ حلوائی مورخہ ۱۶؍رجب المرجب ۵۶ھ

الجواب

فتاویٰ مولوی عبدالحی لکھنوی میں ہے''اگروہ شخص کہ کل مال اس کا حرام ہے وہ اگرخیرات کرنا چاہےتوقرض لےلےاوراپنے مال خبیث سے اس قرض کواداکرےاورقرض لےکروہ جودےگااس کا ثواب اس کوملےگا،اورنذروتحفہ وغیرہ لینابھی اس سے درست ہوگا۔''

''في الخلاصة قال في شرح حبل الخصاب لشمس الأئمة أن الشيخ أبا القاسم كان ممن يأخذ جائزة السطان ، و كان يستقرض لجميع حوائجه ويقضي دينه بما يأخذه من الجائزة.''(۱)واللہ تعالیٰ اعلم

ترجمہ:خلاصہ میں ہے:''ابوالقاسم سلطان کی طرف سے عطیہ لیتے اوراپنی ضرورت کی تکمیل کے لیےقرض لیتےاورسلطان کےدیےہوئےعطیے سے اپناقرض چکاتے۔(قرض اداکرتے)(مترجم)

حرره الراجي عفو ربه القوي أبو الحسنات محمد عبد الحي تجاوز الله عن

(۱) [الفتاوی الهندية:الباب الثاني عشر في الهدايا،۵/۳۴۲

ذنبه الجلي والخفي۔

فتاویٰ عزیزیہ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب میں ہے:

سوال:۔اگر کسے از قرض کہ مشروع ست گرفتہ مسجد احداث نماید بعدہ از زر رشوت وغیرہ کہ غیر جائز ست زر قرض ادا نماید شرعا احداث ایں قسم مسجد درست ست یا نہ؟

جواب:۔ایں قسم احداث کردن مسجد درست ست حکم مسجد دارد وامید ثواب برآں متوقع ست زیرا کہ از مال کہ قرض گرفتہ بنا ساختہ در وقت اداے دین ایں قرض اگرچہ از مال خبیث ادا نماید خبث ایں در مالے کہ اول قرض گرفتہ است تاثیر نمی کند۔

جو مال حلال اس نے لے کر صرف کیا وہ کھانا حلال مگر طالب علم اور مقتدا شخص کو اس کے یہاں جانا دعوت پر یا بے دعوت نہیں چاہیے کہ انگلیاں اٹھیں گی۔

تفسیرات احمدیہ میں ہے:

"إن كان مقتدىً يخرج ألبتة ولا يأكل لئلا يقتدى الناس به وإن لم يكن مقتدىً فإن قعد وأكل جاز والأولىٰ تركه اه مختصراً."(۱)

اگر خود وہ شخص "مقتدیٰ" ہے تو فوراً نکل جائے اور اس دعوت کا کھانا نہ کھائے، تاکہ لوگ اس کی اقتدا میں ایسا کرنے سے باز آجائیں، اور اگر وہ "مقتدیٰ نہیں" پھر بیٹھ جاتا ہے اور کھالیتا ہے تو جائز ہے لیکن بہتر و اولیٰ یہ ہے کہ اسے چھوڑ دے۔اھ مختصراً۔(مترجم)

عالمگیری میں ہے:"لا يجيب دعوة الفاسق المعلن ليعلم أنه غير راضٍ بفسقه وكذا من كان غالب ماله من حرام ما لم يخبر أنه حلال وبالعكس يجيب مالم يتبين عنده أنه حرام كذا في التمر تاشي .والله تعالىٰ اعلم."(۲)

فاسق معلن کی دعوت قبول نہ کرنا چاہیے تاکہ اسے پتہ چلے کہ وہ اس کے فسق کی وجہ سے ناراض ہے، اور یوں ہی جس کا غالب مال حرام ہو جب کہ یہ نہ بتائے کہ وہ حلال ہے۔اور اگر معاملہ برعکس ہو تو دعوت قبول کرسکتا ہے، جب کہ اس کے نزدیک حرام ہونا ظاہر نہ ہو، ایسا ہی تمر تاشی میں مذکور ہے۔اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔(مترجم)

---

(۱) [التفسيرات الأحمديه:۲۵۵]

(۲) [الفتاوىٰ الهندية، كتاب الكراهية، الباب الثاني عشر في الهدايا:۵/۵۱۹]

حضور کی اولاد امجاد کے بارے میں چھ پر اتفاق ہے

(۱۰۷) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صاحب زادہ تین تھے یا چار، اوران کے اسمائے مبارکہ کیا کیا ہیں؟

ازمحلّہ قرولان مسئولہ سید احمد شاہ صاحب ۱۰/رمضان المبارک ۱۳۵۷ھ

الجواب

اس بارے میں روایات بہت مختلف ہیں ان چھ اولاد پر تو سب کا اتفاق ہے: حضرت سیدنا قاسم وسیدنا ابراہیم اور چار صاحبزادیاں: حضرت زینب، حضرت رقیہ، حضرت ام کلثوم اور حضرت فاطمہ زہرا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہما وعنہن ۔صاحب زادے کسی روایت سے تین اور کسی روایت سے تین سے زائد بھی معلوم ہوتے ہیں ۔قاسم ۔عبداللہ۔طیب وطاہر، مطہر۔

فتاویٰ حدیثیہ میں ہے:

"سئل رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ عن عدد أولاد الکرام علیه وعلیهم أفضل الصلاۃ والسلام فأجاب بقوله : المتفق علیه منهم ستة ذکر :أن القاسم وإبراهیم وأربع بنات: زینب ورقیه وأم کلثوم وفاطمه وهؤلاء الأربع هاجرن معه ـصلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم۔ واختلف فیما سوی هؤلاء الستة فضم إلیهم ابن إسحاق الطیب والطاهر فتکون ثمانیة ، أربعة ذکور وأربع أناث . والزبیر بن بکار: عبد اللّٰہ ، مات صغیراً بمکة قال: وهذا یقال له الطیب والطاهر عند أکثر أهل النسب ـ قال الدار قطني: وهو لا یثبت وسمي بهما ؛ لأنه ولد بعد النبوۃ فعلیٰ هذا هم سبعة : ثلاث ذکور وأربع أناث، وقیل هو غیرهما فجملتهم تسعة ، خمسة ذکور وأربع أناث ـواللّٰہ تعالیٰ أعلم."(۱)

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اولاد امجاد کی تعداد کے بارے میں دریافت کیا گیا تو

(۱) [الفتاویٰ الحدیثیه:۱۱۳]

جواب دیا: ان چھ اولاد پر تو سب کا اتفاق ہے، حضرت سیدنا قاسم وسیدنا ابراہیم اور چار صاحب زادیاں: حضرت زینب، حضرت رقیہ، حضرت ام کلثوم اور حضرت فاطمہ، رضی اللہ تعالیٰ عنہما وعنھن، ان مذکورہ چار صاحب زادیوں نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت کا شرف حاصل کیا۔ مذکورہ چھ اولاد کے علاوہ میں اختلاف ہے، ابن اسحاق نے ان کے ساتھ طیب وطاہر کو بھی ضم کیا ہے، تو اب آٹھ اولادیں ہو جائیں گی۔ چار مذکر اور چار مؤنث۔ اور زبیر بن بکار نے عبد اللہ کو بھی شامل کیا ہے، جو مکہ مکرمہ میں بچپنے میں انتقال فرما گئے تھے۔ فرمایا: انہی کو طیب وطاہر کہا جاتا ہے، اکثر اہل نسبت حضرات کے نزدیک دار قطنی نے فرمایا کیوں کہ یہ اعلان نبوت کے بعد پیدا ہوئے۔ تو اس تقدیر پر اولادیں سات ہوں گی، تین مذکر اور چار مؤنث، کہا گیا ہے کہ عبد اللہ طیب وطاہر کے علاوہ ایک اور ہیں، تو اب کل نو ہو جائیں گے، پانچ مذکر اور چار مؤنث۔ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ (۱۲م)

شراب پیشاب کی طرح عین نجاست ہے

(۱۰۸) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

زید کہتا ہے کہ: شراب تھوڑی مقدار میں کہ حد سکر کو نہ پہنچے امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک اس کا پینا جائز وحلال ہے۔ یہ صحیح ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو مع حوالہ کتب جواب عنایت ہو؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب

زید کا یہ قول حضرت سیدنا امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر افترا ہے، اس پر پہلی آن میں اپنے اس افترا سے توبہ ورجوع لازم۔ اس نے اس جلیل الشان، رکن دین، امام مسلمین پر کفر کا افترا کیا۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ شراب پیشاب کی طرح عین نجاست ہے۔ جسے قرآن عظیم نے رجس فرمایا:

قال تعالیٰ: ﴿يٰأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ. إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطٰنُ أَن يُوقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَن ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ فَهَلْ أَنتُم مُّنتَهُونَ﴾(۱)

---

(۱) [سورۃ المائدۃ:۹۱]

اے ایمان والو! شراب اور جوا اور بت، اور پانسے ناپاک ہی ہیں شیطانی کام، تو ان سے بچتے رہنا کہ تم فلاح پاؤ۔ شیطان یہی چاہتا ہے کہ تم میں بیر اور دشمنی ڈلوا دے شراب اور جوئے میں اور تمھیں اللہ کی یاد اور نماز سے روکے تو کیا تم باز آئے۔

اور رجس پلیدی محرم العین، جس کے دماغ میں عقل کا چراغ کچھ بھی روشنی دے رہا ہو وہ بھی یہ نہ کہے گا کہ کسی پلیدی کا کوئی قلیل حصہ حلال ہے کثیر حرام ہے، بلکہ جو شی عین نجاست ہو، نجاست کا کوئی ذرہ یا کوئی قطرہ پڑ جانے سے پاک شی ناپاک ہوگئی جب تک وہ ناپاک رہی، اس وقت تک کوئی صحیح دماغ والا انسان یہ نہیں کہہ سکتا کہ: اس کا کثیر حرام۔ قلیل حلال ہے۔ شراب حرام قطعی ہے، اس کی حرمت کتاب وسنت اور امام امت سب سے ثابت، امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اس کی تھوڑی مقدار کی حلت کا قول نری تہمت ہے۔ ان کے نزدیک شراب کا حکم زیادہ سخت ہے کہ ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب مہذب پر اسے سرکہ بنالینا جائز ہے، ان کے نزدیک یہ بھی ناجائز ہے۔ افسوس کہ اس وقت سیدنا امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب (کی) کوئی ایسی کتاب جس میں حکم شراب ہو مجھے نہیں مل سکی کہ میں اس سے نقول پیش کرتا۔

حضرت عارف باللہ سیدی ملا احمد جیون قدس سرہ العزیز تفسیرات احمدیہ میں زیر آیہ مذکور تحریر فرماتے ہیں:

”عندنا عينها حرام غير معلول بالسكر ولا موقوف عليه۔ ومن الناس من قال: إن السكر منها حرام ؛ لأن به يحصل الفساد وهو الصد عن ذكر الله والصلاة وهذا كفر عندنا ؛ لأنه إنكار عن الكتاب فإن الله سماها رجساً حيث قال: رجس من عمل الشيطن، والرجس ما هو محرم العين، وعليه انعقد إجماع الأمة وبه توارثت السنة فهي حرام بعينها، ثم هو نجس نجاسة غليظة كالبول لثبوتها بالدليل القطعي، ويكفر مستحلها لإنكاره الدليل القطعي، ويسقط تقومها في حق المسلم حتى لا يضمن متلفها وغاصبها ولا يجوز بيعها ؛ لأن الله تعالىٰ لما نجسها فقد أهانها والتقوم مشعر بالعزة وإن كان مالا على الأصح۔ ويحرم الانتفاع بها؛ لأن الانتفاع بالنجس حرام، ولأن الله تعالىٰ أمر بالاجتناب عنها حيث قال: فاجتنبوه، وفي الانتفاع بها اقتراب عنها، ويحد شاربها وإن لم يسكر منها ولا يؤثر فيها الطبخ يعني بعد ما صارت خمر إلا ترفع حرمتها بالطبخ . ولكن جائز تخليلها عندنا خلافاً للشافعي.“(۱)

---

(۱) [التفسيرات الاحمديه: ۲۴۳]

ہمارے نزدیک خمر کی حرمت ایسی ہے کہ وہ بعینہ حرام ہے،اس کی حرمت کی علت ''نشہ دینا'' نہیں اور نہ ہی نشہ آور ہونا اس کا موقوف علیہ ہے،اور کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ اس میں سکر (نشہ آور ہونا) وجہ حرمت ہے، کیوں کہ اسی کی وجہ سے فساد ہوتا ہے،فساد یہ کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے منع کرنا اور نماز سے منع کرنا ہے، ہمارے نزدیک یہ قول ''کفر'' ہے، کیوں کہ اس سے اسی وجہ سے فساد ہوتا ہے، دیکھیے کہ اللہ تعالیٰ نے خمر کو ''رجس'' کہا ہے، فرمایا:

﴿رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ﴾ (۱)

ناپاک شیطانی کام ہیں۔

اور ''رجس'' اسے کہتے ہیں جو ''محرم العین'' ہو،اور اسی پر امت کا اجماع منعقد ہے اور اسی کی سنت متواترہ تاکید کرتی ہے،لہٰذا ''خمر'' حرام بعینہ ہے۔(یہ نہیں کہ جب نشہ سے خالی ہو تو پاک کہلائے) پھر خمر کی نجاست از قبیلہ نجاست غلیظہ ہے جیسا کہ پیشاب نجس غلیظ ہے،اس لیے کہ ''خمر'' کی نجاست کا ثبوت دلیل قطعی سے ہے،اور اس کو حلال سمجھنے والے کی تکفیر کی جاتی ہے، کیوں کہ اس کی حلت کا قائل ''دلیل قطعی'' کا انکار کرتا ہے،(اور دلیل قطعی کا منکر کافر ہوتا ہے) شراب کا مال متقوم ہونا (جس کا لین دین قیمۃً ہوتا ہو) مسلمان کے حق میں ساقط ہو جاتا ہے،حتی کہ کسی کی شراب کو ضائع کر دینے والے اور اس کو غصب کرنے والے پر تاوان نہیں پڑے گا،اور اس کی خرید وفروخت بھی مسلمان کے لیے جائز نہیں۔کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے جب اسے ''نجس'' کہہ دیا تو یقیناً اسے ناقدرا کر دیا،اور کسی چیز کا قیمتی (قیمت والی) ہونا اس کی عزت وقدر کی طرف اشارہ کرتا ہے،اگرچہ ''اصح'' قول کے مطابق اس میں ''مالیت'' کی صفت باقی رہتی ہے،اور شراب سے نفع اٹھانا حرام ہے،اس لیے کہ ''نجس'' سے نفع اٹھانا حرام ہوتا ہے اور اس لیے بھی کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے اجتناب کا حکم دیا ہے،وہ فرماتا ہے:﴿فاجتنبوہ﴾ (لہٰذا ان سے اجتناب کرو) اور اس سے نفع اٹھانے میں (اجتناب نہیں بلکہ) قریب ہونا پایا جاتا ہے،اور شراب پینے والے کو حد لگائی جائے گی،اگرچہ اس کے پینے سے وہ نشہ میں نہ آیا ہو،اور انگوروں کا رس جب شراب بن جائے تو اسے مزید پکانا ''موثر'' نہ ہوگا،یعنی مزید پکانے سے اس کی حرمت ختم نہ ہو جائے گی، ہاں ہمارے نزدیک اس کا ''سرکہ'' بنانا جائز ہے،امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس میں ہم سے اختلاف رکھتے ہیں،(ان کے نزدیک سرکہ بنانا بھی جائز نہیں) (مترجم)

---

(۱) [سورۃ المائدۃ: ۹۰]۔

غیر محرم استاد اور پیر ہو جانے سے محرم نہیں ہو جاتا

(۱۰۹) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

مستورات کو اپنے پیرومرشد قبلہ سے پردہ کرنا چاہیے یا ان کے سامنے آنا چاہیے اگر بزرگان دین کا معمول بھی کچھ ارشاد ہو تو بہتر۔ بینوا توجروا۔

ازمیرٹھ مستفتی مولوی محمد حسین صاحب موجد طلسمی پریس۔ ۴ر شوال المکرم ۱۳۵۷ھ۔

الجواب

عورت پر ہر غیر محرم سے پردہ فرض ہے۔ پیر، استاد محرم نہیں ہوتا محض اجنبی ہے جو بزرگان دین ہیں وہ پردہ کو لازم ہی جانتے ہیں۔ شرعاً اجانب سے پردہ لازم۔ ملا علی قاری کی ''مسلک متقسط'' میں ہے، فرماتے ہیں:

"ستر الوجه عن الأجانب واجب على المرأة."(۱)

عورت کے لیے اجنبیوں سے چہرہ چھپانا ضروری ہے۔ (مترجم)

جو عورتیں خود بے پردہ پھرتی ہیں ان کو ہدایت کرنا پیر کا کام ہے، اگر وہ پردہ نہ کریں خود سامنے آئیں اور ان کی طرف دوسری نگاہ قصدی نہ ڈالی جائے، تو اس پر الزام نہیں۔ بزرگان دین عورت کی آواز کو بھی عورت بتاتے ہیں اور اس کی آواز بھی سننا جائز نہیں جانتے۔ سیرالاولیا شریف میں ہے:

''گفت اگر امامے در نماز باشد و جماعتے در عقب او مقتدی شوند و درایں جماعت عورات باہم باشند۔ پس اگر امام را سہوافتد مردمانے کہ اقتدا کردہ باشند یکے بہ تسبیح اعلام دہد بگوید سبحان اللہ۔ واگر زنے واقف شود او چگونہ امام را آگاہاند۔ سبحان اللہ نگوید زیرا کہ نشاید آواز شنودن پس چہ کند پشت دست بر کف دست زند و کف دست بر کف دست نہ زند کہ بلہوی ماند۔''

یعنی حضور نظام الملۃ والدین سلطان المشائخ نے فرمایا: کہ اگر جماعت ہو رہی ہو اس جماعت میں عورتیں بھی ہوں اور امام کو سہو ہو۔ مردوں سے کوئی امام کو سہو سے تسبیح کہہ کر مطلع کرے۔ اور اگر عورت سہو پر وقوف پائے تو وہ تسبیح نہ کہے کہ عورت کی آواز سننا جائز نہیں، وہ کیا کرے کس طرح سے اعلام سہو

---

(۱) [تفسیر العز بن عبدالسلام ۲/۳۹۸۔صفوة التفاسیر ۲/۴۹۷]

کرے، وہ پشت دست کف دست پر مارے، تالی نہ بجائے کہ تالی لہو ولعب میں بجائی جاتی ہے۔
[مترجم] پردہ کا حکم حکم شرع ہے اور بزرگ کا کوئی قدم شرع سے ہٹ نہیں سکتا، اس کی بزرگی باقی رہنے کے لیے ضروری ہے اتباع شریعت علیٰ وجہ الکمال۔ اور پیروی سنن بروجہ کافی۔ تو بزرگوں کا معمول پوچھنا ہی زائد سوال ہے۔ بزرگوں کا معمول اتباع شرع جب ٹھہرا، اور پردہ کا حکم حکم شرع، تو خود ظاہر کہ بزرگوں کا معمول پردہ رہا اور ہے اور رہے گا۔

بعض اولیائے کرام کے مرید جو خود بھی درجۂ ولایت پر فائز تھے ایک نہایت حسین جمیل خوب صورت پر نظر پڑی جو بے پردہ جارہی تھی، ساتھ ہی اسی آن میں اس کا جہنمی ہونا مکشوف ہوا، آپ نے دوسری نظر بالقصد متاسفانہ ڈالی کہ کیسی حسین وجمیل ہے اور اس کا کیا برا ٹھکانہ۔ جب مرشد حق کی خدمت میں حاضر ہوئے سلام عرض کیا، روئے اقدس پھیرلیا۔ دوسری جانب حاضر ہوکر سلام عرض کیا، ادھر سے ادھر وجہہ شریف پھیرلیا۔ انہیں اس سے یقین ہوگیا کہ آج کوئی گناہ میں نے کیا ہے، کوئی جرم مجھ سے ہوا ہے کوئی خطا کوئی قصور ضرور مجھ سے سرزد ہوا، غور کیا تو یہی سمجھ میں آیا کہ اس نامحرم عورت کی طرف میں نے نگاہ کی تھی۔ عرض کی حضور وہ نگاہ تاسف تھی وہ نگاہ شہوت نہیں تھی، ارشاد ہوا کہ: مگر شرع نے دوسری نگاہ کی اجازت تو نہیں دی۔ اللہ اللہ آج کل کے لوگ بے پردگی پر راضی رہتے ہیں وہ کہنے کے بزرگ ہیں۔ بزرگ صورت ہونا اور ہے اور بزرگ ہونا اور۔ حقیقتاً وہ بزرگ نہیں، ہرگز وہ بزرگ نہیں، جو متبع شریعت نہیں، کیسا ہی بظاہر بزرگ صورت بلکہ صاحب کشف وکرامت ہو۔

"الاستقامة فوق الكرامة"۔(۱)

استقامت کرامت سے بڑھ کر ہے۔ (مترجم)

شریعت پر استقامت ہے اور کشف وکرامت نہیں تو ہزار کرامت سے زائد کرامت استقامت ہے۔ اور لاکھ کرامت دکھائے شریعت سے برکراں ہے تو سب مردود۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ وھو تعالیٰ اعلم۔

یہ حکایت اس وقت سمجھ میں نہیں آتی کہ کس کتاب میں کن کن بزرگوں کے متعلق دیکھی، غالباً اسی سیر الاولیا شریف میں ہے اور حضور سلطان المشائخ اور ان کے مرید ہی کا واقعہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱) [التفسير المظهري، سورة هود: آية ۱۱۲۔ ۱۲۲/۵

بھلائی کا حکم اور برائی سے روکنا بقدر استطاعت فرض ہے

(۱۱۰) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

ایک ایسی ریاست ہے جس کا رئیس اول سنی المذہب تھا اور جن افواج کی امداد سے یہ ریاست حاصل کی گئی وہ بھی کلیتاً سنی المذہب تھیں۔ چند سنی المذہب رئیسوں کے بعد بعض رئیسوں نے شیعہ مذہب اختیار کرلیا اور رئیس حال بھی شیعہ مذہب رکھتا ہے، اس ریاست میں ہمیشہ سے حنفی مذہب کا احترام کیا جاتا تھا۔ حنفی قوانین جاری تھے، افطار صوم کے وقت صرف ایک توپ اعلان افطار کے لیے چلائی جاتی تھی جو سنی قاضی کے حکم سے سنیوں کے افطار کے وقت چلتی تھی اور کوئی کام ایسا نہ کیا جاتا تھا جو حنفی مذہب کے احترام کے خلاف ہو۔ رئیس حال نے حنفی قانون کو ترک کرکے اس کی جگہ خود ساختہ قوانین جاری کرائے۔ شرع شریف کی جگہ خود ساختہ قوانین پر عمل ہونے لگا۔

دسویں محرم کو بازار سوگ میں بند کردیئے جانے لگے۔ دلدل وغیرہ کے جلوس آبادی اور بازار میں سے گذرنے لگے اور افطار کے لیے دو توپیں سر ہونے لگیں۔ ایک سنی افطار کے وقت دوسری شیعہ افطار کے وقت۔ سنی آبادی کے وہ لوگ جو اتفاق سے سنی افطار کی توپ نہ سن سکے یا دیہات کی آبادی جو پہلی توپ کے سننے سے عاجز رہے وہ شیعہ اوقات پر روزے افطار کرنے لگے۔ ایسی حالت میں حنفی المذہب کو ان جدید جدتوں کے خلاف احتجاج کرنا مذہباً لازم ہے یا نہیں اور بالخصوص سنی علما کا فرض دینی ہے یا نہیں کہ وہ ان جدتوں کے خلاف آواز بلند کریں، اگر احتجاج میں اندیشہ نقصان اٹھانے یا قید وبند ہونے کا ہو تب بھی احتجاج کرنا علما کے لیے ضروری ہوگا یا نہیں؟ **بینوا بالصدق والصواب توجروا۔**

از رام پور مسئولہ علی حسین خان صاحب معرفت مولوی عزیز احمد خاں صاحب وکیل۔ ۱۰ ارشوال المکرم ۱۳۵۶ھ

الجواب

امر بالمعروف وازالۂ منکر بقدر قدرت واستطاعت فرض ہے۔

حدیث میں ہے: ((من رأى منكم منكراً فليغيره بيده، فإن لم يستطع فبلسانه، فإن لم يستطع فبقلبه، وذلك أضعف الإيمان.))(۱)

(۱) [مشكاة المصابيح، كتاب الآداب، باب الأمر بالمعروف، الفصل الأول: ۲/ ۳۰۰]

جو تم میں برا کام دیکھے تو اسے ہاتھ سے روک دے، اگر اس کی طاقت نہیں رکھتا تو زبان سے، اگر اس کی طاقت نہیں رکھتا تو دل سے، اور یہ سب سے کمزور ایمان ہے۔ (مترجم)

امر بالمعروف وازالۂ منکر میں اگر ضرر لاحق ہو، تو ایسے وقت اگرچہ ترک موجب آثم نہ ہوگا مگر امر بالمعروف کرنا منکر کا مٹانا بہت عظیم کارثواب ہوگا۔ یہاں تک کہ اس میں اگر کسی کی جان جائے تو افضل شہدا ٹھہرے۔ پھر پر امن رہتے ہوئے محض احتجاج پر لحوق ضرر کا کسی ایسے شخص سے جو کتنا ہی ظالم ہو مگر اگر اس کی بے حیائی اس حد تک نہ پہنچی ہو کہ وہ ظالم کہے جانے اور بدنام ہونے کی پرواہ نہ کرے ہرگز کوئی اندیشہ بھی نہیں ہوسکتا۔ علمائے کرام وغیرہم سائر انام خواص اور عوام سب پر ہر ایک فرد پر اپنے حسب قدرت واستطاعت تحریر وتقریر، ہر تدبیر سے ان مظالم کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنا شرعاً عقلاً ہر طرح لازم۔ اور ظلم پر مظلوموں کی آہ بلند ہونا ایک فطری بات ہے جو ہرگز کسی ذی انصاف کے قانون کی زد میں نہیں آسکتی، اور جو اس پر بھی دفعہ ۱۴۴ نافذ کرے وہ ہرگز کسی عاقل کے نزدیک ذی انصاف ہستی نہیں ٹھہر سکتی۔ وہ جفا کار ستم شعار ایسا ہوگا کہ ظالم مارے اور رونے نہ دے (اہل سنت کی ریاست پر رافضی کا قبضہ ہی خود بڑا ظلم اور تمام مظالم کی جڑ ہے۔ پھر ظلم بالائے ظلم یہ کہ) اہل سنت کے مذہب مہذب کے خلاف احکام جاری کرنا۔

سوگ حرام ہے۔ بجبر سوگ کرانا۔ ان کے مذہب کے احکام کو مٹانا۔ قوانین شریعت یکسر اٹھا کر ان کی جگہ خود ساختہ غیر شرعی قوانین جاری کرنا یہ تو نہ صرف اہل سنت بلکہ ہر اس شخص کے نزدیک بھی اشد ظلم ہے جو اسلام کا نام لیوا ہو۔ ہر سنی مسلم کا فرض اہم ہے کہ وہ ان مظالم حکام روافض پر پرزور صدائے احتجاج بلند کرے اور ان کی اصل کی بیخ کنی چاہے۔ پوری یکجہتی کے ساتھ یک دل یک زبان ہو کر احتجاج کریں اور جب تک دم میں دم ہے برابر احتجاج کرتے رہیں۔ رئیس اگر توجہ نہ کرے گورنمنٹ کے کانوں تک اپنی چیخ پکار پہنچائیں۔ وہ گورنمنٹ جو اپنے خود ساختہ قانون کا احترام اور اس کا لحاظ پاس اتنا ضروری جانتی ہے کہ ایڈورڈ ہشتم کو اس کی خلاف ورزی کے ارادہ پر تخت سے اتار دیتی اور ملک بدر ہونے پر مجبور کردیتی ہے کیا وجہ وجیہہ ہوسکتی ہے کہ وہ گورنمنٹ اہل سنت کے احتجاج پر کہ روافض کی سنیوں پر حکمرانی ہی دین و مذہب کے خلاف ہے ان کے یہ مظالم نہ ہوتے تو ایک یہی وجہ واجب العزل کرنے کے لئے بہت کافی وجہ تھی۔ روافض کو برسر حکومت واقتدار رہنے دے اور سنیوں کے دینی ایمانی مطالبہ کو ٹھکرا دے۔ اگر گورنمنٹ سنیوں کے اس مذہبی مطالعہ کی پرواہ نہ کرے اور ان کی صدائے احتجاج پر کان نہ دھرے تو ہر ذی انصاف کی نظر میں اس کے ادعائے انصاف کی جو قدر ہوگی محتاج بیان نہیں خصوصاً ان مظالم واضحہ فاضحہ پر بھی اگر

کچھ شنوائی نہ ہو اور ستم زدوں مظلوموں کی چیخ پکار نہ سنی جائے۔ معمولی اوقاف کا متولی جب دیانت کے خلاف کرتا ہے شرعاً عقلاً ہر طرح ذی ہوش اور عقل سلیم سے ذرا سا واسطہ رکھنے والے کے نزدیک بھی واجب العزل ہو جاتا ہے نہ کہ ایسے ظالم جابر حاکم۔

ریاست و بادشاہت اور حکومت و امارت سے کوئی شخص کسی ذی انصاف کے نزدیک مالک نہیں ہو جاتا کہ جو چاہے جیسا چاہے تصرف کرے۔ انگریزوں نے اپنے خود ساختہ قوانین پر جسے بادشاہ، امیر، رئیس، حاکم مانا اس کے لئے لازم ہے کہ وہ ان قوانین کا احترام کرے اور جو حدود مقرر ہیں ان کے دائرے سے قدم باہر نہ ڈالے، اگر تجاوز کرے گا، اس حد بندی کو توڑے گا، نہیں نہیں توڑنا چاہے گا، تو تاج و تخت سے محروم کر دیا جائے گا۔ پھر کیا وجہ ہے کہ مسلمانوں کی ریاست میں جہاں ان کے شرعی حدود و قوانین جاری تھے، جسے حدود شرعیہ کے اندر حاکم مانا جاتا تھا وہ حدود شرعیہ کو توڑے اور حد سے تجاوز کرے پھر بھی اسے تو اسے اس کے بنائے ہوئے ایسے حکام کو جو سراسر ستم پرستم، ظلم پر ظلم کرتے رہیں، مسلمانوں کے سر پر بلائے بے درماں کی طرح مسلط رکھا ہی جائے۔ مسلمانوں کی چیخ پکار کچھ نہ سنی جائے۔ مسلمانوں کے کاندھوں پر ان کے دین و مذہب کے خلاف زبردستی ایسے ظالموں کی حکومت کا جوا رکھا ہی جائے، خصوصاً ایسی حالت میں کہ وہ ان محکوموں کے دین و مذہب کی علی الاعلان بیخ کنی اور ان کے نزدیک جو مذہب باطل ہو اس کی پیروی کے لیے انہیں مجبور کرتے ہوں۔ اہل سنت کے دینی و مذہبی احکام ان عبارات سے ظاہر ہیں۔ اوپر حدیث گزری۔ ((من رأى منكم منكراً فليغيره بيده۔))(۱)

اس کی شرح تیسیر شرح جامع صغیر میں حضرت سیدی عبد الرؤف مناوی قدس سرہ وغفرلنا بہ المساوی نے یوں فرمائی: "من رأى ، أي : علم منكم معشر المسلمين المكلفين القادرين منكراً ، أي : شيئاً قبحه الشرع فعلاً أو قولاً فليغيره بيده وجوباً شرعاً أو عقلاً ، فإن لم يستطع الإنكار بيده بأن ظن لحوق ضرربه فبسلانه أي : بالقول كاستغاثة ، أو توبيخ أو إغلاظ بشرطه ، فإن لم يستطع ذلك بلسانه ، لوجود مانع كخوف فتنة أو خوف علىٰ نفس أو عضو أو مال فبقلبه ينكره وجوباً ، بأن يكره به ويعزم أنه لو قدر فعل۔ وذلك أي الإنكار بالقلب أضعف الإيمان ، أي : خصاله فالمراد به الإسلام أو آثاره وثمراته ۔"(۲)

---

(۱) [كنز العمال:۳/۳۴۔حديث:۵۵۵۳]

(۲) [التيسير شرح الجامع الصغير:۲/۴۱۸]

جو مسلمان، مکلّف برائی سے روکنے پر قادر تم میں ناجائز بات کو دیکھے یعنی علم ہو جائے ایسی ناجائز بات کا جسے شرع نے عملاً و قولاً مذموم و ناپسند فرمایا ہے، تو اس کو ہاتھ سے روکے، یہ روکنا شرعاً و عقلاً واجب ہوگا، اور اگر اس کی طاقت نہیں رکھتا ہے اس لیے کہ اسے لحوق ضرر کا ظن غالب ہے تو زبان سے منع کرے یعنی کہہ کر مثلاً: استغاثہ کرنا، ملامت و اظہار ناراضگی اور سخت وسست کہنا، سخت کلامی کرنا، یہ بھی شرط کے ساتھ مشروط ہے۔ اور اگر زبان سے منع کرنے کی اس کی طاقت نہیں کہ کوئی مانع موجود ہے مثلاً: کسی فتنے یا خود اپنی جان یا عضو یا مال کا اندیشہ ہے تو دل سے برا جانے یعنی دل سے برا جاننا واجب ہے۔ دل سے برا جاننے کا مطلب ہے کہ اس کو ناپسند کرے اور قصد کرے کہ اگر منع کرنے پر قادر ہوتا تو ضرور ایسا کرتا، اور یہ یعنی دل سے برا جاننا ایمان کا کمزور حصہ ہے، یعنی ایمان کی خصلت، ایمان سے مراد اسلام ہے یا اس کے آثار و ثمرات۔ (مترجم) تیسیر ج ۲ ص ۴۱۸ مطبوعہ مصر

رواہ الامام احمد بن حنبل و مسلم و ابو داؤد و ترمذي و ابن ماجه والنسائي عن سيدنا أبي سعيد الخدري رضي الله تعالىٰ عنه یہ حدیث امام احمد نے اپنی مسند میں اور امام مسلم نے اپنی صحیح میں اور ابو داود و ابن ماجہ و ترمذی و امام نسائی نے حضرت سیدی ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔ (مترجم)

فتاویٰ خلاصہ میں فتاوی صغری سے ہے:

" الأمر بالمعروف يحل وإن كان يلحقه الضرر غالباً أو يعلم يقيناً۔ وفي الفتاوىٰ للقاضي الإمام: إذا رأى الرجل منكراً من قومٍ وهو يعلم أنه لو نهاهم عنه قبلوا منه فإنه لا يسعه أن يسكت و يترك، وإن كان يعلم أنه لو نهاهم لا يمتنعون وسعه أن يترك والنهي أفضل، وإن علم أنهم يضربون أو يشتمون لو نهاهم وسعه أن يترك۔" (۱)

امر بالمعروف کرنے میں اگرچہ ضرر پہنچنے کا ظن غالب یا یقین ہو تب بھی جائز ہے، فتاویٰ قاضی میں ہے: جب کوئی لوگوں میں برائی دیکھے اور اسے معلوم ہے اگر انھیں روکا جائے تو مان جائیں گے، تو اب خاموش رہنا اور ترک امر جائز نہ ہوگا، اور اگر یہ معلوم ہے کہ نہی کے باوجود باز نہیں آئیں گے تو ترک نہی کر سکتا ہے، جب کہ نہی افضل ہے، اور اگر یہ معلوم ہو کہ وہ لوگ اس کو ماریں گے یا وہ لوگ سب و شتم سے کام لیں گے تو ترک نہی جائز ہوگا۔ (مترجم)

(۱) [خلاصة الفتاوى: ۲/ ۵۲۴]

رد المحتار(۲) ج ۳ص ۳٤۲باب الجہاد میں ہے

"ذكر في شرح السير: إنه لا بأس أن يحمل الرجل وحده وإن ظن أنه يقتل إذا كان يصنع شيئاً بقتل أو بجرح أو بهزم، فقد فعل ذلك جماعة من الصحابة بين يدى رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه و سلم يوم أحد ومدحهم على ذلك۔ فأما إذا علم أنه لا ينكى فيهم فإنه لا يحل له أن يحمل عليهم ؛ لأنه لا يحصل بحملته شيء من اعزاز الدين بخلاف نهي فسقة المسلمين عن منكر إذا علم أنهم لا يمتنعون بل يقتلونه فإنه لاباس بالإقدام وإن رخص له السكوت۔ الخ"(۱)

شرح السیر میں مذکور ہے: تنہا آدمی حملہ کرے اگر چہ قتل ہوجانے کا ظن ہوتو اس میں کوئی حرج نہیں جب کہ کچھ کرسکتا ہو، مثلاً: قتل کرنا، زخمی کرنا یا شکست دینا، کیوں کہ یہ کام صحابۂ کرام نے جنگ احد کے روز رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی موجودگی میں کیا تھا اور آپ نے اس پر ان کی ستائش بھی فرمائی۔ لیکن جب یہ معلوم ہو کہ دشمنوں کو زیر نہیں کر سکے گا تو اب تنہا حملہ کرنا درست نہ ہوگا، کہ اس کے حملے سے دین کو کوئی اعزاز وافتخار حاصل نہیں ہوگا، ہاں فساق کو کسی برائی سے منع کرسکتا ہے، اگر چہ یہ معلوم ہو کہ وہ باز نہیں آئیں گے، بلکہ قتل کر ڈالیں گے تو یہ اقدام کرنے میں کوئی حرج نہیں، اور اگر نہی نہ کرے تو اس کی رخصت ہوگی۔ (مترجم)

حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ ج۲ص۲۹۴ میں ہے:

" حمل الناس على الطاعة واجتناب المعصية فهو الحسبة۔"(۲)

لوگوں کو طاعت خداوندی اور گناہ سے احتراز پر ابھارنا ہی احتساب ہے۔ (مترجم)

اسی میں ج۲ص۱۹٦ پر ہے:

"الجهاد في سبيل الله تعالى لايجوز للمسلم عند تيقن القتل من أهل الحرب والبغي وعند عدم النكاية للكفرة المحاربين۔ وتجوز الحسبة من الإنسا ن عند تيقن القتل له ممن يحتسب عليه و عدم النكاية فيه، ولا يرتفع جوازها بسبب ذلك ولا يخفى أن الصبر على القتل في هذه الحالة ليس بمعصية فلا يمنع جواز الحسبة وتبقى

(۱) [ردالمحتار، كتاب الجهاد، مطلب إذا علم أنه يقتل: ١٥٧/٦]

(۲) [الحديقه الندية شرح الطريقة المحمدية: ٢٩٤/٢]

مشروعة معه، و كذالك عدم النكاية، والتاثير لا يمنع لجواز ويكون ذلك المحتسب إذا قتله من احتسب عليه من أفضل شهداء عند اللّٰہ تعالى اه. مختصراً۔"(۱)

اہل حرب اور باغیوں سے قتل ہونے اور جنگ کرنے والے کفار کو زیر نہ کر پانے کا یقین ہو تو اس وقت اللہ کی راہ میں جہاد کرنا مسلمان کو روا نہیں، لیکن احتساب جائز ہے، اگر چہ محتسب علیہ کے قتل کر ڈالنے اور اسے زیر کرنے کا یقین ہو، اور اس اندیشہ کے پیش نظر جواز احتساب زائل نہ ہوگا، واضح رہے کہ اس حالت میں قتل ہونے پر صبر کرنا گناہ نہیں، لہذا جواز احتساب ممنوع نہ ہوگا، اور اس اندیشہ کے باوجود مشروعیت باقی رہے گی، یہی حکم عدم نکایت کی صورت میں ہے۔ اور محتسب علیہ کا اثر ورسوخ جواز کے لیے مانع نہیں۔ اور جب محتسب علیہ محتسب کو قتل کر ڈالے تو اللہ تعالیٰ کے یہاں اس کا شمار افضل الشہدا میں ہوگا۔ عبارت اختصار کے ساتھ ختم ہوئی۔ (مترجم)

کوئی یہ نہ سمجھے کہ غیر حکام کے لئے یہ احکام ہیں حکام کے لئے نہیں۔

اسی حدیقہ ندیہ میں ج ۲ ص ۱۹۷ حاکم جابر ظالم جائر پر احتساب کرنے والے اور اس پر مظلوم محتسب مقتول کی نسبت حدیث نقل فرمائی: ((سيد الشهداء حمزة بن عبد المطلب ورجل قام إلى إمام جائر فأمره ونهاه فقتله))(۲)

حضرت امیر حمزہ بن عبد المطلب سید الشہدا ہیں اور وہ شخص جو کسی حاکم ظالم کے خلاف امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرے (تو اس کا شمار بھی افضل الشہدا میں ہوگا) (مترجم)

رواه الحاكم باسناده عن جابر رضى اللّٰه تعالى عنه عن النبى صلى اللّٰه تعالى عليه وسلم۔

حدیقہ ندیہ میں یہ مع شرح یوں ہے: ((عن جابر عن النبي صلى اللّٰه تعالى عليه وسلم أنه قال: سيد الشهداء أي: أفضلهم عند اللّٰه سبحانه وتعالىٰ عم النبي صلى اللّٰه تعالى عليه وسلم حمزة بن عبد المطلب رضى اللّٰه تعالى عنه، ورجل من المسلمين والمراد إنسان لتدخل المرأة والخنثىٰ قام إلىٰ إمام أي: حاكم جائر إلى ظالم متعد فأمره بالعدل والإنصاف ونهاه عن الجور والظلم فقتله أي: قتل الإمام الجائر ذلك الرجل الذي أمرهٗ ونهاه، فإنه يكون من أفضل الشهداء حيث بذل نفسه في سبيل اللّٰه تعالى۔))(۱)

---

(۱) [الحديقه الندية شرح الطريقة المحمدية:۲/۲۹۶]

(۲) [الحديقه الندية شرح الطريقة المحمدية:۲/۲۹۴]

(۳) [الحديقه الندية شرح الطريقة المحمدية:۲/۲۹۴]

حضرت جابر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا: اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے نزدیک شہدا میں افضل ترین نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچا محترم حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔اور وہ مسلمان اس سے مراد انسان ہے تاکہ عورت وخنثیٰ بھی شامل ہوجائے۔ جو کسی حاکم جابر ظالم کے خلاف اٹھ کھڑا ہو،اور عدل وانصاف کا حکم دے،ظلم وجور سے روکے، پھر وہ اس کی پاداش میں اسے قتل کرڈالے تو یقیناً اس کا شمار بھی افضل الشہدا میں ہوگا، کیوں کہ اس نے اپنی جان اللہ کی راہ میں قربان کردی ہے۔(مترجم)

نیز اسی میں دوسری حدیث نقل فرمائی ص ۱۹۷ ج ۲:

((قال رسول لله صلى لله تعالى عليه وسلم :أفضل الجهاد كلمة عدل عند سلطان جائر أو عند أمير جائر ۔ رواه أبو دأو بإسناده عن بى سعيد الخدري رضى الله تعالى عنه))(۱)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ظالم حکمران وامیر کے پاس کلمۂ حق بول دینا بہترین جہاد ہے۔اس حدیث کو ابو داؤد نے ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اسناد کے ساتھ روایت فرمایا ہے۔(مترجم)

یہ مع شرح اس طرح ہے:

" أفضل الجهاد في سبيل الله تعالى كلمة عدل أي : حق وإنصاف قالها رجل مسلم يريد بها وجه الله تعالى عند سلطان أي : ملك له سلطنة على الناس جائر أي: ظالم أو عند أمير أي : حاكم جائر أي : ظالم۔"(۲)

اللہ کی راہ میں بہترین جہاد کسی مسلمان کا ظالم حکمراں جو لوگوں پر ظالمانہ، جابرانہ حکومت کرتا ہو، یا ظالم امیر کے پاس کلمۂ حق بلند کرتا ہے جس سے اس کا مقصد اللہ کی خوشنودی حاصل کرنا ہے۔(مترجم)

نیز اسی میں اسی ج ۲ ص ۱۹۷ پر یہ حدیث نقل فرمائی:

((قال رسول االلهصلى الله تعالى عليه وسلم : لا تزال كلمةلاإله إلاالله تنفع من

---

(۱) [الحديقه الندية شرح الطريقة المحمدية:۲/۲۹۶]

(۲) [الحديقه الندية شرح الطريقة المحمدية:۲/۲۹۷]

قالها، و ترد عنهم العذاب والنقمة مالم يستخفوا بحقها، قالوا: يا رسول الله! وما الاستخفاف بحقها؟ قال: نظر العبد معاصي الله فلا ينكر ولا يغير۔ رواه الأصبهاني بإسناده عن أنس رضي الله تعالىٰ عنه۔))(۱)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کلمۂ طیبہ کے کہنے والا ہمیشہ نفع میں ہے اور یوں ہی تکلیف وسزا ٹلتی رہتی ہے جب تک کہ کلمہ طیبہ کے حق کو کم تر اور حقیر نہ سمجھا جائے، صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کلمۂ طیب کے حق کو حقیر سمجھنے کا مطلب کیا ہے؟۔ ارشاد فرمایا: بندہ لوگوں کو اللہ کی نافرمانیوں میں مشغول دیکھے تو نہ منع کرے اور نہ بدلے۔ اس حدیث کو اصبہانی نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔(مترجم)

مشکاۃ شریف باب الامر بالمعروف میں یہ حدیث ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إنه تصيب أمتي في آخر الزمان من سلطانهم شدائد لا ينجو منه إلا رجل عرف دين الله فجاهد عليه بلسانه ويده وقلبه، فذلك الذي سبقت له السوابق۔ ورجل عرف دين الله فصدق به۔ ورجل عرف دين الله فسكت عليه۔ فإن رأى من يعمل الخير أحبه عليه وإن رأى من يعمل بباطل أبغضه عليه فذلك ينجو علىٰ أبطانه كله۔))(۲)

آخری زمانے میں میری امت کو اپنے حکمرانوں سے سخت تکلیفیں پہنچیں گی، ان سے نجات نہیں پائے گا مگر وہ شخص جس نے اللہ کے دین کو پہچانا اور اس پر اپنی زبان، ہاتھ اور دل کے ساتھ جہاد کیا، یہ وہ شخص ہے جو پوری طرح سبقت لے گیا، دوسرا آدمی وہ جس نے اللہ کے دین کو پہچانا اور اس کی تصدیق کی، تیسرا وہ آدمی جس نے اللہ کے دین کو پہچانا اور اس پر خاموش رہا، اگر کسی کو نیکی کرتے دیکھا تو اس سے محبت کرنے لگا اور اگر کسی کو غلط کام کرتے دیکھا تو اس سے ناخوش رہا، یہ سب اپنی اندرونی حالت کے باعث نجات پائیں گے۔(مترجم)

''اشعۃ اللمعات'' میں حضرت شیخ محقق محدث دہلوی قدس سرہٗ اس حدیث کی شرح یوں فرماتے ہیں:

---

(۱) [الحديقه الندية شرح الطريقة المحمدية: ۲/۲۹۷]

(۲) [مشكاة المصابيح، كتاب الآداب، باب الأمر بالمعروف، حديث: ۵۱۵۱ - ۲/۳۰۳]

بدرستی کہ شان ایں ست کہ می رسد امت مرا در آخر زمان از ارباب سلطنت و پادشاہان محنتہا و بلاہائے سخت در دین از مشاہدۂ منکرات واستماع باطل کہ نجات نمی یابد ازاں بلائے یا از سلطان کہ ایں بلا از وے می رسد مگر مردے کہ بشناخت دین خدارا بکمال وتمام واستقامت گزید برآں پس کارزار کرد بر دین یا بر آن بلا د بزبان و بدست و بدل خود پس آں مردے است کہ پیش رسیدہ است اورا سابقہا از سعادت در دنیا و در آخرت و بشارت بخیر او مثوبت و توفیق طاعت و عبادت وقول حق سبحانہٗ ﴿إن الذين سبقت لهم منا الحسنىٰ﴾(۱)

اشارت بآنست۔ وسابقہ ہر خصلتے فاضلہ را گویند۔ فلاں را سابقہ است دریں امر یعنی سبقت کردہ و پیشی گرفتہ است بر مردم دریں کار۔ ومردے دیگر کہ وے بشناخت دین خدارا اما بیک درجہ کمتر از اول پس تصدیق کرد بدین وراست دانست آں را یعنی جہاد کرد بزبان و دل نہ بدست بقرینہ مقابلت چون تصدیق کار دست و زبان ترجمانست تعبیر ازیں دو بتصدیق کرد۔ ومردے دیگر کہ بشناخت دین خدارا فی الجملہ پس خاموش گزید برآن و جہاد نہ کرد مگر بدل۔ پس ازان بیان حال وصفت ایں مرد کرد و فرمود پس اگر می بیند ایں مردے کسے را کہ کارہائے نیک می کند دوست می دارد او را بناء براں واگر می بیند کسے را کہ عمل بغیر حق می کند دشمن می دارد او را بنا برآں پس آن مرد نجات می یابد بنا بر پوشیدہ داشتن وے محبت خیر و بغض باطل باہمہ۔ پس ایں ہر سہ قسم از مردان عارف وشناسا بدیں اند در مرتبہ متفاوت اول سابق وثانی مقتصد وثالث ظالم۔ چنانکہ در آیہ کریمہ: ﴿فَمِنۡهُمۡ ظَالِمٌ لِّنَفۡسِهٖ وَمِنۡهُم مُّقۡتَصِدٌ وَمِنۡهُمۡ سَابِقٌۢ بِالۡخَيۡرٰتِ﴾(۲)

آمدہ است۔ ثالث را بجہت زیادت تقصیر ظالم خواند وثانی را میانہ رو، واول را سابق و ہر سہ از برگزیدہ ہائے درگاہ اند چنانکہ در اول آیت فرمود۔(۳)

تحقیق یہ ہے کہ میری امت کو آخری زمانے میں ان کے حکمرانوں اور بادشاہوں سے سخت تکلیفیں پہنچیں گے، برائیوں کے مشاہدہ اور استماع باطل کے بارے میں، ان سے نجات وہی شخص پائے گا جسے اللہ تعالیٰ نے دین کی پہچان دی ہوگی، دینِ الٰہی کو بہ تمام وکمال جانتا ہوگا، اور اس پر استقامت کرے گا۔ پس اس نے اپنی زبان، ہاتھ اور دل کے ساتھ اس پر جہاد کیا۔ یہ وہ شخص ہے جو پوری طرح سبقت

---

(۱) [سورة الأنبياء: ۱۰۱]

(۲) [سورة الفاطر: ۳۲]

(۳) [اشعة اللمعات، كتاب الآداب، باب الأمر بالمعروف: ۱۸۲/۴]

لے گیا،اسی شخص کو دنیا وآخرت کی سعادت حاصل ہوگی، جزا،ثواب،توفیق وطاعت وعبادت میں وہ سبقت لے جائے گا، اللہ تعالیٰ کے اس ارشادگرامی میں:

﴿إن الذين سبقت لهم منا الحسنىٰ﴾(۱)

بے شک وہ جن کے لیے ہمارا وعدہ بھلائی کا ہو چکا۔

اس طرف اشارہ ہے، سابقہ ہرفضیلت فاضلہ کو کہتے ہیں جو شخص کسی کام سے دوسروں سے سبقت لے جائے۔اس سے کہا جاتا ہے کہ فلاں اس کام میں سابقہ ہے۔اور زبان ودل سے جہاد کرتا ہے نہ کہ ہاتھ سے،اس پر قرینہ یہ ہے کہ لفظ تصدیق آیا ہے جو دل کا عمل اور زبان کی ترجمان ہے،ان دونوں کو تصدیق سے تعبیر کیا جاتا ہے،اور تیسرا وہ آدمی جس نے اللہ کے دین کو پہچان لیا اور اس پر خاموش رہا، وہ صرف دل سے جہاد کرتا ہے،اس کے بعد اس مرد کا حال بیان کر کے فرمایا: تو اگر اس نے کسی کو نیکی کرتے دیکھا تو اس سے محبت کرنے لگا اور اگر اس نے کسی کو دیکھا برائی کرتے ہوئے وہ اس سے ناخوش ہوا، تو یہ سب اپنی اندرونی حالت ،محبت خیر وبغض باطل کے باعث نجات پاجائیں گے، یہ تینوں افراد دین کی معرفت رکھنے والے مختلف درجات رکھتے ہیں، اول سابق۔دوسرا مقتصد۔تیسرا ظالم، جیسا کہ آیت کریمہ ہے:

﴿فَمِنۡهُمۡ ظَالِمٌ لِّنَفۡسِهٖ وَمِنۡهُم مُّقۡتَصِدٌ وَمِنۡهُمۡ سَابِقٌۢ بِالۡخَيۡرٰتِ﴾(۲)

تو ان میں کوئی اپنی جان پر ظلم کرتا ہے، اور ان میں کوئی میانہ چال پر ہے اور ان میں کوئی وہ ہے جو بھلائیوں میں سبقت لے گیا۔

تیسرے کو بہت زیادہ تقصیر کرنے والے ظالم، دوسرے کو درمیانہ اور اول کو سابق فرمایا۔یہ تینوں برگزیدہ درگاہ ہیں، کیوں کہ آیت کا ابتدائی حصہ یہ ہے۔(مترجم)

﴿ثُمَّ أَوۡرَثۡنَا الۡكِتٰبَ الَّذِيۡنَ اصۡطَفَيۡنَا مِنۡ عِبَادِنَا فَمِنۡهُمۡ ظَالِمٌ لِّنَفۡسِهٖ وَمِنۡهُم مُّقۡتَصِدٌ وَمِنۡهُمۡ سَابِقٌۢ بِالۡخَيۡرٰتِ بِإِذۡنِ اللّٰهِ ذٰلِكَ هُوَ الۡفَضۡلُ الۡكَبِيۡرُ﴾(۳)

پھر ہم نے کتاب کا وارث کیا اپنے چنے ہوئے بندوں کو۔

شرح فقہ اکبر میں ہے کہ فسق وظلم کے سبب مستحق عزل ہے۔اور اس میں اختلاف ہے کہ فاسق

---

(۱) [سورۃ الانبیاء:۱۰۱]

(۲) [سورۃ فاطر:۳۲]

(۳) [سورۃ الفاطر:۳۲]

اہل ولایت سے ہے یا نہیں۔ امام محمد سے اس میں دو روایتیں ہیں اور امام شافعی سے بھی۔ امام اعظم کے نزدیک وہ خلیفہ ہوسکتا ہے مگر وہ قاضی امیر اور خلیفہ اتفاقاً فاسب کے نزدیک مستحق عزل ہے۔

علامہ علی قاری شرح فقہ اکبر میں فرماتے ہیں:"عن الشافعي رحمه الله تعالىٰ أن الإمام ينعزل بالفسق و الجورو كذا كل قاض وأمير۔ و منشاء الخلاف أن الفاسق ليس من أهل الولاية عند الشافعي ؛ لأنه لاينظر لنفسه فكيف ينظر لغيره۔ و عن أبي حنيفة رحمه الله تعالىٰ هوأهل الولاية حتى يصح للأب الفاسق تزويج ابنته الصغيرة۔ و المسطور في الكتب الشافعية أن القاضي ينعزل بالفسق بخلاف الإمام۔ و الفرق في انعزاله ووجوب نصب غيره اثارة الفتنة لما له من الشوكة بخلاف القاضي۔ و قيل: عدم انعزال الإمام هو المختار من مذهب أبي حنيفة و الشافعي رضي الله تعالىٰ عنهما۔ وعن محمد رحمه الله تعالىٰ روايتان، لكن يستحق العزل اتفاقاً۔"(۱)

امام شافعی فرماتے ہیں: فسق وظلم کے سبب امام معزول ہوجائے گا، اسی طرح قاضی وامیر۔ منشأ اختلاف اس بات میں ہے کہ: فاسق، امام شافعی کے نزدیک اہل ولایت نہیں کیوں کہ جب وہ اپنے ہی حال پر رحم نہیں کھاتا تو دوسرے کی نگرانی کیا کرے گا، امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: فاسق ولایت کی اہلیت رکھتا ہے، یہی وجہ ہے کہ فاسق باپ کا اپنی نابالغ بیٹی کا نکاح کرنا صحیح ہے۔ کتب شافعیہ میں جو مذکور ہے یہ ہے کہ: قاضی تو فسق کی وجہ سے معزول ہوجائے گا البتہ امام نہ ہوگا۔ فرق یہ ہے کہ: امام کے معزول ہونے اور پھر اس کی جگہ دوسرے کو مقرر کرنے میں اشتعال انگیزی اور فتنہ کا خطرہ ہے کیوں کہ اسے طاقت ودبدبہ حاصل ہوتا ہے، اور قاضی کے معزول ہونے میں ایسا نہیں۔ کہا گیا ہے کہ فسق کے سبب امام معزول نہ ہوگا، یہی امام ابوحنیفہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما کا مختار مذہب ہے۔ امام محمد سے دو روایتیں ہیں، لیکن مستحق عزل تو بالاتفاق ہے۔ (مترجم)

درمختار میں ہے:"إن بايع الناس الإمام ولم ينفذ حكمه فيهم لعجزه عن قهرهم لا يصير إماماً، فإذا صار إمام فجاز لا ينعزل إن كان له قهر و غلبة لعوده بالقهرفلا يفيد، وإلا يعتزل به ؛ لأنه مفيد۔"(۲)

---

(۱) [شرح الفقه الاكبر:۱٤۸]

(۲) [الدر المختار . كتاب الجهاد،مطلب الإمام يضير إماماً بالمبايعة:٦/۳۱۸]

لوگوں نے امام کی بیعت تو کرلی لیکن لوگوں کے غلبہ وزور کے سبب اپنا حکم جاری ونافذ کرنے سے عاجز ہوگیا تو یہ شرعاً امام نہیں ہوگا، لیکن جب امام ہوجائے پھر لوگوں پر ظلم کرے تو اسے قہر وغلبہ حاصل ہو تو معزول نہ ہوگا کیوں کہ پھر سے دبدبہ وقوت کے ذریعے غالب آجائے گا، تو معزول ہونے سے کوئی فائدہ نہ ہوگا، اور اگر یہ صورت نہ ہو معزول ہوجائے گا کہ اب عزل مفید ہوگا۔ (مترجم)

ردالمحتار میں ہے:

"قوله و إلا ينعزل به أي : إن لم يكن له قهر و منعة ينعزل به أي : بالجور قال في شرح المقاصد: ينحل عقد الإمامة بما يزول به مقصود الإمامة كالردة و الجنون المطبق و صيرورته أسيراً لا يرجى خلاصه، وكذا بالمرض الذي ينسيه المعلوم وبالعمى والصم والخرس وكذا بخلعه نفسه لعجزه عن القيام بمصالح المسلمين، وإن لم يكن ظاهراً بل استشعره من نفسه (إلى قوله : وكذا في انعزاله بالفسق والأكثرون على أنه لا ينعزل وهو المختار من مذهب الشافعي وأبي حنيفة رحمهما الله تعالى، وعن محمد روايتان، و يستحق العزل باالاتفاق اه وقال في المسايرة : وإذا قلد عدلاً ثم جاروفسق لا ينعزل و لكن يستحق العزل إن لم يستلزم فتنة اه و في المواقف و شرحه أن للأمة خلع الإمام وعزله بسبب يوجبه مثل أن يوجد منه ما يوجب اختلال أحوال المسلمين وانتكاس أمور الدين كما كان لهم نصبه واقامته لانتظامها وإعلائها وإن دعا خلعه إلى فتنة احتمل أدنى المضرتين۔" (۱)

"قوله: وإلا ينعزل به" یعنی اگر امام کو قوت وغلبہ نہ ہو تو ظلم کے سبب معزول ہوجائے گا، شرح المقاصد میں فرمایا: جس چیز کے سبب مقصودِ امامت زوال پذیر ہوتا ہو اس کے ہوتے عقد امامت ختم ہوجائے گا، مثلاً: ردت، جنونِ مطبق (کامل دیوانگی جو الگ نہ ہوتی ہو) قیدی ہوجانا اور نجات کی امید نہ ہو، ایسے ہی وہ مرض جو یادداشت کھودے، نابینا پن، بہرا پن، گونگا پن، (ان تمام چیزوں کے پائے جانے کے سبب عقدِ امامت ختم ہوجائے گا) اور یوں ہی خود کو معزول کردینے سے (امام معزول ہوجائے گا) جب کہ مصالح مسلمین کو صحیح طور پر انجام دینے سے عاجز ہو، اگرچہ یہ بات ظاہر نہ ہو بلکہ اس کے دل میں ہی پیدا ہوئی ہو، (تب بھی معزول ہوجائے گا) (إلى قوله) یہی حکم فسق کے سبب معزول ہونے میں

---

(۱) [ردالمحتار، كتاب الجهاد مطلب فيما يستحق به الخليفة العزل: ۳۱۸/٦]

ہے۔ اکثر فقہا فرماتے ہیں: فسق کے سبب معزول نہ ہوگا، یہی امام شافعی اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہما کا مختار مذہب ہے، اور امام محمد سے دو روایتیں ہیں، اور فسق کے سبب مستحقِ عزل تو بالاتفاق ہوجائے گا۔اھ۔ مسایرہ میں فرمایا: جب امام کی بیعت کی تو وہ عادل تھا پھر ظلم وستم اور فسق وفجور میں مبتلا ہوگیا تو وہ معزول نہ ہوگا، ہاں مستحق عزل ضرور ہے، اگر فساد انگیزی کا خطرہ ہو، مواقف وشرح مواقف میں ہے: کوئی ایسا سبب جو موجبِ عزل ہو پایا جائے تو لوگ امام کو معزول کردیں اور عہدۂ امامت سے برطرف کردیں۔ مثلاً: ایسی چیز پائی جائے جس سے مسلمانوں کے حالات ناگفتہ بہ اور دین کے امور ابتر ہوجائیں (تو امام کو معزول کردیا جائے گا) جس طرح لوگوں کو مسلمانوں کے احوال کے نظم وترتیب اور اعلا وترقی کے لیے ''امام'' مقرر کرنے کا حق ہے، (اسی طرح عہدۂ امامت سے برطرف کرنے کا بھی حق ہے) اور اگر عزلِ امام سے فتنہ انگیزی کا خوف ہو تو دونوں مضرتوں میں سے ادنیٰ مضرت کو اپنایا جائے گا۔ (مترجم)

جب ظلم وجور اور فسق وفجور سے خلیفہ امام انام بھی مستحق عزل ہوجاتا ہے تو یہ حکام جو کہ ظالم جابر فاسق فاجر ہی ہیں ان کا عزل تو یقیناً واجب لازم (تو متغلب وہ بھی نہ صرف ظالم فاسق فاجر بلکہ مرتد کافر۔ کیونکر واجب العزل نہ ہوگا) اس کے معزول کرانے کی کوشش اور پیہم سعی جتنی جو کرسکے اس کے ذمہ کیوں ضروری نہ ہوگی۔ خلیفہ بھی بوجہ فسق خود وہ معزل نہ کہا جائے گا جو قہر وغلبہ رکھتا ہو اس کے مقابلہ کی لوگوں میں طاقت وقوت نہ ہو، اور اگر ایسا خلیفہ مرتکب ظلم وجور وفسق وفجور ہوا ہو جو لوگوں پر کافی قہر وغلبہ نہ رکھتا ہو، لوگوں میں طاقت وقوت ہو کہ وہ ان کا مقابلہ نہ کرسکے تو خود ہی معزل ہوجائے گا۔

مجمع الانہر ج۱ ص۶۳۷ باب البغاۃ میں ہے: ''إذا صار إماماً فاجراً لا ینعزل إن کان له قهر و غلبة و إلا ینعزل''(۱)

امام، فاسق وفاجر ہوجائے تو معزول نہ ہوگا اگر اسے قوت وغلبہ حاصل ہو، ورنہ معزول ہوجائے گا۔

اور مجمع الانہر ج۱ ص۶۳۷ باب البغاۃ میں ہے: ''إذا خرج قوم مسلمون عن طاعة الإمام أي: الخليفة العدل لا عن أمير ظلم بهم فلو خرجوا عليه لظلم ظلمهم فليسوا ببغاة كما في أكثر الكتب (إلى قوله) وفي القهستاني وفيه رمز إلى أنه يشترط أن يكون الإمام والقوم مسلمين وإلى أن الإمام لا يطاع في معصيته بالنص والإجماع اه مختصراً۔''(۲)

---

(۱) [مجمع الأنهر، باب البغاة: ۲/۳۳۸]

(۲) [مجمع الأنهر باب البغاة: ۲/۳۳۸]

مسلمانوں نے امام برحق کے خلاف بغاوت کردی، ظالم کے خلاف بغاوت نہ کی ہو(تو ایسے لوگ باغی کہلائیں گے)اور اگر ظالم وجابر کے جور وستم کی وجہ سے بغاوت کی ہو تو ایسے لوگ شرعاً باغی نہ کہلائیں گے، جیسا کہ اکثر کتابوں میں لکھا ہے۔''اِلٰـی قـولـہ ''قہستانی میں ہے: اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ امام قوم کا مسلمان ہونا شرط ہے اور اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ جس چیز کا معصیت ہونا نص واجماع سے ثابت ہو اس میں امام کی اطاعت نہ کی جائے گی۔اھ۔مختصراً۔(مترجم)

ردالمحتار ج۳ص۴۷۹ میں ہے:

"تجب طاعة الإمام عادلاً كان أو جائراً إذا لم يخالف الشرع۔"(۱)

امام کی اطاعت واجب ہے امام خواہ عادل ہو یا ظالم۔جب کہ شریعت کے خلاف نہ ہو۔(مترجم)

جب خلیفہ امام انام کے بارے میں یہ احکام ہیں تو ایسے حکام وہ بھی متغلب وہ بھی رافضی ظالم جائر کا کیا پوچھنا، اس کے متعلق حکم ظاہر۔پھر یہاں جب کہ ان پر خروج کی قوت واستطاعت مفقود ہے تو خروج کی ایسی حالت میں اجازت ہی نہیں، نہ کوئی کرسکتا ہے نہ کوئی کرے گا۔یارب اگر طاقت ہوتی اور ان پر خروج کیا جاتا جب بھی تو اس سے لوگ باغی نہ ٹھہرتے تو محض احتجاج کو جو بغاوت ٹھہرائے اس سے بڑھ کر ظالم طاغی کون ہوگا۔اے ملکی وغیر ملکی کی بحث اٹھانے والو! اور اس پر قید وبند کی کڑیاں جھیلنے والو! اور طرح طرح کی اذیتیں برداشت کرنے والو! ذلتوں خواریوں رسوائیوں میں پڑنے والو! بلکہ اپنے سینوں پر اس کے لیے گولیاں کھانے والو! آج تمہیں کیا ہوا کہ تم ایسے کھلے مظالم کس پر جو تمہاری جانوں ہی پر نہیں مذہب پر بھی، ان پر تم فتویٰ پوچھنے بیٹھے ہو کہ ایسے مظالم جو کرے تو صدائے احتجاج بلند کرنا لازم ہے یا نہیں۔غیرت۔غیرت، غیرت، ضرور ضرور پرزور صدائے احتجاج بلند کرو۔ایسی کہ نہ صرف ہندوستان کی حکومت ہی کے ایوانوں میں گونجے بلکہ ایسی کہ سات سمندر پار لندن میں زلزلہ افگن ہو، قصر بکنگھم کو لرزاں اور دار الحکومت کو ہلادے۔

قید وبند کی پروا نہ کرو، ظالموں کو ظلم کرنے دو، تم صبر کرو یعنی تمہارا ہاتھ نہ اٹھے۔ہاں ظلم پر چیختے جاؤ، ہر ستم پر چلاتے جاؤ۔ظالم جائر حاکم جابر۔ستم گار جفا کار بھی اگر نہ کہہ سکو تو اپنی مظلومی کی داستانیں تو سناتے جاؤ، گورنمنٹ کے کان تک اپنے گریہ وفغاں کی آواز پہنچاؤ۔میں تمہیں جو تم نہیں کرسکتے اس کا حکم

(۱) [رد المحتا على الدر المختار:۳/۴۷۹]

نہیں دیتا، نہ ایسا امر کرسکتا ہوں (جب کہ تم میں خروج کی طاقت وقوت جہاد کی استطاعت نہیں یہ حکم نہیں دیتا کہ تم ایسا کرو، ایسے وقت تمہیں ایسا نہ چاہیے) مگر فقط اپنی داستان مظلومی سنانے کی طاقت واستطاعت تو رکھتے ہو۔ جو کرسکتے ہو وہ کرو۔ بات ایسی کہ جس کی زد تمہارے مذہب پر پڑتی ہو حتی الامکان اس کی زد سے مذہب کو بچاؤ، اپنے مقدور بھر زد اپنے سر لو مگر مذہب کو محفوظ رکھنا چاہو۔ واللہ الہادی واللہ تعالیٰ اعلم۔ رافضیوں کے شہر میں جہاں سنی کی حکومت ہو، اگر سنی ان کے ساتھ ایسا ہی پیش آتے اور ان کے مذہب کی ایسی ہی بیخ کنی کرتے تو کیا روافض کا مذہب ایسے سنی حکام کے متعلق ایسے احکام نہ دیتا جو ہم نے تحریر کیے، اگر دیتا تو معلوم ہوا کہ رافضی مذہب پر بھی ایسے ظالم جائر حاکم، جابر کا حکم یہی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

فاسق وفاجر پیر نہیں ہوسکتا

مسئلہ: (۱۱۱)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

(۱) زید سید دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث:

''اوفروا اللحیۃ إلیٰ آخرہ.'' داڑھیاں کثیر ووافر رکھو۔ (مترجم)

پر عامل نہیں ہے یعنی اس کی داڑھی بالکل منڈی ہوئی اور مونچھیں بے حد بڑی بڑی؟

(۲) بظاہر تارک الصلاۃ ہے، یعنی اس صورت میں کہ جماعت ہورہی ہے اور وہ جماعت میں بالکل شریک نہیں ہوتا؟

(۳) دعویٰ عشق ومحبت اللہ ورسول بھی ہے اور اپنے آپ کو مخمور الست سمجھتا ہے۔

(۴) پیری مریدی کا سلسلہ زوروں پر جاری رکھتا ہے مگر بظاہر معتقدین کے سامنے اپنی خاکساری ان لفظوں میں ظاہر کرتا ہے کہ: بھائی ہم داڑھی منڈے ہیں اور مونچھیں بڑی بڑی ہیں تم لوگ سمجھ کر مرید ہو، مگر لوگ اپنی عقیدت سے مجبور ہوکر مرید ہوتے ہیں تو کیا ایسے شخص کا مذکورہ بالا فعل ازروے شریعت وطریقت جائز وروا ہے؟

(۵) ایسے پیر پر شرعاً وطریقتاً کیا حکم صادر ہوتا ہے اور یہ بیعت شرعاً روا اور جائز ہے، اگر ناجائز ہے تو ایسی صورت میں مریدوں کو کیا کرنا چاہیے؟۔ جواب ارسال فرماکر ماجور ہوں؟ بینوا توجروا۔

ازمقام سدیا ڈاک خانہ نبلو بھو ضلع شاہ آباد آرہ مسئولہ حکیم بشیر الدین احمد صاحب۔

الجواب

داڑھی حد شرع سے کم رکھنے والا فاسق و فاجر ہے، یوں ہی بے عذر شرعی تارک جماعت فاسق مستحق اہانت ہے، اس کی تعظیم حرام ہے۔

غنیۃ وغیرہ کتب معتمدہ میں ہے:

”لو قدموا فاسقاً یاثمون ؛ لأن في تقديمه تعظيمه وقد وجب عليهم اهانته شرعاً.“(۱)

اگر لوگوں نے فاسق کو امامت کے لیے مقدم کر دیا تو گنہ گار ہوں گے، کہ مقدم کرنے میں اس کی تعظیم ہوتی ہے، حالاں کہ فاسق کی اہانت شرعاً ضروری ہے۔ (مترجم)

شرائط پیری سے یہ بھی ہے کہ فاسق معلن نہ ہو ایسے شخص سے بیعت [illegible]۔ مریدوں کو کسی سنی صحیح العقیدہ غیر فاسق ایسے شخص سے جو اپنی ضرورت کے مسائل جانتا، اور یاد نہ ہونے پر کتاب سے نکال سکتا ہو۔ جس کا سلسلہ متصل اور صاحب اجازت ہو، بیعت ہونا چاہیے۔

حضرت میر سید عبد الواحد بلگرامی قدس سرہ السامی ”سبع سنابل شریف“ میں فرماتے ہیں:

”اے برادر از پیری مریدی رسمے واسمے بیش نماندہ است۔ وآن رسم واسم نیز مبنی بچند شرائط می داں کہ بے آن شرائط اصلاً پیری ومریدی درست نیست۔ اما نخست از شرائط پیری یکے آن ست کہ پیر مسلک صحیح داشتہ باشد۔ دوم: از شرائط پیری آنست کہ پیر در اداے حق شریعت قاصر ومتہاون نہ باشد۔ سوم: از شرائط پیری آنست کہ پیر را عقائد درست بود موافق مذہب اہل سنت وجماعت۔ پس ایں رسمے کہ از پیری ومریدی ماندہ است بے ایں سہ شرائط اصلاً درست نیست وایں ہر سہ شرائط را بیانے مختصر واضح کنم، اما شرط اول: کہ مسلک صحیح است مرید صادق را تفحص سلسلہ درست باید کرد۔ در اکثر جاہا خلط وخبط گشتہ است۔ نوعی ازان آنست درویشی کہ در حالت حیات بسبب غفلت ویا بسببی دیگر فرزند خود را خلافت نمی دہد ومردمان را وصیت ہم نمی کند کہ بعد از من باید کہ خرقۂ من فرزند مرا بہ پوشانید وا ورا بجاے من بنشانید، فاما مردمان آں مقام روز سوم خرقۂ پدر پسر را می پوشانند وا ورا بجاے پدر می نشانند واز صحت وغیر صحت ایں کار نمی دانند۔ خلقی بہ بیعت او اسیری گردد وا رابے رخصت واجازت پدر پیری شود ہمہ ضلالت در ضلالت ست، چہ اگر چہ خرقۂ متروکۂ پدر بسبب ارث ملک پسر شد ولیکن شرط صحت بیعت رخصت

---

(۱) [ردالمحتار: ۱/۴۱۴]

واجازت پدرست نہ مجرد خرقہ پدر۔ مؤلف راست۔"

قطعہ: اے پسر شرط صحت بیعت در طریقت اجازت سلف ست

بدغل سکۂ بے نہرہ مزن کاں رہ کاسدان ناخلف ست

اے برادر! پیری اور مریدی سے سوائے رسم اور نام کے کوئی اور چیز باقی نہیں رہی اور وہ نام ورسم بھی چند شرطوں پر مبنی ہے کہ بغیر ان شرطوں کے پیری اور مریدی درست ہی نہیں ہوسکتی۔تو پیری کی بنیادی شرطوں میں سے ایک شرط یہ ہے کہ پیر صحیح مسلک رکھتا ہو۔دوسری شرط یہ کہ پیر شریعت کے حقوق کی ادائیگی میں پیچھے رہ جانے والا اور سستی برتنے والا نہ ہو۔تیسری شرط یہ ہے کہ پیر کے عقیدے اہل سنت وجماعت کے موافق درست ہوں۔لہذا پیری اور مریدی کی جو رسم ابھی باقی ہے،ان تینوں شرطوں کے بغیر درست نہیں ہوسکتی،اب ان تینوں شرطوں کی میں مختصر وضاحت کرتا ہوں: پہلی شرط یہ کہ پیر کا مسلک صحیح ہو،اس کی توضیح یہ ہے کہ سچے مرید کو صحیح سلسلہ تلاش کرنا چاہیے کہ اکثر جگہ خلط اور خبط ہوگیا ہے۔انھیں میں سے ایک صورت یہ ہے کہ جس درویش نے اپنی غفلت یا کسی اور سبب سے اپنے بیٹے کو خلافت نہیں دی اور لوگوں کو وصیت بھی نہیں کی کہ میرے بعد میرے فرزند کو میرا خرقہ پہنا دینا اور اسے میرے قائم مقام کر دینا،اس جگہ کے رہنے سہنے والے تیسرے روز اس درویش کا خرقہ اس لڑکے کو پہنا دیتے ہیں،اور اپنی اس حرکت کے صحیح یا غیر صحیح ہونے کا مطلقاً خیال نہیں رکھتے،اب ایک کثیر مخلوق اس کی بیعت کے جال میں پھنس جاتی ہے،اور یہ رخصت واجازت کے بغیر پیر بن جاتا ہے،حالاں کہ یہ گمراہی در گمراہی ہے اس لیے کہ اگرچہ باپ کا متروکہ خرقہ وراثت کی وجہ سے اس کے ہاتھ چڑھا لیکن بیعت کی صحت کے لیے باپ کی رخصت اور اجازت شرط ہے،نہ کہ صرف باپ کا خرقہ پالینا۔قطعہ:

اے پسر،شرط صحت بیعت در طریقت اجازتِ سلف ست

اے بیٹے! بیعت صحیح ہونے کی شرط طریقت میں سلف کی اجازت ہے۔

بدغل سکۂ بنہرہ مزن کاں رہِ کاسدانِ ناخلف ست

دھوکے سے کھوٹے سکوں کو مت چلاؤ اس لیے کہ یہ ناخلف اور بگڑے ہوئے لوگوں کا راستہ ہے۔(مترجم)

نوع دیگر آنست اولیاے اسلاف کہ قطب وغوث بودند فرزندان ایشاں بے صحت اسناد وبے رخصت واجازت بمجرد نسبت فرزندی خلقی رامریدی کنند وخلق می دانند کہ ما بخانوادہ فلاں قطب وغوث پیوند درست کردیم وانابت آوردیم سربسر گمراہی ست۔شرط دوم: از شرائط پیر آنست کہ عالم وعامل باشد برجملہ

عبادات از فرائض و واجبات و سنن و نوافل و مستحبات و در اداے ایں احکام قاصر متہاون نبود، چنانچہ در ہر وضو مسواک کند و شانہ در محاسن بگرداند کہ این ہر دو سنت ست۔ و ہر پنج نماز با بانگ نماز و اقامت با جماعت ادا کند، و تعدیل ارکان نگاہ دارد و آنچہ بدین ہا ماند، واگر بر انواع عبادات عالم نہ بود عامل نتواند شد واز حد شرع بیفتد۔ پس پیری را نشاید زیرا کہ ہر کہ از مقام حقیقت بیفتد بر طریقت قرار گیرد، و ہر کہ از طریقت بیفتد بر شریعت قرار گیرد، و ہر کہ از شریعت بیفتد گم راہ گردد و مرد گم راہ پیری را نشاید۔ اما درویشے مرجع خلائق بود چنانچہ اکثر خلائق بر بیعت و انابت او رجوع دارند و او را احتیاط در جزئیات شریعت فرض لازم ست، باید کہ یک دقیقہ از دقائق شرع از و فوت نہ شود کہ وسیلہ گم راہی مرید انست تا بحجت گویند کہ پیر ما ایں چنیں کار کردہ است پس اوضال و مضل گردد۔ شرط سوم از شرائط پیری: آنست کہ پیر را اعقائد درست بود موافق مذہب سنت و جماعت و سنی بتعصب باشد کہ رسول علیہ الصلاۃ والسلام از جملہ ہفتاد و سہ گروہ یک گروہ را رستگار فرمودہ است واز ہفتاد و دو گروہ احتراز و اجتناب نمودہ وآن یک گروہ قومے باشند کہ بر کتاب و سنت واجماع صحابہ پیروی دارند۔ مرید چوں پیر را بایں ہر سہ شرائط موصوف یابد بیعت با او کند کہ جائز و مستحسن ست، واگر در پیر ازین ہر سہ شرئط یکے مفقود بود بیعت با او جائز نہ باشد واگر کسے از سبب نادانی با او بیعت کردہ باشد باید کہ ازان بیعت بگردد۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔"

دوسری صورت یہ ہے کہ گزشتہ اولیا کہ قطب اور غوث تھے ان کی اولا دسند کے بغیر اور بلا رخصت اور اجازت، محض فرزندی کی نسبت کی بنیاد پر مخلوق کو مرید کرتے ہیں اور مخلوق یہ سمجھتی ہے کہ ہم تو فلاں قطب اور غوث کی سرکار سے تعلق رکھتے ہیں، اور ہم تو ان کے نائب ہیں حالانکہ یہ سراسر گمراہی ہے۔ پیری کی دوسری شرط یہ ہے کہ: پیر عالم و عامل ہو جملہ عبادات کا، فرائض اور واجبات اور سنتوں اور نفلوں اور مستحبات کا، اور ان احکام کی پابندی میں کوتاہ اور سست نہ ہو۔ ہر وضو کے لیے مسواک کرے، داڑھی میں کنگھا کرے کہ یہ دونوں سنتیں ہیں۔ پانچوں نمازیں، اذان، اقامت اور جماعت کے ساتھ ادا کرے۔ تعدیل ارکان کا خیال رکھے اور اسی قسم کی دوسری باتیں نگاہ میں رکھے۔ اور اگر وہ ان عبادتوں کا عالم نہ ہوگا تو ان پر عمل نہ کر سکے گا تو حد شرع سے گر جائے گا، لہذا پیر نہیں بن سکتا۔ اس لیے کہ جو شخص حقیقت کے مقام سے گر جاتا ہے وہ طریقت پر آ کر رک جاتا ہے، اور جو طریقت سے گر جاتا ہے شریعت پر ٹھہر جاتا ہے، اور جو شریعت سے گرا، گمراہ ہوا، اور گمراہ شخص پیر بننے کے لائق نہیں، اور وہ درویش جس کی جانب مخلوق جھکی پڑتی ہو مثلاً: اکثر مخلوق اس کی بیعت اور ارادت پر رجوع رکھتی ہے اس پر تو شریعت کے جزئیات میں بھی احتیاط فرض اور لازم ہے، اسے چاہیے کہ شریعت کے دقائق میں سے ایک شمہ بھی فوت نہ

ہونے دے کہ یہ چیز اس کے مریدوں کی گمراہی کا ذریعہ بنے گی، ظاہر ہے کہ وہ ایسے فعل سے حجت لاتے اور کہتے ہیں کہ ہمارے پیر نے ایسا کام کیا ہے، لہذا وہ گمراہ اور گمراہ کن ہو جاتے ہیں۔ پیر کی تیسری شرط یہ ہے کہ: پیر کے عقیدے درست ہوں، مذہب اہل سنت و جماعت کے موافق، اور وہ متعصب پکا سنی ہو، اس لیے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تہتر فرقوں میں سے ایک کو ناجی فرمایا ہے، اور بہتر فرقوں سے دوری اور پرہیز کا حکم فرمایا ہے، اور وہ نجات پانے والا گروہ وہی ہے جو قرآن، حدیث اور صحابۂ کرام کے طریقوں پر کاربند ہے، تو مرید جب پیر میں یہ تینوں شرطیں پائے اس کا مرید ہو جائے کہ جائز اور مستحسن ہے، اور اگر پیر میں ان تینوں شرطوں میں سے ایک بھی کم ہو تو اس سے بیعت جائز نہیں، اور اگر کسی نے غلطی سے اس سے بیعت کر لی ہے تو اس پر ضروری ہے کہ اس بیعت کو توڑ دے۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔ (مترجم)

روزنامچہ میں لکھا ہونا شرعی ثبوت نہیں

مسئلہ: (۱۱۲)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ واصلی واسلم علی رسولہ وحبیبہ الکریم۔

زید عمرو و بکر تین حقیقی بھائی ہیں ان تینوں کے والد کثیر جائداد چھوڑ کر مرے ہیں جو بڑے بیٹے کے دخل و تصرف میں تھی۔ عمرو منجھلے بھائی کو روپیہ لینے کی ضرورت تھی چنانچہ عمرو نے اپنے بڑے بھائی سے کہا: مجھے مبلغ تین سو پچاس روپیہ کی ضرورت ہے آپ میرے والد کی جائداد میں سے دیجیے، اور بوقت تقسیم ترکہ پدری کے تین سو پچاس روپیہ وضع کر دیجیے۔ زید نے مبلغ تین سو پچاس روپیہ یہ کہہ کر دیے کہ میں تمہیں قرض دیتا ہوں تم ادا کر دینا حالانکہ وہ تین سو پچاس روپیہ جو عمرو کو دیے تھے عمرو کے والد ہی کی جائداد کے تھے اور جائداد ہنوز تقسیم بھی نہیں ہوئی تھی اس کے باوجود بھی عمرو مذکور زید کے منجھلے بھائی سے زید نے بجائے تین سو پچاس روپیہ کے پانچ سو روپیہ لے لیے اور تین سو پچاس روپیہ کی رسید زید نے انہی گواہوں کے سامنے جن کے روبرو زید نے عمرو کو تین سو پچاس روپیہ دیے تھے یہ کہہ کر پھاڑ ڈالی کہ اب میرا قرضہ عمرو کے ذمہ ایک حبہ بھی نہیں رہا، لیکن زید نے اپنے چھوٹے بھائی بکر کے نام اپنے روزنامچہ میں یہ صریح دروغ وصیت لکھ دی کہ میرے مرنے کے بعد مبلغ تین سو پچاس روپیہ جو میرے منجھلے بھائی نے مجھ سے قرض لیے ہیں وہ تم یعنی بکر ان سے یعنی عمرو سے لے کر میرے بچوں کو دے دینا۔

اول تو رقم مذکورہ عمرو نے ادا کر دی حالانکہ ادا کرنا لازم نہیں تھا، کیوں کہ عمرو کے باپ کی جائداد

میں سے روپیہ زید نے عمرو کو دیا تھا دوسرے روزنامچہ میں کسی کی گواہی نہیں ہے.......... تیسرے روزنامچہ شرعاً مصدقہ نہیں، ان امور کے علاوہ زید کو انتقال کیے ہوئے بیس سال کا عرصہ گذر گیا کبھی زید کے بڑے لڑکے یا لڑکوں نے جن کے قبضہ میں ان کے باپ کا جملہ مال ومتاع اور روزنامچہ ہے اپنے چچا عمرو سے نہیں کہا، کہ تمہارے ذمہ ہمارے باپ کا اتنا روپیہ واجب الادا ہے۔ پھر ایک مرتبہ زید کے لڑکے نے اپنی کسی ضرورت کی وجہ سے لاہور آکر اپنے منجھلے چچا عمرو مذکور سے مبلغ چار سو روپیہ قرض لیے اس وقت بھی زید کے بڑے لڑکے نے عمرو سے یہ نہیں کہا کہ: اس کے باپ کے اتنے روپیہ اس پر ہیں۔ پھر جب زید کے لڑکے نے اپنے چچا عمرو کا قرض چار سو روپیہ ادا کر دیا اس وقت بھی اس نے اپنے باپ کے اس روپیہ ونیز روزنامچہ کا تذکرہ نہیں کیا، لیکن دس پندرہ دن کے اندر زید کے بڑے لڑکے اور اس کے بھائیوں نے اپنے باپ کا روزنامچہ مجھے یعنی عمرو کو دکھلایا اور مجھ سے بکر جو زید اور عمرو کا چھوٹا بھائی ہے جس کا نام روزنامچہ میں لکھا ہے وہ اور زید کے لڑکے جھگڑا کر رہے ہیں کہ زید کا روپیہ ادا کرد، عمرو نے خدائے تعالیٰ کی قسم کھائی کہ اس پر ایک پیسہ زید کا نہیں اس قسم وحلف کے بعد بھی وہ لوگ نہیں مانتے۔ لہذا آپ سے گذارش ہے کہ کیا وہ روپیہ عمرو زید کے لڑکوں کو شرعاً دے سکتا ہے، اور کیا وہ روزنامچہ کی جھوٹی اور دغابازی کی وصیت پوری کی جاسکتی ہے؟ **بینوا بالکتاب توجروا من اللہ الوھاب۔**

از ممبئی بھنڈی بازار۔ مانکا منزل۔

مرسلہ حکیم مولوی سید فضل رحیم مولوی محسن صاحبان اجمل فاریسی

الجواب

روزنامچہ میں لکھا ہونا شرعی ثبوت نہیں جو لوگ مدعی ہیں ان پر لازم ہے کہ وہ دعوے کو شرعی طور پر رسید سے ثابت کریں اور جب وہ بینہ نہ لاسکیں تو ''باطل ست آں چہ مدعی گوید'' دعویٰ بلا دلیل قبول خرد نہیں ان کا دعویٰ محض باطل۔ شرعاً بینہ ذمے مدعی ہے اور منکر پر حلف۔

''البينة على المدعي واليمين علىٰ من أنكر.''(۱)

گواہ مدعی پر لازم ہے اور قسم انکار کرنے والے پر۔ (مترجم)

جب ان کا ہاتھ بینہ سے خالی ہے اور عمرو قسم کھا کر انکار کرتا ہے تو اس کا دعویٰ خارج ہوگا، عمرو کا انکار معتبر۔ **واللہ تعالیٰ اعلم۔**

---

(۱) [عمدة القاري شرح صحيح البخاري ، باب : إذا اختلف الراهن۔ ۱۳/۷۵

روزنامچہ میں تو مدعا علیہ کی تحریر بھی نہ ہوگی اگر مدعی خود مدعا علیہ کی سی تحریر پیش کرتا اور مدعا علیہ کو اس سے انکار ہوتا جب بھی مدعی کا دعویٰ ڈگری نہ ہوسکتا۔

خانیہ میں ہے:

"رجل ادعی علیٰ رجل مالاً فأنکر المدعی علیه فأخرج المدعي خطاً بإقرار المدعی علیه بذلك المال وقال: هذا خط المدعی علیه فأنکر المدعی علیه أن یکون خطه، فاستکتب فکتب وکان بین الخطین مشابهة ظاهرة اختلفوا فیه، قال بعضهم: یقضي القاضي علیٰ المدعی علیه بذلك المال۔ وقال بعضهم: لا یقضي وهو الصحیح."(۱)

ایک شخص نے کسی کے اوپر مال کا دعویٰ کیا، مدعیٰ علیہ نے انکار کردیا، مدعی نے ایک تحریر دکھائی ''جس میں مدعیٰ علیہ نے اس مال کا اقرار کیا تھا'' مدعی نے کہا یہ مدعیٰ علیہ کی تحریر ہے۔اس نے اپنی ''تحریر'' ہونے سے صاف انکار کردیا، اس سے لکھوایا گیا تو اس نے لکھ دیا، دونوں تحریروں کے درمیان مشابہت ظاہر تھی، علما نے اختلاف کیا ہے، بعض فرماتے ہیں: قاضی مدعیٰ علیہ کے خلاف اس مال کا فیصلہ دے دے گا، جب کہ بعض علما فرماتے ہیں: نہیں! یہی صحیح ہے۔(مترجم)

دفتر بیاع وصراف سمسار میں اسی کا اپنا خط اس پر حجت ہے، یہ نہیں کہ دفتر صراف وغیرہ میں جو کچھ مکتوب ہو جس کا مکتوب ہو وہ سب مہر کامل اس پر اور اس کے لیے حجت ہے۔

ردالمحتار میں ہے:

"ج ٤، ص: ٤٩١ "اعلم أن هذا کله فیما یکتبه علیٰ نفسه کما قیده بعض المتأخرین وهو ظاهر بخلاف ما یکتبه لنفسه فإنه لو ادعاه صریحاً لا یؤخذ خصمه به فکیف إذا کتبه، ولذا قیده في الخزانة بقوله: کتب علیٰ نفسه کما مر۔ وذکر في شرح الوهبانیة أئمة بلخ قالوا: یاد کار البیاع حجة لازمة علیه، فإن قال البیاع: وجدت بخطي أن عليّ لفلان کذا لزم، قال السرخسي: وکذا خط السمسار والصراف اه.فقوله :إن عليّ لفلان، صریح في ذلك ـ وأما قول ابن وهبان في تعلیل المسألة؛ لأنه لا یکتب إلا ماله وعلیه فمراده أن البیاع ونحوه لا یکتب في دفتره

---

(۱) [الفتاوی الهندیة:۲/۳۷۰]

شيئاًعلىٰ سبيل التجربة للخط أو اللهو واللعب بل لا يكتب إلاماله أو عليه، ولا يلزم من هذا أن يعمل بكتابته في الذي له كما لا يخفى خلافاً لمن فهم منه ذلك، ويجب تقييده أيضاً بما إذا كان دفتره محفوظاً عنده، فلو كانت كتابته فيما عليه في دفتر خصمه فالظاهر أنه لا يعمل به خلافاً لما بحثه ؛ لأن الخط مما يزور، وكذا لو كان له كاتب والدفتر عند الكاتب لاحتمال كون الكاتب كتب ذلك عليه بلا علمه فلا يكون حجة عليه إذا أنكره أو ظهر ذلك بعد موته وأنكرته الورثة اه."(١)

جاننا چاہیے کہ یہ تمام گفتگو اس صورت میں ہے جب کہ اس نے اپنے خلاف لکھا ہو جیسا کہ بعض متاخرین نے اسے اس بات سے مقید فرمایا ہے، اور یہ بات ظاہر ہے۔ برخلاف اس کے جب اپنے موافق لکھے، کہ اگر اس نے اس چیز کا صراحۃً ادعا کیا تو خصم ماخوذ نہ ہوگا، اور کیوں کر ماخوذ ہوسکتا ہے جب کہ وہ اسی نے لکھا ہے، اسی وجہ سے ''خزانہ'' میں اپنے قول ''کتب علىٰ نفسه'' (اپنے خلاف لکھے) سے مقید فرمایا، جیسا کہ گزرا۔ شرح وہبانیہ میں مذکور ہے کہ ائمہ بلخ نے فرمایا: بیاع کا روز نامچہ اس پر حجت لازمہ ہے، لہذا اگر بیاع کہے: میں نے اپنے خط میں یہ بات پائی کہ مجھ پر فلاں کے اتنے ہیں تو وہ لازم ہوں گے، امام سرخسی نے فرمایا: یہی حکم سمسار وصراف کے خط میں ہوگا۔ اھ تو اس کا ''إن علىّ لفلان'' (مجھ پر فلاں کے اتنے ہیں) کہنا اس بارے میں صریح ہوگا۔ لیکن ابن وہبان کا مسئلہ کی تعلیل میں ''لأنه لا يكتب إلا ماله وعليه'' (کیوں کہ وہ صرف وہی لکھے گا جو اس کا کسی پر یا اور کسی کا اس پر کچھ آتا ہو) کہنا، اس کا مطلب یہ ہے کہ بیاع وغیرہ اپنے دفتر میں خط کی مشق یا لہو ولعب کے طور پر کچھ نہیں لکھتا بلکہ وہی لکھتا ہے جو اس کا کسی پر یا اور کسی کا اس پر کچھ آتا ہوتا ہے، اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ اپنے موافق صورت میں اپنی کتابت کو بنیاد بنا کر عمل کرے۔ جیسا کہ واضح ہے، ان کے برخلاف جنھوں نے اس سے وہ بات سمجھی، اور اس کو اس بات سے بھی مقید کرنا ضروری ہے کہ وہ مذکورہ حکم اس وقت ہے جب کہ اس کا دفتر اس کے پاس محفوظ ہو۔ تو اگر اس کی کتابت اپنے خلاف کی صورت میں دفتر خصم میں ہو تو ظاہر ہے کہ وہ معمول بہ نہیں، ان کے برخلاف جنھوں نے بحث کی، کیوں کہ خط ایسی چیز ہے جسے پر فریب بنایا جاسکتا ہے، یوں ہی اگر اس کے موافق کوئی لکھنے والا ہو اور دفتر کاتب ہی کے پاس ہو، کیوں کہ احتمال ہے کہ کاتب نے وہ چیز اس کے اوپر بلا اس کے علم کے لکھ دی تو وہ اس پر حجت نہیں ہوسکتا، جب کہ وہ اس کا

(١) [ردالمحتار: ٥/٤٣٧]

انکار کرے۔ یا یہ بات اس کی موت کے بعد ظاہر ہو، اور ورثا انکار کر دیں۔ (مترجم)

اسی میں ص: ۶۳۰ کتاب الاقرار میں ہے:

"ذكر القاضي ادعى على آخر مالاً وأخرج خطاً وقال: إنه خط المدعى عليه بهذا المال فأنكر كونه خطه فاستكتب وكان بين الخطين مشابهة ظاهرة تدل على أنهما خط كاتب واحد لا يحكم عليه بالمال في الصحيح؛ لأنه لا يزيد علىٰ أن يقول هذا خطي وأنا حررته، لكن ليس عليّ هذا المال وثمة لا يجب كذا هنا إلا في دفتر السمسار والبياع والصراف اه. وقال السائحاني وفي المقدسي عن الظهيرية لو قال: وجدت في كتابي أن له على ألفاً أو وجدت في ذكري أو في حسابي أو بخطي أو قال: كتبت بيدي أن له عليّ كذا كله باطل، وجماعة من أئمة بلخ قالوا في دفتر البياع: إن ما وجد فيه بخط البياع فهو لازم عليه؛ لأنه لا يكتب إلا ما على الناس له وما للناس عليه صيانة عن النسيان، والبناء علىٰ العادة الظاهرة واجب اه. فقد استفدنا من هذا أن قول أئمتنا لا يعمل بالخط يجري علىٰ عمومه واستثناء دفتر السمسار البياع لا يظهر بل الأولىٰ أن يعزى إلىٰ جماعة من ائمة بلخ وأن يقيد بكونه فيما عليه."(۱)

امام قاضی نے فرمایا: کسی نے کسی پر مال کا دعویٰ کیا، اور ایک خط پیش کر دیا اور کہا کہ یہ مدعیٰ علیہ کا خط ہے جس میں اتنے مال کا اقرار ہے، مدعیٰ علیہ نے اپنا خط ہونے سے انکار کر دیا، اس سے لکھوایا گیا اور دونوں خطوں کے درمیان مشابہت بالکل ظاہر تھی جو اس بات پر دلالت کر رہی تھی کہ یہ دونوں خط ایک ہی کاتب کے ہیں پھر بھی صحیح مذہب پر اس کے خلاف مال کا فیصلہ نہ دیا جائے گا، کیوں کہ یہ زیادہ سے زیادہ اس بات کو بتا رہا ہے کہ وہ کہے: یہ میرا خط ہے، میں نے اسے لکھا ہے لیکن یہ اس "مال" پر دلیل نہیں ہوسکتا، ہاں دفتر سمسار و بیاع و صراف میں اسی کا اپنا خط اس پر حجت ہے۔ اھ۔ سائحانی نے کہا ہے، مقدسی میں ظہیریہ سے منقول ہے: اگر کہے میں نے اپنے رجسٹر میں دیکھا کہ اس کے مجھ پر ہزار ہیں یا میں نے اپنے روزنامچہ یا دفتر یا اپنے خط میں دیکھا یا کہا میں نے اپنے ہاتھ سے لکھا کہ اس کے مجھ پر اتنے ہیں، تو یہ تمام صورتیں باطل ہیں۔ ائمہ بلخ کی ایک جماعت نے دفتر بیاع کے بارے میں فرمایا: جو کچھ اس دفتر میں بخط بیاع پایا جائے تو وہ اس پر لازم ہوگا کیوں کہ وہ اس دفتر میں صرف وہی لکھے گا جو اس کا لوگوں پر یا

---

(۱) [ردالمحتار: ۳۲۱/۸]

لوگوں کا اس پر آتا ہوگا، بھول چوک سے حفاظت کے لیے، اور جو عرف و عادت لوگوں کی ظاہر ہے اسی پر بنا کرنا واجب ہے۔ اھ۔ مذکورہ تقریر سے یہ بات معلوم ہوئی کہ ہمارے ائمہ کا قول "لا یعمل بالخط" (خط کو بنیاد بنا کر عمل نہیں کیا جائے گا) اپنے عموم پر جاری ہوگا، اور دفتر سمسار و بیاع کا استثنا ظاہر نہ ہوگا، بلکہ بہتر ہے، اسے ائمہ بلخ کی ایک جماعت کی طرف منسوب کرنا اور اس بات سے مقید کرنا کہ اس کا خط اس صورت میں حجت ہوگا جب کہ اس کے خلاف ہو۔ (مترجم)

عبارت شامی سے یہ بھی روشن کہ اگر روزنامچہ میں مدعا علیہ کی سی تحریر وصول بھی ہوتی تو بھی وہ معمول بہ نہ ہوتی جب کہ وہ روزنامچہ اس کے فریق کا ہے کہ خط خط کے مشابہ ہوتا ہے، بنالیا جاتا ہے، اور میں کہتا ہوں کہ اگر مدعا علیہ کو وہ تحریر تسلیم بھی ہوتی جب بھی کہ وہ اس قرض کو تسلیم نہیں کرتا ہے، معمول بہ نہ ہوسکتی کہ روزنامچہ کی تحریر اتنا ہی تو بتاتی ہے کہ: مدعا علیہ نے یہ قرض لیا تھا، اس کے ذمہ اس کا باقی ہونا یہ روزنامچہ کی اس تحریر مدعا علیہ سے نہیں ثابت ہوتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حرام میں شفا نہیں، مگر طبیب حاذق غیر فاسق اسی کو آخری دوا بتائے تو استعمال میں حرج نہیں

(۱۱۳) **مسئلہ:**

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

میری ایک عزیزہ مرض تپ دق میں مبتلا ہیں۔ ڈاکٹر صاحبان کی رائے شیر مادۂ خر مفید بتاتے ہیں، مگر مریضہ اس چیز کے استعمال کرنے کو منع کرتی ہیں، کیوں کہ وہ حرام خیال کرتی ہیں، ایسی حالت میں آیا اس کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

مولیٰ عزوجل انہیں صحت تامہ عطا کرے۔ بہت اچھی نیک خیال بی بی ہیں۔ مادۂ خر کا دودھ جائز نہیں، حرام میں شفا نہیں۔ ہاں اگر طبیب حاذق مسلم غیر فاسق کہے کہ اس مرض کی اب یہی دوا ہے، یہی پچھلا علاج ہے تو اس وقت اس کے حق میں وہ حرام نہ ہوگا، یعنی بقدر ضرورت اور اس وقت اس سے شفا کی امید بھی ہوگی۔

فتاویٰ خلاصہ میں ہے:

"التداوي بلبن الأتان إذا أشاروا إليه لا بأس۔ قال الصدر الشهيد في

الفتاویٰ: وفيه نظر، وكذا يكره المعالجة في الجراحة بعظم الخنزير."(۱)

مادۂ خر کے دودھ سے علاج کرنے میں کوئی حرج نہیں جب اطبا مشورہ دیں۔صدر شہید نے فتاویٰ میں فرمایا:اس میں نظر ہے،اور یوں ہی آپریشن (زخم) میں خنزیر کی ہڈی سے علاج کرنا مکروہ ہے۔(مترجم)

درمختار میں ہے:

"اختلف في التداوي بالمحرم، فظاهر المذهب المنع كما في رضاع البحر، لكن نقل المصنف ثمة وهنا عن الحاوي، قيل: يرخص إذا علم فيه الشفاء ولم يعلم دواء آخر كما رخص الخمر للعطشان وعليه الفتوىٰ."(۲)

تداوی بالحرام میں علما کا اختلاف ہے،ظاہر مذہب میں ممنوع ہے جیسا کہ بحر کی کتاب الرضاع میں ہے،لیکن مصنف نے حاوی سے نقل فرمایا ہے: کہا گیا ہے: تداوی بالحرام میں رخصت ہے جب کہ شفا کا یقین ہو اور اس کے علاوہ کسی اور حلال دوا کا علم نہ ہو۔جس طرح پیاسے کو شربِ خمر کی رخصت ہے،اسی پر فتویٰ ہے۔(مترجم)

بحال اضطرار مضطر کے حق میں قدر ضرورت حکم حرمت مرتفع ہوجاتا ہے۔خود حدیث میں" دوائے خبیث سے نہی وارد۔تداوی بالحرام سے ممانعت فرمائی۔ان کے ساتھ حدیث عرینین" جس میں بول شتر کے دوائ استعمال کا حکم موجود" بھی نظر میں ہے۔بات وہی ہے کہ احکام حالت اضرار احکام حالت اختیار سے جدا ہیں۔

علامہ بدرالدین محمود عینی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں:

"أجابوا عنه بأن ما في حديث العرنيين بأنه قد كان للضرورة فليس فيه دليل علىٰ أنه يباح في غير حال الضرورة الخ."(۳)

علمانے حدیث عرنیین کا یہ جواب دیا ہے کہ وہ (بول کا پلانا) ضرورت کے پیش نظر تھا،لہذا اس میں دلیل نہیں کہ بلاضرورت مباح وحلال ہو۔(مترجم)

---

(۱) [خلاصة الفتاوى:۲/۵۳٤]

(۲) [الدرالمختار، كتاب الطهارة،مطلب في التداوي بالمحرم:۱/۳۲۵]

(۳) [عمدة القاري، كتاب الوضوء،باب الأبوال الإبل والدواب والغنم ومرابضها:۲/٦٤۹]

مضطر کا استثنا خود قرآن عظیم کے ارشاد کریم سے معلوم کہ فرمایا:

﴿اِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ اِلَیْهِ﴾ (۱)

مگر جب تمھیں اس سے مجبوری ہو۔

اور فرمایا:

﴿فَمَنِ اضْطُرَّ غَیْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَاۤ اِثْمَ عَلَیْهِ﴾ (۲)

تو جو ناچار ہو نہ یوں کہ خواہش سے کھائے، نہ یوں کہ ضرورت سے آگے بڑھے، تو اس پر گناہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔

حدائق بخشش حصہ سوم کے اشعار ام المومنین حضرت صدیقہ کے لیے نہیں

(۱۱۴) **مسئلہ:**

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

بخدمت اقدس مرجع العلما امام الفقہا سیدنا المفتی الاعظم سندنا المولی الاکرم دامت برکاتہم القدسیہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مولانا محبوب علی خاں صاحب حفظہم ربھم کے توبہ نامے پر جو استفتا بریلی شریف حاضر خدمت کیا گیا تھا اس پر مسلمانان اہل سنت کے مرکزی دار الافتا عالیہ سے جو فتوائے مبارکہ صادر ہوا وہ بہت ہی مدلل ومفصل ومکمل ہے، اس میں ان تینوں اشعار معترض علیہا کے متعلق تین احتمالوں پر جو حکم شرعی صادر فرمایا ہے وہ بالکل حق وصحیح ہے۔ لیکن ادب ونیاز کے ساتھ عرض یہ ہے کہ وہ تینوں احتمال واقع نہیں بلکہ واقع ان تینوں احتمالوں کے سوا چوتھا احتمال ہے کہ مولانا صاحب موصوف نے ان اشعار کو ام زرع اور اس کی سہیلیوں کے متعلق حضور اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کلام سمجھا۔ ''تنگ وچست ان کا لباس'' کو حدیث کے لفظ ''ملء کساء ھا.'' کا مفہوم سمجھا اور جیسا کہ قرآن عظیم میں سیدنا نوح نجی اللہ علیہ الصلاۃ والسلام کا فرمان مذکور ہے: ﴿اِنَّا نَسْخَرُ مِنْكُمْ كَمَا تَسْخَرُوْنَ﴾ (۳)

---

(۱) [سورۃ الأنعام:۱۱۹]

(۲) [سورۃ البقرۃ:۱۷۳]

(۳) [سورۃ ھود:۳۸]

اور مثنوی شریف میں بھی فسق پر استہزا کئی جگہ موجود ہے، مثلاً:ع ’’گہ شہیدے دیدۂ از......خر۔اور جان من...... رادیدی وکدورانہ دیدی‘‘ (ملفوظات مبارکہ، اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حصہ اول ص:۳۸۔۳۹)اور خالص الاعتقاد شریف کے حواشی میں بھی ارتدادِ دیوبندیت پر استہزا جابجا موجود ہے۔وقعات السنان شریف وادخال السنان شریف میں بھی جابجا کفریات تھانویہ پر استہزا موجود ہے۔ان تینوں اشعار کو بھی کافرعورتوں پر استہزا تصور کرتے ہوئے حضور اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان تقدس کے خلاف نہ سمجھا اور پریس میں کتابت وطباعت کے لیے دیئے جانے والے مسودے میں ساتوں اشعار کو مدحت سیدتنا ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اشعار سے قطعاً علاحدہ لکھا۔لیکن کاتب کی حماقت یا خیانت کہ ان ساتوں شعروں کو حضرت سیدتنا صدیقۂ کبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی مدحت کے اشعار کے درمیان دو جگہ درج کردیا۔مولانا موصوف کو جب اس غلطی پر اطلاع ہوئی......تو پریشانیوں کی بنا پر نیز یہ سمجھ کر کہ کنکروں پتھروں کو اگر کوئی شخص جواہرات میں خلط کردے تو کنکر پتھر خود ہی بتادیں گے کہ ہم جواہرات نہیں، مسلمانوں کو ان تینوں اشعار کا مضمون خود ہی بتادے گا کہ ہم کو بارگاہ حضرت ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہرگز کچھ تعلق نہیں پھر بھی اگر بفرض غلط کسی کو کچھ شبہہ بھی ہوگا تو حضرات علمائے اہل سنت اس کو سمجھادیں گے کہ یہ اشعار ہرگز ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شان میں نہیں بلکہ انہیں کافرہ عروسان حجاز کے متعلق ہیں۔ان اشعار کی صحیح ترتیب شائع کرنے میں جو تساہل وتغافل برتا تھا اس سے کھلم کھلا علی الاعلان صاف لفظوں میں توبہ شائع فرمادی۔

(رسالہ سنی ذی الحجہ ۱۳۷۴ھ ص:۱۷۔۱۸)

استفتا یہ ہے کہ......

مولانا موصوف نے اپنے تساہل وتغافل کو اپنا گناہ مانتے ہوئے اس سے کھلم کھلا کئی بار زبانی وتحریری توبہ شائع فرمادی اور صحیح ترتیب کے ساتھ ورق چھپوا کر بار بار اعلان شائع فرمادیا کہ جس کے پاس کتاب مذکور ہو چکا ہے وہ کتاب میرے پاس بھیج کر مجھ سے قیمت واپس لے لے ورنہ اس کے ص:۳۷۔۳۸/ والا ورق نکال کر میرے پاس بھیج کر یہ صحیح ترتیب کے ساتھ چھپا ہوا ورق مجھ سے طلب کرکے کتاب میں لگالے،جس میں سے ان ساتوں اشعار کو قطعاً نکال دیا ہے۔صورت مستفسرہ میں مولانا موصوف کو اپنا امام وخطیب ماننا ان کی اقتدا میں نماز ادا کرنا جائز ہے یا نہیں اور ان پر سب وشتم وطعن وتشنیع سے پرہیز کرنا شرعاً ضروری ہے یا نہیں؟

از مصلیان جامع مسجد مدن پورہ بمبئی ۸، ۱۷/صفر ۱۳۷۵ھ مطابق ۴/اکتوبر ۱۹۵۵ء

الجواب

صورت مستفسرہ میں جب کہ واقعہ یہ ہے کہ مولانا سلمہ ربہ وحفظہ وانجاہ نے ان اشعار کوام زرع اوراس کی سہیلیوں کے لیے سمجھا اوراسی لیے ان کو مدحت حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے علاحدہ لکھا تو ان پر الزام اہانت اصلاً نہیں ہوسکتا۔ وہ اس سے قطعاً بری۔ قصدی توہین سے تو وہ بری ہیں ہی۔ ایسے فعل سے بھی بری ہیں جو موجب اہانت ہو اگرچہ قصد اہانت نہیں قصد مدحت ہی کا ہو۔ مولانا کا مسلمانوں کے ساتھ یہ حسن ظن تو بجا تھا مگر عوام کا لحاظ پھر بھی ضرور تھا کہ وہ خود تو ان اشعار کو یہ نہ سمجھیں گے کہ وہ متعلق ام المؤمنین ہیں، مگر عوام بہکانے سے بہک سکتے ہیں۔ الٹی پٹی پڑھانے والے بہکانے والے کچھ کا کچھ بتانے والے بہت ہیں، خصوصاً وہابیہ ملاعنہ۔ مولانا سلمہ کو ان کی دہن دوزی کے لیے جیسے ہی انہیں اطلاع ملی تھی ویسے ہی فوراً بے تاخیر صحت نامہ چھاپ دینا چاہیے تھا۔ مولانا سلمہ نے جو مسلمانوں کے ساتھ حسن ظن فرمایا وہ صحیح، اسی لیے برسہابرس گذرے حدائق بخشش حصہ سوم کو چھپے ہوے کسی مسلمان نے اب سے پہلے کبھی تحریراً تقریراً نہ جلوت میں نہ خلوت میں کچھ لکھ کر نہ زبانی کہا۔ حتی کہ اتنا بھی نہ کہا کہ یہ اشعار بے موقع درج ہوگئے ہیں، لہٰذا صحت نامہ چھاپ دیجیے۔ یہاں تک کہ مولانا سلمہ کے جو سنی مخالفین معاندین ہیں جن سے آج اس بارے میں (بے قصد موافقت ومعاونت وہابیہ) ہم نوائی واعانت وہابیہ ملاعنہ تحریراً تقریراً صادر ہورہی ہے، انہوں نے بھی اس حال سے پہلے کچھ نہ کہا صحت نامہ چھاپ دینے کا بھی مطالبہ نہ کیا۔

مجھے جہاں تک معلوم ہوا ہے کہ غالباً کاظم علی دیوبندی نے کانپور میں اپنی تقریر میں اسے ذکر کر کے فتنہ اٹھانا چاہا۔ پھر جگہ جگہ وہ اس سے سن کر اور وہابی اسے دہراتا رہا، جب بھی لوگوں کو اس کا خیال نہ ہوا۔ یہی سمجھا کئے کہ وہابیہ جیسے اور افتراءات دن رات کرتے پھرتے ہیں ویسے ہی یہ ہے۔ کاش اس وقت ہی مولانا خود صحت نامہ چھاپ دیتے یا انہیں وہابیہ کی افترابازی فتنہ پردازی کی اطلاع نہ ہوئی تھی تو کوئی سنی صاحب اس وقت مطالبۂ تصحیح فرماتے خصوصاً مولانا کے مخالف لوگ۔ مولانا سلمہ نے چھاپے میں تساہل کیا تغافل برتا تو وہ صاحبان جنہیں اس پر اطلاع ہوئی انہوں نے بھی مطالبے میں تساہل تغافل کیا، نہ کسی انکے خاص عنایت فرما، الٰہ آبادی کو امسال سے پہلے یہ توفیق ہوئی نہ ان کے خاص الخاص مارہروی بزرگ یا بزرگ زادے نے اب سے پہلے کچھ فرمایا۔ (نہ اب سے پہلے ان بزرگ اور بزرگ زادے نے حدائق بخشش حصہ سوئم کے اس مسودے کے اپنے یہاں ہونے سے انکار فرمایا جس کا مارہرہ شریف سے ملنا مولانا محبوب علی صاحب نے ظاہر فرمایا، جسے برسیں گزریں۔) مولانا سلمہ ربہ وحفظہ عن شرور اعداءہ کو محض

اس لیے کہ وہ برادر ہیں شیر بیشۂ اہل سنت مولانا حشمت علی صاحب سلمہ کے، مطالبے میں معتوب ہوئے کئی سال گذر گئے، ان پر عتاب کی اور وجہ تو کوئی خیال میں آتی نہیں اگر اس کا انکار (عـہ) فرض یا واجب تھا تو جب ہی فرمایا جاتا۔ یا پہلے فرض نہ تھا، پہلے اس سے دینی دنیاوی اپنے اور اپنے خاندان کے لیے ضرر پیش نظر نہ ہوے تھے، اب کسی مصلحت کے پیش نظر اس سے انکار فرض یا واجب ہو گیا۔ اگر چہ اس سے دین و مذہب کو کیسا ہی ضرر ہو، کتنا ہی صدمہ پہنچے، وہابی اور ہر مخالف بغلیں بجاے، مولانا سلمہ کے جھوٹ اور محض بے فائدہ جھوٹ کی دستاویز اس کے ہاتھ آجاے، کچھ ہو مگر اپنے معتوب کو نقصان پہنچ جاے وہ بے اعتبار ہو جاے۔ سنی عالم دین رسواے عام ہو جاے، اس کی پرواہ نہیں، یوں ساری سنی قوم بدنام ہو کہ اس کے علما کا یہ حال ہے، اس کا لحاظ نہیں فرمایا گیا۔

مولوی محبوب علی صاحب نے جب یہ حصہ چھاپا ہے ضرور حاضر خدمت کیا ہوگا کہ جب وہ معتوب نہ تھے محبوب تھے، اور ان کے برادران سے زیادہ۔ اگر اس زمانۂ اظہار محبت و کرم وعنایت وودادا ز جانب بزرگ و اظہار غلامی وانقیاد از جانب مولانا سلمہ میں صحت نامہ چھاپنے کا حکم فرمایا جاتا تو مولانا سلمہ ضرور فوری تعمیل فرماتے۔ اگر اس زمانے میں یہ اشعار اس طرح غلط جگہ ان بزرگ اور بزرگ زادے کو نظر آے اور جب سے اب تک انہوں نے مطالبہ صحت نہ کیا، تنبیہ نہ فرمائی تو کیوں؟ کیا ان حضرات نے انہیں مدح حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جانا اور اسے صحیح سمجھا۔ یا یہ سمجھا کہ یہ ہیں تو متعلق ام زرع وغیرہا، یہاں غلط درج ہو گئے۔ فافھموا وتدبروا۔ اور ہم نے جو کہا کہ عوام کا لحاظ ضرور تھا اس کی صحت خود ظاہر، بہکانے والوں کے بہکانے میں کیسے آ گئے، انقلابیوں کے پروپیگنڈے کے کون کون شکار ہوے؟ یہ سچ ہے کہ اگر محض انقلابی وہابی چیختے رہتے، اپنے گلے پھاڑ ڈالتے تو بھی فتنہ اتنا نہ پھیلتا، شدنی وہ جو بے ہوے نہ رہے، یہ غفلت یا سہل انگاری ہونا تھی ہو کر رہی۔

ہوسکتا ہے کہ وہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے متعلق ام زرع وغیرہا عروسان حجاز ہوں کہ وہ ابتدائی کلام ہے۔ بعض باتیں کسی موقع پر خلاف تقدس سمجھی جاتی ہیں اور وہی بعض موقع پر کچھ منافی تقدس نظر نہیں آتیں۔ سوال میں حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مثنوی کے بعض الفاظ مذکور ہوے انہیں مثنوی میں سینکڑوں برس سے دیکھنے والوں میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہ سنا گیا کہ حضرت مولانا رومی قدس سرہ کے تقدس پر کوئی حرف رکھتا۔ افضل الصحابہ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (غزوۂ حدیبیہ میں عروہ بن مسعود ثقفی سے جب کہ وہ حالت کفر میں کفار قریش کے سفیر بن کر آے تھے) فرمایا تھا: ''أمصص بظر اللات '' پھر زبان زبان کا بھی فرق ہوتا ہے۔ عربی میں وہی بات اتنی معیوب نہیں

ہوتی اردو میں اس کا ترجمہ جتنا مکروہ ومعیوب ہوتا ہے۔یوں ہی عربی فارسی اردو کو سمجھیے۔ایسے ہی ''امصص بظر اللات'' کا ٹھیٹ اردو ترجمہ نہ آپ کر سکیں گے،نہ مہذب دنیا اسے سننا گوارا کرے گی۔

حدیث کے لفظ ''ملء کساء ھا کنایۃ عن امتلاء جسمھا وسمنھا'' اس صورت میں حدیث کے اس لفظ کو دیکھنے کے بعد اگر اس شعر کو متعلق ضرّہٴ دختر ام زرع اعلیٰ حضرت کا شعر سمجھا تو مولانا سلمہ پر کوئی حرف نہیں آتا۔اس صورت میں ان پر کوئی اور الزام تو نہیں۔بس یہی کہ انہوں نے تساہل کیا تغافل برتا جو نہیں ہونا چاہیے تھا۔جب انہوں نے اس سے کھلم کھلا توبہ بھی کرلی تو اب ان پر یہ الزام بھی نہ رہا۔سب وشتم ولعن وطعن کا حرام ہونا خود ظاہر۔سب وشتم ولعن تو کسی صورت میں بھی جائز نہ تھا۔طعن کا بھی کوئی موقع نہ رہا۔ان کی اس توبہ کا قبول واجب ہے۔جو لوگ ان کی توبہ کے بعد بھی ان پر طعن کرتے ہیں وہ حد سے بڑھتے ہیں۔حق اللہ اور حق العبد میں گرفتار ہوتے ہیں۔وہ ظالم جفا کار جائر ستم گار ہیں۔قہر قہار وغضب منتقم جبار سے ڈریں۔وہ لوگ جو اپنی ضد پر اڑے ہوئے ہیں طرح طرح گنہ گار حرام کار ہیں۔

وہ ارشاد الٰہی: ﴿إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ وَأَصْلَحُوا﴾ سے۔(۱)

مگر جنھوں نے اس کے بعد توبہ کی اور آپا سنبھالا۔(مترجم)

وہ فرمان رسالت پناہی: ((التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ.)) (۲)

گناہ سے صدق دل سے توبہ کرنے والا بے گناہ کی طرح ہے۔(مترجم)

،نیز ارشاد نبوی: ''ھلا شققت قلبہ.'' سے غافل یا متساہل ہیں۔والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ کیا تو نے اس کا دل چیر کر دیکھا تھا۔(مترجم)

وہ بدگمانی کے جرم عظیم میں مبتلا ہیں جو ان کی بار بار کی توبہ کو توبہ کہہ کر یہ سمجھ کر رد کرتے کراتے ہیں کہ انہوں نے یقیناً توہین کی اور یہ توبہ محض نمائشی ہے۔عزل امامت کے خوف سے ہے۔

تفسیرات احمدیہ میں حضرت علامہ عارف باللہ سیدی ملا احمد جیون قدس سرہ زیر آیہ کریمہ:

﴿لَا تَقُولُوا لِمَنْ أَلْقَىٰ إِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا﴾ (۳)

---

(۱) [سورۃ آل عمران:۸۹]

(۲) [کنز العمال، کتاب التوبۃ قسم الافعال: ۴/۱۱۱۔حدیث: ۱۰۴۲۴]

(۳) [سورۃ النساء: ۹۴]

جو تمھیں سلام کرے اس سے یہ نہ کہو کہ تو مسلمان نہیں۔(مترجم)

فرماتے ہیں:"قال الإمام الزهد:(إلى)قال أسامة : إنه أسلم متعوذاً من سيفي فقال عليه وعلىٰ آله الصلاة والسلام: هلا شققت عن قلبه، فقال: يا رسول الله ! لو شققت قلبه هل وجدت إلا دماً غليظاً، فقال عليه وعلىٰ آله الصلاة والسلام: عبر بلسانه عما قلبه."(۱)

امام زاہد کہتے ہیں:(إلىٰ)اسامہ نے کہا:اس نے میری تلوار کے ڈر سے کلمہ پڑھا تھا،اس پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تو نے اس کا دل چیر کر دیکھا تھا؟عرض کرنے لگے: یا رسول اللہ!اگر میں اس کا دل چیرتا تو مجھے وہاں صرف گاڑھا خون نظر آتا،نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:اس نے جو زبان سے کہا تھا وہ اس نے اپنے دل کی بات کی تعبیر کے طور پر کہا تھا۔(مترجم)

یہ لوگ ان صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے متعلق بھی یہی اوہام پکاتے جن پر توبہ فرض ہوئی انہوں نے توبہ کی،یا صحابہ ہی کے ساتھ حسن ظن لازم ہے؟۔انہی کے ساتھ بدگمانی حرام ہے؟۔اور مسلمانوں کے ساتھ بدگمانی حلال ہے؟۔والعیاذ باللہ تعالیٰ۔کسی مسلم کی طرف کسی گناہ کی نسبت بے ثبوت صحیح شرعی نہیں کی جاسکتی۔دل کا حال یہ کیسے جانتے ہیں کہ انہوں نے یہ بناوٹی توبہ امامت کے لیے کی ہے،حقیقی توبہ نہیں کی،اخلاص نہیں یہ تو لوگوں پر توبہ کا دروازہ بند کرنا ہے،پھر کوئی مسلمان ہونے آئے تو یہ اسے دھکا دے دیں گے کہ یہ تو فلاں غرض سے اسلام لانا ظاہر کرنا چاہتا ہے۔یہ مسلمان نہیں کیا جاسکتا۔ولا حول ولا قوة إلا بالله العلی العظیم۔ فقیر مصطفیٰ رضا قادری غفرالله،شب جمعہ،بستم صفر ۱۳۷۵ھ

نوٹ:۔یہ فتویٰ کتاب فیصلہ مقدسہ شرعیہ قرآنیہ سے اضافہ کیا گیا ہے۔ محمد ابرار احمد امجدی

بعض غلط الفاظ کا حکم

مسئلہ: (۱۱۵)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

(۱)زید کہتا ہے کہ اعلیٰ حضرت اپنی کتابوں میں مطابق قرآن وحدیث لکھ گئے ہیں،اس کو قدرت بھی کم وبیش نہیں کرسکتی ہے۔

(۱) [التفسيرات الأحمديه:۲۰۰]

(۲) قوم پٹھان کا کوئی سلسلہ وثبوت نہیں، بکر کہتا ہے کہ میں نے مولوی اختر رضا خاں صاحب سے معلوم کیا وہ بھی جواب نہ دے سکے، بکر نے کچھ اس پر دوس کیا کہ پٹھان کی قوم حرام ہے۔

(۳) بکر محفل میلاد میں گرونانک کی تعریف کررہا تھا، زید نے منع کیا کہ یہ قوم ناپاک ہے، ایسے موقع اور محل پر یہ قابل تعریف نہیں ہیں، بکر نے جواب دیا کہ اسلام کی معتبر کتابوں سے اس کی تعریف آئی ہے۔

(۴) فتوی کا جواب سوال نمبر ۳ زید پر کفر لازم آیا ہے، آج ایک سال کے بعد فتوی پیش کیا جاتا ہے، زید کا کہنا ہے کہ ایک سال تک میری بات کو کیوں پوشیدہ رکھا، ایک سال تک مجھ سے اور میرے ساتھیوں سے یہ تاخیر فالی ہوئی، اس کا کون ذمہ دار ہے، مجھے فوراً یہ فتوی کیوں نہیں دکھایا تاکہ میں توبہ کرلیتا۔

(۵) زید نے ایک سال پہلے دکھایا تھا کہ اعلیٰ حضرت جو قرآن وحدیث کے مطابق اپنی کتابوں میں لکھ گئے ہیں اس کو قدرت بھی نہیں مٹا سکتی ہے۔

اس پر کفر کا فتویٰ آیا جو شامل ہے، اس کا دوبارہ صحیح مناسب جواب دیجیے گا۔

شمس الدین خاں موضع مسارانی ڈرکی بریلی شریف

الجواب

(۱) زید اپنے اس بے ہودہ انداز سے توبہ ورجوع کرے، قرآن وحدیث کے حکم کے مطابق جو حکم شرع اس کلمہ سے اللہ تعالیٰ پاک ہے کہ اس مطابق کو غیر مطابق کردے مگر اس کا انداز بیان بے ہودہ ہے اور اس کی ضرورت بھی پیش آسکتی ہے کسی ذی عقل کے نزدیک، اس نے محض بے ضرورت بات کی اور ایسی بے ہودگی سے اس سے پہلے جو سوال مولوی جہانگیر صاحب سے کیا تھا جس پر انہوں نے توبہ وتجدید نکاح وغیرہ کا حکم دیا تھا اس کلام کو بنایا تھا وہ صحیح پر اس سوال میں یہ نہیں تھا کہ مطابق قرآن وحدیث لکھ گئے ہیں۔

(۲) بکر پر توبہ لازم ہے، اسے تاریخی ثبوت نہ ملا تو اس نے قوم کی قوم کو حرامی ٹھہرایا، وہ گنہگار ہے۔ حق اللہ اور قوم پٹھان کے حق میں گرفتار ہے تاریخ دیکھے تو اسے معلوم ہو جائے گا اختر رضا خاں کے پاس یا کوئی شخص جسے کوئی مولوی نہ بتا سکے یہ اس کے نزدیک حرامی ہونے کا ثبوت ہے، ایسا شخص جس کے پاس اس کا شجرہ اس کے نسب کا نہیں اور باپ دادا سے آگے کا نام یاد نہیں اس سے کوئی پوچھے کہ تمہارے پردادا کا کیا نام ہے اور وہ نہ بتا سکے تو اس کے پردادا کے باپ کو ملزم اس کے سارے باپ داداؤں کو کہدے، یہ ایک ایسا ہی ہے جیسے جرس نے سارے پٹھان کو کہدیا۔ والعیاذ باللہ

(۳) اس نے کیا تعریف کی تھی اس کا ذکر نہیں کیا، بکر نے کس بات پر منع کیا تھا، نانک کی بات پر

ساری قوم کو ناپاک بتانے کا کیا مطلب، غیر مسلم شخص یا قوم کی تعریف سے محفل میلاد سے کیا تعلق۔ اور ہو تو کچھ لکھا جائے۔ علی الاعلان ایسی قوم کو ناپاک کہنے سے احتراز چاہیے جس سے فتنہ پیدا ہونے کا اندیشہ ہو۔

(۴) زید صحیح کہتا ہے اگر اس کے ذمہ توبہ تجدید ایمان تجدید نکاح لازم ہے نہیں تو وہ گنہگار ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم فقیر مصطفیٰ رضا قادری غفرلہ

بعض غلط الفاظ کا حکم

(۱۱۶) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

زید جب بھی کسی مولانا سے گفتگو کرتا ہے، تو بات بات پر یہ الفاظ استعمال کرتا ہے کہ ملا کی ماری حلال ہے، لہذا یہ الفاظ زید کو استعمال کرنا جائز ہیں یا نہیں، اور ایسے الفاظ کہنے والے کو از روئے شرع کیا کہنا چاہیے؟۔

سائل عبدالرؤف مورخہ ۱۱ر رمضان المبارک ۱۳۸۸ھ

الجواب

یہ جملہ بہت سخت ہے، اس کا کہنا سخت حرام ہے، اور قائل توبہ وتجدید ایمان کرے، اور بیوی رکھتا ہو تو تجدید نکاح بھی کرے۔ واللہ الهادی وهو تعالیٰ اعلم۔ قاضی عبدالرحیم بستوی

''ملا کی ماری حلال'' یہ مقولہ یا تو کسی کافر کا تھا جو مسلمانوں کے زبان زد ہو گیا، اس نے مولویوں پر طعنہ کے لیے کہا ہوگا، یہ ذبح کرتے ہیں تو حلال بتلاتے ہیں۔ اور جسے خدا موت دیتا ہے اسے حرام بتاتے ہیں، ان کے نزدیک خدا کی ماری حرام اور اپنی ماری حلال۔ یا یہ کسی جاہل مسلمان نے کسی مولوی کے مقابل بکا ہوگا، جاہل نے ذبح کی ہوگی، ذبح صحیح نہ ہوا ہوگا، مولوی نے اسے حرام بتایا ہوگا، اور مولوی نے ذبح صحیح کیا ہوگا، اسے حلال کہا، اس پر اس جاہل نے بطور طعنہ یہ بکا کہ ''ملا کی ماری حلال ہے'' یا یہ کسی واقف حال مسلمان نے کہا جاہلوں سے کہ ذبح کے لیے کسی ملا سے ذبح کیا کرو، جاہل ناواقف ذبح کرتے نہیں، بجائے وہ جانور حرام ہو جاتا ہے، ملا واقف کار کا ذبح کیا ہوا حلال ہوتا ہے، پھر جاہلوں میں یہ جملہ علما پر طعنہ کے لیے ہو گیا۔ جس نے یہ جملہ عالم پر طعنہ کے لیے کہا وہ توبہ کرے۔ علما حکم شریعت بتلاتے ہیں، اگر کسی حکم شریعت کے بتلانے پر اسے یہ طعن کیا ہو تو وہ رد کی طرح ہے، اس لیے اس شخص پر تجدید ایمان کا بھی حکم ہوگا، تجدید نکاح بھی کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم فقیر مصطفےٰ رضا قادری غفرلہ

ڈاکٹر اقبال کے بعض اشعار کا حکم

مسئلہ: (۱۱۷)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

علامہ اقبال نے جو شکوہ لکھا ہے اس سے ان پر کفر عائد ہوا، اور جواب شکوہ سے کوئی توبہ ظاہر نہیں ہوتی، زبانی لوگ یہ کہتے ہیں کہ انہوں نے توبہ کی، کیا ایسی کوئی کتاب ان کی ہے کہ جس سے توبہ ثابت ہوتی ہو، یا علمائے اہل سنت کے علم میں کہ توبہ انہوں نے کی؟۔ جواب سے مطلع فرمائیں عین کرم ہوگا۔

بینوا توجروا فقط سائل خادم حاجی مظفر علی بریلی

الجواب

شکوہ کے جواب میں جواب شکوہ لکھا، اس میں اور کفریات بکے، شکوہ سے توبہ تو نہ کی۔ نئی نسلوں نے ڈاکٹر کے بجائے علامہ کہنا لکھنا شروع کردیا، اس کی توبہ بعد جواب شکوہ لوگ کہتے ہیں، اس کی کوئی کتاب ،اور کوئی مضمون میری نظر سے نہیں گزرا ہے۔ " کیف وقد قیل " کے لحاظ سے اگر کوئی اب کف لسان کرے۔ شکوہ اور جواب شکوہ کے کفریات کو کفریات جانے تو اس پر کوئی مواخذہ نہ ہونا چاہیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

تبلیغی جماعت وہابیوں کی جماعت ہے

مسئلہ: (۱۱۸)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ان مسائل میں کہ...

(۱) اکثر علمائے اہل سنت والجماعت بیان فرماتے ہیں کہ تبلیغی جماعت جس کے بانی مولوی محمد الیاس صاحب مرحوم میواتی دیوبندی تھے، جس تبلیغی جماعت کا مرکز دہلی میں قائم ہے، جہاں چالیس دن کی تربیت حاصل کرنے کے لیے تبلیغی جماعت کے ہم دردان جاتے ہیں، یہ جماعت اس کے بانی ذمہ داران سب کے سب نجدی اور وہابی عقیدہ کے ہیں، اور بظاہر کلمہ نماز روزہ اور احکام شرع کی تبلیغ کے لیے اس تبلیغی جماعت کی ٹولیاں شہر شہر اور دیہات دیہات گشت کرتی ہیں، اور اجتماع کے نام سے اپنے جلسے قائم کرتی ہیں، اور قیام فی المیلاد کو بدعت کہتی ہیں، اور سلام وقیام سے گریزاں نظر آتے ہیں، ونیز سرکار دوعالم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نورانیت اور ان کے علم غیب کے منکر ہیں، اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایسی عظمت نہیں کرتے جس عظمت کے قائل مسلمانوں کا سواد اعظم ہے، ونیز

تبلیغی جماعت عید میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جلوس وجلسہ نعت خوانی نذر ونیاز، فاتحہ کو شرک بدعت کے نام ہے، پھر تبلیغی جماعت کے لوگ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فاتحہ، سبیل، لنگر اور ذکر شہادت ونذر ونیاز کے مخالف ہیں، اولیا اللہ وبزرگان دین کی مزارات درگاہوں پر حاضری اور عرسوں کو بے دینی سے تعبیر کرتے ہیں، اور مزارات کے احترام کے منکر ہیں، اس کو قبر پرستی اور شرک کا نام دے کر اولیا اللہ کی توہین کرتے ہیں، وغیرہ وغیرہ۔ کیا یہ بیانات صحیح ہیں؟ یا ان پر الزام ہے اور یہ جماعت محمد ابن عبدالوہاب نجدی اور عبدالعزیز ابن سعود کے متبع ہیں یا نہیں جنھوں نے صحابۂ کرام اور اہل بیت اطہار رضی اللہ تعالیٰ علیہم کے مزارات وقبہ جنت البقیع مدینہ منورہ میں واقع تھے منہدم کرادیئے؟۔

(۲) اس تبلیغی جماعت کے اجتماعات میں سنی حنفی خوش عقیدہ مسلمانوں کو شرکت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(۳) تبلیغی جماعت کے کارکنوں، ان معاونین اور ہم دردوں کی امامت میں جمعہ وعیدین کی نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟۔

(۴) تبلیغی جماعت کے لٹریچر کتابوں وغیرہ کا پڑھنا، اور مساجد میں سننا خوش عقیدہ سنی حنفی اور قائلین اولیا اللہ کے لیے جائز ہے یا نہیں؟۔ المستفتی رفیع احمد صدیقی محلّہ ہزارہ

الجواب

(او۲) بیانات بالکل صحیح ہیں، کسی پر الزام نہیں ہے، تبلیغی جماعت واقعی وہابی فرقہ کی ہے جو نجدی مذہب کے عقائد کی اشاعت کے لیے نئے رنگ وروپ میں نیا لباس پہن کر ظاہر ہوئے، نجدی وہابیوں کے گندے عقیدے اس قابل نہ تھے جن کو عام مسلمانوں کے سامنے منظر عام پر اصلی شکل میں پیش کیا جاسکے، لہٰذا بہت ہوشیاری سے خوب سوچ سمجھ کر اس دور میں یہ فرقہ نماز وکلمہ کا نام لے کر برآمد ہوا ہے، تاکہ لوگ ہم کو وہابی نہ سمجھیں اور آسانی سے نجدی مذہب کی اشاعت اس پردے میں کرسکیں، تبلیغی جماعت کا سنگ بنیاد مولوی الیاس صاحب کاندھلوی نے رکھا، حکومت نے الیاس صاحب کو اس تحریک تبلیغ کے لیے روپیہ دیا، اور اس جماعت کی پرورش کی تاکہ مسلمانوں کے شیرازہ کو منتشر کیا جائے، مولوی الیاس صاحب کو حکومت سے روپے ملنے کا ثبوت مولوی حفظ الرحمٰن صاحب ناظم جمعیت علمائے ہند کا وہ بیان ہے جو انھوں نے دیوبند میں دیوبندی علما کے مجمع میں دیا، جس کے الفاظ یہ ہیں ''مولوی الیاس صاحب کی تبلیغی تحریک کو بھی ابتداء حکومت کی جانب سے بھی کچھ روپے بذریعہ حاجی رشید احمد ملتا تھا'' (۱)

---

(۱) [مکالمۃ الصدرین: ص مطبوعہ ۱۹۴۵ء]

مولوی الیاس صاحب نے روپیہ لے کر نماز اور کلمہ کے نام پر کام شروع کیا، اور اندرونی طور پر وہابیت پھیلانی شروع کی، اس وجہ سے یہ وہابی کہیں کا ہو تبلیغی جماعت کا شریک کار نظر آتا ہے، مولوی الیاس صاحب نے یہ روپیہ حکومت انگریز سے لے کر اس کا مقصد مسلمانوں میں پھوٹ کا ضرور پورا کیا، اس جماعت کا مقصد نجدی وہابی عقائد کے تبلیغ اور مذہب اہل سنت و جماعت کو عالم سے مٹانا ہے، ان لوگوں کا طریقہ کار یہ ہے کہ پہلے پہلے یہ لوگ کلمہ و نماز کے نام پر عوام کو اپنی طرف مائل کرتے ہیں، نماز کے نام پر جب عام مسلمانوں کو ان سے رغبت ہوتی ہے، تو دوسرا اسبق یہ ملتا ہے کہ تبلیغ میں بڑا ثواب ہے، جو اس کام میں شرکت کرے اس کو صحابی کا مرتبہ ملتا ہے۔

بھولے بھالے مسلمان صحابیت حاصل کرنے کے شوق میں اپنا نام تبلیغی جماعت کے ہم راہ باہر جانے کے لیے لکھوا دیتے ہیں، اس طرح ایک جگہ سے دوسری جگہ جماعت کی آمد ورفت شروع ہو جاتی ہے، ان لوگوں میں کچھ مستقل تنخواہ دار اور کرایہ کے شکاری ہوتے ہیں، اور کچھ بھولے بھالے تو گرفتار شدہ نماز کے نام پر دھوکہ کھانے والے ہوتے ہیں، پھر باہر لے جا کر لوگوں کے دلوں پر نجدی وہابی عقائد کے ایسے انجکشن لگائے جاتے ہیں کہ لوگ اپنے پرانے معمولات مثلاً ذکر و میلاد کی محفل، فاتحہ ایصال ثواب تیجہ وغیرہ اور انبیا علیہم السلام کی تعظیم وتوقیر سب کو کفر وشرک و بدعت کہنے لگتے ہیں، مولوی الیاس وہابی تھے، وہابیوں کے شاگرد وہابیوں کے مرید وہابیوں کے مدرسے میں پڑھا، اور پڑھایا۔ اور حکومت انگریز کے دیئے ہوئے روپے سے اس جماعت کو چلایا، زکوۃ وخیرات کافی روپیہ نماز وکلمہ کے نام پر یہ لوگ وصول کرتے ہیں۔ حکومت نجد کے لوگ ان کی پوری پوری مالی امداد کر رہے ہیں، جن کی مذہب کے یہ لوگ اشاعت کر رہے ہیں، ورنہ بتلایا جائے کہ یہ بے حساب روپیہ جو صرف کیا جا رہا ہے کہاں سے آ رہا ہے۔ تبلیغی جماعت کا مقصد نماز کی تحریک ہرگز نہیں ہے، بلکہ نماز کے نام پر دھوکا دینا ہے۔

مولوی الیاس صاحب کا ایک فرمان ''دینی دعوت'' کے ص ۲۰۵ پر موجود ہے، انھوں نے قسم کھا کر کہا ہے کہ ''یہ تحریک نماز کے تحریک نہیں ہے'' مولوی الیاس صاحب نے اپنے ایک عزیز ظہیر الحسن سے ایک روز کہا ''ظہیر الحسن میرا مدعا کوئی نہیں پاتا، لوگ سمجھتے ہیں یہ تحریک صلاۃ ونماز ہے، میں قسم سے کہتا ہوں کہ یہ ہرگز تحریک صلاۃ نہیں۔ پھر کہا بلکہ ایک نئی قوم پیدا کرنی ہے'' مولوی الیاس صاحب کے اس فرمان سے تبلیغی جماعت کی قلعی کھل گئی، مسلمان اب خود غور کریں کہ جن لوگوں کے ایسے عقائد ہوں، ان میں شامل ہونا، ساتھ رہنا کس قدر خطرناک ہے، تبلیغی جماعت والے تقیہ باز بھی ہیں، اپنے اصل مذہب کو چھپاتے ہیں اور مولوی الیاس صاحب کی طرف سے اس تقیہ بازی کی ہدایت ہے۔

مکاتیب مولوی الیاس میں تحریر ہے: ص ۱۴۳ ”بہر کیف تحریر وتقریر میں نہ ایسے الفاظ نکلیں جن سے اندیشہ وخطرہ ہو فساد کا، اور نہ ایسے خیالات کا اظہار ہو جن سے بدگمانی اور بدظنی بڑھے“۔

مولوی الیاس نے اس تحریر میں صاف صاف ظاہر کردیا کہ اے تبلیغی جماعت والو! اگر تم نے اپنے مخصوص عقیدوں کا اظہار عام مسلمانوں کے سامنے کردیا، تو لوگ بدظن ہو جائیں گے، اور ہماری وہابیت کا بھانڈا پھوٹ جائے گا۔ اس لیے شروع شروع میں اپنے خیالات مذہبی کا اظہار کرنا مناسب نہیں ہے، لہذا اس زمانۂ پرفتن میں جب کہ بے دینی کی زہریلی ہوائیں ہر طرف سے چل رہی ہیں، بدعقیدگی کا طوفان اٹھتا نظر آرہا ہے، گمراہی ولادینی کے تندجھونکے گلشن ہدایت سے ٹکرانے کی بے جا کوشش کر رہے ہیں، ظلمت باطل شمع نوری کو بجھانے کی کوشش کررہی ہے، وقت کا تقاضا ہے کہ اہل سنت وجماعت ہوشیار وخبردار ہوجائیں، دوست دشمن کی تمیز کریں، حق وباطل کو پہچانیں، دولت ایمانی کی حفاظت جان ومال سے بھی زیادہ ضروری ہے، ان گمراہ فرقوں کے جبہ ودستار کے فریب میں نہ آئیں، ان کے ظاہر میٹھی میٹھی باتیں دل خوش کن باتیں ان کے ظاہر خوش اخلاقی آپ لوگوں کے قلب ودماغ پر اثر نہ کرنے پائے، زمانۂ قدیم ہی سے اہل باطل دعوت وپکار کا یہی انداز رہا ہے کہ پہلے وہ اپنی گمراہی کا آغاز ایسے انداز سے شروع کرتے ہیں جو عام طبقۂ انسانی کی نظر میں پسندیدہ ہو۔

دیکھو اس جماعت کے بانی مولوی الیاس صاحب کا وہی عقیدہ ہے جو مولوی اشرفعلی تھانوی کا تھا جنھوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم غیب جانوروں پاگلوں بچوں کی مثل اپنی کتاب ”حفظ الایمان“ میں لکھا ہے۔ مولوی اشرفعلی کے مذہب کی تعلیم دینے کا اظہار مولوی الیاس صاحب نے اپنے ملفوظات میں اسی طرح فرمایا ہے: ملفوظات ص ۵۰ حضرت مولانا اشرفعلی تھانوی نے بہت بڑا کام کیا ہے، پس میرا دل چاہتا ہے کہ تعلیم ان کی ہو اور طریقہ وتبلیغ میرا ہو کہ اس طرح ان کی تعلیم عام ہوجائے۔ مولوی الیاس نے اس عبارت میں صاف اقرار کیا ہے کہ مولوی اشرفعلی تھانوی کی تعلیم نجدی عقائد کی تعلیم ہے، میں اپنے طریقہ تبلیغ نماز وکلمہ کے نام پر عام کرنا چاہتا ہوں لہذا مسلمان اس گمراہی کی تعلیم سے دور رہیں۔ نماز وکلمہ کے نام پر ہرگز دھوکہ نہ کھائیں، نہ ان کے کسی جلسہ میں جائیں نہ ان کے ہم راہ دہلی وغیرہ جائیں، نہ اپنا نام لکھائیں۔

حدیث شریف میں ہے جو ابن عساکر نے روایت کی ہے: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ برے ساتھی سے دور رہو۔ اس جماعت کی کسی طرح بھی اعانت کرنا یا ان کے اجتماع میں شرکت کرنا شرعاً منع ہے، ہر مسلمان اس شرکت سے پرہیز کرے۔

حدیث شریف میں ہے:

((إیاکم وإیاھم لایضلونکم ولا یفتنونکم))(۱)

تم ان سے دور رہو، انھیں اپنے سے دور رکھو کہ کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کردیں، فتنہ میں نہ ڈال دیں، (مترجم) بلکہ رب تبارک وتعالیٰ کا ارشاد۔

﴿وَإِمَّا يُنسِيَنَّكَ الشَّيْطَٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرَىٰ مَعَ الْقَوْمِ الظَّٰلِمِينَ﴾(۲)

تفسیرات احمدیہ میں حضرت سیدی علامہ ملا احمد جیون قدس سرہ اس آیت کی تفسیر میں تحریر کرتے ہیں:

((إن القوم الظلمین ھم الفاسق والمبتدع والکافر والقعود مع کلھم ممتنع))(۳)

قوم ظالم عام ہے، فاسق ومبتدع اور کافر کو اوران میں سے ہر ایک کے ساتھ بیٹھنا منع ہے، (مترجم) وماعلینا الاالبلاغ

من آں چہ شرط بلاغ است باتو می گفتم

تو خواہ از سخنم پند گیر خواہ ملال

واللہ الھادی وھو تعالیٰ اعلم

(۳) جواب اول سے ظاہر کہ تبلیغی ٹولی وہابی کی جماعت ہے، وہابیت پھیلاتی ہے، ان سے دور نفور رہنا بہ حکم قرآن وحدیث فرض ہے۔ تو اس جماعت کے کارکنوں اوران کے معاونین وہم دردوں کو امام بنانے کی اجازت کیوں کر ہوگی، کسی کو امام بنانا اس کی اعلیٰ درجہ کی تعظیم کرنا ہے، اور کافر مبتدع بلکہ فاسق عملی کی بھی تعظیم درکناران کی توہین کرنا مسلمانوں پر شرعاً واجب ہے۔

تبین الحقائق وغیرہ میں ہے:

((قدموا فاسقاً یاثمون بناءً علی أن في تقدیمه تعظیمه وقد وجب علیھم إھانته شرعاً))(٤)

---

(۱) [صحیح مسلم ،باب : في الصغفاء والکذابین ـ ۱/۱۲]

(۲) [سورة الأنعام:٦٨]

(۳) [تبیین الحقائق:]

(٤) [تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق ،باب: الأحق بالإمامة ـ ۱/۱۳٤]

لہذا سنی صحیح العقیدہ مسلمانوں پر لازم ہے کہ کسی بدمذہب وفاسق کو اپنا امام کسی نماز میں ہرگز ہرگز نہ بنائیں۔ جو واقف حال اس پر ہوکر اس کو اپنا امام بنائے گا وہ اپنی نماز کو خطرے میں ڈالے گا۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ وھو تعالیٰ اعلم

(۴) ان کے لٹریچر وکتاب پڑھنے کا وہی حکم ہے جو ان کی تقریر سننے اور ان کے پاس بیٹھنے کا ہے، مسجدوں میں ان کے لٹریچروں ان کی کتابوں کا سنانا اور سخت منع ہے، اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو فتنہ سے بچائے، ان کا ایمان سلامت رکھے آمین ثم آمین۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ محمد طاہر حسین پورنوی غفرلہ

۶۸۷: فی الواقع تبلیغ کلمہ ونماز یہ ایک ٹٹی بنائی ہے، اس ٹٹی کی آڑ میں یہ ٹولی سنیوں کا شکار کرتی ہے، انہیں چلا کراتی ہے، انہیں چلوں میں رفتہ رفتہ وہابیت پلاتی ہے۔ دیوبندی عقیدہ والے وہابی ہی ہیں، وہابیوں کی دوسری دھرم پستک ''تقویت الایمان'' ان دیوبندیوں کے امام گنگوہی کے نزدیک ایسی ہے جس کا رکھنا عین ایمان ہے۔ تبلیغی جماعت کا بانی اس گنگوہی کا مرید شاگرد ہے، نیز انبیٹھی کا جس نے امکان کذب باری تعالیٰ مانا، نہ صرف امکان ہے بلکہ اس کے ایک فتوے میں تصریح ہے کہ وقوع کذب کے معنی درست ہوگئے، العیاذ باللہ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

علم غیب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا منکر ہے، جو حضور کے لیے مانے وہ اس کے نزدیک مشرک ہے، اپنے فتاویٰ میں اس نے صراحت کی ہے کہ اثبات علم غیب غیرحق تعالیٰ کو شرک صریح ہے۔ براہین قاطعہ میں صاف کہا کہ ''فخر عالم کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے، جس سے تمام نصوص کو رد کرکے ایک شرک ثابت کرتا ہے'' حالاں کہ یہ خود مشرک ہوا، جس علم کا ثابت کرنا فخر عالم علیہ الصلوۃ والسلام کے لیے شرک کہا اسی کو اسی عبارت کے شروع میں شیطان کے لیے ثابت مانا، خود مشرک ہو بیٹھا۔ مجلس میلاد پاک کے لیے کہا: کسی طرح جائز نہیں بلکہ اسے کنہیا کے جنم سے بدتر کہا، ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم، اشرفعلی نے حضور کے علم کے متعلق وہ ناپاک کتاب لکھی، اس کا مقصد واضح ہے، اس نے حضور کے علم غیب سے مطلقاً انکار ہی کو یہ لکھا پھر یہ کہ ''آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہوتو دریافت طلب الخ''، علم غیب کے انکار کے لیے اس نے کہا: ایسا علم غیب تو الخ اس نے مطلقاً انکار کیا، یوں بھی اہل سنت کے نزدیک خارج از اسلام ہوا اور حضور کی وہ گندی توہین کی یوں بھی، اور وہابی دھرم پر بھی وہابیوں کے اسلام سے خارج کہ وہابی دھرم یہ ہے کہ جو غیر خدا کے لیے علم غیب مانے اگرچہ خدا کے دیے سے ہو، وہ اور ابوجہل شرک میں برابر ہیں۔ اثبات علم غیب غیرحق تعالیٰ کو شرک صریح ہے، اور اس

نے اسی کتاب حفظ الایمان میں مانا کہ علوم متعلقہ نبوت حضور کو بتمامہ حاصل تھے، گنگوہی اورانبیٹھی بھی وہابی دھرم پر بھی خارج از اسلام کتنے پکے مشرک، براہین قاطعہ میں جس علم کو حضور کے لیے ثابت ماننا شرک کہا، شرک نہیں کون سا ایمان کا حصہ ہے، اس کو شروع میں شیطان کے لیے نص سے ثابت بتایا کہ" شیطان وملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی۔" ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ اس کے بعد وہ کہا کہ "فخر عالم کی وسعت علم کی کونسی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے، شرک نہیں تو کون سا حصہ ایمان کا ہے۔" اشرفعلی کی بہشتی زیور دیکھئے ،وہی تفویت الایمان کا شرک اس میں ملے گا۔ ولاحول ولاقوۃ الاباللہ العلی العظیم

فقیر مصطفےٰ رضا قادری غفرلہ

۲۶؍رمضان المبارک ۹۲ھ

چند اشعار کے بارے میں سوال

مسئلہ: (۱۱۹)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

منزل لاہوت را کردم عبور کردم از جبروت اسمی ہم مرور (۱)

شیخ رالاہوت باخود منزلش شد فنا ذات بقا شد حالش (۲)

خدا خود میر مجلس بود اندر لامکاں خسرو محمد شمع محفل بود شب جائے کہ من بودم (۳)

حسب ذیل اشعار کے مطابق حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ وحضور سیدنا خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو طائر لاہوتی، یا شہ باز لامکاں کہنا درست ہے یا نہیں؟۔

۶۸۷۔ الجواب درست ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

یہ ہے مرا عقیدہ ایماں مرا یہی ہے بے میم کے ہو احمد بے عین کے عرب ہو

اشعار کے معنی اگر مجاز اُمراد ہوں تو ان اشعار کا پڑھنا درست ہے یا نہیں، بعض منع کرتے ہیں اور

---

(۱) (مثنوی شریف جلد ٦)

(۲) (بوعلی شاہ قلندر)

(۳) (حضرت امیر خسرو)

کہتے ہیں کہ یہ شعر بے میم کے ہو احمد بے عین کے عرب ہو۔صوفی۔کا نہیں بلکہ سوفی کا ہے۔بینوا توجروا۔
المستفتی بشیر احمد انصاری رضوی مصطفوی، احمد گڑھ، ۱۶؍رمضان المبارک ۹۰ھ

الجواب

آخری شعر ٹھیک نہیں، اس کے کہنے والے اور اس کو صحیح ماننے والوں پر توبہ و استغفار اور ایسا شعر کہنے سے احتراز لازم۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ کتبہ محمد طاہر حسین پورنوی غفرلہ رضوی دارالافتا بریلی شریف

الجواب صحیح: واللہ تعالیٰ اعلم

جو حضور کو خدا جانے، رب کہے، خدا کا نام احد (حقیقی) دے، انھیں ایسا سمجھے وہ مسلمان نہیں، اس پر توبہ تجدید ایمان، بیوی والا ہو تو تجدید نکاح فرض ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
فقیر مصطفےٰ رضا قادری غفرلہ

جاہل پیروں سے دور رہو

(۱۲۰) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ان مسائل میں کہ...

(۱) کیا شیوخ کا یہ بھی عمل ہو سکتا ہے کہ ظاہر میں وہ اپنے مرید کو خلاف شرع کام کرنے کو کہیں، اور باطن میں اس کا مطلب بہتر ہو جس کو وہ سمجھ سکتے ہیں، یا ان کے مثل اور حضرات اور ایسا دیکھا بھی گیا ہے اور اگر آپ ضرورت سمجھیں گے تو میں تحریر کردوں گا۔

(۲) اور مرید متقی و پرہیزگار ہے اور اس سے جہاں تک ممکن ہوتا ہے اتقا کرتا ہے، اور اگر اس کا شیخ خلاف شرع کام کرنے کو کہتا ہے اور وہ نہیں کرتا ہے تو ایسے مرید کا کیا حکم ہے؟ شریعت میں جو کہ اپنے شیخ کا کہنا نہ مانے چاہے وہ کیسا ہی ہو۔

(۳) اور اگر خلاف شرع کسی بھی حالت میں جائز نہیں ہے تو اگر اس شیخ زبردستی مار پیٹ کر، یا کسی قسم کی دھمکی دے کر کوئی کام کرانا چاہتا ہے تو اس وقت مرید کو کیا کرنا چاہیے، اور ایسے پر شریعت کا کیا حکم ہے؟

(۴) اور روحانیت اور حرام کاری یک جا جمع ہو سکتی ہیں یا نہیں۔ اگر جمع ہو سکتی ہے تو کیوں کر مع مثال۔ اور اگر نہیں جمع ہو سکتی ہیں تو کیوں کر، مع مثال۔ افصح قول علمائے متقدمین بحوالۂ کتب معتبرہ۔

(۵) اور اگر آپ حضرات شاہ کملی والے بابا صاحب مدظلہ العالی کو جانتے ہوں، تو ان کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ پیری و بزرگی و شیخی کے اعتبار سے یعنی وہ کیسے آدمی ہیں، یہ میں اپنی اصلاح کے

لیے پوچھ رہا ہوں، ریاکاری کے لیے نہیں، آیا ان کے پاس اٹھنے بیٹھنے سے فائدہ حاصل ہوگا یا نہیں؟

(۶) مطلق دست غیب کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ اگر جائز ہے تو کس معنی کر، اور اگر ناجائز ہے تو کس معنی کر؟

(۷) اور علم کیمیا کا کیا حکم ہے شریعت میں؟ اگر کسی طرح سے معلوم ہوجائے تو کرنا چاہیے یا نہیں، اگر کرنا چاہیے تو کیوں؟ اور اگر نہ کرنا چاہیے تو کیوں؟

محمد انس، متعلم مدرسہ قرأت اعلیٰ مدرسہ تجوید القرآن دریا ٹولہ پاٹا نامہ لکھنو۔

الجواب

مرشد کامل سے احیاناً اگر کوئی بات خلاف شرع دیکھنے میں آئے تو اس پر اعتراض نہ کرے، یہ چیز علما عرفا کے اقوال سے تو ثابت ہے، قرآن سے بھی ثابت ہے، اور اس پر حضرت موسیٰ وحضرت خضر۔ علی نبینا وعلیهما الصلاۃ والسلام ۔کا واقعہ قرآن سے دلیل ہے کہ حضرت خضر نے غریبوں کی کشتی توڑی، ایک بچہ کو قتل کر دیا۔ کیا یہ بظاہر شرابیں پئیں، بھنگ چرس میں بدمست پڑے رہیں، جب ان کو امر بالمعروف نہی عن المنکر، کہا جائے تو کہیں شریعت تو راستہ ہے، ہم منزل پر پہنچ گئے ہیں، راستہ کی کیا حاجت؟ یا یوں بکیں: شریعت اور ہے طریقت اور ہے، ان کے لیے تو وہی حکم ہے کہ ان سے بھاگو، ایسے جیسے شیر سے، سانپ سے۔ اس کی جلیل تفصیل امام اہل سنت، مجدد مائۃ حاضرہ، مؤید ملت طاہرہ شیخ الاسلام والمسلمین اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ کے رسالہ مبارکہ ''مقال العرفا باعزاز الشرع والعلما'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

(۴) ہرگز نہیں۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم

(۶) دست غیب کے لیے دعا کرنا محال عادی کے لیے دعا کرنا ہے، جو مثل محال عقلی وذاتی کے لیے حرام ہے۔ والمولیٰ تعالیٰ اعلم

(۷) ''کیمیا'' تضیع مال ہے اور مال کا ضائع کرنا حرام ہے، اور آج تک یہ ثابت نہیں ہوا کہ کسی نے بنالی ہو۔ ﴿كباسط كفيه إلى الماء ليبلغ فاه وما هو ببالغه﴾(۱)

جیسے کوئی شخص اپنے دونوں ہاتھ پھیلائے پانی کی طرف بیٹھا ہو، اور وہ پانی کسی طرح اسے پہنچنے

(۱) [سورۃ الرعد:۱۴]

والانہیں)واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم بحقیقة الحال۔

کتبہ: قاضی محمد عبدالرحیم بستوی غفرلہ۴ارربیع الاول ۸۷ھ

فی الواقع ایسے لوگوں سے بچنا چاہیے جن کا ظاہر خلاف شرع ہو، نہ ان کے ہاتھ میں ہاتھ دے، نہ ان پر اعتراض کرے، مگروہ متصوفہ ملاحدہ جو شریعت کی پیروی سے انکار کریں اور وہ بکیں جو جواب میں مذکور ہوا، مقال عرفا ملاحظہ کیجیے۔ کملی والے کون ہیں، کیسے ہیں؟ ان سے ہم واقف نہیں، مجاذیب سے بچنا ہی چاہیے، اگر وہ مجذوب ہوں، توان سے دوردور رہا جائے، اور جو متصنع ہو اس سے بھی۔ واللہ تعالیٰ هو الهادى وهو تعالىٰ أعلم۔

"لا طاعة لأحد في معصية الخالق" (۲) یہ ارشاد پیش نظر رہے، شیخ مرشد راہ ہے، رہبر شرع ہے، اس کا عالم وعامل ہونا ضروری ہے، جاہل وفاسق کو پیر بنانا حرام، حرام، حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

جھوٹا مقدمہ قائم کرنا کیسا ہے

(۱۲۱) **مسئلہ:**

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

ایک مرید کا تعلق اپنے پیر سے کیسا ہونا چاہیے؟ ایک شخص اپنے بڑے بھائی سے مرید ہے، اور ان کے خلاف جھوٹا مقدمہ چلاتا ہے، اور پیر کے خلاف حلفیہ جھوٹا الزام لگاتا ہے، اور پیر کے خلاف جھوٹی گواہی دیتا ہے، لوگوں کے سمجھانے پر جواب دیتا ہے کہ ہم نے بھائی پر مقدمہ چلایا ہے، پیر پر نہیں، جواب طلب امر یہ ہے کہ مرید کا قول وفعل کس حد تک درست ہے؟ اور جھوٹی گواہی دینے والا، اور جھوٹا الزام لگانے والا، اور جھوٹی قسم کھانے والا فاجر وفاسق ہے یا نہیں، اور اپنے پیر کی بیعت سے خارج ہے یا نہیں، اور اس مرید کے ہاتھ پر بیعت جائز ہے یا نہیں، اور مرید کے اس فعل سے پیر کی عزت واحترام میں فرق آتا ہے یا نہیں؟۔ شاہ حسین قادری، محلّہ درگاہ حضرت شاہ ارزاں پٹنہ۶

الجواب

جھوٹ خود ملعون ہے، جھوٹا مقدمہ دائر کرنا، اور زیادہ اشد ہے، جھوٹا وہ بھی حلفیہ الزام لگانا اور زیادہ حرام بدکام ہے، پیر تو پیر کسی مسلمان کے ساتھ بدی جائز نہیں، جھوٹی گواہی بھی اشد حرام ہے۔

---

(۲) [مصنف ابن أبي شيبة ،باب : في إمام السرية ۶/۵۴۵]

حدیث میں ہے: کہ جھوٹی گواہی دینے والا اس جگہ سے علاحدہ نہیں ہوتا کہ جہنم اس کے لیے واجب ہوجاتا ہے،اس کا وہ انکار کہ پیر پر نہیں محض غلط ہے،وہ سخت گنہ گار،ظالم،مستحق عذاب نار،مستوجب غضب جبار،مبتلاے قہر قہار،حق اللہ وحق العباد میں گرفتار ہے،وہ سخت فاسق ہے،اس کے ہاتھ پر بیعت جائز نہیں،اس پر فرض ہے کہ فوراً توبہ کرے،اور بڑے بھائی سے معافی چاہے،پیر پیر ہے،واجب التعظیم والاحترام ہے،اس کے ساتھ ایسی ناروا وناشائستہ حرکتیں سخت ناجائز وحرام ہیں۔مرید تو ارادت سے ہے،اس کی یہ ناجائز حرکتیں بتاتی ہیں کہ اسے ارادت نہیں۔واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: قاضی محمد عبدالرحیم بستوی غفرلہ،٢٤ر رمضان المبارک ٨٧ھ

الجواب صحیح: بیعت تو مجاز سے جائز ہوتی ہے،پیر نے اگر اسے مجاز کیا تھا،اس کا یہ حال پاکر اس اجازت کو منسوخ کرنا لازم،اگر اجازت نہ ہوگی اس سے بیعت ہونا جائز نہیں،اور اگر اجازت ہو جب بھی اس کا جب یہ حال ہے کہ وہ طرح طرح فاسق وفاجر مرتکب کبائر ہے،اسے پیر بنانا حرام حرام حرام۔واللہ تعالیٰ اعلم. فقیر مصطفیٰ رضا قادری غفرلہ

تائب گناہوں سے پاک ہوجاتا ہے

مسئلہ: (١٣٢)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

چھٹن پر توبہ لازم تھی،جس کا فتوی حضرت مفتی اعظم ہندوستان بریلی مدظلہ العالی سے حاصل کیا گیا تھا،اور جس کی تحریر پر ذمہ دار لوگوں کا مثلاً حاجی مولانا شمس الحسن صاحب،منشی عبدالحمید صاحب،سعید احمد صاحب،عبدالرحمٰن صاحب،مولانا خلیل صاحب رضوی اور محمد عمر وغیرہم کو اتفاق تھا۔لہذا چھٹن نے توبہ کرلی لیکن بابو محمد حسین صاحب،سعید احمد صاحب رضوی،منشی عبدالحمید،اکنو ماسٹر،مشتاق صاحب وغیرہ وغیرہ نے اس بنا پر کہ کل چھٹن نے ہمارے کہنے سے توبہ نہیں کی،اور اب مفتی اعظم ہند کے فتوی کی روشنی میں چھٹن توبہ کرنے پر آمادہ ہیں،اس لیے آج ہم چھٹن کی توبہ کو تسلیم نہیں کرتے،اس پر مولانا خلیل نے کہا کہ:اب تک چھٹن نے توبہ نہیں کی تھی،اس لیے ہم کو ان سے قطع تعلق تھا،لیکن آج وہ مفتی اعظم ہند کے فتویٰ کی روشنی میں توبہ کررہے ہیں،تو ہم چھٹن کے شریک ہیں،اس پر بابو محمد حسین صاحب اور سعید صاحب نے نعرہ بلند کردیا کہ مولانا خلیل بھی شرعاً گنہ گار ہوگئے،حالانکہ مولانا محمد خلیل نے اس کے بعد بھی باربار سمجھایا کہ شرعاً بات یہ نہیں،یہ آپ گھریلو بات کہہ رہے ہیں،اور اگر ایسا ہی ہے تو جو کچھ آپ کہہ رہے

ہیں اس کی بھی تحریر دے دو، اور اس پر مفتی اعظم ہند سے فتوی حاصل کرلیا جائے، اور اتفاق کرلیا جائے، مگر بابو محمد حسین نے ہر بات سے انکار کردیا، اور اپنی بات پر ڈٹے رہے، اب برابر پروپیگنڈہ کررہے ہیں کہ مولانا محمد خلیل اور ان کے خاندان والے شرعاً بند ہیں، اور کوئی ان سے تعلق رکھے گا وہ بھی بند کردیے جائیں گے، برخلاف اس کے اس نے عقل میں جہاں مولانا محمد خلیل کو بقیہ حضرات سے رجوع کیے ہوئے بابو محمد حسین صاحب، اور سعید احمد صاحب اور ان کے رفقا نے اعلان کردیا کہ شرعاً بند کیے جاتے ہیں۔ مسماۃ سعیدہ بنت کلو ساکن فرید پور کو جو غیر لازمی ہے، اور میں اس کے دوسرے نام نہاد شوہر کے جو ہو کے یہاں ٹھہرا ہوا تھا، خوشامد کر کے ان لوگوں کو بلایا، اور اپنے یہاں شادی میں شریک کیا، اور اس کے متعلق کچھ اعتراض بھی کہیں کرتے، جب تک وہ عورت پہلے بھی کئی ناجائز شوہر کر چکی ہے، لہذا دریافت امر یہ ہے کہ بابو حسین اور سعید احمد وغیرہ کا مولانا محمد خلیل کے خلاف پروپیگنڈہ درست ہے، یا غلط؟ اور ایسے لوگوں کے متعلق کیا حکم ہے؟

المستفتی: ماسٹر محمد عمر وادریس بریلی

الجواب

جس نے شرعاً توبہ کرلی خواہ مفتی اعظم ہند مدظلہ العالی کے فتویٰ پر، یا کسی کے کہنے سے، اس کی توبہ ہوگئی۔

حدیث میں ہے:((ألتائب من الذنب کمن لا ذنب له))(۱)

توبہ کرنے کے بعد جن لوگوں نے ناحق اس کا حقہ پانی بند کیا ہے اور توبہ کرنے والے کا ساتھ دینے والوں کا حقہ پانی بند کیا ہے، وہ خطاکار ہیں، توبہ کریں، اور ان لوگوں کا حقہ پانی کھول دیں، ورنہ یہ لوگ ان کا حقہ پانی بند کردیں، جب تک وہ لوگ ان کا حقہ پانی نہ کھولیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: مظفر حسین ۲۸/ذی قعدہ ۸۴ھ

الجواب صحیح:

جس نے یہ کہا کہ فلاں کل ہمارے کہنے سے توبہ نہیں کی تو حضرت کے فتویٰ کی روشنی میں وہ آج توبہ کرنے پر آمادہ ہیں، اس لیے آج ہم چھٹن کی توبہ تسلیم نہیں کرتے، وہ ظالم ہے اور اس کا ظلم پر ظلم یہ ہے کہ جنھوں نے یہ کہا تھا کہ ہم اب چھٹن کے شریک ہیں جب اس نے توبہ کرلی، اس پر ان لوگوں کو بند

---

(۱)[سنن ابن ماجة، باب: ذکر التوبة۔ ۲/۱۴۱۹]

کرنے کا نعرہ لگایا، اور یہ کہا: اور سب سے بڑھ کرظلم یہ کہ اس ظلم عظیم کی بندی کو شرعی بندی ٹھہرایا کہ کہا: ''شرعاً بند'' اس پر اور جو جو اس کے اس میں ساتھ ہیں سب پر توبہ فرض ہے، یہ لوگ اگر اپنے اس ظلم قوی فعل سب سے توبہ نہ کریں تو برادری اور غیر برادری سب سے بند، جو جوان کے اس خبیث قول وفعل سے واقف ہو اس پر لازم ہے کہ اس سے میل، جول، سلام، کلام بند کریں، یہاں تک کہ وہ توبہ کرے۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم

فقیر مصطفیٰ رضا قادری غفرلہ

مسلمان ہونا عزت

(۱۲۳) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

ایک شخص کہتا ہے: اعلیٰ حضرت قبلہ نور اللہ مرقدہ نے اپنے فتویٰ کتاب النکاح میں جولاہوں ونائیوں وموچیوں وغیرہم کو ذلیل لکھا ہے کہ یہ لوگ ذلیل ہیں۔ تو کیا واقعی یہ لوگ ذلیل ہیں اور یہ کہاں تک سچ ہے۔ اور حضور ان لوگوں کو کیا سمجھتے ہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

مسلمان ہونا عزت ہے، اور کافر ہونا ذلت، بھنگی چمار جنہیں وہ جو اپنے آپ کو شریف کہتے ہیں۔ یعنی شیخ مغل پٹھان وغیرہ اور وہ جو ان اقوام مذکورہ سے اپنے آپ کو خود بھی چھوٹا جانتے ہیں۔ یعنی دھنے، جولاہے، نائی، موچی وغیرہ۔ آج اگر وہ مسلمان ہو جائیں تو وہ اس پٹھان، اس شیخ، اس مغل، بلکہ اس مدعی سیادت، سے بہت زیادہ عزت والے ہیں جو معاذ اللہ کفر کرے وہابی یا رافضی یا قادیانی وغیرہ ہو جائے بلکہ حقیقۃً وہی عزت والا اور بڑی عزت والا ہے:

قال تعالیٰ: ﴿وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ﴾(۱)

وہ ان عزیزوں میں داخل جن کو اللہ نے اپنے اور اپنے رسول کے بعد عزت والا فرمایا۔ بنص قرآنی عزت کا مسلمانوں میں حصر ہے کسی کافر کو عزت سے ادنیٰ واسطہ نہیں وہ کافر اصل ہو یا مرتد کہ اسلام کا مدعی ہو۔ اور کفار ہی ذلیل ہیں۔

---

(۱) [سورۃ المنافقون:۸]

قال تعالیٰ: ﴿أُولَٰئِكَ فِي الْأَذَلِّينَ﴾ (۱)

مسلمانوں میں عزیز و بزرگ تر وہ ہے: جو متقی و پرہیز گار ہو جو جتنا اتقیٰ ہو زیادہ تقویٰ والا ہوگا اسی کا مرتبہ زیادہ بلند و بالا ہوگا۔

قال تعالیٰ: ﴿إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ﴾ (۲)

بھنگی، چمار مسلمان ہو کر تقویٰ اختیار کرے، عالم دین بنے، وہ جاہل شیخ، مغل، پٹھان، فاسق مغل پٹھان سے اللہ و رسول کے نزدیک زیادہ عزت والا ہے۔ اور جاہل فاسق مدعی شرافت اپنے فسق و فجور کے سبب ذلیل ہے، رہا عرف تو اس میں یہ چار قومیں شریف گنی جاتی ہیں باقی کسی حیثیت سے ان سے کمتر، اسی پر شریعت نے کفایت کا اعتبار فرمایا۔

شریعت پاک کے بعض مسائل کا مدار عرف پر ہے۔ اگر ہندوستان میں پٹھان اور مغل اور شیخ عالم دین کو حضرات سادات اپنے برابر کا نہ شمار کرتے اور عرفاً ان کی سیدوں کی بہ نسبت کم نسبی کا وزن شرافت علم سے پورا نہ ہوتا۔ تو ہرگز وہ بھی ان کے کفو نہ ہو سکتے۔ فتاویٰ رضویہ میں جہاں جولاہوں وغیرہ کو تحریر فرمایا کہ: وہ عالم ہو کر بھی سیدوں کے کفو نہیں ہو سکتے وہاں یہ بھی تحریر فرمایا: کہ اس وقت تک جب تک ان سے عار باقی ہے۔ جہاں وہ تحریر فرمایا کہ مغل پٹھان وغیرہ عالم دین ہو کر ان کے کفو ہوتے ہیں وہاں وجہ بھی لکھ دی کہ اس ملک میں مغل پٹھان وغیرہ علما سے سادات کو عار نہیں ہوتی۔

اعلیٰ حضرت پر افترائے محض ہے کہ انہوں نے جولاہوں، نائیوں، موچیوں کو ذلیل لکھا ہے۔ خدائے تعالیٰ کے ارشاد:

﴿وَقَدْ خَابَ مَنِ افْتَرَىٰ﴾ (۳)

سے مفتری کو ڈرنا چاہیے اور پھر وہ بھی ایسے امام جلیل پر وہ بھی بعد وصال ولا حول ولا قوۃ إلا باللہ۔

پیشہ کی دنایت حقیقۃً مستلزم و دنایت شخص نہیں۔ کما ھو ظاھر۔ جب یہ اس شری کذاب کا محض دروغ بے فروغ ہے۔ حضرت نے ان لوگوں کو کہیں ذلیل نہ تحریر فرمایا۔ بلکہ اس مفتری کذاب کی دروغ بانی خود اسی فتوائے مبارکہ کتاب النکاح حصہ سوم سے ظاہر۔ ص: ۱۲۰ ملاحظہ ہو:

---

(۱) [سورۃ المجادلۃ: ۲۰]

(۲) [سورۃ الحجرات: ۱۳]

(۳) [سورۃ طٰہٰ: ۶۱]

اگر کوئی چمار مسلمان ہوا تو مسلمانوں کے دین میں اسے حقارت کی نظر سے دیکھنا حرام اور سخت حرام ہے۔ وہ ہمارا دینی بھائی ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ﴾ (۱)

اور فرمایا: ﴿فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ﴾ (۲)

پھر اسی صفحہ پر فرمایا...... کہ ان کے سوا جو قومیں رہ گئیں کہ بادی عرف میں ذلیل سمجھی جاتی ہیں الخ .... بلکہ اسی صفحہ ۱۱۷ پر جس کی عبارت دکھا کر اس کذاب مفتری نے یہ جیتا بہتان باندھا وہیں تھا:

''پٹھان، مغل یہاں اپنے آپ کو شرفاے اصحاب سے شمار کرتے ہیں''۔

ان عبارات سے اس کذاب کا کذب واضح ہو گیا اور کھل گیا کہ حضرت قدس سرہ نے کہیں جولاہوں، نائیوں وغیرہ کو ذلیل نہیں تحریر فرمایا، اور وہ جو ذلیل پیشہ ور تحریر ہوا وہ پیشہ کی عرفی ذلت ہے۔ ان عبارتوں میں ہر ذرا سا پڑھا ہوا ادنیٰ تأمل جان لے گا کہ عرف پر کلام ہے۔ کیا جگہ جگہ پٹھان وغیرہم کو نہ فرمایا کہ: وہ اپنے آپ کو شریف شمار کرتے ہیں، یہ قومیں شریف گنی جاتی ہیں۔ یونہی یہ کہ: جولاہے، نائی وغیرہ کے پیشے ذلیل عرفی ہیں۔ رہی عزت حقیقی وہ اسلام اور حسن عمل سے ہے، جو ص: ۱۲۰ کی عبارت سے ظاہر ہے۔ ص: ۱۲۱ پر فرمایا: کہ شرافت قوم پر منحصر نہیں۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے: ﴿اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ﴾ (۳) تم میں زیادہ مرتبہ والا اللہ کے نزدیک وہ ہے جو زیادہ تقویٰ رکھتا ہے۔

جب حضرت قدس سرہ نے یہ نص فرمادی، تو ظاہر ہو گیا کہ حضرت کے نزدیک ہر وہ جولاہہ و نائی وہ دھنیا، وہ موچی، وہ چھیپی، وہ قصائی، بلکہ وہ چمار، وہ بھنگی جو بعد اسلام نیک عمل کرے، متقی و پرہیزگار بنے شریف ہے اور ہر وہ مغل پٹھان وہ شیخ جو فسق و فجور میں مبتلا ہو ذلیل، اللہ اس مفتری کو توبہ کی طرف ہدایت فرمائے۔ واللّٰہ تعالیٰ أعلم بالصواب۔ فقیر محمد مصطفیٰ رضا خاں قادری عفی عنہ۔

صح الجواب واللّٰہ تعالیٰ أعلم بالصواب۔ فقیر محمد حامد رضا قادری نوری رضوی خادم سجادہ وگدائے آستانۂ عالیہ رضویہ بریلی۔

صح الجواب واللّٰہ تعالیٰ أعلم۔ سگ بارگاہ عالیہ مدرسہ رضویہ فقیر ابوالمعانی محمد ابرار حسین صدیقی غفرلہ۔

الجواب صحیح۔ حضور پرنور مرشد برحق امام اہل سنت مجدد دین وملت سیدنا اعلیٰ حضرت قبلہ

---

(۱) [سورة الحجرات: ۱۰]

(۲) [سورة التوبة: ۱۱] (۳) [سورة المجادلة: ۲۰]

۔رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ پر ان قوموں کا ذلیل سمجھنا افتراے محض وکذب بحت ہے۔ ہر شخص جس نے حضور اعلیٰ حضرت قبلہ۔رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ کی زیارت کی ہے وہ جانتا ہے کہ حضور پر نور کا ان اقوام کے سنی مسلمانوں کے ساتھ کس قدر کریمانہ مشفقانہ رحیمانہ برتاؤ تھا، ان کے یہاں دعوتوں میں تشریف لے جاتے، ان کے یہاں تشریف لے جاکر وعظ فرماتے، ان کی خواہش پر بیعت سے مشرف فرماتے، انہیں اپنے کاشانہ پر تقریبات میلاد شریف وعرس سراپا قدس وغیرہ میں محبت سے بلاتے، اور ان پر انتہائی شفقت فرماتے۔رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ اگر معاذ اللہ حضور اعلیٰ حضرت قبلہ۔رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ان بھائیوں کو ذلیل سمجھتے تو کیا ایسا ہی برتاؤ فرماتے، جو شخص کسی کو اپنے سے ذلیل سمجھتا ہے اس سے ایسا ہی برتاؤ کرتا ہے؟ مگر یہ کہ خدا حیا دے ایمان دے۔ آمین۔

فقیر ابوالفتح عبید الرضا

محمد حشمت علی قادری رضوی لکھنوی غفرلہ ولابویہ ربہ القوی

الجواب صحیح۔ فقیر محمد علی قادری، حامدی، آنولوی غفرلہ

کتاب الوصایا

ابواب

ا۔ وصیت کا بیان (۳۷۵)



وصیت کا بیان

وصیت وارث کے لیے جائز نہیں

(۱) **مسئلہ:**

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم۔

مندرجہ ذیل وصیت نامہ از روئے شرع مقدس درست ہے یا نہیں؟۔اگر نہیں تو قرآن کی روشنی میں کیسے ہو؟۔تتمہ(فرضی)اگر بڑا لڑکا سو برس کا ہو اور قارون سے زیادہ امیر اور اس کے چھوٹے بھائی ایک دن اور ۵ ماہ گیارہ دن کے ہوں باپ کے پاس فقط سو روپے ہوں ان کا شرعی حصہ کیا ہوگا؟

نقل وصیت نامہ:منکہ عبیداللہ......کا ہوں میں اپنی کامل عقل وہوش کو برقرار رکھتے ہوئے مندرجہ ذیل وصیت نامہ تحریر کرتا ہوں تا کہ اگر اچانک کسی وجہ سے میری موت واقع ہوجائے تو میرے بعد میرے لڑکوں میں کسی قسم کے جھگڑے نہ ہوں، خدا کے فضل سے میرے تین لڑکے ہیں۔

اول:لطف اللہ جس کی عمر اس وقت تقریباً ۲۸ ر سال ہے اور اس کی والدہ بہ تقدیر الٰہی عرصہ سے فوت ہوچکی ہے۔لطف اللہ کی تعلیم اور شادی کے حقوق میری طرف سے کلہم ادا ہوچکے ہیں۔دوم:منت اللہ۔سوم:حکمت اللہ جن کی عمریں اس وقت نو سال اور ایک سال ہے اور ان کی والدہ خدا کی مہربانی سے باحیات ہے میری وصیت ہے:

(۱)فلاں گاؤں والا مکان جو میرا اور میرے برادر حقیقی میاں فقیر اللہ صاحب کا مشترکہ ہے اور جو ہمارے والد صاحب مرحوم کی وراثت ہے، اس مکان کے میرے نصف حصے میں میرے تینوں لڑکوں میں سے ہر ایک کا مساوی حق ہے۔

(۲)علاوہ ازیں جو کچھ میری ذاتی پیدا کردہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ ہے جس میں میرا شہر والا مکان واقع فلاں محلہ،میرے پراویڈنٹ فنڈ اور گریجوٹی کی رقوم شامل ہیں اور اگر روپیہ پوسٹ آفس سیونگ بینک میں دغیرہ وغیرہ ان سب کے مالک میرے دونوں چھوٹے بیٹے منت اللہ وحکمت اللہ (زیر سرپرستی ان کی والدہ) ہوں اور ان میں میرے بڑے لڑکے لطف اللہ کو کسی قسم کا دخل یا حق حاصل نہ ہو۔فقط

عبید اللہ ۲۸ر جنوری ۱۹۳۳ء۔

مسئولہ محمود الرحمٰن معرفت خان زادہ عنایت محمد خان غوری فیروز پرنٹنگ ورکس لاہور۔۱۰ر ذی القعدہ ۵۷ھ

الجواب

یہ وصیت سراسر ناجائز ہے۔لغو وفضول بھی ہے کہ جو اس کا حصہ ہے اس کے بعد تینوں لڑکے موجود ہوں گے تو خود ہی بحکم شرع مطہر حصہ مساوی پائیں گے اور پھر وصیت بحق ورثہ اس لیے ناجائز ہے کہ وصیت وارث کے لیے جائز نہیں۔نزول آیت مواریث سے وصیت برائے وارث منسوخ ہو چکی۔

حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خطبۂ عام حجۃ الوداع میں فرمایا:

"إن اللّٰہ تعالیٰ قد أعطی کل ذي حق حقه فلا وصیة لوارث."(۱)

بے شک اللہ عز وجل نے ہر ذی حق کو اس کا حق عطا فرمادیا یعنی اس کو معین کر دیا، پھر وارث کے لیے وصیت نہیں۔(مترجم) رواہ ابوداؤد وابن ماجہ والترمذی:

((عن أبي أمامة۔رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه۔))

یہ حدیث مشکاۃ شریف میں بھی سنن ثلاثہ مذکورہ سے نقل فرمائی،

مشکاۃ میں بروایت دارقطنی ہے:"لا تجوز وصیة للوارث"

وارث کے لیے وصیت جائز نہیں۔(مترجم)

کسی وارث کی میراث قطع کرنا اس کو ضرر پہنچانا حرام ہے،ایسے شخص کے لیے سخت وعیدیں وارد۔

حدیث میں ہے:

((إن الرجل لیعمل أو المرأة بطاعة اللّٰہ ستین سنة ثم یحضر هما الموت فیضاران في الوصیة فتجب لهما النار.))(۲)

بلاشک مرد وعورت طاعت الٰہی میں ساٹھ برس گذاریں پھر مرتے وقت ایصال ضرر کریں کہ کسی کو حصہ نہ دیں۔یا اس کے حصہ سے کم۔یا بقصد مضارت ثلث پر زیادت کریں تو ان کے لیے جہنم کی آگ واجب۔(مترجم)

---

(۱) [سنن ابي داؤد، کتاب الوصایا، باب ما جاء في الوصیة للوارث۔۲۸۷۰۔۳/۱۱۴]

(۲) [مشکاۃ المصابیح، کتاب الفرائض والوصایا، باب الوصایا، ۳۰۷۵۔۱/۵۵۶]

رواه الامام احمد والترمذی وابوداؤد وابن ماجه كما فی المشكاة عن ابی هريرة۔رضی اللّٰه تعالیٰ عنه۔

اس حدیث کو بیان فرما کر سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿مِن بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصَىٰ بِهَا أَوْ دَيْنٍ غَيْرَ مُضَآرٍّ .(الیٰ قوله) وَذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ﴾(١)

میت کی وصیت اور دَین نکالا کر جس میں اس نے نقصان نہ پہنچایا ہو(اِلٰی قوله)اور یہ ہے بڑی کامیابی۔(مترجم)

نیز حدیث میں فرمایا:

((من قطع ميراث وارثه قطع الله ميراثه من الجنة يوم القيامة.))(٢)

جو اپنے وارث کی میراث قطع کریگا اللہ تعالیٰ روز قیامت اس کی میراث جنت سے قطع فرمادے گا۔ (مترجم)

رواه البغوي في المشكاة وابن ماجة في سننه عن أنس والبيهقي في شعب الإيمان عن أبي هريرة۔رضی اللّٰه تعالیٰ عنهما۔

امام بغوی نے مشکاۃ میں، ابن ماجہ نے سنن میں حضرت انس سے اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اس حدیث کو روایت فرمایا ہے۔(مترجم)

لمعات میں زیر حدیث اول فرمایا:"لما نزلت آية المواريث نسخت الوصية. "

جب آیت میراث نازل ہوئی وصیت کا وجوب منسوخ ہو گیا۔(مترجم)

ابن ماجہ میں سیدنا ابو ہریرہ سے یہ روایت ہے:

"قال:صلى الله تعالیٰ عليه وسلم۔ إن الرجل ليعمل بعمل أهل الخير سبعين سنة فإذا أوصى حاف في وصيته فيختم له بشر عمله فيدخل النار، وإن الرجل ليعمل بعمل أهل الشر سبعين سنة فيعدل في وصيتة فيختتم له بخير عمله فيدخل الجنة۔ قال أبو هريرة : فاقرؤا إن شئتم، تلك حدود الله(إلى قوله)عذاب مهين."(٣)

---

(١) [سورة النساء:١٢-١٣]

(٢) [مشكاة المصابيح، كتاب الفرائض والوصايا،باب والوصايا،حديث: ٣٠٧٨-١/٥٥٧]

(٣) [سنن ابن ماجه، كتاب الوصايا،باب الحيف في الوصية،حديث:٢٧٠٣-٣/١٩٦]

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: انسان ستر سال اللہ کی اطاعت میں عمل کرتا ہے، پھر جب موت کے وقت وصیت کرتا ہے تو ظلم سنگ دلی کا مظاہرہ کرتا ہے تو اس کا خاتمہ گناہ پر ہوتا ہے، اس کے لیے دوزخ کی آگ واجب ہوجاتی ہے، ایک انسان وہ ہے جو ستر سال اللہ کی نافرمانی اور گناہ میں گزار دیتا ہے پھر جب موت کے وقت وصیت کرتا ہے تو عدل وانصاف کا دامن نہیں چھوڑتا تو اس کا خاتمہ اچھے اور نیک عمل پر ہوتا ہے، اس کے لیے جنت واجب ہوجاتی ہے، حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں: اگر چاہو تو پڑھو یہ آیت: یہ اللہ کی حدیں ہیں (إلـــی قـولــه) اور اس کے لیے خواری کا عذاب ہے۔ (مترجم)

(۲) جو کچھ اس کا متروکہ ہے کہ لطف اللہ اور اس کے دونوں بھائیوں سب کا حصہ مساوی ہے اور یہ وصیت ناجائز، ہاں اگر خود ہی لطف اللہ بھائیوں کے حق میں چھوڑ دے باپ کی مرضی کے موافق کرے تو اسے اختیار ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ہر وصیت کا پورا کرنا لازم نہیں ہوتا

(۲) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

شرعی طور پر والدین کی وصیت کو پورا کرنا کہاں تک لازمی وضروری ہے جس میں کسی کا نقصان کسی قسم کا بھی نہ ہو، اور وہ وصیت بھی جائز ہو۔

الجواب

ہر وصیت کا پورا کرنا ضروری نہیں ہوتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتاب المیراث

ابواب



وراثت کا بیان

وارثوں میں پوتے پوتیوں کے احوال

مسئلہ: (۱)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

زید نے انتقال کیا اور چار بیٹے چھوڑے عمرو۔بکر۔خالد۔انس۔چاروں فرزند آپس میں مل کر کاروبار تجارت کرتے تھے اور ایک ساتھ کھاتے پیتے تھے،ازاں بعد خالد نے انتقال کیا،ایک بیوی اور ایک لڑکا اور ایک لڑکی چھوڑی۔چند روز بعد بکر کا انتقال ہو گیا اور دو لڑکے چھوڑے۔اس کے بعد عمرو نے دو لڑکے دو لڑکیاں چھوڑ کر انتقال کیا،اور انس بھی ایک بیوی کو چھوڑ کر لا ولد انتقال کیا۔بکر کے دونوں فرزندان نے اپنی بیوی وفرزندان ودختران کو چھوڑ کر یکے بعد دیگران انتقال کیا۔بموجودگی فرزند ودختر خالد وبیوی،وپوتے وپوتیاں عمرو،وبکر وانس باخودہا ایک تقسیم جائداد منقولہ وغیر منقولہ نقد وجنس وتجارت وغیرہ کی ہوگئی اور بکر کا ربع حصہ بکر کے پوتے کے حوالہ کیا گیا بکر کے پوتوں نے اپنی بہنوں کو حصہ تقسیم نہیں کیا اور بکر اینڈ سنس کے نام سے تجارت شروع کر دیا،تجارت شروع کرنے کے لیے نہ اپنی بہنوں سے اجازت لی اور نہ اس کی بہنیں مزاحم ہوئیں۔اب بکر کی ایک پوتی فرم سے علاحدہ ہونا چاہتی ہے اور اپنے حصہ کی طالب اور اصل وانتفاع آج تک کا چاہتی ہے،لہذا شرعاً بکر کی پوتی اپنے والد کی زندگی تک کا یا جس روز تقسیم ہوئی اس روز تک کا یا آج تک کا اصل اور انتفاع دونوں ملا کر پائے گی یا نہیں؟

از بنارس محلہ مدن پورہ ہٹیہ مرسلہ حاجی اثر الدین جلال الدین صاحبان ۱۷ ارمحرم الحرام ۵۰ھ

الجواب

بکر کی پوتی بعد موت والد خود اگر روز وفات والد سے آج تک خود عمل میں شریک رہی یا اس کی نیت سے عمل ہوتا رہا تو جب تک ایسا ہوا،اس وقت تک وہ ربح کی بھی مستحق ہے۔روز تقسیم تک تو ظاہر ہے کہ اس روز تک کا اس کا ربع حصہ کا زر ومال وتجارت سے بکر کے پوتوں کے حوالہ کیا گیا تو یا تو اس لیے کہ عمل میں جمیع ورثہ خود شریک رہے،یا یوں کہ ان سب کی طرف سے عمل ہوتا رہا اور وہ راضی رہے،تو جو اصل وربح روز تقسیم تک حاصل ہوا،اس میں اپنے حصہ کی قدر بکر کی پوتی کا استحقاق ہے ہی۔اب بعد بکر کے پوتوں نے جو دوکان مال مشترک سے کھولی اگر اسے خاص اپنے لیے کھولا ہے تو اس صورت میں بکر کی

پوتی اپنے حصہ کے زر اصل ہی کی مستحق ہے۔ اس کے بھائی اس کے حصہ کے غاصب ہیں، ان پر اس کے حصہ کا مال اسے دے دینا لازم ہے۔ ربح صرف ان کا ہے مگر جو ان کے حصہ کا ہے وہ طیب ہے اور اس تجارت میں جو اس کے حصہ کا ہے وہ خبیث۔ اس کے حصہ کا ربح یا وہ تصدق کریں، اور یا تطییباً لقلبہا اس کو اپنی بہن کو دیں اور یہی بہتر ہے۔

اور اگر انہوں نے خاص اپنے لیے تجارت شروع نہ کی بلکہ سب کی نیت سے اور دوکان از نام بکر اینڈ سنس کھولنا یہی بتاتا ہے کہ انہوں نے اسے خاص اپنے لیے نہیں کھولا ہے بلکہ جیسا مال مشترک ہے ایسے ہی دوکان بھی مشترک رکھی ہے اور سوال کے یہ لفظ کہ اب وہ فرم سے علاحدہ ہونا چاہتی ہے یہی بتاتے ہیں کہ وہ اور شرکا سب اسے شریک فرم سمجھتے رہے ہیں تو اس صورت میں بکر کی پوتی آج تک کے ربح کی بھی مستحق ہے مگر جب کہ سنس میں لغتاً وعرفاً لڑکے ہی آتے ہوں، لڑکیاں اس کے نیچے نہ آتی ہوں، اور لڑکے اس کے مدعی ہوں کہ انہوں نے دوکان خاص اپنے لیے کی اس میں لڑکی کا کوئی حصہ نہیں رکھا۔

عقود الدریہ میں ہے:

”سئل في اخوة خمسة تلقوا تركة عن أبيهم، فأخذوا في الاكتساب والعمل فيها جملة كل علىٰ قدر استطاعة في مدة معلومة وحصل ربح في المدة وورد على الشركة عزامة دفعوها من المال فهل تكون الشركة؟ وما حصلوا بالاكتساب بينهم سوية وإن اختلفوا في العمل والراي كثرة وصواباً۔ (الجواب) نعم، إذ كل واحد منهم يعمل لنفسه واخوته على وجه الشركة.“(۱)

ترجمہ: ایسے پانچ بھائیوں کے بارے میں سوال ہوا جنھوں نے اپنے باپ کا ترکہ پایا اور سب نے مل کر ایک زمانے تک حسب استطاعت شرکت میں کام کیا، اس درمیان کچھ نفع بھی ہوا اور شرکت کے کاروبار پر کچھ واجبی حقوق بھی لاگو ہوئے جو اسی مال سے ادا ہوئے۔ تو کیا یہ سب مال وراثت اور اس پر نفع سب کچھ شرکت شمار ہوگا اور جو منفعت اس میں حاصل ہوئی وہ برابر تقسیم ہوگی خواہ کام اور رائے مشورے میں کمی بیشی رہی ہو۔

جواب یہ ہے کہ ہاں اس لیے کہ ہر ایک نے اس میں جو کام کیا وہ اپنے اور بھائیوں کے لیے بطور شرکت ہی کیا۔

---

(۱) [العقود الدرية في تنقيح الفتاوىٰ الحامدية، كتاب الشركة: ۱/۱۸۱]

اسی میں ہے:

”الظاهر أنها شركة ملك لا يجري فيها تفاوت في الربح بل يكون ما في أيديهم بينهم سوية كمامر ، وهذه المسألة تقع كثيراً خصوصاً في أهل القرىٰ حيث يموت الميت منهم وتبقىٰ تركته بين أيدي ورثته بلا قسمة يعملون فيها وربما تعددت الأموات وهم علىٰ ذلك وقد يتوهم أنها شركة مفاوضة وذلك باطل.“(۱)

ترجمہ: ظاہر یہی ہے کہ یہ شرکت ملک ہے جس کے نفع میں فرق نہیں کیا جاتا بلکہ جو کچھ ان کے ہاتھ میں ہے وہ سب کا ہے برابر۔ کمامر۔ یہ مسئلہ بہت زیادہ پیش آتا ہے خاص طور پر دیہات میں کہ جب کسی کا انتقال ہوتا ہے تو اس کا ترکہ بغیر تقسیم ورثہ کے ہاتھ میں رہتا ہے اور وہ اس میں کام کرتے رہتے ہیں، بسا اوقات تو وارثین میں دو چار موتیں واقع ہو جاتی ہیں مگر وہ اسی حال پر رہتے ہیں۔ یہ بھی وہم ہوتا ہے کہ یہ شرکت کا مفاوضہ ہے، مگر یہ وہم باطل ہے۔

ردالمحتار میں ہے:

”ما يقع كثيراً في الفلاحين ونحوهم أن أحدهم يموت فتقوم أولاده علىٰ تركته بلا قسمة، ويعملون فيها من حرث وزراعة وبيع و شراء واستدانة ونحو ذلك،وتارة يكون كبيرهم هو الذي يتولى مهماتهم ويعملون عنده بأمره وكل ذلك۔ علىٰ وجه الإطلاق والتفويض،لكن بلا تصريح بلفظ المفاوضة ولا بيان جميع مقتضياتها ولا شك أن هذه ليست شركة مفاوضة،بل هي شركة ملك۔ فإذا كان سعيهم واحداً ولم يتميز ما حصله كل واحد منهم بعمله يكون ما جمعوه مشتركاً بينهم بالسوية وإن اختلفوا في العمل والراي أي : كثرة وصواباً الخ.“(۲)

کاشت کاروں میں اکثر یہ صورت پیش آتی ہے کہ جب کوئی انتقال کر جاتا ہے تو اس کی اولاد کے پاس اس کا ترکہ بلا تقسیم موجود رہتا ہے اور وہ اس میں کھیتی، بیع وشرا اور استدانہ (قرض لینا) وغیرہ کرتے ہیں، اور کبھی ان میں کا بڑا تمام اہم امور کا ذمہ دار ہو جاتا ہے، اور بقیہ لوگ اس کے پاس اسی کے حکم سے کام کاج کرتے ہیں، اور یہ سب کچھ بہ طور اطلاق واختیار ہوتا ہے لیکن لفظ مفاوضہ کی صراحت نہیں ہوتی

---

(۱) [العقود الدرية في تنقيح الفتاوىٰ الحامدية ، كتاب الشركة:۱/۱۸۲]

(۲) [ردالمحتار، كتاب الشركة مطلب فيما يقع كثيراً في الفلاحين:۶/۳۷۲]

ہے، اور نہ تمام مقتضیات کی تفصیل، اور اس میں کوئی کلام نہیں کہ یہ شرکت مفاوضہ نہیں بلکہ شرکت ملک ہے۔ تو جب ان کی سعی ودوڑ دھوپ ایک اور ان میں سے ہر ایک نے اپنے عمل سے جو کچھ حاصل کیا اس میں تمیز بھی نہیں ہوسکتی تو اب تمام جمع شدہ مال ان کے درمیان برابر برابر مشترک ہوگا، اگرچہ عمل ورائے میں کثرت وصواب کے اعتبار سے اختلاف ہو۔ (مترجم)

تنقیح حامدیہ فتاویٰ رحیمیہ سے ہے:

"سئل عن مال مشترك بين أيتام وأمهم استربحه الوصي للأيتام هل يستحق الأم ربح نصيبها أو لا، أجاب لا تستحق الخ."(۱)

ایسے مال کے بارے میں مسئلہ پوچھا گیا جو یتیموں اور ان کی ماں کے درمیان مشترک ہے، وصی نے یتیموں کے لیے نفع کا مطالبہ کیا تو ماں اپنے حصہ کے نفع کی مستحق ہوگی یا نہیں؟ جواب دیا: مستحق نہیں ہوگی۔ (مترجم)

فتاویٰ غیاثیہ پھر فتاویٰ ہندیہ میں فرمایا: "لو تصرف أحد الورثة في التركة المشتركة وربح فالربح للمتصرف وحده."(۲)

اگر کسی ایک وارث نے ترکہ میں تصرف کر کے فائدہ اٹھایا تو نفع تنہا متصرف کے لیے ہوگا۔ (مترجم)

فتاویٰ خیریہ میں ہے: "سئل في رجل آجر الخ."

رجل آجر (نوکر رکھنے والا، خدمت لینے والا مرد) کے بارے میں سوال ہوا۔ (مترجم)

قنیہ پھر عقود میں ہے: "قيل لهٗ وهل يلزم الغاصب الأجر لمن لهٗ الدار فكتب لا، ولٰكن يرد ما قبض على الما لك ،وهو الأولىٰ۔ ثم سئل أيلزم المسمىٰ للمالك أم للعاقد فقال: للعاقد، ولا يطيب لهٗ بل يردهٗ على المالك ، وعن أبي يوسف يتصدق بـه اه قال شيخنا قدس سرهٗ فى حاشية على العقود : قد صرحوا بأن عليه أمرين إما يرد على المالك أو يتصدق علىٰ الفقرا لخ"(۳)

---

(۱) [العقود الدرية، كتاب الشركة: ۱/۱۸۳]

(۱) [الفتاویٰ الهندية مع الخانيه: ۲/۳۴۶]

(۳) [العقود الدرية في تنقيح الفتاویٰ الحامدية: ۱/۱۸۳]

ان سے کہا گیا: کیا غاصب کے ذمہ مکان مالک کو اجرت دینا لازم ہے؟۔ تو آپ نے لکھا: نہیں، لیکن جس چیز پر قبضہ کر چکا تھا مالک کو واپس کردے، یہی بہتر ہے، پھر سوال ہوا: کیا مسمیٰ مالک کو دینا ہوگا یا عاقد کو؟ فرمایا: عاقد کو۔ اور وہ اس کے لیے جائز نہیں، بلکہ مالک کو لوٹا دے، امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: اس کا صدقہ کردے۔ اھ۔ ہمارے شیخ قدس سرہ نے حاشیہ علی العقود میں فرمایا: علمانے صراحت فرمائی ہے کہ: اس پر دو چیزوں میں سے ایک لازم ہے، یا تو مالک کو لوٹا دے یا پھر فقرا پر صدقہ کردے۔ (مترجم)

اور اگر لڑکوں نے کوئی خاص نیت نہ کی تھی نہ یہ کہ خاص اپنے لئے اسے کھولا نہ یہ کہ لڑکی کے لیے شریک نے شرکت کی بھی نیت نہیں کی بلکہ بے نیت خاص کام شروع کردیا اور لڑکی سے اجازت نہ لی تو اس صورت میں بھی ربح لڑکوں کا ہے اس میں لڑکی کا کچھ استحقاق نہیں۔ ہاں اس پر رد اولیٰ ہے۔

علامہ شامی نے عقود الدریہ میں بعد عبارت تاتارخانیہ وفتاویٰ رحیمیہ فرمایا:

"أقول أيضاً ويظهر من هذا و مما قبلهُ الخ هذا ما يظهر من هذه العبارات، والعلم بالحق عند ربي الواجب بالذات، وهو تعالىٰ أعلم وعلمه أحكم۔"(۱)

میں کہتا ہوں: یہ اور گزشتہ عبارت سے ظاہر ہوتا ہے الخ۔ یہ ان عبارات سے ظاہر ہے اور صحیح اور حق کا علم میرے پروردگار واجب بالذات کے پاس ہے، وہی زیادہ بہتر جاننے ہے، اسی کا علم زیادہ درست ہے۔ (مترجم)

بیوی کی بدکاری وراثت سے محروم نہیں کرتی

مسئلہ: (۲)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

۲۱ جمادی الاخریٰ ۵۲ھ

سوال:۔ مسماۃ ہندہ اپنے شوہر کے انتقال کے بعد مرتکبۂ زنا ہوئی۔ آیا بایں صورت وہ محرومۃ الارث والمہر عندالشرع قرار پائے گی یا نہیں حالانکہ زانیہ منکوحہ کے لئے فطرت اسلام کا پاداشی حکم رجم ہے ساتھ ہی اس کے حکومت حاضرہ بہ ہزار بدکرداری استحقاق ارث ومہر کے لئے نافذہ قانون ہے۔

---

(۱) [العقود الدرية في تنقيح الفتاوىٰ الحامدية: ۱/۱۸۳]

بینوا ما هو الصواب بالدلیل والکتاب۔

از گورکھپور محلہ کہنہ گورکھپور مرسلہ مولوی الفت علی صاحب قادری برکاتی رضوی مصطفوی سلمہٗ

الجواب

بدکرداری ارث سے محروم نہیں کرتی۔ ورنہ صرف وہی ترکہ پاتا جو ایسا متقی ہوتا جس سے کبھی کوئی گناہ سرزد نہ ہوتا۔ کفر تو ایسی چیز ہے کہ اس سے حکما رشتہ منقطع ہو جاتا ہے اور یوں ہی ارث سے محرومی ہو جاتی ہے۔ بیشک زنائے محصنہ کے لئے رجم ہے۔ اگر رجم ہوتی اور اس سے مرجاتی تو شوہر کی زندگی میں مرنے سے شوہر کا ترکہ نہ پاتی کہ ترکہ تو شوہر کے بعد ہوگا اور وہ شوہر کے سامنے مرگئی۔ مگر جبکہ یہاں اسے سزائے رجم نہیں دی جاسکتی، وہ زندہ ہے اور شوہر مرگیا۔ تو چونکہ کوئی گناہ ارث سے محروم نہیں کرتا، زنا بھی محرومی ارث کا سبب نہ ہوگا۔ لہٰذا ترکہ کی مستحق ہے اور مہر وہ تو بہرحال عورت کا دیا ہی جائے گا اگرچہ شوہر کی زندگی میں مرے۔ خود یا رجم سے۔ وهذا كله ظاهر واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح۔ واللہ تعالی اعلم۔ فقیر امجد علی عفی عنہ

والد کسی بچے کو عاق کردے تو بھی وہ وارث ہوگا

(۳) **مسئلہ:**

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

زید کے والد نے بوجہ مطیع نہ ہونے کے عاق نامہ لکھ دیا کہ میری جائداد سے کوئی تعلق نہیں۔ تو کیا شرعا عاق نامہ معتبر ہے اور زید بعد والد کے جائداد کا وارث ہوگا یا نہیں؟

ازآنولہ ضلع بریلی مسئولہ از مولوی عبداللطیف صاحب ۲۴ مارچ ۱۹۳۴ء

الجواب

ضرور وارث ہوگا اگرچہ ہزار عاق نامے لکھ دے، عقوق سے وارث غیر وارث نہیں ہو جاتا اور عاق کردینا کوئی چیز نہیں۔ جو عاق ہے وہ عاق نامہ لکھنے سے عاق نہیں پہلے ہی سے عاق ہے۔ عاق نامہ لکھے یا نہ لکھے عقوق سخت گناہ ہے مگر گناہ کے سبب سے وراثت سے محروم نہیں ہوسکتا۔ واللہ تعالی اعلم

عورت شوہر کو بغیر کسی صراحت کے روپیہ پیسہ دے تو بظاہر وہ ہبہ ہے

(۴) **مسئلہ:**

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

زید کی منکوحہ نے اپنے ذاتی مال سے مبلغ ایک ہزار روپیہ بلا شرط اپنے شوہر زید کو دئے اور یہ کہا کہ یہ رقم لے لو اور جو تمہاری سمجھ میں آئے کرو تمہیں اختیار ہے۔ چنانچہ زید نے وہ رقم لے لی اور تقریباً دو سال بعد زید نے ایک تجارت شروع کی جس میں اپنے روپیہ کے ساتھ یہ روپیہ لگا دئے۔ آٹھ ماہ تک کاروبار کرنے کے بعد دوکان میں آگ لگ گئی جس سے بہت نقصان پہنچا۔ زید کا فرم تقریباً آٹھ ہزار روپیہ کا مقروض ہو گیا لیکن زید نے پھر بازار سے مال قرض لے کر تجارت کو جاری کر دیا اور محنت کر کے تھوڑے عرصہ میں بازار کا کل قرضہ ادا کر دیا۔ بفضلہ اب تک وہ فرم کامیابی کے ساتھ جاری ہے۔ اب زید کی منکوحہ کا انتقال ہو گیا ورثہ میں صرف ماں اور شوہر ہے۔ ماں کا مطالبہ ہے کہ متوفیہ نے جو روپیہ زید کو دیا تھا اس میں شرعاً اب میرا بھی حصہ ہے۔ لہذا دریافت طلب امر یہ ہے کہ متوفی اس رقم کی مالک تھی یا نہیں۔ اس طرح بلا شرط دے دینے سے ہبہ ہوتا ہے یا نہیں اور آگ لگنے کے بعد جو حق رہتا ہے یا نہیں؟

مرسلہ شیخ محمد عبدالقیوم کٹرہ پختہ کوچہ چاہ آنولہ ربیع الآخر ۵۴ھ

الجواب

عورت نے اگر روپیہ بہ نیت ہبہ دیا تھا تو وہ زید کا ہو گیا۔ اگر بطور قرض دیا تھا تو زید اس کا مقروض ہے عورت کے انتقال کے بعد اس کے ورثہ کا ہے جس میں زید بھی ہے۔ عورت جب مر چکی ہے اس کا بیان ہو نہیں سکتا جس سے معلوم ہو اس نے کس نیت سے دیا۔ دونوں باتیں ممکن ہوا کرتی ہیں۔ عورتیں ہبۃً تو اپنے شوہر کو روپیہ پیسے دیتی ہیں اور قرضاً بھی بلکہ تجارت کے لئے بھی جس میں شوہر بطور مضارب ہوتا ہے یا محض کارکن۔ عورت نے جس نیت سے وہ روپیہ دیا ضرور اس کے آثار ظاہر ہوں گے۔ اس عرصہ میں مرحومہ نے جو کچھ اس روپیہ کی بابت کہا کیا ہو اس سے اس کی نیت کا حال معلوم ہو، اس نیت ہی پر حکم ہو گا اگر خاموش ہی مر گئی تو اس صورت میں ظاہر یہی ہے کہ اس نے ہبہ کیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

لڑکیوں کو میراث سے محروم کرنا گناہ ہے

(۵) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

زید نے جب کعبہ شریف جانے کا ارادہ کیا تو اس نے اپنی جائداد کا انتظام اس طرح کیا۔ لڑکیوں کو حصہ نہیں دیا جو کچھ جائداد تھی لڑکوں کے نام تقسیم کر دی اور بیوی کو اس کا حق سمجھ کر کچھ جائداد کا مالک بنا دیا۔ لڑکیوں کو اس خیال سے محروم رکھا کہ اگر میں مکہ معظمہ سے واپس نہیں آیا یا میری زندگی نے وفا نہیں کی

تو قانون شرع محمدی سے لڑکیوں کو بھی پہنچ جائے گی اور میں لڑکوں اور بیوی کو لکھ جاؤں گا تو ہماری مہربان گورنمنٹ کے قانون کی رو سے میرے بچے قانون اسلام کی زد اور تباہی سے محفوظ رہیں گے اور پھر لڑکیوں کے بنائے کچھ نہ ہوگا۔ اس خیال سے جائداد کو تقسیم کرنے والا کس سزائے شرعی کا مرتکب ہے یا جزا کا مستحق جس جزا اور سزا کا مستحق ہے صاف صاف تحریر فرمائیں؟ بینوا توجروا

از فتح گنج غربی اللہ بخش صاحب ۲۹ شعبان

الجواب

وہ شخص جس نے لڑکیوں کو میراث سے محروم کیا وہ بھی ایسا گنہ گار ہوا کہ بعض علما نے اسے کبیرہ تک فرمایا۔

حدیث میں ہے:

((من فر من میراث وارثه قطع اللّٰه میراثه من الجنة یوم القیامة))(۱)

جو اپنے وارث کی میراث سے بھاگے اللہ تعالیٰ روز قیامت جنت سے اس کی میراث قطع فرمادے گا۔ (مترجم)

امام نووی تیسیر شرح جامع صغیر میں زیر حدیث مذکور فرماتے ہیں:

"أفادہٗ عنه أن حرمان الوارث حرام وعده بعضهم من الکبائر ـ واللّٰه تعالی اعلم۔" (۲)

اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ وارث کو وراثت سے محروم کرنا حرام ہے، اور بعض علما نے اسے گناہ کبیرہ میں شمار کیا ہے۔ (مترجم)

مرتدہ عورت مہر کی حق دار ہے ترکہ کی نہیں

(۶) **مسئلہ:**

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

زید اہل سنت والجماعت اور زید کی شادی عورت اہل سنت والجماعت سے ہوئی۔ بعدہٗ کچھ عرصہ

---

(۱) [سنن ابن ماجه، کتاب الوصایا، باب الحیف في الوصیة، حدیث: ۲۷۰۳-۳/۱۹۶]

(۲) [التیسیر بشرح الجامع الصغیر، حرف المیم: ۲/۴۳۳]

قریباً دس سال کے عورت مذکور قادیانی ہوگئی اور ہے۔اب قریباً دو سال بعد زید کا انتقال ہوگیا۔اب عورت مذکور مہر اور ترکہ پانے کی مستحق ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

از شہر بریلی محلہ کٹ کوئیاں مسئولہ عبدالحمید خاں مورخہ ۹ رمضان المکرم ۱۳۵۵ھ

الجواب

مرتدہ مذکورہ مہر پائے گی ''فإنه لا يسقط بالارتداد بعد التاكيد'' ترکہ نہ پائے گی کہ مرتدہ مسلم کی وارث نہیں اگرچہ آج کل مفتیٰ بہ یہی قول ہے کہ وہ ارتداد کے سبب نکاح سے نہ نکلی بدستور زوجہ رہی مگر میراث نہ پائے گی۔یہاں بقائے نکاح موجب توارث نہیں جیسے فتاوی ہندیہ میں اس صورت میں کہ دونوں معاً مرتد ہوں نکاح باقی مانتے ہوئے یہی فرمایا کہ مرتدہ شوہر کی وارث نہیں۔

''إن ارتد الزوجان معاً ثم ولدت منه ثم مات المرتد فلا ميراث لها منه وإن بقي النكاح بينهما ۔والله تعالى اعلم۔''(۱)

اگر زوجین معاً مرتد ہوجائیں پھر مرتد شوہر کی موت ہوجائے تو مرتدہ شوہر کی وارث نہیں ہوگی،اگرچہ دونوں میں نکاح باقی تھا۔اللہ زیادہ بہتر جاننے والا ہے۔(مترجم)

گناہ کا اظہار بھی گناہ ہے

(۷) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ..

کوئی شخص زنا یا اور کوئی گناہ کر کے واپس آرہا ہو اور راستہ میں دوسرا شخص اس سے دریافت کرے کہ تم کہاں سے آرہے ہو یا کیا کر کے آرہے ہو تو ایسی صورت میں گناہ کے چھپانے کے لیے جھوٹ بولنا جائز ہوگا یا نہیں۔کسی دوسرے شخص کے گناہ کو چھپانے کے لیے جھوٹ بولنا جائز ہوگا یا نہیں۔بینوا توجروا

۳۱/اگست ۱۹۵۸ء

الجواب

چھپے گناہ کا اظہار بھی گناہ ہے اور جھوٹ بھی ایسا ہی ہے،اس کے جواب میں ایسی بات کہی جو نہ اقرار گناہ ہو نہ جھوٹ،مثلاً تمہیں کیا مطلب،کہیں سے آرہے ہیں،کیوں پوچھتے ہیں کہ کیا کر کے آرہے

---

(۱)[الفتاویٰ الهندية، كتاب الفرائض الباب السادس في ميراث اهل الكفر:٦/٥٦٦]

ہیں۔ کسی موقع پر اپنے یا دوسرے مسلمان کے لیے دروغ مصلحت آمیز کو حضرت سعدی نے راستی فتنہ انگیز سے بہتر فرمایا مگر حتی الامکان دروغ سے بچے۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۱۴ر صفر المظفر ۱۳۷۸ھ

تلک لگانے اور کلمہ کفر سے تجدید نکاح لازم

مسئلہ: (۸)

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

چند مسلمان باجا بجانے کے لیے غیر مسلم کے یہاں گئے وہاں ان کے تلک یعنی ٹیکہ لگا دیا گیا، ان لوگوں نے مجبوراً اس کو لگوالیا کہ اگر منع کر دیا تو ہماری رقم وصول نہیں ہوگی یا پھر ہمارا یہ کام بند ہو جائے گا، کیوں کہ اس کے علاوہ کوئی دوسرا کام یاد نہیں ہے۔ تلک لگوانے کے بعد فوراً ان لوگوں کے لیے شرع شریف کیا حکم فرماتا ہے۔ ۱۳ر فروری ۱۹۶۰ء

الجواب

ان لوگوں پر توبہ لازم ہے، پھر سے کلمہ اسلام پڑھیں، تجدید ایمان کریں اور جو بیوی رکھتا ہو وہ اس سے پھر جدید نکاح کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ: (۹)

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

زید یہ بیان کر رہا تھا کے بڑے بھائی پاکستان چلے گئے تھے، اب وہ ہندوستان چلے آئے میں ، ہندوستان میں مستقل ہونے کا مقدمہ ہو رہا ہے اور بہت سے کیس ان کے خارج بھی ہو چکے، اب پھر اپیل کی ہے اور میں نماز پڑھ کر خدا سے عاجزی کے ساتھ بہت دعا کرتا ہوں اور بزرگان دین کے مزاروں پر جا کر دعا کرتا ہوں، لہذا اگر میری دعا کا کچھ اثر نہ ہوا اور میرے بھائی یہاں مستقل نہیں ہوئے اور پاکستان چلے گئے تو میں اسی دن ہندو ہو جاؤں گا، زید نے الفاظ ہندو ہونے کا دل سے نہیں کہا تھا، بھائی کی پریشانی پر جذبہ میں آ کر یہ کہہ دیا تھا۔ لہذا اب زید کے لیے شرع شریف کیا حکم صادر فرماتا ہے۔

۱۲ر جون ۱۹۶۸

الجواب

زید پر توبہ، تجدید ایمان، اور تجدید نکاح (اگر بی بی رکھتا ہو) فرض ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم